فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۲۲

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ
ممبائی-الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲۲)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جولائی ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب الحج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾

(سورۃ البقرۃ:125)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''إِذَا لَقِيتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ، وَمُرْهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ، فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ''.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث:5371)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:

''اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ''.

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:1986)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۲۴)

رسوماتِ حج (۳۱-۵۸)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

حج کے مکروہات وجنایات (۵۹-۱۴۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

مقدس مقامات واشیا، فضائل ومسائل (۱۴۳-۲۰۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

عمرہ کے احکام ومسائل (۲۰۷_۲۵۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

متفرقات حج، احکام ومسائل (۲۵۳-۳۷۵)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الشکر

نحمدہ ونصلي علی رسولہ الکریم اما بعد

ہمارے مفتیان کرام نے فتاویٰ علماء ہند کی بائیسویں جلد تیار کر کے بندہ کے پاس طباعت کے لئے بھیجی ہے، بندہ اسے خود اپنے لئے اور اپنی تنظیم ''منظمۃ السلام العالمیہ'' کے لئے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

کتاب دیکھ کر خوب مسرت ہوتی ہے اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ علمی وفقہی کام بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ کیا جارہا ہے، اللہ پاک ہمارے مفتیان کرام کو شرفِ قبولیت بخشے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بناوے آمین یارب العالمین۔ انشاءاللہ عنقریب ہی یہ جلد بھی طباعت کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔

سابقہ جلد ۲۱ کی طرح اس جلد میں بھی حج کے مسائل مذکور ہیں خواص طور پر رسومات حج، حج کے مکروہات و جنایات، اور مقدس مقامات کے فضائل ومسائل، عمرہ کے احکام اور حج کے دیگر مسائل بھی مذکور ہیں۔

خبر ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ مطبوعہ جلدیں ملک وبیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہورہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے کلمات اور مفید مشورے موصول ہورہے ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ عزیزم مفتی محمد اسامہ سلمہ کی نگرانی اور عزیز گرامی قدر مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں یہ علمی کام بہت خوش اسلوبی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ اللہ پاک بحسن خوبی پایۂ تکمیل کو پہونچائے اور ہم سب کیلئے باعث نجات بناوے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کر دیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصا علماء کرام ومفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
۵/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ

تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

گرامی قدر حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب کی بھیجی ہوئی کتاب (فتاوی علماء ہند) کی ۳ جلدیں موصول ہوئیں جس کی کئی جلدیں ابھی منظر عام پر آنا باقی ہیں، آئے دن پیش آنے والے مسائل کے مدنظر مولانا موصوف کی یہ کاوش قابل ستائش ہے علماء ہند کی بے پناہ قربانیوں اور محنتوں کے ذخیرے بکھرے پڑے ہیں اگر اللہ نے ان ذخائیر کو جمع کر کے امت کی بڑی خدمت کے مولانا موصاف کا انتخاب کیا ہے، تو مولانا قابل صد مبارکباد ہیں، اللہ ان کے ارادے میں پختگی حوصلوں میں بلندی عطا فرمائے۔

اس گئے گذرے دور میں بھی مطالعہ کے شائقین اور عاشقان علم کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔

انشاء اللہ یہ مجموعے ان کے لئے معاون ثابت ہوں گے جو اپنے قیمتی اوقات کو ضائع سے بچا کر کتب بینی اور مطالعہ میں گزارنا چاہتے ہیں،۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعاء گوں کہ مولیٰ تعالی اس محنت کو قبولیت عطا فرمائے اور امت کے حق میں خیر کا ذریعہ بنائے۔

اپنی خرابی صحت اور طبیعت کی علالت کی بناء پر زیادہ کچھ تحریر کرنے سے قاصر ہوں، لہذا یہ مختصر سی تحریر مولانا موصوف کی خدمت میں شکریہ کے کلمات کے طور پر ارسال کر رہا ہوں۔

والسلام

سید طاہر حسن گیاوی

بانی و مہتمم دار العلوم حسینیہ، پلاموں، جھارکھنڈ

۷/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

فتاوی علماء ہند حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ کی زیرنگرانی ترتیب دیا جارہا ہے۔ اس عظیم کام کا مقصد پاک و ہند کے علماء ومفتیان کرام کے فتاوٰی جات کو ایک جگہ جمع کرنا ہے۔"فتاوی علماء ہند" میں اکابرین کے پندرہ فتاوٰی جات تو مکمل شامل کیے جارہے ہیں، اس کے علاوہ جزئیات کا بھی اضافہ کیا جارہا ہے۔

جن حضرات کی اہل حق کے فتاوٰی جات پر نظر ہے ان پر یہ بات واضح ہوگی کہ ان میں کئی مسائل مشترک ہیں جنہیں یکجا کرنے کی صورت میں تکرار کا آنا ایک ناگریز امر ہے۔ اس لیے حذف تکرار کے ساتھ ساتھ عنوانات اور ان کے تحت مسائل کی ترتیب اور حوالہ جات کی تخریج ایک ذمہ دارانہ کام تھا حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی مدظلہ (ناظم امارت شرعیہ بہار، جھارکھنڈ، پھلواری شریف پٹنہ) سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف ماشاء اللہ میدان افتاء وتحقیق میں عمدہ مہارت کے حامل ہیں۔

مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ کے بقول یہ مجموعہ تقریباً ساٹھ جلدوں میں 30 ہزار صفحات پر مشتمل ہوگا۔ بندہ کو اس کی چھ جلدیں موصول ہوئیں ہیں۔ سفر در سفر کی وجہ سے بس چند مقامات ہی دیکھ سکا لیکن چونکہ پاک وہند کے مستند اور معتبر اہل افتاء کے فتاوٰی جات جمع کئے گئے ہیں اس لیے امید یہی ہے کہ ان شاء اللہ یہ مجموعہ تحقیق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہوکر عوام و خواص کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی مدظلہ اور ان کے معاونین کی اس سعی کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کو اس فتاوٰی سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبي الکریم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واھل بیتہ اجمعین

والسلام

محتاج دعا

محمد الیاس گھمن

سرپرست خانقاہ ومرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

یکم اپریل ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر مولانا اسامہ شمیم ندوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتاوی علماء ہند کی ترتیب واشاعت ایک غیر معمولی علمی خدمت ہے، اس عظیم کارنامہ پر جتنی مبارکبادی دی جائے کم ہے، آپ جیسے جواں سال، جواں علم، اور جواں حوصلہ افراد سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، نظر بد سے حفاظت فرمائے، ساری رکاوٹیں دور فرما کر کام کی تکمیل کرائے۔

طالب دعا

سید محمد طلحہ قاسمی

نزیل اعظم گڑھ، یوپی

۲۴ / جمادی الثانیہ ۱۴۴۱ھ

مطابق ۲۱ / فروری ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْن، وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن.

جس طرح حج کرنے پر فضائل کی کثرت ہے، اسی طرح اس عظیم ترین عمل سے کوتاہی برتنے پر سخت وعید بھی وارد ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص باوجود استطاعت کے حج نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے، چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (ترمذی: ۸۱۲)

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**تَعَجَّلُوا إِلَى الْحَجِّ - يَعْنِي: الْفَرِيضَةَ - فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي مَا يَعْرِضُ لَهُ**"۔ (مسند احمد، حدیث: ۲۸۶۷) ترجمہ: "حج یعنی فرض حج میں جلدی کرو؛ کیوں کہ تم میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عذر پیش آنے والا ہے"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ رِجَالًا إِلَى هَذِهِ الْأَمْصَارِ، فَلْيَنْظُرُوا إِلَى كُلِّ رَجُلٍ ذِي جِدَةٍ لَمْ يَحُجَّ، فَيَضْرِبُوا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ**"۔ (السنۃ لابی بکر بن الخلال ۵/ ۴۴) ترجمہ: "میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو ان شہروں میں بھیجوں، پھر وہ ان لوگوں کی تحقیق کریں کہ جنھوں نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا، پھر وہ ان لوگوں پر ٹیکس لاگو کریں؛ (کیوں کہ) وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں"۔

رب ذوالجلال کے لاکھوں انعامات و احسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف و کرم سے اس نا اہل سراپا جہل و نابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی بائیسویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

رسومات حج۔ حج کے مکروہات و جنایات۔ مقدس مقامات فضائل و مسائل عمرہ کے احکام و مسائل متفرقات حج احکام و مسائل۔

سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات و مسائل دلائل و شواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہو سکے۔

چنانچہ فتاویٰ کے سوال و جواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس علمی و فقہی مجموعے کو مزید توثیق و تائید کے لئے ملک و بیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ موثق ہو کر مؤید من اللہ ہو جائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہو رہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا و ثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہو سکے۔

میں شکر گزار ہوں اپنے علماء و مفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکر گزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات و دعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں۔ دعا گو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی
مشرف فتاویٰ علمائے ہند رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی
یکم ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائية

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدالأنبياء وخاتم المرسلين، سيدنا ونبينا محمد بن عبد الله، وعلى آله وصحابته أجمعين، والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين. وبعد:

حجاج کرام کی بقدر ضرورت وتعاون وقرب ان کو رخصت کرنے کے لیے اپنے اخراجات سے جانا اور ان کا استقبال کرنا کار ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم حاجی سے ملو تو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو اور اپنے لیے دعاء مغفرت کراؤ، اس سے پہلے کہ وہ گھر پہنچ جائے، بے شک وہ بخشے ہوئے ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر:۵۳۷۱) حج عشقِ الٰہی کا مظہر ہے اور بیت اللہ تجلیاتِ الٰہی کا مرکز ہے، اس لیے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضری ہر مومن کی جانِ تمنا ہے، اگر کسی کے دِل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتی تو سمجھنا چاہیے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کے لیے زاد وراحلہ رکھتا تھا، اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا تو اس کے حق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی، یا نصرانی ہو کر مرے۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر:۸۱۲) یہی وجہ ہے کہ مقامات مقدسہ کی زیارت اور ان مقامات پر دعائیں کرنا، نیز طواف خانہ کعبہ کا اور بوسہ حجر اسود کا بحکم حق تعالیٰ عبادت ہے اور زم زم پینا اور ساتھ لانا بھی بحکم شرع درست ہے۔ عمرہ کی احادیث میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے کئی پہلے عمرے کئے۔ احادیثِ مبارکہ میں مقبول حج کی علامت بتائی گئی ہے کہ: ''وہ فحش کلامی اور نافرمانی سے پاک ہو''۔ (بخاری، حدیث نمبر:۱۵۲۱) اس نبوی ارشاد کے مطابق حاجی صاحبان کو چاہیے کہ حج کے بعد ناجائز امور سے بچیں اور اچھے کاموں سے اپنے آپ کو جوڑیں۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے ''**فتاویٰ علماء ہند**'' کی حج کے مسائل سے متعلق ''جلد-۲۲'' کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں رسومات حج، حج کے مکروہات وجنایات، مقامات مقدسہ کے فضائل، عمرہ کے احکام اور حج کے دیگر مسائل کو شامل کیا گیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۲۲ رویں) میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکر گزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے، اسی طرح شکر گزار ہوں اپنے محترم بزرگ انجینئر شمیم احمد مدظلہ اور مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی ازہری صاحب کا، جن کی مخلصانہ تعاون سے یہ کام اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن ومرتب فتاویٰ علماء ہند

۲۵ر ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ

رسوماتِ حج

حجاج کو رخصت کرنے کے لیے عورتوں کا اسٹیشن جانا:

سوال: بعض جگہ یہ رواج ہے کہ حجاج کرام جب حج کے لیے جاتے ہیں تو اسٹیشن تک رخصت کرنے کے لیے عورتیں بھی جاتی ہیں، اسٹیشن پر مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے بے پردگی ہوتی ہے، شرعاً یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ رسم مذموم اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے، لہذا قابل ترک ہے، حج کے نام پر لوگوں نے عورتوں کا اجتماع اور اختلاط وغیرہ بہت سی ناجائز اور مکروہ رسومات ایجاد کر رکھی ہیں، جو بجائے ثواب کے لعنت کی مستوجب بن رہی ہیں؛ اس لیے اس رسم کو قطعاً بند کر دینا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۷/۸)

حجاج کرام کی دعوت، ہدیہ کا لین دین، ان کو رخصت کرنے اور استقبال کرنے کے سلسلہ میں ہونے والے رسم ورواج اور بے احتیاطیوں کا تذکرہ اور ان کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں: جو لوگ حج میں جانے والے ہیں ان سے ملنے کے لئے ان کے گھر جانا، کئی دن پہلے سے طرفین کا دعوتوں کا اہتمام کرنا، آنے والی عورتوں کا ہونے والی حجیانی کو دوپٹے (اوڑھنے) دینا، مہمانوں کا مٹھائی لے کر پھول اور سوغاتیں لے کر آنا اور رات دیر تک مجلسوں کا ہونا، حج کے لیے جانے والوں کا سب کو دعوت دینا کیا اتنا ضروری ہے کہ اگر دعوت نہ دے یا نہ لے تو اسے برا سمجھا جائے، اسٹیشن پر غیر محرم مرد وعورتوں کا ہجوم اور بے پردگی وغیرہ رسمی چیزوں کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں؛ تاکہ لوگوں کو حقیقت کا علم ہو اور یہ اہم رکن اسلام صحت کے ساتھ ادا ہو سکے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً، وھو الموفق: حجاج کرام کی مشایعت؛ یعنی بقدر ضرورت وتعاون وقرب ان کو رخصت کرنے کے لیے اپنے اخراجات سے جانا اور ان کا استقبال کرنا کار ثواب ہے، حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا لقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومره ان یستغفر لک قبل أن ید خل بیته، فإنه مغفور له. (رواه أحمد) (مشکوۃ، ص: ۲۲۳، کتاب المناسک)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم حاجی سے ملو تو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو اور اپنے لیے دعاء مغفرت کراؤ، اس سے پہلے کہ وہ گھر پہنچ جائے، بے شک وہ بخشے ہوئے ہیں۔)

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حاجی حج کے لیے روانہ ہوں تو ان کو وداع (چھوڑنے) کے لیے جاؤ اور دعاء خیر کے لیے ان سے تلقین (درخواست) کرو اور جب حج سے آئیں تو ان سے ملو اور مصافحہ کرو قبل اس کے کہ دنیاوی کاروبار میں لگ کر وہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں، بے شک ان کے ہاتھ میں برکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

''**اللّٰهم اغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج**''. (احیاء العلوم: ۱/۲۴۸، مجالس الابرار، ص: ۱۴۴، مجلس نمبر: ۲۰)

(اے اللہ! حاجی کی مغفرت فرما اور اس کی بھی جس کے حق میں حاجی دعائے مغفرت کرے۔)

فضائل حج میں ہے:

''سلف کا معمول تھا کہ وہ حجاج کی مشایعت بھی کرتے تھے اور ان کا استقبال بھی کرتے تھے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے''۔ (اتحاف) (فضائل حج، ص: ۲۲، حدیث نمبر ۸ کے تحت)

لیکن عورتوں کا گاؤں اور آبادی سے باہر نکلنا، یا اسٹیشن جانا اور وہاں غیر محرم مرد اور عورتوں کا اختلاط اور ہجوم اور بے پردگی ہونا مذموم معیوب اور گناہ کا کام ہے، اس پر سخت وعید ہے۔ مجالس الابرار میں ہے:

ومن منكراتهم أيضاً خروج النساء عند ذهابهم وعند مجيئهم فان الواجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها عن الخروج ولو أذن لها وخرجت كانا عاصيين والاذن قديكون بالسكوت فهو كالقول لأن النهى عن المنكر فرض، و.ن خرجت بغير اذن زوجها يلعنها كل مك في السماء وكل شئى يمرعليه الا الانس والجن وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال: ما تركت بعدى فتنة أضر من النساء، فخروج النساء في هذا الزمان من بيوتهن من اكثر الفتن لا سيما الخروج المحرم كخروجهن خلف الجنازة ولزيارة القبور وعند خروج الحجاج ومجيئهم والخير قعودهن في بيوتهن وعدم خروجهن عن منزلهن الا ترىٰ انه تعالى أمر خير نساء الدنيا وهن أزواج النبى عليه السلام بعدم الخروج من بيوتهن فقال: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ وهذا النظم الكريم وان نزل فيهن الا ان حكمه يعم الجميع لما تقرر ان خطابات القرآن تعم الموجودين وقت نزوله ومن سيوجد الى القيامة. (مجالس الابرار، ص: ۱٤٥، رقم المجلس: ۲۰)

(حج کے منکرات (رسومات وبدعات) میں سے ایک حجاج کرام کے جانے اور لوٹنے کے وقت ان کو رخصت کرنے اور ان کا استقبال کرنے کے لیے عورتوں کا نکلنا ہے، ان کو تو گھروں میں ہی ٹھہری رہنا اور باہر نہ نکلنا ضروری ہے اور شوہر پر ان کو باہر جانے سے روکنا لازم ہے اور اگر اس نے اجازت دی اور وہ نکلی تو دونوں گنہگار ہوں گے اور بعض اوقات خاموشی بھی

اجازت سمجھی جاتی ہے؛ اس لیے کہ برے کام سے روکنا فرض ہے اور اگر وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی تو آسمان کے کل فرشتے اور جن جن چیزوں پر اس کا گزر ہوتا ہے۔ انسان اور جن کے سوا سب اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ کی چیز نہیں چھوڑی، پس اس زمانہ میں عورتوں کا اپنے گھروں سے نکلنا سب فتنوں سے زیادہ ہے، خصوصاً حرام طریق سے نکلنا، مثلاً جنازہ کے پیچھے جانا، یا قبروں کی زیارت کی غرض سے اور حاجیوں کے آتے اور جاتے وقت نکلنا، ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور گھروں سے نہ نکلیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی بہترین عورتوں کو اور وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات ہیں، ان کو گھر سے نہ نکلنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وقرن ---﴾ (تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو) یہ آیت کریمہ اگرچہ ازواج مطہرات کے بارہ میں نازل ہوئی ہے؛ مگر اس آیت مبارکہ کا حکم سب کو شامل ہے؛ اس لیے کہ یہ قاعدہ ہے کہ قرآن مجید کی خطابات ان کو بھی شامل ہوتے ہیں، جو قرآن کے نزول کے وقت موجود ہوں اور ان تمام لوگوں کو جو قیامت تک آنے والے ہیں۔)

اس عبارت کو غور سے پڑھئے، جب دنیا کی سب سے پاکباز عورتیں ازواج مطہرات کو یہ حکم ہے کہ وہ ضرورت شرعی کے بغیر گھر سے نہ نکلیں تو عام عورتوں کے لیے کیا حکم ہوگا، وہ بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، لہذا عورتوں کو شرعی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے اسی میں ان کو دین کی حفاظت ہے۔ اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عجیب وغریب فیصلہ ملاحظہ فرمائیے۔ الترغیب والترھیب میں حدیث ہے:

عن أم حميد امرأة أبي حميد الساعدی رضی الله عنها أنها جاءت إلى النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله! إنی أحب الصلاة معک، قال: قد علمت إنک تحبین الصلاة معی وصلاتک فی بیتک خیر من صلاتک فی حجرتک وصلاتک فی حجرتک خیر من صلاتک فی دارک وصلاتک فی دارک خیر من صلاتک فی مسجد قومک وصلاتک فی مسجد قومک خیر من صلاتک فی مسجدی، قال: فامرت فبنی لها مسجد فی اقصیٰ شیء من بیتها واظلمه وکانت تصلی فیه حتی لقیت الله عزوجل. (رواہ أحمد و ابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما) (الترغیب والترھیب: ۱۸۷/۱)

(حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا شوق بہت اچھا ہے (اور دینی جذبہ ہے)؛ مگر تمہاری نماز اندرونی کوٹھری میں کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کی نماز گھر کے احاطہ کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے احاطہ کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے، اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز (یعنی مسجد نبوی کی نماز) سے بہتر ہے، چنانچہ حضرت ام حمید رضی ا? عنہا نے فرمائش کر کے اپنے کمرے (کوٹھی) کے آخری کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنوائی وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا اور اپنے خدا کے حضور حاضر ہوئیں۔)

اس حدیث میں غور کیجئے! حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا شوق ظاہر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ تم اپنے گھر میں نماز ادا کرو یہ تمہارے لیے میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، جب نماز کے لیے نکلنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا تو بے پردہ حسن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بناؤ سنگھار کر کے باہر نکلنے اور اسٹیشن پر جانے کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے؟ حالانکہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا اور آج شر القرون کا زمانہ ہے۔

عورتوں کے لیے غیر محرم مردوں سے پردہ کس قدر ضروری ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے:

عن ام سلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة اذ اقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسم احتجبا منه فقتلت يارسول الله أليس هو اعمىٰ لا يبصرنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفعميا وإن انتما السماء لا تبصرانه". (مشكاة المصابيح: ٢٦٩، باب النظر الى المخطوبة)

(ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم آپ کے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پردہ کرنے کا حکم فرمایا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو تم تو دیکھ سکتی ہو۔)

نیز حدیث میں ہے:

"عن الحسن مرسلاً قال بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله الناظر والمنظور إليه". (مشكاة المصابيح، ص: ٢٧٠، باب النظر الى المخطوبة)

(حضرت حسن سے مرسلاً روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے نامحرم عورت کو دیکھنے والے پر اور اس عورت پر بھی جس کو دیکھا جائے۔)

عورت بے پردہ گھر سے نکلے گی تو خود بھی لعنت کی مستحق بنے گی اور مرد اسے دیکھے گا، وہ بھی لعنت کا مستحق ہوگا، لہذا عورتوں کا اسٹیشن جانا اور بے پردگی کا مظاہرہ کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔ حج کا سفر ہر اعتبار سے بہت مبارک سفر ہے، اس مبارک سفر اور حج مبرور پر بڑے بڑے وعدے ہیں، حاجی ایسے مبارک اور مقدس مقامات پر پہنچتا ہے، جہاں دعاؤں کی قبولیت کے وعدے ہیں، لہذا سفر حج سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور متعلقین سے ملنا اور ایک دوسرے سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے، خاص کر ان رشتہ داروں اور متعلقین سے جن سے بات چیت بند ہو، آپس میں دلوں میں رنجش اور کدورت ہو، ان سے مل کر معافی مانگ لینا اور دلوں کا صاف کر لینا بہت ضروری ہے، اسی طرح اگر کسی کا حق باقی ہے، کسی پر ظلم کیا ہو قرض لیا ہو اور ابھی تک ادا نہ کر سکا ہو تو سفر حج سے پہلے پہلے اس کا حق ادا کر دینا، یا اس کا

انتظام کر دینا، اس سے مہلت لے کر اس کو اطمینان دلا دینا ضروری ہے؛ تا کہ اس مبارک سفر کی برکتیں پوری طرح حاصل کر سکے، جس قدر دل کی صفائی کے ساتھ اور حقوق العباد ادا کر کے حرمین شریفین زادہما اللہ عزاً وشرفاً کی حاضری ممنوعات ومکروہات سے بچتے ہوئے اور تمام آداب کی رعایت کرتے ہوئے ہوگی تو ان شاء اللہ وہاں کی برکتیں خوب حاصل ہوں گی۔

فضائل حج میں ہے:

''اپنے سب پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور کسی کا مال ظلم سے لے رکھا ہو تو اس کو واپس کرے اور کسی اور قسم کا کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے معاف کرائے، جن لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہوان سے کہا سنا معاف کرائے، اگر کچھ قرضہ اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کرے، یا ادائیگی کا کوئی انتظام کر دے۔ الیٰ قولہ۔ علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کر رکھا ہو، یا اس کا کوئی حق اپنے ذمہ ہو تو وہ بمنزلۂ ایک قرض خواہ کے ہے، جو اس سے یہ کہتا ہے کہ تو کہاں جا رہا ہے کیا تو اس حالت میں شہنشاہ کے دربار میں حاضری کا ارادہ کرتا ہے کہ تو اس کا مجرم ہے، اس کے حکم کو ضائع کر رہا ہے، حکم عدولی کی حالت میں تو حاضر ہو رہا ہے، اس سے نہیں ڈر؛ تا کہ وہ تجھ کو مردود کر کے واپس کر دے، اگر تو قبولیت کا خواہش مند ہے تو اس ظلم سے توبہ کر کے حاضر ہو، اس کا مطیع اور فرمانبردار بن کر پہنچ، ورنہ تیرا یہ سفر ابتدا کے اعتبار سے مشقت ہی مشقت ہے اور انتہا کے اعتبار سے مردود ہونے کے قابل ہے''۔ (فضائل حج، مولانا محمد زکریا صاحب، ص: ۶۳)

نیز فضائل حج میں ہے:

''چلنے کے وقت مقامی رفقاء اعزاء واحباب سے ملاقات کر کے ان کو الوداع کہے اور ان سے اپنے لیے دعا کی درخواست کرے کہ ان کی دعائیں بھی اس کے حق میں خیر کا سبب ہوں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب کوئی آدمی تم میں سے سفر کرے تو اپنے بھائیوں کو سلام کر کے جائے، ان کی دعائیں اس کی دعا کے ساتھ مل کر خیر میں زیادتی کا سبب ہوں گی، الوداع کہتے وقت مسنون یہ ہے کہ یوں کہے: ''**استودع اللہ دینکم واما نتکم وخواتیم اعمالکم**''. (اتحاف) (فضائل حج، ص: ۶۴، اجمالی آداب)

لہذا کوئی رشتہ دار صلہ رحمی کی نیت سے، یا کوئی قریبی تعلق والا اس مبارک سفر کی نسبت پر حاجی کے اعزاز میں سیدھے سادے طریقہ پر پورے اخلاص کے ساتھ اس کی دعوت کرے، یا ہدیہ پیش کرے، بشرطیکہ دونوں اس کو ضروری نہ سمجھتے ہوں، دینے والا صرف رضاء الٰہی کے لیے پیش کرے، دکھاوا، شہرت اور بڑائی ہرگز مقصود نہ ہو اور لینے والے کو بھی پورا اطمینان ہو کہ یہ دل سے اخلاص کے ساتھ ہدیہ پیش کر رہا ہے، یا دعوت کر رہا ہے، بدلہ چکانے، یا آئندہ وصول کرنے کا بالکل شائبہ نہ ہو تو یہ فی نفسہ مباح ہے اور ان شاء اللہ باعث اجر ہے۔

مگر آج کل ان چیزوں پر جس انداز سے عمل ہو رہا ہے، وہ عموماً رسم ورواج کے طور پر ہے، جیسا کہ سوال میں نشان

دہی کی گئی ہے؛اس لیے فی زماننا اب تو ان چیزوں سے احتراز ہی ضروری ہے اور ان رسم ورواج کے بند کرنے کا ہی حکم کیا جائے گا۔

آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ حج میں جانے والا اگر دعوت نہ کرے، یا لوگ اس کی دعوت نہ کریں تو جانبین برا مانتے ہیں اور دعوتوں کو اس قدر ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ نہ کرنے پر شکایتیں ہوتی ہیں، طعنے سنائے جاتے ہیں اور گاہے ان عوتوں میں فضول خرچی ہوتی ہے، خوب دھوم دھام ہوتی ہے، بے پردگی ہوتی ہے، غیر محرم مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، نمازیں قضا ہوتی ہیں، رات دیر تک محفلیں ہوتی ہیں اور ان کے علاوہ دیگر خرافات بھی ہوتے ہیں۔

یہی حال ہدایا اور سوغات کی لین دین کا ہے، اس کو بھی ضروری سمجھ لیا گیا ہے، یہاں بھی وہی شکایتیں ہوتی ہیں اور نیت بھی عموماً صحیح نہیں ہوتی، دینے والے عموماً دکھاوا، شہرت اور بڑائی کے خیال سے دیتے ہیں کہ اگر نہیں دیں گے تو لوگ کیا کہیں گے، خالی ہاتھ ملاقات کے لیے جانا معیوب اور اپنے لیے باعث خفت سمجھتے ہیں، ہدیہ پیش کرنے میں جو اخلاص، للّٰہیت اور خوش دلی ہونا چاہیے، وہ عموماً نہیں ہوتی، صرف لعن طعن سے بچنے یا بدلہ چکانے، یا آئندہ بدلہ وصول کرنے کا خیال ہوتا ہے اور جو ہدیہ اس خیال سے پیش کیا جائے، ایسا ہدیہ تو قبول کرنا بھی جائز نہیں، حدیث میں ہے: کسی مسلمان کا مال اس کی دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

نیز حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے جو فخر کے لیے کھانا کھلاویں۔ (اصلاح الرسوم، ص: ۳۲، فصل نمبر: ۱، ان رسوم کے بیان میں جن کو عوام مباح سمجھتے ہیں)

حاصل کلام یہ کہ ایک چیز جو مباح کے درجہ میں تھی اسے ضروری سمجھ لیا گیا ہے اور لزوم کا درجہ دے دیا گیا ہے اور شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اگر امر مباح کو ضروری سمجھ لیا جائے تو وہ قابل ترک ہے اور خاص کر اگر اس میں غیر شرعی امور شامل ہو جائیں تو اس کا ترک انتہائی ضروری ہو جاتا ہے۔ اصلاح الرسوم میں ہے:

قاعدہ دوم؛ فعل مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امر غیر مشروع کے مل جانے سے غیر مشروع وممنوع ہو جاتا ہے، جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے؛ لیکن اگر وہاں کوئی امر خلاف شرع ہو، اس وقت جانا منع ہو جاوے گا، جیسا احادیث میں آیا ہے اور ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے، الخ۔ (اصلاح الرسوم، ص: ۹۷ فصل ہفتم، قاعدہ دوم)

ولیمہ کی دعوت سنت ہے اور یہ دعوت قبول کرنے کی ہدایت کی گئی ہے لیکن اگر اس میں کوئی خرابی شامل ہو جاوے تو اسے ''شر الطعام'' کہا گیا ہے، حدیث میں ہے:

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: شر الطعام طعام الولیمة یدعیٰ لها الا غنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوة فقد عصی اللّٰه ورسوله. (متفق علیه)
(مشکاة المصابیح، باب الولیمة، ص: ۲۷۸)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدترین کھانا ولیمہ کا وہ کھانا

ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے، اور جس نے دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔)

معلوم ہوا کہ کوئی چیز فی نفسہ اچھی ہوتی ہے؛ مگر اس میں کسی خرابی کے مل جانے کی وجہ سے وہ بھی خراب ہو جاتی ہے۔ نیز یہ پہلو بھی قابل غور ہے، گاہے کسی پر فی نفسہ حج فرض ہوتا ہے؛ مگر اس کے پاس ان رسومات کی ادائیگی کا انتظام نہیں ہوتا تو وہ قرض لے کر یہ رسومات کو ادا کرتا ہے اور بعد میں قرض ادا کرنے کی مستقل فکر رہتی ہے، یا پھر حج مؤخر کر دیتا ہے، آئندہ سال تک زندہ رہنے کی کیا گارنٹی ہے اور مال باقی رہے گا، اس کی کیا سند؟ ممکن ہے کہ وہ ان رسومات کی وجہ سے فریضۂ حج سے محروم رہ جائے اور دنیا و آخرت کا نقصان ہو۔

ایک حاجی صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ ان کو رسم کی پابندی کرتے ہوئے ایک بڑی قافلہ کو اپنے خرچ سے بمبئی لے جانا پڑا، ہوٹل میں ٹھہرایا، اس قافلہ کا خرچ سفر حج کے خرچ سے زیادہ ہوا، کتنا بڑا ظلم ہے، اگر اس قسم کے رسم و رواج جاری رہیں تو حج بجائے رحمت کے زحمت اور بجائے نعمت کے نقمت بن جائے گا، برا ہو ایسے رسومات کا جو رحمت کو زحمت بنا دے۔

حاجی صاحب کو پھول ہار کرتے ہیں، یہ سوائے فضول خرچی کے کچھ نہیں، لہذا ان تمام رسومات کو ختم ہی کرنا چاہیے، ان کو ختم کرنے میں لوگوں کے لیے بڑی سہولتیں ہیں رسمی لین دین کی فکر نہ ہوگی تو آپس میں ملنا ملانا بھی پورے اخلاص کے ساتھ ہوگا ممکن ہے کہ اس رسمی لین دین کی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے ملنے ملانے اور دعاؤں کی درخواست کرنے سے محرومی رہے۔ غرض ان رسومات کی پابندی میں بڑی زحمتیں اور خلاف شریعت امور کا ارتکاب ہے؛ اس لیے ان کو بند ہی کرنا چاہیے، اس سلسلہ میں آپس میں مل کر مشورے کریں اور علمی طور پر ان کے بند کرنے پر پیش قدمی کریں، جن حضرات کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہو رہی ہے، وہ علی الاعلان لوگوں اور رشتہ داروں سے کہہ دیں کہ رسمی لین دین کی پابندی نہ کریں اور اس کی بالکل فکر نہ کریں، جو لوگ ایسی پیش قدمی کریں گے اور عملاً ان رسومات کو ختم کریں گے ان شاء اللہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے، آئندہ بھی جو لوگ اس پر عمل کریں گے، ان شاء اللہ ان کو ثواب ملے گا۔

حدیث میں ہے:

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من سن في الا سلام سنةً حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء، ومن سن في الإسلام سنة سيئةً كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، ص: ۳۳، كتاب العلم، الفصل الاول)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا (مثلاً صدقہ کرنے میں، یا کسی بری رسم کے مٹانے میں پیش قدمی کی) تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کا ثواب

بھی اس کو ملے گا اس کے بغیر کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی ہو اور جس شخص نے اسلام میں کوئی بری رسم جاری کی تو اس کو اس کا گناہ ہوگا اور اس کے بعد جو لوگ اس بری رسم پر عمل کریں گے ان کا گناہ اس پر ہوگا اس کے بغیر کہ ان کے گناہ میں کچھ کمی ہو۔)

اللہ پاک تمام لوگوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو صراط مستقیم اور سنت طریقہ پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ، ۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ، مطابق: ۱۶/۳/۱۹۹۷ء۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۳۸-۱۴۴)

حجاج کرام کا حج سے قبل اعزا واقربا سے ملاقات کے لیے جانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) حج کے لیے جانے سے پہلے اعزا واقربا سے ملاقات کے لیے جگہ جگہ گاؤں گاؤں گھومنا صحیح ہے، یا غلط ہے؟

(۲) حج پر جانے والے حجاج کو کپڑے دینے کا رواج ہے۔ یہ صحیح ہے، یا غلط ہے؟

(المستفتی: محمد ایوب، کیلاش نگر، دہلی)

باسمه سبحانه تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

حج کو جانے والے کا جانے سے پہلے اعزا واقربا سے ملاقات کے لیے جگہ جگہ، گاؤں گاؤں گھومنا اور اپنے حج کو جانے کی شہرت دینا قرآن وحدیث اور سنت رسول اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہے، اسی طرح اعزا کے یہاں جا جا کر ان سے تحفہ تحائف کا وصول کرنا سنت اور طریقۂ سلف کے خلاف ہے، اس سے حج جیسی عبادت کی روح ختم ہوجاتی ہے، پھر عجیب بات ہے کہ حاجی صاحب کی واپسی کے بعد جن لوگوں نے تحفہ تحائف دیئے تھے، حاجی ان کا بدلہ چکانے کی فکر میں مبتلا ہوتا ہے اور سفر حج کے دوران حاجی صاحب کے دل ودماغ پر اس کا خیال رہتا ہے، جس سے حض کی روح ختم ہوجاتی ہے، ایسے طرز عمل سے حجاج کرام کو گریز کرنا چاہیے۔ (مستفاد: انوار مناسک ص: ۱۴۳، ۱۴۴، ۶۷۹)

عن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه قال: حج النبى صلى اللّٰه عليه وسلم على رحل، رث، وقطيفة تسوى أربعة دراهم، أو لا تسوى، ثم قال: اللّٰهم حجة لا رياء فيها، ولا سمعة. (ابن ماجة، أبواب المناسك، باب الحج على الرجل، النسخة الهندية: ۲۰۷، درالسلام بيروت: ۴۱۸، رقم: ۲۸۹۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ (الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۹۸)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/۱/۱۴۳۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۱۷۱-۱۷۲)

حج پر روانگی سے قبل اعزا واقربا کا دعوت کھلانا:

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ فی زمانہ جب کوئی عازم سفرِ حج عزم سفر کر لیتا ہے تو اس کے اعزہ واقارب اور دوست واحباب اس کے سفرِ حج میں جانے سے پہلے ہی خاطر ومدارات اور دعوت کھلانے کا اہتمام کرنے لگتے ہیں، جو

اب ایک رسم کی شکل بنتی جارہی ہے اور بسا اوقات بعض لوگ محض دوسروں کی دیکھا دیکھی اس دعوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ لوگوں کا ایسا کرنا اور خود عازم سفر کا یہ دعوتیں کھانا کیسا ہے؟ نیز یہ کہ دعوت نہ کھانا چونکہ دل شکنی کا باعث ہے؛ اس لیے ایسی صورت میں عازم سفر کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ العالی اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ کوئی رشتہ دار صلہ رحمی کی نیت سے، یا کوئی قریبی تعلق والا اس مبارک سفر کی نسبت پر حاجی کے اعزاز میں سیدھے سادے طریقہ پر پورے اخلاص کے ساتھ اس کی دعوت کرے، یا ہدیہ پیش کرے، بشرطیکہ دونوں اس کو ضروری نہ سمجھتے ہوں، دینے اور کھلانے والے صرف رضاء الٰہی کے لیے کھلائیں، یا ہدیہ پیش کریں، دکھاوا، شہرت، بڑائی ہرگز مقصود نہ ہو اور کھانے والے کو پورا اطمینان ہو کہ یہ دل سے اخلاص کے ساتھ ہدیہ پیش کر رہا ہے، یا دعوت کر رہا ہے، بدلہ چکانے اور آئندہ وصول کرنے کا بالکل شائبہ نہ ہو تو یہ فی نفسہٖ مباح ہے اور ان شاء اللہ باعث اجر ہے؛ مگر آج کل ان چیزوں پر جس انداز سے عمل ہو رہا ہے، وہ عموماً رسم ورواج کے طور پر ہے، جیسا کہ سوال میں نشان دہی کی گئی ہے؛ اس لیے فی زماننا اب تو ان چیزوں سے احتراز ہی ضروری ہے اور ان رسم ورواج کے بند کرنے کا ہی حکم ہوگا۔ اس کی پوری تفصیل فتاویٰ رحیمیہ (۱۸۳/۱۰) پر موجود ہے، جو دیکھنے کے لائق ہے۔ ان دعوتوں میں اخلاص نہیں ہوتا تو دل شکنی کیسے ہوگی اور اگر کوئی اس کو دل شکنی سے تعبیر کرے، جب کہ ریا ہونا ظاہر ہو تو ”**لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق**“ (۱) پر عمل کرتے ہوئے اس ریا کاری میں کسی طرح معاونت جائز نہ ہوگی اور اگر اخلاص کے ساتھ دعوت کا ہونا ظاہر ہو، جس میں حد سے زیادہ تکلفات وغیرہ نہ ہوں تو اس کو قبول کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد عثمان عفی عنہ، ۱۴۱۸/۸/۱۵ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہٗ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۴/۳-۳۲۵)

حج روانگی سے قبل ملاقات اور دعوت کا اہتمام:

سوال: بہت سے لوگ حج میں جاتے ہیں تو جانے سے پہلے اپنے گاؤں میں اور دوسرے گاؤں میں لوگوں سے ملنے جاتے ہیں اور جانے کے دن لوگ ملنے آتے ہیں اور حج میں جانے والے کے لیے ہدیہ بھی لاتے ہیں اور حج میں جانے والا ان کو کھانا پکوا کر کھلاتا ہے تو حج میں جانے سے پہلے لوگوں کا ملنے جانا اور کھانا بنا کر کھلانا وغیرہ کیسا ہے؟ شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى المَرْءِ المُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ. (صحيح البخاری، باب السمع والطاعة، رقم الحديث: ۷۱۴۴، سنن أبی داؤد، باب فی الطاعة، رقم الحديث: ۲۶۲۶، سنن الترمذی، باب لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق، رقم الحديث: ۱۷۰۷، انيس)

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: جاتے وقت حاجی کو رخصت کرنا اور آتے وقت اس کا استقبال کرنا پسندیدہ ہے، اور مطلوب ہے، اسی طرح حاجی کا کھانا کھلانا بھی بہتر ہے، البتہ نام ونمود کی نیت سے ہو تو ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۹/۴/۱۳/۱۴۱۳ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ، (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۵/۳)

حج کو جاتے وقت دعوت وغیرہ کا التزام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں ہماری بستی میں حج سے متعلق کئی رسوم رائج ہیں، جن کی وجہ سے عازمین حج کو مختلف قسم کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

(۱) عازمین کے لیے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ روانگی سے قبل طلبۂ مدارس اور اعزا واحباب کی دعوت کریں، اسی طرح اعزا واحباب کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ اپنے عازمین اقربا کی مع اقارب دعوت کریں۔ از روئے شرع اس قسم کی دعوت کرنا اور اس میں شرکت کر کے کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۲) عزمین کے اعزا واحباب ان عازمین کو کپڑوں کے جوڑے دیتے ہیں؟

(۳) عازمین روانگی کے وقت اپنے رشتہ داروں کو بس کرایہ پر لے کر دہلی تک لے جاتے ہیں، عازمین کے لیے دوران سفر اور دہلی میں ان ہم سفر رشتہ داروں کے قیام وطعام اور راحت وآرام کا مکمل خیال رکھنا ضروری ہے، اگر کسی عزیز پر خاطر خواہ توجہ نہ ہو سکے تو اس کو شکایت ہوتی ہے، جب کہ دہلی میں ان عازمین کی کاغذات کی کارروائی وغیرہ کی مصروفیات بہت ہوتی ہیں؟

(۴) یہ دہلی جانے والی بسیں ایک خاص مقام اسپتال میں کھڑی ہوتی ہیں، وہاں تک رخصت کرنے کے لیے عورتیں ساتھ جاتی ہیں اور اتنا ہی ہجوم کرتی ہیں کہ بسا اوقات روڈ بند ہو جاتا ہے، ورنہ مردوں عورتوں کا اختلاط تو ہوتا ہی ہے۔

(۵) حجاج کے لیے واپسی پر اپنے اعزا واحباب کو کپڑوں کے جوڑے تقسیم کرنا اور ان کے بچوں کو کھلونے تقسیم کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ان تمام رسوم پر ایک عازم کو بیس سے تیس ہزار روپئے کا صرفہ، حج کے خرچ کے علاوہ برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس زائد خرچ کو صرف حج کے ساتھ شامل سمجھا جاتا ہے، حتی کہ بعض لوگ جن کے پاس سفر حج کے لائق مال ودولت ہے؛ لیکن ان رسوم کے ادا کرنے کی وسعت نہیں ہے، وہ اپنے اوپر حج فرض ہی نہیں سمجھتے، یا فرض جاننے کے باوجود اتنی وسعت نہ ہونے کی وجہ سے ادائیگی حج سے قاصر رہتے ہیں۔ آں جناب ان رسوم کا تمام حدود وشروط کے ساتھ شرعی حکم بیان فرمائیں؟ نیز یہ کہ عازم حج کے لیے کون سا خرچ لازم ہے؟ اگر کوئی شخص ان رسومات کے دباؤ میں حج نہیں کرتا تو اس کو گناہ تو نہیں ہوگا؟ اور معذور سمجھا جائے گا تو اس گناہ میں اعزا واحباب بھی شریک ہوں گے، یا نہیں؟

(المستفتی: افتخار احمد ولد حاجی گوہر علی اطہر کمال، کلاتھ ہاؤس، صدر بازار، ٹانڈہ، رامپور)

باسمه سبحانه تعالیٰ،الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

حجاج کرام کا سفرِ حج کو جانے سے پہلے، یا سفرِ حج سے واپسی پر دعوت کرنا اور اس دعوت کو ضروری سمجھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین اور سلف وخلف کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، سلف وخلف کے طریقۂ مسنونہ کے خلاف ایک نئے طریقہ کا ایجاد کرنا ہے، جو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے رکاوٹ ہے، ان سے گریز کرنا ہر حاجی اور ہر مسلمان پر لازم ہے، اسی طرح حاجی کو دھوم دھام کے ساتھ رخصت کرنا اور اس وقت اس کو ایئر پورٹ پہنچانے میں ہزار ہا روپیہ برباد کرنا اور پھر واپسی کے وقت حاجی کو دولہا بنا کر لانا اور پھر حاجی صاحب کا ولیمہ کرنا اور حاجی صاحب کا کپڑا تقسیم کرنا سب بیجا فضول خرچی ہے، جو نص قرآنی کے مطابق: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين﴾ کے دائرہ میں داخل ہو کر ناجائز اور ممنوع ہے، حاجی کو دلہن بنا کر رخصت کرنے میں اور پھر واپسی میں دولہا بنا کر لانے میں نامحرم عورتوں کی بھیڑ بھی ناجائز اور ممنوع ہے، ہاں البتہ حاجی کو رخصت کے وقت اس دعا کی گزارش کرنا، اسی طرح واپسی کے وقت اس سے دعا کرانا جائز اور درست ہے اور نص حدیث سے ثابت ہے۔ (معلم الحجاج، ص:۳۳۸، مستفاد: ایضاح المناسک، ص:۲۱۲)

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحة، ومره أن يستغفر لک قبل أن يدخل بيته، فإنه مغفور له. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٦٩/٢، برقم: ٥٣٧١)

عن عائشة رضى اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أحدث فى أمرنا هذا ماليس منه، فهو رد. (سنن ابن ماجة، باب تعظيم حديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم والتغليظ على من عارضه، النسخة الهندية، ص:٣، دارالسلام رقم: ١٤)

من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد. (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهندية: ٧٧/٢، دارالسلام، رقم: ١٧١٨). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ (الف فتویٰ نمبر: ۸۴۲۰/۳۷)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۵/۶/۲۲ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۱۷۵-۱۷۸)

حجاج کرام کا روانگی سے قبل دعوت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں روانگی سے پہلے حجاج کرام کی دعوت کی جاتی ہے اور خود حجاج کرام بھی طلبہ اور اپنے رشتہ داروں دوستوں کی دعوت کرتے ہیں، از روئے شرع کیا حکم ہے؟ (المستفتی: جلیس احمد ٹانڈو بادل رامپور)

باسمه سبحانه تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

روانگی سے قبل یا بعد حجاج کرام کی دعوت کرنے میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی ہے، مگر حجاج کرام کی طرف سے جو روانگی سے قبل یا بعد میں دعوتوں کا رواج اور سلسلہ شروع ہوگیا ہے یہ مختلف خرابیوں کا شکار ہونے کی وجہ سے ممنوع اور قبل ترک ہے، اولاً ایک تو عبادت حج میں ریا کاری ہے اور دوسری بات حج کے خرچ میں دعوت کا خرچ بھی جوڑا جاتا ہے، اس فضول خرچی کی وجہ سے فریضۂ حج میں رکاوٹ کا عظیم خطرہ ہے؛ اس لئے حجاج کرام کو اس سے باز رہنے کی ترغیب دی جائے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفوراً﴾ (سورة بنی إسرائيل: ۲۷)

عن المغيرة بن شعيبة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات ... وإضاعة المال. (صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين، النسخة الهندية: ۸۸٤/۲، رقم: ۵٤۱، ف: ۵۹۷۵)

عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال: حج النبی صلى الله عليه وسلم على رحل، رث، وقطيفة، تسوى أربعة دراهم أو لا تسوى، ثم قال: اللّٰهم حضة لا رياء فيها ولا سمعة. (سنن ابن ماجة، أبواب المناسک، باب الحج على الرجل، النسخة الهندية: ۲۰۷، دار السلام رقم: ۲۸۹۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۸۴)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۳/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۱۷۸-۱۷۹)

عازمین حج کی طرف سے، یا ان کے لیے دعوت کا اہتمام:

سوال: فریضۂ حج کے لیے جو افراد جاتے ہیں، گھر پر تقریبات وغیرہ منعقد کرتے ہیں، جس میں محلّہ اور خاندان والوں کو مدعو کیا جاتا ہے، جس میں وہ افراد بھی شامل ہوتے ہیں جو حج کی سعادت حاصل کرنے سے قاصر ہیں، کیا یہ تقریبات درست ہیں؟ (ایم انور، حیدرآباد)

الجواب ــــــــــــــــ

اگر حج کے لیے جانے والوں کے اعزاز میں دعوت کی جائے اور اس سے مقصد عازمِ حج کا اکرام ہو، یا خود عازم حج کچھ لوگوں کو مدعو کرے اور اس کا مقصد دعا کا حصول ہو تو اس کی گنجائش ہے، اگر دکھاوا مقصود ہو تو ریا ہونے کی وجہ سے باعثِ گناہ ہے، جو لوگ حج کرنے سے قاصر ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت کی وجہ سے ان کے اندر آتش شوق سلگتی اور بھڑکتی ہے اور اس سے طلبِ صادق پیدا ہونا ممکن ہے، جو ان کے لیے حج کی راہ ہموار کردے اور اگر اس کے باوجود حج کو نہ جاسکیں تو یہ آرزوئے حج بذاتِ خود باعثِ اجر وثواب ہے، اس لیے جو لوگ حج کو جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، ان کو مدعو کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۱۲۰-۱۲۱)

حج کے لیے جانے سے قبل دعوت اور دیگر منکرات کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں حاجی لوگ جب حج کے لیے جاتے ہیں تو حج کی شہرت کرنا دعوت کے ذریعہ سے ہو، یا محفل میلاد کے ذریعہ سے اور جس وقت روانگی ہو تو سب لوگوں کا جمع ہو جانا، مردہوں یا نہ ہو، یا محفل میلاد کے ذریعہ سے اور جس وقت روانگی ہو تو سب لوگوں کا جمع ہو جانا مردہوں یا عورت، اور جاتے وقت مرد عورت دور تک یعنی گاؤں سے کلومیٹر سے بھی زیادہ دور تک ان کے ساتھ ٹریکٹر، یا ٹرالی میں بیٹھ کر جانا ہے اور عورتوں کا بلند آواز سے قصیدے پڑھنا شریعت کی رو سے یہ افعال درست ہیں، یا نہیں؟ اور ان سے حاجی کے ثواب میں کمی آتی ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

حاجی صاحب کی روانگی کے وقت مقامی لوگوں کا حاجی صاحب سے دعا کی درخواست کرنا دور نبوت اور دور صحابہ سے ثابت ہے؛ لیکن حاجی صاحب کا اس موقع پر دعوت کرنا، محفل میلاد منعقد کرنا، نیز رخصت کرتے وقت بسوں، گاڑیوں کے ذریعہ بارات کی شکل میں رخصت کرانا، قصیدہ خوانی اور نعرہ بازی وغیرہ کسی طرح بھی جائز ودرست نہیں، یہ بے جا اسراف اور فضول کرچی ہے، جو حج جیسی مبارک عبادت کے لیے نہایت نقصان دہ ہے؛ اس لیے ان امور سے بچنا لازم اور ضروری ہے، ہاں البتہ اگر ایک دو آدمی ایئر پورٹ تک پہنچانے کے لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم: ۲۰۲/۲۳، جدید ڈابھیل ۴۵۷/۱۰، ایضاح المناسک: ۶۸، سفر حج میں غلطیوں کی اصلاح: ۷۶)

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفوراً﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۷)

عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أنه استأذن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بالعمرة، فأذن له وقال: ياأخي! أشركنا في شئ من دعائك ولا تنسنا. (سنن ابن ماجة، أبواب المناسك، باب فضل دعاء الحج، النسخة الهندية، ص: ۲۰۸، دارالسلام، رقم: ۲۸۹٤)

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات ... وإضاعة المال. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين، النسخة الهندية: ۸۸٤/۲، رقم: ۵٤۱، ف: ۵۹۷۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۸/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۷۰۱۲/۳۵)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۱/۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۷۹/۱۲-۱۸۰)

حجاج کرام کی روانگی کے وقت مسجد میں دعا کا اہتمام کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہماری بستی میں عرصۂ دراز سے دستور چلا آرہے کہ حجاج کرام کی روانگی کے وقت کسی ایک مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، مسجد ہی میں سفر حج کے متعلق کچھ باتیں بتلائی جاتی ہیں اور اجتماعی دعا ہوتی ہے اور اس اجتماعی دعا میں بستی کے بہت سے لوگ شریک ہوتے ہیں، اب بعض علما اس عمل پر نکیر کرتے ہیں، کیا شرعاً ایسا عمل ممنوع ہے؟ دلائل کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

باسمه سبحانه تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر حاجیوں کے واسطے بوقت روانگی کچھ معلومات اور نصائح فراہم کرنے کے لیے یہ عمل کیا جاتا ہے تو ایسا کرنا جائز اور فائدہ سے کالی نہیں اور اگر صرف ریاکاری اور ایک ہنگامہ ظاہر کرنے کے لیے ہے تو ممنوع ہے، اب آپ لوگ اپنے یہاں کے حالت کو خود سمجھ لیں یہ عمل کس قسم میں شامل ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: حج النبي صلى الله عليه وسلم على رجل رث وقطيفة تسوى أربعه دراهم، أولا تسوى، ثم قال اللهم حجة لا رياء فيها ولا سمعة. (سنن ابن ماجة، أبواب المناسك، باب الحج على الرجل النسخة الهندية: ۲۰۷، دارالسلام بيروت: ۴۱۸، رقم: ۲۸۹۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ رشوال ۱۴۱۹ھ (الفتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۰۲) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۱۷۲)

مزارات کی زیارت کرتے ہوئے سفرِ حج:

سوال: سیاست اخبار، مورخہ ۲ ردسمبر ۱۹۶۰ء میں سفر حج کا جو طریقہ درج ہے، کیا شرع شریف میں اس طریقہ سے حج بیت اللہ شریف جائز ہے؟ (فرحت اللہ، مسلم یتیم خانہ پریڈ، کانپور)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

کان پور سے اجمیر شریف تک کا ٹکٹ خرید کر اس کے ذریعہ دہلی، اجمیر، آگرہ، جے پور، فتح پور، سیکری، بمبئی، بصرہ، بغداد، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف، کاظمین شریف، کوفہ، بیت المقدس، جدہ، مکہ معظّمہ، طائف شریف، مدینہ منورہ کی زیارت بہت سستی اور آسان ہے، بظاہر تو بہت بڑے کارِ خیر کا دروازہ کھل کر شائقین حج وزیارت پر احسانِ عظیم کیا گیا ہے، بہت مسلمان روپیہ کی کمی کی وجہ سے محروم تھے، اب ان کو بھی آسانی ہوگی۔ غالباً اس اعلان پر بے شمار ٹکٹ خریدے جائیں گے اور بے شمار روپیہ بھی جمع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کتنے خوش نصیب ایسے ہوں گے، جن کا ٹکٹ برآمد ہو گیا اور کتنے ایسے ہوں گے، جن کے ارمانوں پر پانی پھر جائے گا اور حسرتیں خاک میں مل جائیں گی۔

یہ درحقیقت جُوا اور قمار ہے، جیسے قسم قسم کے معمے حل کرنے کے لیے دفتر کھلے ہوئے ہیں اور لاٹری کے ذریعہ کاروبار کئے جارہے ہیں، اسی کا ایک شعبہ یہ بھی کھولا گیا ہے، اسی میں کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کی زیارت کا وعدہ کرکے اہلِ تشیع کو دعوت دی گئی ہے، اہلِ سنت والجماعت کو بھی ان کے خصوصی مذہبی شعار میں شرکت کا موقع مل سکے گا؛ تاکہ یہ بیچارے تعزیہ داری اور ماتم ہی پر قناعت نہ کریں؛ بلکہ قدم آگے بھی بڑھائیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس کی شرکت کو تو اس میں اصل ہی قرار دیا گیا ہے کہ جو بیچارے بزرگان دین کے مزارات کی زیارتِ مسنونہ پر کفایت کرتے اور مشروع طریق پر ایصال صواب کرلیتے تھے، وہ طواف اور سجدۂ مزار شریف سے بھی نہ بچ سکیں گے اور وہاں کی ہر قسم کی خرافات، شرکیات میں برابر کے شریک ہوجائیں گے، سیر وتفریح کے دیگر مقامات بھی دکھائے جائیں گے۔غرض محض حج وزیارت کی نیت سے یہ سفر اصالۃً نہ ہوسکے گا۔(۱) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۶۰-۴۶۱)

حاجی کی رخصتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فریضۂ حج سے فراغت کے بعد حاجی حضرات جب اپنے وطن واپس آجاتے ہیں تو ان حاجی حضرات کو دعوت ناموں کے ذریعہ اطلاع دے کر اور یہ کہہ کر کہ اپنے ساتھ کھجوریں اور زمزم بھی لے کر آئیں، جلسۂ استقبالیہ باقاعدہ اسٹیج بنا کر اسکول میں کیا جاتا ہے، اس جلسہ میں ایس ڈی ایم، سی او، تھانہ کے انسپکٹر، ہوسپٹل سے ڈاکٹر وسیاسی حضرات مسلمانوں کے علاوہ دوسرے غیر مسلم حضرات کو بھی جلسہ میں شرکت کی دعوت کر بلایا جاتا ہے، جلسہ کا صدر بھی بنایا جاتا ہے، جلسہ کی ابتدا تلاوت کلام پاک اور نعت شریف سے کی جاتی ہے، اس کے بعد اسپیکر صاحب اعلان کرتے ہیں کہ فلاں صاحب حج کرکے تشریف لائے ہیں، ان کا استقبال فلاں صاحب کریں، استقبال کرنے والے اپنے ہاتھوں میں پھولوں کا ہار لے کر حاجی صاحب کے گلے میں ڈالتے ہیں، اس وقت ان کا فوٹو بھی کھینچ لیا جاتا ہے، پھر یہ حاجی صاحب اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ جاتے ہیں، اس

---

(۱) قال العلامه الحصكفي رحمه الله تعالىٰ (هو) (أي الحج) بفتح الحاء وكسرها،لغة:القصد إلىٰ معظم، لامطلق القصد كما ظنه بعضهم،وشرعاً:(زيارة) ... (مكان مخصوص):أي الكبعة والعرفة (في زمن مخصوص).(الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:فهو قصد مقترن بهٰذه الأفعال لا مجرد القصد ... ولما كان الحج لغة هو مطلق القصد إلىٰ معظم،خصصوه بكونه قصداً إلىٰ معظم معين بأفعال معينة،ولو جعل إسماً للأفعال المعينة إصالةً لباين المعنى للغوي المنقول عنه.(رد المحتار، كتاب الحج: ٢/٤٥٤،سعيد)

أن الحج بفتح الحاء ويكسر،لغة:القصد المطلق،أوبقيد التكرار،أوقصد المعظم،وهو المختار (وفي شرحه)أي يقصدونه معظمين إياه.(إرشاد الساري إلىٰ مناسك الملا على القاري،باب شرائط الحج: ١٧،مكتبة مصطفىٰ محمد صاحب مصر)

طرح ترتیب سے ہر ایک حاجی صاحبان سے لے کر تقسیم کی جاتی ہیں اور زمزم پلایا جاتا ہے، ان سب حاضرین کو ناشتہ بھی دیا جاتا ہے، جلسۂ استقبالیہ کرانے والوں کی طرف سے بطور انعام کے ایک پلیٹ جس میں حج مبارک لکھا ہوا ہوتا ہے، حاجی صاحب کو دی جاتی ہے، اس وقت بھی حاجی صاحب کو اسٹیج پر بلا کر ان کا فوٹو کھینچ لیا جاتا ہے۔

کچھ علماء حضرات بھی اس جلسہ میں شرکت کرتے ہیں، یہ استقبال مسلمانوں اور غیر مسلموں وسیاسی حضرات سے کرایا جاتا ہے، جلسہ کے اخراجات، پھولوں کا ہار حج مبارک کی پلیٹ، ناشتہ، دعوت نامہ، سب چندہ سے کئے جاتے ہیں، باری تعالیٰ کی توفیق کی بنا پر مقدس فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد اس طرح اسٹیج بنا کر حاجیوں کا تعارف کرانا، ان کا استقبال کرنا، ان کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال کر فوٹو کھینچنا، ان کو انعام کے طور پر حج مبارک کی پلیٹ دینا، مزید علما کی شرکت شریعت اسلامیہ کی روشنی میں درست ہے، یا نہیں؟ مدلل مفصل جواب باصواب سے نوازا جائے۔

(المستفتی: جمیل احمد قاسمی محلّہ منہاری سرائے، نگینہ)

باسمه سبحانه تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

سوال نامہ میں جتنے امور ذکر کئے گئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی امر حاجی کے لیے جواز کے دائرے میں داخل نہیں، حج جیسی عبادت کو اس طرح کی ریاکاری اور شہرت کی تقریبات سے پاک رکھنا لازم اور ضروری ہے، آج کل کے زمانے میں دو قسم کی فضول خرچی عام ہوتی جا رہی ہے:

(۱) حاجی کے حج کو جانے سے پہلے دولہا، یا دلہن بنا کر رخصت کیا جاتا ہے اور اس وقت رخصتی کی دعوت ہوتی ہے۔

(۲) جب حاجی صاحب واپس آتے ہیں تو حاجی صاحب کا ولیمہ ہوتا ہے، دیکھنے والے فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یہ حاجی صاحب ہیں، یا دولہا میاں؟ اب تک ہم یہ سمجھتے رہے ہیں کہ یہ فضول خرچی حاجی صاحب اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں؛ لیکن اب یہ نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ حاجی کی رخصتی اور ولیمہ کا پروگرام چندہ سے کیا جاتا ہے، چندہ دہندگان کو سوچنا چاہئے کہ حج جیسی عبادت کو چندہ دے کر برباد کرنا کون سی سمجھ کی بات اور کون سا عقل کا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ تمام حجاج کرام کی ان خرافات سے حفاظت فرمائے اور حج مقبول ومبرور حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حدیث شریف میں یہ ضرور ثابت ہے کہ حاجی صاحب سے دعا کرائی جائے: لیکن سوال نامہ میں ذکر کردہ کوئی بھی چیز حدیث شریف سے ثابت نہیں۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفوراً﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۷)

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿وكلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (سورة الأعراف: ۳۱)

عن المغيرة بن شعيبة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه حرم

علیکم عقوق الأمهات ... وإضاعة المال. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین، النسخة الهندیة: ۸۸۴/۲، رقم: ۵٤۱، ف: ۵۹۷۵)

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه أنه استأذن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بالعمرة، فأذن له وقال: یاأخی! أشرکنا فی شئ من دعائک، ولا تنسنا. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء، النسخة الهندیة: ۲۰۸/۱، دار السلام: ۲۸۹٤، سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء، النسخة الهندیة: ۲۰۸/۱، رقم: ۱٤۹۸)

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا لقیت الحاج فسلم علیه وصافحة، ومره أن یستغفر لک قبل أن یدخل بیته، فإنه مغفور له. (مسند الإمام أحمد: ٦۹/۲، رقم: ۵۳۷۱، ٦۱۱۲)

البدعة ما أحدث علی خلاف حق المتلقی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من علم أو عمل. (شامی، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام، کراتشی: ۵٦۰/۱، زکریا: ۲۹۹/۲) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ (الف فتویٰ: نمبر: ۱۰۳۰۱/۳۹) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۷۳/۱۲-۱۷۵)

حج کو جانے والے کو نعروں کے ساتھ رخصت کرنا:

سوال: جب کوئی حج کو جاتا ہے تو عوام اس کے نام اور بھی دیگر کے نام مثلاً مسٹر جناح کے نعرے زندہ باد بولنا، اسی طرح حاجی زندہ باد وغیرہ اسٹیشن وغیرہ پر بلند آواز سے روانگی کراتے وقت تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ ایک نمائش ہے۔

"﴿الذین هم یراؤون﴾ **الناس، فیعملون حیث یروا الناس ویرونهم طلبا للثناء علیهم**". (۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، ۱۳/۱/۱۳۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۷/۱۰)

حاجی کو رخصت کرنے کے لیے عورتوں کا اسٹیشن جانا:

سوال: حج کرنے والے کے پیچھے عورتیں جوان و بوڑھی اسٹیشن پر بھیجنے جاتی ہیں۔ یہ طریقہ کیا صحیح ہے؟

---

(۱) روح المعانی، سورة الماعون: ۲٤۲/۳۰، دار إحیاء التراث العربی، بیروت

وعن جندب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "من سمع": أی من عمل عملاً للسمعة بأن نواه بعمله، وشهره لیسمع الناس به، ویتمدحوه (سمع اللّٰه به): أی شهره اللّٰه بین أهل العرصات، وفضحه علی رؤوس الأشهاد. (مرقاة المفاتیح شرح المشکاة، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة: ٦۳/۱۰، مکتبة أشرفیة دیوبند، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

عورتوں کو اس مقصد کے لیے گھر سے نکلنے اور اسٹیشن پر جانے کی ضرورت نہیں، ان کو باز آنا چاہیے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۵۷)

حاجی کے گلے میں ہار:

سوال: حاجی کے گلے میں لوگ گری اور مکھانے (۲) اور کپڑے کے پھولوں اور گلاب کے پھولوں کا ہار بنا کر ڈالتے ہیں اور گلاب اور گیندے وغیرہ کے ہار پھول حاجی کے اوپر پھینکتے ہیں۔ یہ سب ازروئے شرع جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ سب طریقے خلافِ سنت ہیں اور غلط قابلِ ترک ہیں۔(۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۵۴)

---

(۱) ومن منكراتهم أيضاً خروج النساء عند ذهابهم وعند مجيئهم،فإن الوجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها،وعلى الزوج منعها عن الحروج،ولو أذن لها وخرجت،كانا عاصبين،والأذن قد يكون بالسكوت فهو كالقول؛لأن النهي عن المنكر فرض،وإن خرجت بغير إذن زوجها يلعنها كل مَلَكٍ في السماء وكل شيء يمر عليه إلا الإنس والجن،وقد جاء في الحديث أنه عليه السلام قال:"ما تركت بعدي فتنة أضر من النساء"، فخروج النساء في هٰذا الزمان من بيوتهان من أكثر الفتن،لاسيما الخروج المحرم كخروجهن خلف الجنازة،ولزيارة القبور،وعند خروج الحجاج ومجيئهم.والخيرقعودهن في بيوتهن وعدم خروجهن عن منزلهم ألا ترىٰ أنه تعالىٰ أمرخيرنساء الدنيا،وهن أزواج النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بعدم الخروج من بيوتهن فقال:﴿وقرن في بيوتكن﴾ وهٰذا النظم الكريم وإن نزل فيهم إلا أن حكمه يعم الجميع،لما تقرر أن خطابات القرآن تعم الموجودين وقت نزوله،ومَن سيوجد إلى القيامة.(مجالس الأبرار،ص: ١٤٥،رقم المجلس: ٢٠)

﴿وقرن في بيوتكن﴾:أي الزمن فلا تخرجن لغيرحاجة ... عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه تعالىٰ عنه،عن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال:"إن المرأة عورة،فإذا خرجت استشرفها الشيطان".وأقرب ما تكون بروحة ربها وهي في قعر بيتها... وروى البزار باسناده المتقدم،وأبو دواؤد أيضاً عن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال:"صلاة المرءة في مخدعها أفضل من صلا تها في بيتها،وصلا تها في بيتها أفضل من صلا تها في حجرتها".(تفسيرابن كثير،(سورة الأحزاب:٣٣):٦٣٦/٣،٦٣٧،دارالفيحاء دمشق)

(۲) "گری: ڈور کی رسی لپٹنے کی چرخی"۔(فیروز اللغات،ص:۹۴)

"مکھانے: کنول کا بیج جو بھون کر کھایا جاتا ہے، تال مکھانا، ایک قسم کی مٹھائی"۔(فیروز اللغات،ص:۱۲۷۸)

(۳) زبدۃ المناسک میں ہے: "آج کل یہ رواج ہوگیا ہے کہ جو شخص حج پر جاتا ہے تو دوست واحباب خوشبودار پھولوں کے ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ ایک تو یہ رسم کافروں اور فیشن پرست لوگوں نے ایجاد کی ہے، ان میں ہی مروج ہے۔ دیندار وعلماء فضلاء اس کو پسند نہیں کرتے نہ ان کا عمل ہے بلکہ ان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر سفر میں جانے والا حج یا عمرہ کے احرام میں ہوگا تو ان کے خوشبودار پھولوں کے ہار وغیرہ گلے میں ڈالنا یا سونگھنا ممنوع ہے، اگرچہ فقط اس سے کفارہ وغیر لازم نہیں ہوتا؛ بلکہ مکروہ ہے؛ کیوں کہ پھولوں کی خوشبو کو لگانے کا حکم نہیں ہے، الخ"۔(زبدۃ المناسک،ص:۳۴۹،سعید)

حجاج کے لیے نعرۂ تکبیر اور پھولوں کے ہار:

سوال: پندرہ بیس سال سے یہ رواج ہوگیا ہے کہ حجاج کو رخصت کرتے وقت اور واپسی میں ان کے استقبال کے وقت لوگ پھولوں کے ہار ان کے گلے میں ڈالتے ہیں اور جوش وخروش کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں، زید اس فعل کو بدعت، مکروہ اور ریا کاری ونمائش پر محمول کرتے ہوئے ناجائز سمجھتا ہے اور بکر اُسے فعل مباح اور نعرۂ تکبیر کو مستحسن اور بلندیٔ شعائرِ اسلام سے سمجھتا ہے۔ دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ابتداءً نعرۂ تکبیر بلندیٔ شعائرِ اسلام کے لیے تجویز ہوا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا، ابوجہل کا مقتول ہونا، قلعۂ انطاکیہ کا فتح ہونا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی مواقع پر نعرۂ تکبیر کا ثبوت ملتا ہے؛(۱) مگر اب تو محض نمائش ہی ہے، خاص کر ہندی لوگوں کے لیے؛ بلکہ اکثر مواقع میں لہو ولعب کی صور ہو جاتی ہے؛ اس لیے اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔(۲)

---

(۱) ذكره أسامة بن زيد عن أبيه،عن جده أسلم قال:قال لنا عمربن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه أتحبون أن أعلمكم كيف كان بدء إسلامى؟ ... حتىٰ بلغت إلىٰ قوله:﴿إن كنتم مؤمنين﴾ قال: فقلت: ''أشهد أن لا اِلهَ الا الله وأشهد أن محمداً رسول الله''. قال: فخرج القوم يتبادرون بالتكبير،استبشارا بما سمعوه منى''.(أسد الغابة،عمربن الخطاب،(رقم الترجمة: ۳۸۲۴): ٦٤٤/٣، دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

قال: ثم احتززت رأسه فجئت به رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم،فقلت:هٰذا رأس عدو الله أبى جهل،فقال: ''والله الذى لا إلٰه إلا الله هو''.(فحلف له،ويقال:مرابن مسعود علىٰ أبى جهل فقال:الحمدلله الذى أخزاک وأعز الإسلام،فقال أبوجهل:أتشتمنى يا رويع هذيل؟فقال:نعم والله!وأقتلک،فحذفه أبوجهل بسيفه،وقال:دونک هٰذا إذا،فأخذه عبد الله فضربه حتىٰ قتله،وجاء به إلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقال: يارسول !قتلت أباجهل،فقال: ''الله الذى لاإله إلا هو'' (فحلف له،فأخذه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بيده ثم انطلق معه حتىٰ أراه إياه،فقام عنده،وقال: ''الحمد لله الذى أعزالإسلام وأهله''(ثلاث مرات).(عمدة القارى،كتاب المغازى، باب قتل أبى جهه:١١٤/١٧، دارالكتب العلميه بيروت)

عن أيوب، عن محمد،عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال:صبح النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خيبر،وقد خرجوا بالمساحى علىٰ أعناقهم،فلماراٰوه قالوا:محمد والخميس،محمد والخميس! فلجؤوا إلى الحصن،فرفع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يديه،وقال:''الله أكبر''.(فتح البارى،كتاب الجهاد،باب التكبيرعند الحرب: ١٣٤/٦، دارالمعرفة بيروت،انيس)

فلما دخل القرية قال: ''الله أكبر،خربت خيبر،أنا إذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذين''،قالها ثلاث مرار. (الصحيح لمسلم،كتاب الجهاد،باب غزوة خيبر:١١١/٢،قديمى)

(۲) قال ابن المنير: فيه: أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها.(فتح البارى،باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال:٣٣٨/٢، دار المعرفة بيروت،انيس)

پھولوں کا ہار ڈالنا سلف صالحین سے کہیں ثابت نہیں، مشرکین اپنے بتوں پر پھول چڑھاتے ہیں اور مبتدعین ان کی حرص میں قبور اور مزارات پر چڑھاتے ہیں، اب ایک قدم اَور آگے بڑھا کر زندہ لیڈروں اور عازمینِ حج، یا حجاج پر چڑھانے لگے، اس سے زیادہ اور کوئی اس کی اصل معلوم نہیں ہوتی، اگر سونگھنے کے لیے کسی کو پھول، یا کوئی اور خوشبو دی جائے تو وہ بہتر ہے، جس کا رد کرنا بھی خلافِ سنت ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۵۵-۴۵۶)

عازمین کو مٹھائی اور ہار پیش کرنا:

سوال: جو شخص حج پر جانے والا ہوتا ہے، لوگ اس کو مٹھائی پیش کرتے ہیں اور گل پوشی کرتے ہیں، اس عمل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (حافظ غلام مصطفیٰ، بیدر)

الجواب

حج کو جانے والے کے لیے مٹھائی کا ڈبہ پیش کرنا اور قبول کرنا جائز ہے کہ یہ ہدیہ ہے، اگر پھول کا ہار معمولی قیمت کا ہو، تو اس کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ پھول کا استعمال مباح ہے، البتہ ایسی چیز کا تحفہ پیش کرنا چاہیے، جس سے آدمی کا کچھ نفع ہو، پھول کے ہار سے کوئی نفع متعلق نہیں، حج کو جانے والے کے لیے ان ہدایا کو قبول کرنا واجب نہیں، اخلاق ومحبت کے تحت واپس کرسکتا ہے؛ لیکن ایسا لب ولہجہ اختیار نہیں کرے جس سے ہدیہ دینے والے کو تکلیف ہو۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۱۲۰)

حاجی کے لیے ہدیہ قبول کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے حج بیت اللہ کا ارادہ ظاہر کیا، اس کے چاہنے والے نے کہا جب آپ بیت اللہ جائیں گے تو میں اپنی خوشی سے دو، یا چار ہزار روپیہ، یا جتنا بھی ہوگا آپ کی نذر کروں گا تو کیا وہ دو، چار ہزار روپیہ لے کر اپنے خرچ میں لگا سکتا ہے؟ فرائض میں تو کوئی کمی نہیں آئے گی؟ (المستفتی: عبدالحکیم نینی تال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللّٰہ التوفیق

آپ کے چاہنے والوں میں سے جو بھی بطیّب خاطر اور خوش دلی سے آپ کو ہدیہ اور نذرانہ پیش کرے، اس کو آپ کے لیے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کو آپ لے کر خرچ کر سکتے ہیں، فرائض میں کوئی نقص لازم نہیں آئے گا؛ لیکن یہ شرط ہے کہ آپ کو جو نذرانہ دیا جا رہا ہو، وہ حلال رقم ہو۔

أهدى إلى رجل شيئا أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، قديم زكريا ديوبند: ۵/۳۴۲، جديد: ۵/۴۴۲)

(۱) دیکھئے: فتاوی رحیمیہ: ۱۰/۱۸۳، دارالاشاعت کراچی

وأما الإهداء والضيافة فينظر إن كان غالباً المهدى والضيف لا يقبله ما لم يجز أن ذلك المال حلال، وإن كان غالب ماله حلالا فلا بأس بأن يقبل حتى يتبين عنده أنه حرام. (البناية شرح الهداية،أشرفيه ديوبند: ۲۰۹/۱۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/شعبان ۱۴۱۴ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۵۸۰/۳۱) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۱۷۰-۱۸۱)

حج سے واپسی میں ضمناً گھریلو سامان لانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتاین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا حج کرنے کا بہت ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ حج کی واپسی پر وہاں سے صرف اپنے گھر کے لیے ۵۰، ۴۰، ۶۰/ ہزار کے زیوارت اور گھر میں کام آنے والی کچھ چیزیں، کچھ کپڑے، کچھ زمزم، کھجور وغیرہ لاؤں، اگر شریعت اجازت دے تو کیا کیا لاسکتا ہوں اور کتنا لاسکتا ہوں؟ نیز دوست بھی کچھ لانے کے لیے پیسے دیتے ہیں، ان کے لیے میں کیا کیا لاسکتا ہوں؟

باسمه سبحانه تعالىٰ،الجواب ــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر سفر حج میں ضمنی طور پر گھر کی ضروریات کا سامان خرید کرلایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو چیز جتنی آپ لانا چاہیں لاسکتے ہیں، بشرطیکہ حج کی ادائیگی میں حارج نہ ہو۔

﴿**ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم**﴾ (سورة البقرة: ۱۹۸)

وتحته في روح المعاني: أى رزقا منه تعالىٰ بالربح بالتجارة في مواسم الحج. (تفسير روح المعاني، زكريا: ۱۳۰/۲، أحكام القرآن للجصاص سهيل اكادمي لاهور: ۳۰۹/۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۵۱۷/۲۵) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۱۸۲)

حج کا ولیمہ:

سوال: لوگ حج سے واپس آنے پر اپنے خاندان والوں (یعنی رشتہ داروں) کی دعوت کرتے ہیں۔ یہ دعوت اور کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

حج اسلام کا عظیم الشان رکن ہے اور بہت بڑی نعمت ہے، اس کی ادائیگی پر اگر کوئی شخص شکریہ کے طور پر غربا ومساکین اور اعزا واحباب کو کھانا کھلائے، یا کچھ ہدیہ دے تو شرعا درست ہے۔(۱) لیکن بعض جگہ اس میں ریا اور فخر کی شان ہوتی ہے اور گویا کہ اپنے حج کا اعلان ہوتا ہے کہ حج کرکے آئے ہیں اور بعض جگہ پر کھانا لازم اور ضروری تصور

---

(۱) وعن أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قال: "فأطعموا طعامكم الأتقياء وأولوا معروفكم المؤمنين. (رواه البيهقي في شعب الإيمان) (مشكوٰة المصابيح، باب الضيافة، الفصل الثاني: ۳۲۹، قديمي)

کیا جاتا ہے، حتی کہ اگر اپنے پاس پیسہ نہ ہو تو قرض لے کر کھانا کھلایا جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کے لیے سودی قرض لیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت کی طرف سے اس کی اجازت نہیں، اس سے پرہیز کیا جائے، اس طرح کھلانے سے اور ایسا کھانا کھانے سے بھی پرہیز ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۹/۲/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۵۴)

حج سے واپسی کے بعد عزیز و اقارب کی دعوت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ زیل کے بارے میں: واپسی حج کے بعد عزیز و اقارب کا کھانا کرنا کیسا ہے؟　(المستفتی: حمد الرحمٰن، محلّہ گل شہید، مراد آباد)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حاجی صاحب سفر حج سے واپس آنے پر ان سے ملاقات سلام ومصافحہ اور دعا کی درخواست کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے اور اس موقع پر حاجی صاحب اور ان کے اہل خانہ کی طرف سے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے کھانے کی دعوت کرنا یہ فضول خرچی اور بیجا اسراف ہے، اس سے احتراز کرنا لازم اور ضروری ہے۔(انوار مناسک: ۵۹۶)

عن عبداللّٰه بن عمر رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحة، ومره أن يستغفر لك قبل أن يدخل بيته، فإنه مغفور له. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٦٩/٢، رقم: ٥٣٧١، ٦١١٢)

عن ابن عمر رضى الله عنه أنه استأذن النبى صلى الله عليه وسلم بالعمرة، فأذن له وقال: يا أخى! أشركنا فى شئ من دعائك، ولا تنسنا. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء، النسخة الهندية: ٢٠٨/١، دارالسلام رقم: ١٤٩٨) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۲۶/ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۸۰)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۶/۱۲/۱۴۳۰ھ۔(فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۱۸۳)

---

(۱) قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رُفعت عن رتبتها، إلخ. (فتح البارى، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال: ٣٣٨/٢، دارالمعرفة بيروت، انيس)

وأما إذا سجد بغير سبب، فليس بقربة ولا مكروه، وما يفعل عقيب الصلاة مكروه؛ لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدى إليه فمكروه، هٰكذا فى الزاهدى. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثانى عشر فى سجود التلاوة: ١٣٦/١، رشيدية)

حاجیوں کا تحفے تحائف دینا:

سوال: اکثر لوگ جب عمرہ یا حج کے لیے جاتے ہیں تو ان کے عزیز انہیں تحفے میں مٹھائی، نقد روپے وغیرہ دیتے ہیں اور جب یہ لوگ حج کرکے آتے ہیں تو تبرک کے نام سے ایک رسم ادا کرتے ہیں، جس میں وہ کھجوریں، زمزم اور ان کے ساتھ دُوسری چیزیں رسماً بانٹتے ہیں۔ کیا یہ رواج دُرست ہے؟

الجواب

عزیز و اقارب اور دوست احباب کو تحفے تحائف دینے کا تو شریعت میں حکم ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے؛(۱) مگر دِلی رغبت و محبت کے بغیر محض نام کے لیے، یا رسم کی لکیر پیٹنے کے لیے کوئی کام کرنا بُری بات ہے۔ حاجیوں کو تحفے دینا اور ان سے تحفے وصول کرنا آج کل ایسا رواج ہو گیا ہے کہ محض نام اور شرم کی وجہ سے یہ کام خواہی نخواہی کیا جاتا ہے، یہ شرعاً لائقِ ترک ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۰۳/۵-۴۰۴)

حاجیوں کا استقبال کرنا شرعاً کیسا ہے:

سوال: اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ حج کی سعادت حاصل کرکے آنے والے حضرات کو لواحقین ایئرپورٹ، یا بندرگاہ

---

(۱) حلال من الجانبن كالإهداء المتودد وحرام منهما كالإهداء ليعينه على الظلم. (ردالمحتار: ۳٦۲/۵، مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية، طبع ايچ ايم سعيد)

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رضى الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ، وَلاَ تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ. (سنن الترمذى، باب فى حث النبى صلى الله عليه وسلم على الهدية، رقم الحديث: ۲۱۳۰، انيس)

قَالَ الطِّيبِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْحَدِيثُ مِنْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ بِغَيْرِ بَاءٍ وَكَذَا فِي جَامِعِ الْأُصُولِ: أَرْشَدَ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ النَّاسَ إِلَى أَنَّ التَّهَادِيَ يُزِيلُ الضَّغَائِنَ، ثُمَّ بَالَغَ فِيهِ حَتَّى ذَكَرَ أَحْقَرَ الْأَشْيَاءِ مِنْ أَبْغَضِ الْبُغِيضَيْنِ إِذْ حَمَلَ الْجَارَةَ عَلَى الضَّرَّةِ وَهُوَ الظَّاهِرُ لِمَعْنَى التَّتْمِيمِ، قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: أَيْ: لِتَبْعَثْ جَارَةٌ إِلَى جَارَتِهَا مِمَّا عِنْدَهَا مِنَ الطَّعَامِ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا قَلِيلًا، أَقُولُ: وَيُؤَيِّدُهُ مَا رَوَى ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: تَهَادُوا الطَّعَامَ بَيْنَكُمْ فَإِنَّ ذَلِكَ تَوْسِعَةٌ فِي أَرْزَاقِكُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَكَذَا الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ أَنَسٍ: قَالُوا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ بِالسَّخِيمَةِ أَيِ: الْحِقْدِ، وَرَوَى الطَّبَرَانِيُّ عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ: تَهَادُوا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُضَعِّفُ الْحُبَّ وَتَذْهَبُ بِغَوَائِلِ الصَّدْرِ أَيْ: وَسَاوِسِهِ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب العطايا: ۲۰۱۳/۵، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) قال ابن المنير: فيه: أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها لأن التيامن مستحب فى كل شىء أى من أمور العبادة لكن لما خشى بن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته. والله أعلم. (فتح البارى، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال: ۳۳۸/۲، دار المعرفة بيروت، انيس)

پر بڑی تعداد میں لینے جاتے ہیں، حاجی کے باہر آتے ہی اسے پھولوں سے لاد دیتے ہیں، پھر ہر شخص حاجی سے گلے ملتا ہے، حاجی صاحبان ہار پہنے ہوئے ہی ایک سجی سجائی گاڑی میں دُولہا کی طرح بیٹھ جاتے ہیں، گلی اور گھر کو بھی خوب حاجی صاحب کی آمد پر سجایا جاتا ہے، جگہ جگہ ''حج مبارک'' کی عبارت کے کتبے لگے نظر آتے ہیں، بعض لوگ تو مختلف نعرے بھی لگاتے ہیں۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ ہار، پھول، کتبے، نعرے اور گلے ملنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اللہ معاف فرمائے، کیا اس طرح اِخلاص برقرار رہتا ہے؟

الجواب

حاجیوں کا استقبال تو اچھی بات ہے، ان سے ملاقات اور مصافحہ اور معانقہ بھی جائز ہے اور ان سے دُعا کرانے کا بھی حکم ہے۔(۱)

لیکن یہ پھول اور نعرے وغیرہ حدود سے تجاوز ہے، اگر حاجی صاحب کے دِل میں عجب پیدا ہو جائے تو حج ضائع ہو جائے گا؛ اس لیے ان چیزوں سے احتراز کرنا چاہیے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۰۴/۵-۴۰۵)

---

(۱) وقد كان من سنة الخلف أن يشيعوا الغزاة ... وأن يستقبلوا الحاج إذا قدموا ويقبلوا بين أعينهم، الخ.(إتحاف بحواله عمدة الفقه:۲۰/۴)

عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه، ومره أن يستغفر لک قبل أن يدخل بيته، فإنه مغفور له.(مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۶۹/۲، رقم: ۵۳۷۱، ۶۱۱۲)

عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما أنه استأذن النبى صلى الله عليه وسلم بالعمرة، فأذن له وقال: ياأخى! أشركنا فى شئ من دعائک، ولا تنسنا.(سنن أبى داؤد، باب الدعاء: ۲۰۸/۱، دارالسلام،رقم:۱۴۹۸/السنن الكبرىٰ للبيهقى،رقم الحديث:۱۰۳۱۴،انيس)

(۲) العجب عبارة عن تصور إستحقاق الشخص رتبة لا يكون مستحقا لها.(قواعد الفقه،ص:۳۷۳)

وعن جندب رضى الله تعالىٰ عنه قال:قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"من سمع": أى من عمل عملاً للسمعة بأن نواه بعمله،وشهره ليسمع الناس به،ويتمدحوه (سمع الله به): أى شهره الله بين أهل العرصات،وفضحه علىٰ رؤوس الأشهاد.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،كتاب الرقاق،باب الرياء والسمعة: ۶۳/۱۰،مكتبة أشرفية ديوبند،انيس)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:من سن فى الا سلام سنةً حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء، ومن سن فى الإسلام سنة سيئةً كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غيرأن ينقص من أوزارهم شيء.(رواه مسلم)(مشكاة المصابيح، ص: ۳۳، كتاب العلم، الفصل الاول،انيس)

حجاج کی واپسی پر برائے دعوت طعام دنبہ وغیرہ ذبح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حجاج کرام جب حج سے واپس آتے ہیں تو لوگ ان کے لیے دعوت طعام کرتے ہیں اور دنبہ وغیرہ ذبح کرتے ہیں کیا یہ ذبح کرنا حلال ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: معین الدین، ۲۰/۶/۱۹۷۴ء)

الجواب

جب ریا اور فخر ومباہات سے خالی ہو(۱) تو اس ذبح میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ مسنون ہے، **لأن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذبح حین قدم،**(۲) **وکانت الصحابة رضی اللّٰہ عنہم یطعمون علی زائریہم عند القدوم.**(۳) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۷۰)

حج پر جانے سے پہلے دعوت کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل جب کوئی شخص حج پر جاتا ہے تو جانے سے پہلے اپنے عزیز واقارب کی دعوت کرتا ہے، آیا یہ دعوت کرنا شرعاً صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اس کا ثبوت خیر القرون سے ملتا ہے، یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

(۱) چونکہ حج پر جانے والے کے لیے مستحب ہے کہ اگر اس پر کسی کے حقوق ہوں تو ان کو ادا کردے، کسی کو ناراض کیا ہو تو اس کو راضی کرلے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر عزیز واقارب کی دعوت اس لیے کرتا ہے کہ عموماً رشتہ داروں میں آپس میں تھوڑی بہت ناراضگی ہوتی ہے، وہ دور ہوجائے تو یہ دعوت کرنا مستحب ہوگا، بشرطیکہ اس میں ریا ونمود اور بے جا اسراف نہ ہو؛ لیکن اگر اس دعوت کو حج کا جزو لازمی سمجھ کر کیا جاتا ہو، یا ریا ونمود کے لیے ہو تو اس سے بچنا لازم ہے۔

(۲) خیر القرون سے اس کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں ملی۔

---

(۱) **قال الملا علی قاری: "أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نهی عن طعام المتباریین" ای المتفاخرین وانما کره ذلک لما فیه من المباهاة والریاء وقد دعی بعض العلماء فلم یجب فقیل له ان السلف یدعون فیجیبون، قال: کان ذلک منهم للموافاة والمواساة وهذا منکم للمکاة والمباهاة وروی ان عمر وعثمان دعیا الی طعام فاجابا فلما خرجا قال عمر لعثمان لقد شهدت طعاما وددت انی لم اشهد قال ما ذاک قال خشیت ان یکون جعل مباهاة.(رواه أبوداؤد)(مرقاة شرح المشکاة: ۶/۲۵۶،قبیل باب القسم، کتاب النکاح)**

(۲) **عن جابر أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما قدم المدینة) أی بعدالهجرة او بعد غزوة (نحر جزوراً أو بقرة.(رواه البخاری) أی السنة لمن قدم من السفر ان یضیف بقدر وسعه وقال ابن الملک: الضیافة سنة بعد القدوم. (مرقاة المفاتیح: ۷/۳۳۲، باب آداب السفر)**

(۳) **عن أبی هریرة... فقال: کلوا من هذه واخذ المدیة فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إیاک والحلوب فذبح لهم فأکلوا من الشاة ومن ذلک العذق، إلخ.(مشکاة المصابیح: ۲/۳۶۸، باب الضیافة)**

وفی الدر المختار (۲/ ٤٧١): ويستأذن ابويه ودائنه وكفيله ويودع المسجد بركعتين ومعارفه ويستحلهم ويلتمس دعائهم.

وفی احياء العلوم (۲/ ۱۷): أمّا الدعوة: فينبغي للداعي ان يعمد لدعوته الاتقياء دون الفساق قال صلی اللّٰه عليه وسلم: أكل طعامك الابرار في دعائه لبعض من دعاله... وينبغي أن لايهمل أقاربه في ضيافته فإن اهمالهم ايحاش وقطع رحم وكذلك يراعي الترتيب في اصدقائه ومعارفه فإن في تخصيص البعض ايحاشا لقلوب الباقين وينبغي ان لا يقصد بدعوته المباهاة والتفاخر بل استمالة قلوب الاخوان والتسنن بسنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم في اطعام الطعام وادخال السرور على قلوب المؤمنين. (نجم الفتاویٰ: ۳/ ۴۰۰-۴۰۱)

حاجیوں کو مبارک باد دینا جائز ہے:

(سہ روزہ الجمعیۃ، مورخہ: ۵/ مئی ۱۹۳۴ء)

سوال: حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر کچھ لوگ واپس وطن تشریف لانے پر مبارک باد پیش کرنے کے لیے مسلمانوں کی جانب سے ایک جلسہ ہوا، ایک صاحب نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ خدا تعالیٰ نے داخلہ حرم کی بابت اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا﴾ إلخ (۱) کہہ کر مبارکباد دی ہے؛ اس لیے میں بھی زائرین بیت الحرام کو ان کی اس خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ قرآن کی محولہ بالا آیت پڑھ کر اس طرح مبارکباد دینا کوئی گناہ تو نہیں؟

الجوابـــــــــــــــــــــــــــ

کوئی گناہ نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/ ۳۵۴)

حج سے واپسی پر آبِ زمزم، کھجور، تسبیحات وغیرہ لوگوں کے لیے لانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی شخص حج پر جاتا ہے تو جانے سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت کرتا ہے اور واپسی میں آ کر لوگوں کو آبِ زمزم، کھجور، تسبیحات اور دیگر اشیاء دیتا ہے تو ایک شخص کا کہنا ہے کہ یہ بدعات ہیں، ان کا ثبوت کہیں سے نہیں ملتا تو اب آپ حضرات سے معلوم یہ کرنا ہے کہ ان چیزوں کا ثبوت خیر القرون سے ملتا ہے، یا واقعی یہ بدعت ہیں؟

الجوابـــــــــــــــ **بعون الملك الوهاب**

حج پر جاتے وقت اگر رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ ناراضگیاں ختم ہوں اور ایک

---

(۱) سورة الفتح: ۲۷

دوسرے کے حقوق اگر ہوں تو لوٹائے جائیں، یا معاف کرائے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔آبِ زمزم کا لانا اور دوسروں کو پلانا مستحب ہے۔اسی طرح واپسی پر کھانے والی اشیا جیسے کھجور، یا غیر کھانے والی چیزیں جیسے تسبیح وغیرہ کا اپنے عزیزوں کو دینا بھی درست ہے، احادیث میں جس طرح عام حالات میں تحائف دینے کی ترغیب آئی ہے، اسی طرح سفر سے واپسی پر بھی اپنے عزیزوں کو تحائف دینے کی ترغیب آئی ہے۔آبِ زمزم کے لانے کا ثبوت تو حدیث سے ثابت ہے، البتہ دوسری اشیاء کا ثبوت نہیں ملا؛ لیکن تحائف میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں، البتہ اگر ان چیزوں کو لازم، ضروری اور دین کا حصہ سمجھا جائے تو یہ بدعت ہے۔

وفی معارف السنن(٦/٤٢٥):أخرج فیه حدیث عائشه فی حمل ماء زمزم وتفرد به الترمذی من بین أرباب الامهات الست وأخرجه الحاکم وصححه، والبیهقی، والحدیث هذا دل علی جواز حمل ماء زمزم وأنه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یحمله، فإذن هو سنة مطلوبة، وقدأخرج الطبری فی "القری" عدة روایات من روایة الازرقی وأبی موسی المدینی والواقدی ماملخصه: إنه صلی اللّٰه علیه وسلم بعث إلی سهیل بن عمرو یستهدیه من ماء زمزم فبعث إلیه بروایتین، وجعل علیهما کراً غوطیا "الکر" جنس من ثیاب غلاظ، وعن عطاء،أن کعب الأحبار کان یحمل معه من ماء زمزم ویتزوده إلی الشام".

وفی تحفة الأحوذی(٢/١٢٣): (قوله: کان یحمله) فیه دلیل علی استحباب حمل ماء زمزم إلی المواطن الخارجة عن مکة.

وفی الهندیة (١/٢١٩): (وأما آدابه) فإنه إذا أراد الرجل أن یحج قالوا ینبغی أن یقضی دیونه،کذا فی الظهیریة ویشاور ذارأی فی سفره فی ذلک الوقت لافی نفس الحج فإنه خیر وکذا یستخیر اللّٰه تعالیٰ فی ذلک وسنتهاأن یصلی رکعتین بسورة الإخلاص ویدعو بالدعاء المعروف للاستخارة عنه علیه السلام ثم یبدء بالتوبة وإخلاص النیة وردّالمظالم والاستحلال من خصومه ومن کل من عامله. (نجم الفتاویٰ:۳/۴۰۱-۴۰۲)

حجاج کرام کا دوسری جگہوں سے کھجور خرید کر یہ کہنا کہ یہ حرمین کی کھجوریں ہیں، کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حاجی حج سے واپسی پر پاکستان میں کھجور خرید کر خالص وہی کھجور زائرین کو کھلاتے ہیں اور بعض حاجی انہی خریدی ہوئی کھجوروں کے ساتھ حرم شریف کی کچھ کھجور ملا کر زائرین کو کھلاتے ہیں، حالاں کہ زائرین ان کو حرم شریف کی کھجوریں سمجھ کر کھاتے ہیں۔آیا حاجیوں کے لیے اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

کھجور حجاج کرام کا حرمین شریفین سے لا کر واپسی پر لوگوں کو دینا ایک اچھا کام ہے، اگر کسی آدمی کی گنجائش ہو تو اس کو لانی چاہیے؛ لیکن اگر کسی کی گنجائش نہیں تو وہ نہ لائے، شرعاً یہ کوئی لازم نہیں، البتہ اگر کھجور حرمین شریفین کی اور دوسری

کھجور ملا کر یہ کہتا ہے کہ یہ حرمین کی کھجور ہے، یہ دھوکہ ہے اور جائز نہیں، البتہ اگر حرمین شریفین اور دوسری کھجور ملا کر کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الموسوعة الفقهية (٢٤/١٥): اتفق الفقهاء على انه يجوز التزود من ماء زمزم ونقله لانه يستخلف فهو كالثمرة وليس بشيء يزول فلا يعود. وذهب الحنفية والمالكية والشافعية إلى انه يستحب التزود من ماء زمزم وحمله إلى البلاد فانه شفاء لمن استشفىٰ وقدروى الترمذى عن عائشة رضى اللّٰه عنها(انها كانت تحمل من ماء زمزم وتخبران رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يحمله) وروى غير الترمذى أنه صلى اللّٰه عليه وسلم (كان يحمله وكان يصبه على المرضىٰ ويسقيهم) وانه حنك به الحسن والحسين رضى اللّٰه عنهما وروى ابن عباس رضى اللّٰه عنهما ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم استهدى سهيل بن عمرو من ماء زمزم وفى تاريخ الازرقى أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم استعجل سهيلاً فى ارسال ذالك اليه وانه بعث إلى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بروايتين.

وفى الشامية (٦٢٥/٢): ويستحب حمله إلى البلاد فقد روى الترمذى عن عائشة رضى اللّٰه عنها (انها كانت تحمله و تخبر ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يحمله) وفى غير الترمذى (أنه كان يحمله وكان يصبه على المرضىٰ ويسقيهم وانه حنك بالحسن والحسين رضى اللّٰه عنهما) من اللباب وشرحه. (نجم الفتاویٰ:۳/۴۰۲)

زمزم شریف اپنے ساتھ لانا:

سوال: زمزم شریف کو متبرک سمجھ کر حجاج کرام اپنے ساتھ وطن لاتے ہیں، کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ کچھ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ اس لیے آپ سے تحقیق کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

حدیث میں ہے:

"عن عائشة أنها كانت تحمل من ماء زمزم تخبر أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه وعليه وسلم كان يحمله". (سنن الترمذى: ١١٥/١، كتب الحج، قبيل أبواب الجنائز)

(ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ اپنے ساتھ ماء زمزم لے جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم شریف لے جاتے تھے۔)

اس سے ثابت ہوا کہ حجاج کرام کا زمزم شریف لانا جائز ہے اور باعث برکت ہے، اس پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۳۷-۱۳۸)

☆ ☆ ☆

حج کے مکروہات وجنایات

محرم کا کمرے میں دھونی دینے، یا روم اسپرے کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خوشبو لگانے سے تو دم آتا ہے؛ لیکن کیا اگر اگربتی کی دھونی دی جائے، یا خیمے رکمرے وغیرہ میں روم اسپرے کرلیا جائے تو کیا اس سے بھی دم آتا ہے؟ دراصل کبھی کبھی گرمی کی وجہ سے خیمہ اور کمرے وغیرہ میں بوسی محسوس ہوتی ہے تو یہ کرنا کیسا ہے؟

خلاصة الباب

جزا اور کفارہ:

مسئلہ: ممنوعات احرام، یا ممنوعات افعال حج میں سے کوئی بھی اگر بلا عذر کیا جائے تو جزا لازم ہوگی اور اگر بعذر شرعی کیا جائے تو کفارہ لازم ہوگا۔

مسئلہ: جزا میں مقررہ قربانی یا صدقہ دیا جائے گا اور کفارہ میں مقررہ قربانی، یا صدقہ روزہ جو چاہے اختیار ہے۔

شکار کی جزا:

(۱) جو جانور شکار کیا ہے، اس کے بدلے ہدی خرید کر خیرات کرے، ورنہ اس کی قیمت خیرات کرے۔

(۲) جو جانور شکار کیا ہے، اس کی جزاء میں روزہ رکھے۔

جوں، یا ٹڈی مارنے کی جزا:

چاہیے کہ صدقہ دے، چاہے تھوڑا ہی ہو، مثلاً ایک کف طعام۔

مسئلہ: صاحبِ احرام، یا بے احرام کسی محرم کا سو مونڈ دے تو مونڈنے والے کو صدقہ دینا ہوگا اور منڈوانے والے کو قربانی۔

مسئلہ: بال اکھاڑنے، یا کاٹنے، یا کسی دوا سے صاف کرنے کا حکم مثل مونڈنے کے ہے۔

مسئلہ: اگر ہاتھ پیر کے ناخن کاٹے تو قربانی دینا ہوگی۔

مسئلہ: اگر سلے ہوئے کپڑے بلا عذر ایک دن پہنے تو قربانی دینا ہوگی۔

مسئلہ: اگر سلا ہوا اور خوشبو میں رنگا ہوا کپڑا مرد پہنے تو دو قربانی دینا ہوں گی اور عورت پہنے تو ایک؛ کیوں کہ وہ سلا ہوا پہن سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر خوشبو کا استعمال کیا، خوشبو لگائی یا خوشبودار تیل استعمال کیا تو کفارہ لازم ہوگا، اگرچہ دوا کے طور پر ہی استعمال کیا ہو۔

مسئلہ: خوشبو لگانے سے جو جزاء لازم ہوئی ہے اگر وہ دے دی گئی تو اس خوشبو کی چیز کو علاحدہ کردینا چاہیے۔

مسئلہ: اگر احرام باندھنے کے بعد سے وقوف عرفات تک کسی وقت جماع کیا تو عمرہ فاسد ہوگیا، اگر اس کے بعد کیا تو فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی کو حالتِ احرام میں احتلام ہوجائے تو غسل کرے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کا بوسہ لیا، یا اس کو شہوت سے ہاتھ لگایا تو قربانی لازم آئے گی۔ ==

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

حج وعمرہ کا احرام باندھنے کے بعد محرم کے لیے بدن اور کپڑے پر خوشبو لگانا منع ہے، اگر خوشبو لگائے تو خوشبو کے زیادہ ہونے کی صورت میں دم لازم آئے گا اور کم ہونے کی صورت میں صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر محرم کسی ایسی جگہ داخل ہوا جو کہ خوشبو سے معطر کی گئی تھی، جیسے صورت مسئولہ میں کہ اگر کمرے کو اگربتی کی دھونی دی جائے، یا روم اسپرے کرلیا جائے تو اس صورت میں محرم پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا۔

لمافي المبسوط للسرخسي (۱۲۳/٤): قال فان كان تطيب أو ادهن قبل الاحرام ثم وجد ريحه بعد الاحرام لم يضره وكذلك إن اجمر ثيابه قبل أن يحرم ثم لبسها بعد الاحرام فلا شيء عليه وذكر هشام عن محمد رحمهما الله تعالىٰ أن المحرم إذا دخل بيتا قد اجمر فيه فطال مكثه حتى علق ثوبه لا يلزمه شيء ولو أجمر ثيابه بعد الاحرام فعليه الجزاء لأن الاجمار إذا كان في البيت فعين الطيب لم يتصل بثوبه ولا ببدنه إنما نال رائحته فقط بخلاف ما إذا اجمر ثيابه فإن عين الطيب قد علق بثيابه فإذا كان الاجمار قبل الاحرام لم يكن ممنوعاً عن استعمال عين الطيب يومئذٍ وإنما بقي مع المحرم رائحته فلا يلزمه شيء.

وفي البحر الرائق (٤/٣): إذا دخل بيتاً قد اجمر فيه فعلق بثيابه رائحة فلا شيء عليه لأنه غير منتفع بعينه، و لا بأس أن يجلس في حانوت عطار، ولا فرق أيضا بين أن يقصده أو لا.

وفي فتاویٰ قاضيخان على هامش الهندية (۲۸۷/۱): ولو دخل بيتاً قد بخر فيه واتصل بثوبه شيء من ذلك لا شيء عليه ولو شمّ ريحا تطيب به قبل الاحرام لا بأس به.

وفي الفتاویٰ الهندية (۲٤۱/۱): لو دخل بيتاً قد اجمر فعلق بثوبه رائحة فلا شيء عليه لأنه غير منتفع بعينه بخلاف مالوا ستجمر ثوبه فعلق بثوبه فان كان كثيراً فعليه دم وإن كان قليلا فعليه صدقة لانه منتفع بعينه وان لم يعلق به شي منه فلا شي عليه، كذا في محيط السرخسي.

وفي الشامية (٤٨٧/۲): وبهذا يشير إلى أن المراد بالتطيب استعماله في الثوب والبدن وقالوا: لو لبس ازارا مبخرا لا شيء عليه، لانه ليس بمستعمل لجزء من الطيب وإنما حصل مجرد الرائحة و من ثم قال في الخانية لو دخل بيتاً قد بخر فيه واتصل بثوبه شي منه لم يكن عليه شيء، نهر. (نجم الفتاویٰ:۳/ ۳۴۰-۳۴۱)

== مسئلہ: محرم حدودِ حرم میں یا غیر حرم میں شکار کرے تو جزا دینا ہوگی۔ اور بے احرام صرف حدودِ حرم میں شکار کرے تو تاوان لازم ہے۔

مسئلہ: خشکی کے جانوروں کا شکار حرام ہے، دریائی جانوروں کا حلال ہے۔

مسئلہ: اگر محرم شکار کرے دانستہ یا بھولے کر تو اس کی جزا دینا ہوگی۔

مسئلہ: اگر محرم بوجہ بھوک کے شکار کرنے پر مجبور ہو جائے اور شکار کرے، تب بھی اس کو جزا دینا ہوگی۔

مسئلہ: درندہ جانور کے شکار میں ایک بکری جزا دی جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی درندہ جانور محرم پر حملہ کرے اور مدافعت میں اس کو مار ڈالے تو کچھ جزا لازم نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر حرم کے جانور کا دودھ نکالے تو اس کی قیمت کے موافق جزا دینا ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی شکاری جانور کے انڈے کو توڑ دے تو اس کی قیمت بھی دینا لازم ہوگی۔

مسئلہ: اگر محرم شکار خریدے، یا فروخت کرے تو بیع باطل ہے۔ (ماخوذ: دین کی باتیں، از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) (انیس) ==

== **ممنوعات احرام:**

سوال: مجھے حج کے لیے جانا ہے، میں نے علماء سے سنا ہے کہ حالت احرام میں بہت سی چیزیں ممنوع ہیں؛ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ احرام کی حالت میں جن چیزوں کی ممانعت ہے، انہیں ذرا تفصیل کے ساتھ بتائیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

احرام باندھنے کے بعد درج ذیل چیزیں ممنوع ہوجاتی ہیں:

(۱) بیوی کے ساتھ جماع یا دواعی جماع مثلاً: شہوت کے ساتھ چھونا یا بوسہ لینا وغیرہ، (۲) ساتھیوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا، (۳) خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا، یا ان کی طرف رہنمائی کرنا، یا شکار میں کسی طرح کی مدد کرنا، (۴) کسی پرندہ کے پر کاٹ دینا، یا کتر دینا، یا اس کا انڈا توڑ دینا، جوئی مارنا، یا جوئی کو دھوپ میں ڈالنا، یا جوؤں والا کپڑا جوؤں کو مارنے کے لیے دھوپ میں رکھنا، یا ان چیزوں کی طرف دوسروں کی رہنمائی کرنا، (۵) خوش بو لگانا، ناخن تراشنا اور بال کٹانا، (۶) مرد کا سر ڈھانکنا، (۷) مرد کا سلے ہوئے کپڑے پہننا، (۸) جوتے اور چپل ایسے پہننا کہ جس سے پیروں میں ابھری ہوئی ہڈی چھپ جائے اور (۹) مرد وعورت دونوں کے لیے چہرے پر کپڑا رکھنا۔ (**والمرأة لا ترفع صوتها بالتلبية** .(الفتاوى السراجية،سراج الدين أبو محمد على بن عثمان التيمى الأوسى الحنفى (م: ٥٦٩ھ)،١٧٧، كتاب الحج، باب ترتيب أفعال الحج، ط: زكريا ديوبند)

﴿**اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ**﴾(سورةالبقرة:١٩٧)

عن ابن عمر، قال: الرفث: الجماع، والفسوق: ما أصيب من معاصى الله من صيد وغيره، والجدال: السباب والمنازعة.(المستدرك على الصحيحين،أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبى الطهمانى النيسابورى المعروف بابن البيع (م: ٤٠٥ھ):٣٠٣/٢، رقم الحديث:٣٠٩٤، كتاب التفسير، من سورة البقرة، ت: مصطفى عبد القادر عطا، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

الجناية: هنا ما تكون حرمته بسبب الإحرام أو الحرم، وقد يجب بها دمان أو دم أو صوم أو صدقة.(الدرالمختار)

(**قوله بسبب الإحرام أو الحرم) حاصل الأول سبعة نظمها الشيخ قطب الدين بقوله:**

محرم الإحرام يا من يدرى☆إزالة الشعر وقص الظفر

واللبس والوطء مع الدواعى☆ والطيب والدهن وصيد البر

زاد فى البحر ثامنا وهو ترك واجب من واجبات الحج .(ردالمحتار على الدرالمختار: ٥٤٣/٢، كتاب الحج، باب الجنايات فى الحج،ط: دارالفكر)

فليتق الرفث والفسوق والجدال، ولا يلبس قميصا ولا سراويل، ولا عمامة، ولا قلنسوة، ولا قباء، ولا خفين، ولا يحلق شيئا من شعر رأسه وجسده ولا يلبس ثوبا معصفرا ونحوه، ولا يغطى رأسه ولا وجهه،ولا يتطيب، ولا يغسل رأسه ولا لحيته بالخطمى، ولا يدهن، ولا يقتل صيد البر، ولا يشير إليه، ولا يدل عليه...ولا يكسر بيض الصيد، ولا يقطع شجر الحرم.(المختار مع تعليل الاختيار،عبد الله بن محمود بن مودود الموصلى البلدحى، مجد الدين أبو الفضل الحنفى (م:٦٨٣ھ):١٤٥/١، كتاب الحج، فصل ما يستحب فعله لمن أراد أن يحرم، ت: الشيخ محمود أبو دقيقة، ط: مطبعة الحلبى القاهرة /غنية الناسك فى بغية المناسك، محمد حسن شاه المهاجر المكى،ص: ١٠٨-١١٣، كتاب الحج، فصل فى محرمات الإحرام و محظوراته، ط: مكتبه يادگار شيخ،سهارن پور/ كنز الدقائق مع البحرالرائق:٥٦٥/٢، كتاب الحج، باب الإحرام، ط: زكريا ديوبند/مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر: ٣٩٧/١-٣٩٨، كتاب الحج، مكتبة فقيه الأمة،ديوبند) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۳۴۳/۴)

==

مکروہات احرام:

گرامی قدر حضرت مفتی صاحب

سوال: مکروہات احرام کیا کیا ہیں؟ تفصیل سے واضح فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

درج ذیل چیزیں احرام کی حالت میں مکروہ ہیں:

(۱) بدن کا میل نکالنا، یا بدن کو صابن سے دھونا۔(ولا يغسل رأسه ولا لحيته بالخطمي ولا يحك رأسه، وإذا حك فليرفق بحكه خوفا من تناثر الشعر وقتل القمل وهو ممنوع، وإن لم يكن على رأسه شعر أو أذى فلا بأس بالحك الشديد، كذا في محيط السرخسي.(الفتاوى الهندية: ۲۲۴/۱، كتاب المناسك، الباب الرابع فيما يفعله المحرم بعد الإحرام، ط: دار الفكر)(۲) سر میں یا ڈاڑھی میں کنگھی کرنا یاان کو اس طرح کھجلانا کہ بال ٹوٹنے، یا جوں کے گرنے کا اندیشہ ہو، بال نہ ٹوٹے اور جوں ہو، تو نہ گرے، اس طرح آہستہ سے کھجلانا جائز ہے۔(حوالہ بالا) (۳) ڈاڑھی میں خلال کرنا، اگر کرنا ہو، تو اس طرح کرے کہ بال نہ ٹوٹے۔(حوالہ بالا) (۴) خوش بو کو چھونا، یا سونگھنا، یا خوش بو والے کی دکان پر خوش بو سونگھنے کی نیت سے بیٹھنا، ہاں بلا ارادہ خوش بو آجائے، تو اس میں حرج نہیں۔(ولا يمس طيبا بيده، وإن كان لا يقصد به التطيب، كذا في فتاوى قاضي خان.(المصدر السابق)(۵) ناک یا منہ کو کپڑے سے ڈھانکنا، ہاتھ رکھنے میں حرج نہیں۔(ويتقى ستر الرأس والوجه ولا يغطي فاه ولا ذقنه ولا عارضه، ولا بأس بأن يضع يده على أنفه، كذا في البحر الرائق.(المصدر السابق) (۶) خوش بو والا کھانا، جو پکایا نہ گیا ہو۔(ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في أكله سواء كان توجد رائحته أو لا، كذا في البدائع ...وإن خلطه بما يؤكل بلا طبخ فإن كان مغلوبا فلا شيء عليه غير أنه إن وجدت معه الرائحة كره.(الفتاوى الهندية: ۲۴۱/۱، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن، ط: دار الفكر)(۷) لنگی کے دونوں کناروں کو آگے سے سینا، البتہ اگر کوئی شخص ستر چھپانے کی غرض سے سیتا ہے تو جائز ہے؛ تاہم بہتر نہیں ہے۔(والحرام من لبس المخيط هو اللبس المعتاد حتى لو اتزر بالقميص والسراويل أو وضع القباء على كتفه وأدخل منكبيه ولا يدخل يديه لا بأس به، كذا في فتاوى قاضي خان.(الفتاوى الهندية: ۲۲۴/۱، كتاب المناسك، الباب الرابع فيما يفعله المحرم بعد الإحرام، ط: دار الفكر) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۳۳۴/۴-۳۳۵)

مباحات احرام:

سوال: احرام کی حالت میں کون کون سی چیزیں مباح ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

درج ذیل امور محرم کے لیے مباح ہیں:

(۱) میل دور کیے اور خوش بو والا صابن لگائے بغیر ضرورت کی بنا پر گرم یا ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا۔(وأجمعوا أنه لو غسله بالحرض أو بالصابون أو بالماء القراح فلا شيء عليه ذكره في شرح الطحاوي، آه. أتقاني. (حاشية الشِّلْبِيِّ مع تبيين الحقائق، شهاب الدين أحمد بن محمد بن أحمد بن يونس بن إسماعيل بن يونس الشِّلْبِيُّ (م: ۱۰۲۱ھ): ۵۳/۲، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج، ط: المطبعة الكبرى الأميرية/البناية شرح الهداية، بدر الدين العيني (م: ۸۵۵ھ): ۱۸۹/۴، كتاب الحج، باب الإحرام، ما يباح للمحرم، ط: دار الكتب العلمية بيروت/ الفتاوى التاتارخانية: ۵۹۲/۳، كتاب الحج، الفصل الخامس فيما يحرم على المحرم بسبب إحرامه و مالا يحرم، نوع منه في الدهن والتطيب، الخ، ت: المفتي شبير أحمد القاسمي، ط: زكريا ديوبند)

== (۲) پکایا ہوا خوش بودار کھانا' کھانا۔(ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في أكله سواء كان توجد رائحته أو لا، كذا في البدائع.(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲٤۱،كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن، ط:دارالفكر)

(۳) تکیہ پر سر رکھنا۔(غنية الناسك، ص:۲٥٤، ط: يادگار شيخ، سهارن پور)

(۴) پانی میں غوطہ لگانا، کپڑے دھونا، اسی طرح انگوٹھی پہننا۔(ويجوز للمحرم أن يكتحل بما لا طيب فيه ...ويختتن ويلبس الخاتم .(فتح القدير، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام (م:۸٦۱ھ):۲/٤٤٤، كتاب الحج، باب الإحرام، ط: دارالفكر)

(۵) پیسوں کی حفاظت کے لیے پٹہ (جس میں جیب ہوتا ہے) پہننا جائز ہے۔(ولا بأس بشد الهميان أو المنطقة للمحرم سواء كان في الهميان نفقته أو نفقة غيره، وسواء كان شد المنطقة بالإبريسم أو بالسيور،هكذا في البدائع والسراج الوهاج.(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۲٤،كتاب المناسك، الباب الرابع فيما يفعله المحرم بعد الإحرام، ط: دارالفكر)

(٦) گھر میں بیٹھنا، خیمہ میں داخل ہونا، چھتری اوڑھنا، کسی سایہ میں بیٹھنا۔(ولا بأس بأن يستظل بالبيت والمحمل كذا في الكافي ولا بأس بأن يستظل بالفسطاط، كذا في فتاوى قاضي خان، وكذا لو دخل تحت ستر الكعبة حتى غطاه والستر لا يصيب رأسه ولا وجهه لا بأس به، فإن كان يصيب رأسه أو وجهه كره ذلك لمكان التغطية، كذا في المحيط.((الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۲٤،كتاب المناسك، الباب الرابع فيما يفعله المحرم بعد الإحرام، ط: دارالفكر)

(۷) آئینہ دیکھنا، مسواک کرنا، دانت نکلوانا، ٹوٹے ہوئے ناخن کو الگ کرنا، بہ غیر خوش بو والا سرمہ لگانا، پھنسی پھوڑنا، زخم صاف کرنا، انجکشن لگوانا۔(ولا بأس للمحرم أن يحتجم أو يفتصد أو يجبر الكسر أو يختتن، كذا في فتاوى قاضي خان .(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۲٤،كتاب المناسك، الباب الرابع فيما يفعله المحرم بعد الإحرام، ط: دارالفكر)

(۸) تکلیف دینے والے جانور، جیسے: سانپ، بچھو، کھٹمل، چیچڑی، مکھی وغیرہ کو مارنا۔(ولا شيء في قتل الكلب العقور والذئب والحدأة والغراب الأبقع وهو ما يأكل الجيف أما ما تأكل الزرع فهو صيد، ولا شيء في الحية والعقرب والفأرة والزنبور والنمل والسرطان والذباب والبق والبعوض والبرغوث والقراد والسلحفاة ولا شيء في هوام الأرض كالقنفذ والخنفساء، كذا في فتاوى قاضي خان وكذا الحلم والوازع وصياح الليل، كذا في السراج الوهاج والضبع والثعلب الذي لا يبتدء بالأذى غالبا فله قتله ولا شيء عليه، كذا في غاية السروجي .(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲٥۲،كتاب المناسك، الباب التاسع في الصيد، ط: دارالفكر)

(۹) ایسا تمباکو والا پان، جس میں الائچی، لونگ یا اور کوئی خوش بو کی چیز نہ ہو، کھانا۔(ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في أكله سواء كان توجد رائحته أو لا، كذا في البدائع.(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲٤۱،كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن، ط:دارالفكر)

(۱۰) ہاتھ یا پاؤں وغیرہ کے پھٹن میں تیل، یا مرہم جس میں خوش بو نہ ہو لگانا۔(ونوع ليس بطيب بنفسه ولا فيه معنى الطيب، ولا يصير طيبا بوجه كالشحم فسواء أكل أو ادهن به أو جعل في شقاق الرجل لا تجب الكفارة ... ونوع ليس بطيب بنفسه لكنه أصل الطيب، يستعمل على وجه الطيب، ويستعمل على وجه الإدام كالزيت والشيرج، فيعتبر فيه الاستعمال، فإن استعمل استعمال الأدهان في البدن يعطيه حكم الطيب، وإن استعمل في مأكول ==

احرام کے کپڑوں پرخوشبولگانا،قلیل وکثیر کی مقدار، نیز احرام کی چادریں تبدیل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دورانِ حج میرے چھوٹے بیٹے نے میرے احرام پرالٹی کردی تو اس میں بو پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے ایک عطر اس پر لگا دیا، پھر میرے دوست نے تقریباً ایک گھنٹہ بعد مجھے یاد دلایا کہ حالت احرام میں عطر نہیں لگایا جاسکتا تو میں نے فوراً احرام تبدیل کرلیا۔ آیا مجھ پر اس صورت میں کوئی دم وغیرہ تو لازم نہیں ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب آپ کے چھوٹے بیٹے نے الٹی کردی تھی، اگر وہ زیادہ تھی تو زیادہ چونکہ ناپاک ہوتی ہے، لہٰذا اس کو دھونا چاہیے تھا، اس بدبو کے عذر کی وجہ سے عطر لگانا جائز نہ تھا؛ کیوں کہ عطر محظورات احرام میں سے ہے، بھول کرلگائے، یا جان بوجھ کرلگائے، ہرصورت میں جزالازم آتی ہے، اگر کپڑے پر عطر لگائے اور وہ کثیر ہو اور پورا دن لگا رہے تو دم لازم آتا ہے اور اگر قلیل ہو، یا کثیر ہی ہو؛ لیکن پورا دن نہ رہے؛ بلکہ تھوڑی دیر کے بعد اتار دیا جائے تو صدقہ کرنا لازم آتا ہے۔ آپ نے چوں کہ جلدی اتار دیا، پورا دن نہیں رہا ہے، اگر کثیر بھی ہوتا تو دم لازم نہ آتا، لہٰذا آپ پر صدقہ کرنا لازم ہے، صدقہ کی مقدار صدقۂ فطر کی مقدار ہے؛ یعنی نصف صاع (پونے دوسیر) گندم، یا ایک صاع کھجور، یا جو، یا ان کی قیمت ہے۔ باقی احرام کی چادریں تبدیل کرنے کی وجہ سے کوئی جزا لازم نہیں آتی؛ کیوں کہ احرام ان دو چادروں کا نام نہیں ہے، یہ تو ستر کو چھپانے کے لیے باندھی جاتی ہیں، بوجہ اس کے کہ محرم پر سلا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے۔

لمافي الهندية (۱/ ۲٤۰): فاذاستعمل الطيب فان كان كثيراً فاحشا فعليه الدم وان كان قليلاً فعليه الصدقة... (ص: ۲٤۱): هذا في البدن وأما الثوب والفراش اذا التزق به طيب اعتبرت فيه القلة والكثرة على كل حال وكان الفارق هو العرف والا فما يقع عن المبتلى... ويستوى في وجوب الجزاء بالتطيب الذكر والنسيان والطوع والكره.

وفي الدرالمختار (۱/۱۳۷ـ۱۳۸): (و) ينقضه (قيء ملأ فاه) بأن يضبط بتكلف... وهو نجس مغلظ ولو من صبي ساعة ارتضاعه هو الصحيح لمخالطة النجاسة، ذكره الحلبي.

وفي الشامية تحته: (قوله: وهو نجس مغلظ) هذا ماصرحوا به في باب الأنجاس، وصحح في المجتبى أنه مخلف، قال في الفتح: ولايعرى عن إشكال وتمامه في النهر... (قوله: ذكره

== أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم. (بدائع الصنائع: ۲/ ۱۹۱، كتاب الحج، فصل تطيب المحرم، ط: دار الكتب العلمية بيروت/ الفتاوى الهندية: ۱/ ۲٤۰، كتاب المناسک، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن، ط: دار الفكر بيروت) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۴/۳۵۵ـ۳۳۶)

الحلبی) أی فی شرح المنیة الکبیر حیث قال: والصحیح ظاهر الروایة أنه نجس لمخالطة النجاسة وتداخلها فیه بخلاف البلغم،آه.

وفی الشامیة (۵٤٤/۲): ان طیب عضوا کاملا أی المحرم عضواً أی من اعضائه کالفخذ والساق والوجه والرأس...قوله کاملاً لان المعتبر الکثرة، قال ابن کمال فی شرح الهدایة: واختلف المشایخ فی الحد الفاصل بین القلیل والکثیر إلی أن قال: وبعضهم اعتبر الکثرة بربع العضو الکبیر، فقال: لو طیب ربع الساق أو الفخذ لزم الدم وإن کان أقل یلزم الصدقة.

لمافی الهندیة (۲۲۱/۱-۲۲۲): الباب الثالث فی الاحرام وله رکن وشرط فالرکن أن یوجد منه فعل، من خصائص الحج وهو نوعان:أحدهما قول بان یقول: لبیک اللّٰهم لبیک،الخ... ونوی به الاحرام صار محرماً... والثانی فعل وهو أن یقلد بدنة وإن ساقها وتوجه معها یرید الحج یصیر محرماً ...(وأما شرطه فالنیّة) حتی لا یصیر محرماً بالتلبیة بدون نیّة الاحرام... وینزع المخیط والخف ویلبس ثوبین إزار أ ورداء جدیدین أوغسیلین والجدید أفضل ... ولو لبس ثوباً واحداً یستر عورته جاز.

وفی الشامیة (۵٤۵/۲): قلت: لکن نقلوا عن المجرد ان کان فی ثوبه شبر فی شبر فمکث علیه یوماً یطعم نصف صاع ... قال فی الفتح: یفید التنصیص علی أن الشبر فی الشبر داخل فی القلیل آه، أی حیث أوجب به صدقة لادماً.

وفی الهندیة (۲٤۱/۱): وأما الثوب والفراش اذا التزق به طیب اعتبرت فیه القلة والکثرة علی کل حال وکان الفارق هو العرف والا فما یقع عند المبتلی،کذا فی النهر الفائق.

وفی الدر المختار(ص: ۵٤۵-۵٤٦):وأما الثوب المطیب أکثره فیشترط للزوم الدم دوام لبسه یوماً. (نجم الفتاویٰ:۳۹۹/۳-۴۰۰)

کفارہ، یادم کہاں دیناضروری ہے:

سوال: میں حنفی ہوں،اگرآپ یہ لکھیں کہ ہم پر کچھ کفارہ، یادم واجب ہوتا ہےتو ہم وہ کفارہ، یادم انڈیا جا کرادا کرسکتے ہیں،یانہیں؟ یا مکہ وغیرہ میں کرنا ضروری ہے۔جزاکم اللہ خیراً،ان شاءاللہ اللہ تعالیٰ،آپ کواس کا آخرت میں اچھابدلہ دے گا۔ شکیل احمد(سعودی عربیہ)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

سوال سےمعلوم ہوتا ہے کہ جبل میقات سے باہرآفاق میں ہےاور وہیں سے جدہ آئے اوربغیراحرام باندھے

طواف کرآئیے یہ غلط ہوگیا، احرام باندھ کر جانا ضروری تھا، پھر عمرہ وطواف وغیرہ کرنا چاہیے تھا، ایک دم جنایت دینا واجب ہوگیا، یعنی ایک بھیڑ یا بکری یا دنبہ خرید کر حرم میں ذبح کرانا اور اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے، نیز ایک عمرہ بھی احرام باندھ کر کرنا ضروری ہوگیا۔(۱)

نوٹ: ہم لوگ بھی سنی حنفی ہیں اور سب جوابات فقہ حنفی سے دیے گیے ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۳۸-۴۱)

دم جنایت کی ادائیگی حدود حرم میں ضروری ہے:

(الف) سائل نے سابقہ فتوی (۹۳۳۱،الف) جواب (۱۰۶۹،الف) کا حوالہ دیا ہے نیز تحریر کیا ہے کہ ہم لوگوں کو قربانی انڈیا میں بھی کرنا درست ہے یا یہاں پر ہی کرنا ضروری ہے جہاں پر ہم قیام پذیر ہیں مطلب صرف یہ ہے کہ ہم یہاں حصول معاش کے لئے آئے ہوئے ہیں اگر کوئی گنجائش ہو اور کوئی راستہ ہو تو تحریر کریں۔

کیوں کہ یہاں پر قربانی کرنے سے کافی خرچ آتا ہے اور انڈیا میں کم آئے گا، عمرہ کی قضا ہم لوگوں نے کر لی ہے؛ مگر قربانی ابھی تک نہیں کی ہے، صرف آپ کی جانب سے جواب آنے کی دیر ہے۔ براہ کرم اگر کوئی گنجائش نکل سکتی ہو تو قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں؟

(نوٹ) اور اب سے تقریباً دو ماہ دس دن کے بعد حج آرہا ہے، لہذا اس وقت تو قربانی کرنا ہے، لہٰذا اگر کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی ہو تو کیا ایک ساتھ اونٹ، گائے، وغیرہ وغیرہ میں جس جانور میں سات حصےّ ہوتے ہوں تو ایک ساتھ دو حصےّ کر سکتے ہیں، یعنی ایک قربانی تو حج کی اور ایک قربانی عمرہ کی قضاء کی، آیا ان سب کی مجبوری میں گنجائش ہوگی؟ اگر کوئی گنجائش ہو تو تحریر کریں؟

الجواب ———————— وباللّٰہ التوفیق

عمرہ میں غلطی کی وجہ سے یہ قربانی جو لازم آئی ہے، اس قربانی کو دم جنایت کہتے ہیں اور دم جنایت والی قربانی کا حدود حرم میں ذبح کرنا واجب ہے، حدود سے باہر کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں ایسا کر سکتے ہیں کہ حج میں جو قربانی کی جاتی ہے، اس میں بجائے بکرا دنبہ کے گائے، یا اونٹ (ایسا جانور جس میں سات حصےّ ہوتے ہیں) خریدیں اور اس میں جتنے حصہّ چاہیں اس دم جنایت والی قربانی کے بھی رکھ لیں تو یہ جائز رہے گا؛(۲) بلکہ یہ بھی کر سکتے ہیں ساتوں حصہّ دم

---

(۱) وكل شيء فعله القارن فعليه دمان: دم لحجته، ودم لعمرته، إلا أن يتجاوز الميقات غير محرم بالعمرة أو الحج فيلزمه دم واحد، لما أن المستحق عليه عند الميقات إحرام واحد وبتأخير واجب واحد لايجب إلا جزاء واحد. (الهداية الأولين، كتاب الحج، ص: ۲۷۲)

ويجب أى الدم علىٰ من دخل مكة بلا إحرام لكل مرة. (الدرالمختار علىٰ هامش الشامي، كتاب الحج: ۲/۴۲۳)

(۲) لو ذبح سبعة عن أضحية "متعة، وقران وإحصار وجزاء الصيد والحلق والعقيقة والتطوع فإنه يصح في ظاهر الأصول. (ردالمحتار: ۳/۲۷۵، مطبع زكريا)

جنایت کا سات آدمیوں کے عمرہ کا ہو اور سب مل کر ایک گائے، یا ایک اونٹ خرید کر ساتوں حصّہ دم جنایت کی نیت سے ذبح کردیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۴۱-۴۲)

دم جنایت حرم میں ادا کرنی ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں جو دم عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مکہ معظّمہ، یا حدودِ حرم میں واجب ہو جائے، اس کی ادائیگی صرف حرم ہی میں ہو سکتی ہے، یا پاکستان آکر اس کی ادائیگی ہو سکتی ہے؟ اس مسئلہ میں ہمارے ہاں کچھ اختلاف ہے، لہٰذا مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مہمان، از دفتر اہتمام دارالعلوم حقانیہ، ۲۷/محرم ۱۴۰۳ھ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

تمام فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اس دم کا حرم میں ہونا ضروری ہے، خواہ اصالۃً ہو، یا وکالۃً ہو، پس پاکستان میں وارد شدہ شخص کسی کو وکیل بنا کر دم ادا کر سکتا ہے۔ (۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۳۶)

طوافِ وداع نہ کرنے سے وجوبِ دم:

سوال (۱) زید بغیر طواف وداع کے چلا آیا، دم واجب ہوا تو جدہ میں قربانی کرے، یا وطن پہونچ کر؟

(۲) زاہد طوافِ وداع کے لیے تیار تھا؛ مگر تار آیا کہ جہاز تیار ہے، فوراً آؤ، حجاج لاری پر سوار ہو گئے، زاہد بھی سوار ہو گیا تو اس عذر سے دم ساقط ہوا، یا نہیں؟ (حاجی سید عبدالماجد)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) حرم میں قربانی کرادے۔

"وخص ذبح هدى المتعة والقران بأيام النحر (و)خص الكل ... (بالحرم) لابغيره ولا بمنىٰ على الأصح. آه". (سكب الأنهر)(۲)

قال العلامة الكاساني: "وأما مكان هٰذا الدم: فالحرم، لايجوز في غيره، لقوله تعالىٰ: ﴿والهدى

---

(۱) قال الامام ابى بكر الحداد اليمنى: الدماء فى المناسك على ثلاثة اوجه فى وجه يجوز تقديمه على يوم النحر بالاجماع بعد ان حصل الذبح فى الحرم وهو دم الكفارات والنذور وهدى التطوع ... ولا يجوز ذبح الهدايا الا فى الحرم قال الله تعالىٰ ثم محلها الى البيت العتيق ... وان كان واجبا فعليه ان يقيم غيره مقامه لان الوجوب باق فى ذمته. (الجوهرة النيرة على مختصر القدورى: ۱/۲۲٤، باب الهدى)

(۲) سكب الأنهر علىٰ مجمع الأنهر، باب الهدى: ۱/۳۱۰، دار احياء التراث العربى، بيروت

معکوفاً أن یبلغ محله﴾ ومحله الحرم،والمراد منه هدی المتعة لقوله:﴿فمن تمتع بالعمرة إلی الحج فما استیسر من الهدی﴾ والهدی إسم لما یهدی إلیٰ بیت اللّٰه الحرام:أی یبعث وینقل إلیه وأما زمانه فأیام النحر،إلخ''.(۱)

(۲) ساقط نہیں ہوا۔

تنبیہ:

طوافِ وداع کے لیے مخصوص نیت شرط نہیں؛ بلکہ منی سے فارغ ہوکر جب مکہ مکرمہ میں آئے اور بہ نیتِ تطوع طواف کرلے تو وہ بھی طوافِ وداع کے حکم میں ہوجائے گا۔

''فإذا أراد الظعن عنها:أی عن مکة،طاف للصدر،ویسمی طواف الوداع،وهو واجب،ولکن لا تشترط له نیة معینة،حتیٰ لو طاف بعد ما حل النفر ونوی التطوع،أجزأه عن الصدر''.(۲)

''فأما تعیین النیة فلیس بشرط حتیٰ لوطاف بعد طواف الزیارة لا یعین شیئاً،أونویٰ تطوعاً، کان للصدر؛لأن الوقت تعین له،فتنصرف مطلق النیة الیه،کما فی صوم رمضان''.(۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۳۲-۴۳۳)

عورت حیض کی وجہ سے طواف وداع نہ کرسکے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حج کے لئے گئی، واپسی کے وقت وہ حائضہ ہوگئی، پاک ہونے تک ٹھہرنے اور طواف وداع کرنے کا موقع نہیں ہے، اگر ٹھہرتی ہے تو ہوائی جہاز میں بہت دنوں کے بعد جگہ ملے گی، ایسی صورت میں اگر وہ طواف وداع نہ کرسکے تو کیا حکم ہے؟ کیا دم لازم ہوگا؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر عورت وہاں نہ ٹھہر سکتی ہو اور اپنے شوہر کے ساتھ واپس آجائے اور طواف وداع نہ کرسکے تو اس پر دم لازم نہ ہوگا، حائضہ عورت پر طواف وداع واجب نہیں، اگر موقع ہو تو پاک ہونے کے بعد طواف وداع کرکے واپس ہونا افضل ہے، یہ طواف وداع کا حکم ہے، طواف زیارت کا حکم اور ہے۔

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: طواف وداع باہر کے رہنے والے حاجی پر واجب ہے، خوہ حج افراد کیا ہو، یا قران، یا تمتع، بشرط یہ کہ عاقل بالغ ہو، معذور نہ ہو، اہل حرم اہل حل، اہل میقات، اور حائض، نفسا، مجنون اور نابالغ پر واجب نہیں، الخ۔ (معلم:۲۰۷)

---

(۱) بدائع النصائع،کتاب الحج،فصل فیما یجب علی المتمتع والقارن:۱۸۳/۳،دارالکتب العلمیة،بیروت

(۲) مجمع الأنهر،فصل:فإذا دخل مکة:۲۸۲/۱، دارإحیاء التراث العربی،بیروت

(۳) بدائع الصنائع، فی طواف الصدر،فصل فی شرائط جوازه: ۱۰۵/۳،دارالکتب العلمیة بیروت

نیز معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: اگر واپسی کے وقت حیض آ گیا اور طواف وداع نہ کر سکی، تب بھی دم واجب نہ ہوگا؛ لیکن پاک ہونے کے بعد طواف وداع کر کے واپس ہونا بہتر ہے۔ (معلم الحجاج: ۱۲۵، عورت کا احرام)

نیز معلم الحجاج میں ہے:

حیض اور نفاس والی عورت طواف (وداع) نہ کرے؛ بلکہ باب الوداع پر کھڑی ہو کر (یعنی حدود مسجد حرام سے باہر) دعا مانگ لے۔ (معلم الحجاج: ۲۰۷، طواف وداع) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۶/۸)

رمی اور قیام منیٰ کو چھوڑنے میں دم لازم ہے، یا نہیں:

سوال: کیا حاجی کو رمی چھوڑنے پر اور قیامِ منی چھوڑنے پر کوئی دم دینا ہوگا؟ اگر دم دینا ضروری ہے تو کیا، کب اور کہاں دینا ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

رمی چھوڑنے سے دم واجب ہوگا، (۱) اور وہ حرم (منی وغیرہ) میں ہی ذبح کرنا ہوگا، (۲) منی میں قیام چھوڑنے سے دم واجب نہ ہوگا، (۳) استغفار کرنا ہوگا، رمی وغیرہ چھوڑنے سے بکری (شاۃ) واجب ہوتی ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۳۳/۱۰-۴۳۴)

رمی جمار ترک کرنے سے دم واجب ہوگا:

سوال: کوئی شخص حج کو گیا، جیسا کہ بمبئی سے ٹور لے جاتا ہے، لہٰذا ایام نحر میں سات کنکریاں جمرۂ عقبہ پر مار

---

(۱) رمی الجمار واجب کما عرفنا، فان تأخرعن وقته، أوفات وجب دم. (الفقه الإسلامی و أدلته سابعاً: تأخير الرمی عن وقته: ۲۰۱/۳، حقانية پشاور)

(۲) وخص ذبح هدی المتعة والقران بأيام النحر، وحص الكل بالحرم ولا بغيره، ولابمنى على الأصح. (سكب الأنهر علىٰ مجمع الأنهر، باب الهدی: ۳۱۰/۱، داراحياء التراث العربی بيروت)

(۳) (ثم أتی منی) فيبيت بها للرمی. (الدرالمختار)

(قوله: فيبيت بها للرمی): أی ليالی أيام الرمی هوالسنة، فلوبات بغيرها كره، ولايلزمه شیء لباب. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الحج، مطلب فی حكم صلوة العيد والجمعة فی منی: ۵۲۰/۲، سعيد)

(۴) والدم حيث ذكر فی الجنايات، وجب (شاة تجزیء فی الأضحية والصدقة)، إذا ذكرت يراد بها. (مجمع الأنهر، كتاب الحج، باب الجنايات، الفصل الأول: ۲۹۷/۱، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

فالمراد الشاة، وهی تجزئی فی كل موضع) أی من مواضع الجنايات (إلا فی موضعين). (مناسك الملا علی القاری، فصل فی أحكام الدماء وشرائط جوازها، ص: ۳۹۳، إدارة القرآن كراتشی)

دی؛ مگر جلدی میں تین جمرہ پر کنکریاں نہ مار سکا، اب اسے یاد آیا کہ حج میں اس سے کوتاہی ہوگئی ہے، لہٰذا اب آپ بتائیے اس کا کفارہ کیا ہے؟ کیا حج ادا ہوگیا؟ اب اس کی استطاعت بھی نہیں ہے کہ دوبارہ حرم جائے۔ برائے مہربانی آپ کوئی راستہ بتائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

صورت مسئولہ میں حج ادا ہوگیا؛ مگر چوں کہ حاجی نے تین جمرہ پر کنکریاں مارنا ترک کردیا ہے؛ اس لیے حج میں نقص آنے کی بناء پر اس پر دم (قربانی کے لائق جانور کا حرم میں ذبح) لازم ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ یہ دم غربا وفقرا پر صرف کرے، اس میں سے مالداروں کو دینا، یا اپنے لیے رکھنا جائز نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۱/۲۴۷)

حکم مذکور اس وقت ہے جب تک حاجی حرم شریف میں موجود ہو؛ لیکن اگر گھر آنے کے بعد جو جنایت کی ہے، وہ یاد آئی، جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اسے چاہیے کہ کسی کو وکیل بنا کر، یا کسی بھی ذریعہ سے دم کی قیمت حرم شریف میں پہنچادے، یہ کہہ کر کہ اس رقم سے ایک دم جنایت خرید کر ذبح کیا جائے، اس کے بعد وہ سبکدوش ہوجائے گا۔ (ان شاء اللہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۲/۲۹۷-۲۹۸)

دسویں ذی الحجہ کو مرض کی وجہ سے عشاء بعد رمی کی تو کیا حکم ہے:

سوال: دسویں ذی الحجہ کو رمی کا افضل وقت طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک ہے؛ لیکن ایک شخص مرض کی وجہ سے اس وقت رمی نہ کرسکا اور رات کو عشا کے بعد رمی کی تو اس شخص پر دم، یا صدقہ لازم ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں مرض کی وجہ سے رات کو عشا کے بعد رمی کی تو رمی ہوگئی اور عذر کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، لہٰذا کراہت بھی نہیں، البتہ بلا عذر اگر رات کو رمی کرے تو وقت مسنون ترک کرنے کی وجہ سے مکروہ ہوگا اور ثواب میں کمی آئے گی، آئندہ اس طرح نہ کرنا چاہیے؛ مگر اس صورت میں بھی دم اور صدقہ واجب نہ ہوگا۔

ہدایہ اولین میں ہے:

فاما یوم النحر فأول وقت الرمی فیه من وقت طلوع الفجر ... وإن أخره إلی اللیل رماه (أی فی اللیل) ولا شیء علیه لحدیث الرعاء. (الهداية، ص: ۲۳۲، باب الإحرام)

عمدۃ الفقہ میں ہے: اور اس پہلے دن میں (یعنی دسویں ذی الحجہ میں) رمی کا مسنون وقت آفتاب طلوع ہونے سے شروع ہوکر زوال تک ہے اور مباح وقت یعنی بلا کراہت جواز کا وقت زوال آفتاب سے مغرب تک ہے اور کراہت کے ساتھ جواز کا وقت مغرب سے شروع ہوکر اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، اگر کسی عذر کی وجہ سے اس وقت میں رمی کرے تو مکروہ نہیں، الخ۔ (عمدۃ الفقہ: ۴/۲۳۳)

نیز عمدۃ الفقہ میں ہے: مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں کسی مستحب کو ترک کرے گا، اس کے ثواب میں کمی آ ہے گی اور سنت مؤکدہ کے ترک پر سختی اور ڈانٹ بھی ہوگی اور واجب کے ترک کرنے پر عذاب ہوگا (جب کہ اس گناہ سے توبہ نہ کرلے) اور جزا میں دم (قربانی) یا صدقہ دینا بھی لازم ہوگا اور واجبات کے علاوہ اور چیزوں یعنی سنن و مستحبات کے ترک پر قربانی یا صدقہ کوئی جزا لازم نہیں ہوگی۔ (عمدۃ الفقہ: ۸۷/۴) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۹/۸-۱۱۰)

تیسرے دن کی رمی چھوڑ دی تو کیا حکم ہے:

سوال: دو دن جمرات کی رمی کی اور تیسرے دن رمی نہیں کی تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

تیسرے دن سے مراد اگر بارہویں ذوالحجہ ہے، تو اس کی رمی چھوڑنے پر دم واجب ہوگا اور اگر تیسرے دن سے مراد تیرہویں ذوالحجہ ہے تو اگر وہ شخص بارہویں کے غروبِ آفتاب سے پہلے منیٰ سے مکہ چلا آیا تھا، اس پر تیرہویں کی رمی واجب نہیں ہوئی اور یہ چلا آنا بلا کراہت جائز ہے اور اگر بارہویں کے غروب آفتاب کے بعد تیرہویں کی صبح صادق سے پہلے منیٰ سے مکہ چلا آیا تھا تو اس صورت میں بھی تیرھویں کی رمی واجب نہیں ہوئی؛ لیکن یہ چلا آنا بکراہت جائز ہے؛ مگر جو تیرھویں کی صبح صادق منیٰ میں ہوگئی تو رمی تیرہویں کی واجب ہے، اگر بدون کیے چلا آئے گا تو دم واجب ہوگا۔ (زبدۃ المناسک: ۱۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۲۹۸/۲-۲۹۹)

بارہویں ذی الحجہ کو رمی نہ کرنا:

سوال: الحمد للہ! امسال فریضہ حج کی تکمیل کی توفیق نصیب ہوئی اور وہاں سے بخیر وعافیت واپسی بھی ہوچکی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ۱۲/ذی الحجہ کو رمی نہیں کر پایا؛ کیوں کہ میں رمی کے لیے جانا چاہتا ہی تھا اور جمرات کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ بھیڑ میں پھنس گیا، رمی کر کے لوٹنے والوں نے مجھے منع کیا کہ آگے نہ جائیں؛ اس لیے کہ بھیڑ کی وجہ سے کافی اموات ہوچکی ہیں اور کافی لوگ زخمی بھی ہوگئے ہیں تو میں خوف واندیشہ جان سے رمی کئے بغیر واپس آ گیا، پھر ۱۲/ذی الحجہ کی شام تک مکہ پہنچنا تھا؛ اس لیے رمی کئے بغیر مکہ چلا گیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس وقت میری عمر ۶۷/سال ہے، کمزور نہیں ہوں، البتہ جلد گھر جاتا ہوں، مدرسہ صولتیہ میں پوچھنے سے معلوم ہوا کہ رمی نہ کرنے کی وجہ سے مجھے دم دینا ہوگا، اس سلسلہ میں پوچھنا یہ ہے کہ رمی کے بدلہ جو دینا ہوگا، کیا وہ حدود حرم ہی میں ضروری ہے؟ اگر حاجی کے پاس روپئے نہ ہوں تو کتنے دنوں تک دم دے سکتے ہیں، یا گھر میں واپس آ کر دم دینے کی گنجائش ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں ۱۲/ذی الحجہ کو بھیڑ، یا کسی بھی عذر کی وجہ سے رمی جمار نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہوگا۔

وإن ترک رمی یوم واحد فعلیه دم؛ لأنه نسک تام. (فتح القدیر: ۱/۱۸۵)

اس دم کا حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، غیر حرم میں ذبح کرنے سے دم ادا نہیں ہوگا، البتہ اس کے لیے ایام نحر کا ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ جس وقت بھی حرم میں ذبح کردیا جائے، دم ادا ہو جائے گا۔

ویجوز ذبح بقیة الهدایا فی أیّ وقت شاء ولایجوز ذبح الهدایا إلا فی الحرم. (الفتاویٰ الهندیة الباب السادس عشر فی الهدی: ۲۶۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۶/۲/۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۴۱/۳)

رمی سے پہلے قربانی کرنے سے وجوبِ دم:

سوال (۱) حاجی نے عرفات سے واپسی پر رمی کیے بغیر قربان گاہ میں جاکر قربانی کردی؟

قربانی سے پہلے بال کٹوانے سے دم:

(۲) ایک حاجی نے عرفات سے واپسی پر رمی کرنے کے بعد فوراً ہی بال کٹوا دیے اور بعد میں قربانی کی۔

رمی اور طوافِ زیارت میں ترتیب بدلنے سے دم:

(۳) ایک حاجی نے غلطی سے پہلے رمی کی اور پھر جاکر طوافِ زیارت کیا اور پھر آکر قربانی کی اور پھر بال کٹوائے۔ ان تمام صورتوں میں حاجی شرعاً کیا واجب ہوتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) اگر یہ قارن یا متمتع ہے، تو اس پر دم واجب ہے۔

(۲) اس پر دم واجب ہے، جب کہ یہ قارن، یا متمتع ہو۔

(۳) اس پر دم واجب نہیں، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

یہ تینوں حکم غنیۃ المناسک، المطلب العاشر فی ترک الترتیب بین الرمی والذبح میں مذکور ہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۳/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۳۴/۱۰-۴۳۵)

---

(۱) لوحلق المفرد أوغيره قبل الرمي،أوالقارن أوالمتمتع قبل الذبح،أوذبح قبل الرمي،فعليه دم عنده أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالٰى بترك الترتيب ... ولوطاف قبل الرمي والحلق لا شيء عليه،ويكره، تتمة". (غنية المناسك،باب الجنايات،المطلب العاشر في ترك الترتيب بين الرمي والذبح والحلق: ۲۷۹،إدارة القرآن،كراتشي)

"ولوحلق المفرد أو غيره:أي من القارن والمتمتع (قبل الرمي أوالقارن أوالمتمتع) ... أوحلقاً (قبل الذبح، أو ذبحاً قبل الرمي، فعليه دم) ... ولوطاف أي المفرد وغيره(قبل الرمي والحلق،لاشيء عليه، ويكره): أي لتركه السنة ،وهي الترتيب بين الثلا ثة،الخ". (مناسك الملا على القاري،باب الجنايات،فصل في ترك الترتيب بين أفعال الحج،ص:۳۵۸،إدارة القرآن كراتشي)

رمی کا بدل آئندہ سال:

سوال: اسلم نے حج کیا؛ مگر اس سے رمی اُولیٰ ترک ہوگئی، عدمِ سہولت وعدم گنجائش کی بنا پر اسی سال دم (قربانی) نہ دے سکا، اگر وہ اپنی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیے اس سال دم دینا چاہے تو دے سکتا ہے؟ اور وہ بری الذمہ ہوجائے گا اور اس کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

آئندہ سال بھی حدودِ حرم میں دم دینے سے بری ہوجائے گا، کسی کو وکیل بنادے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۵/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۳۵-۴۳۶)

ترک طواف زیارت کا حکم اور دم جنایت کی ادائیگی کا مقام:

سوال: زید نے اپنی والدہ کے نام حج کیا اور طواف وداع کرکے گھر آگیا؛ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ طواف زیارت وہ نہیں کرسکا، یا اس کی ادائیگی میں زید کو شک واقع ہوگیا تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر طواف ودراع کو طواف زیارت کے قائم مقام کردیا جائے تو طواف وداع کا ترک لازم آئے گا، ایسی صورت میں کیا وداع کو طواف زیارت کے قائم مقام کردیا جائے تو طواف وداع کا ترک لازم آئے گا؟ ایسی صورت میں ایک دم، یا دو دم اور ایک دم کی صورت میں کون سا جانور مراد ہے؟ کیا بڑے جانور میں حصہ لے کر بھی دم ادا کیا جاسکتا ہے؟ پھر دم کے واسطہ کیا حدودِ حرم کی تخصیص ہے؟ اگر حدودِ حرم کی تخصیص ہے تو کیا شہر مکہ حدودِ حرم میں داخل ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر زید کو ترک طواف زیارت کا محض وہم وشک ہے، تب تو قابل التفات نہیں۔ ہاں، اگر گمان غالب ہے تو پھر **"دفعاً للحرج، تحصیلاً للیسر، تحصیلاً للأمر"** طواف وداع کو طواف زیارت کے قائم مقام بنادیا جائے گا۔ اب اگر زید نے طواف وداع ایام نحر کے اندر اندر کرلیا تھا، تب تو صرف ایک دم ترک واجب؛ یعنی ترک طواف وداع کے سبب لازم آئے گا؛ لیکن اگر طواف وداع ایام نحر کے بعد کیا ہوگا، تب تو دو دم لازم آئے گا؛ کیوں کہ طواف زیارت ایام نحر کے اندر کرنا واجب ہے، ایسا نہ ہوسکا، اس طرح دو ترک واجب لازم آیا:

(۱) تاخیر طواف زیارت

(۲) ترک طواف وداع

---

(۱) دم جنایات کے لیے مکان حرم کا ہونا شرط ہے، نہ کہ تعیین زمانہ؛ یعنی بعد میں بھی آدمی دم جنایت ادا کرسکتا ہے۔

"وما یختص بالمکان دون الزمان، وھو دم الجنایات". (مجمع الأنھر، کتاب الحج، باب الھدی: ۱/۳۱۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

باقی رہی ادائیگی دم بشکل شاۃ اور سبع بدنہ وبقرہ بہر طور ہوسکتی ہے؛ لیکن ادائیگی بہر حال حدود حرم کے اندر ہی ہوگی، شہر مکہ بھی حدود حرم میں داخل ہے، وہاں بھی دم جنایت کی قربانی کی جاسکتی ہے اور زید پر گھر سے اس دم جنایت کا جانور کی شکل میں بھیجنا لازم نہیں، اس کی قیمت بھی بھیج کر بھی معتبر شخص کے ذریعہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکتا ہے۔

كلّها مستفاد من هٰذه العبارات الفقهية الموجودة فى فتح القدير والهداية وحاشية الهداية.

(۱) هٰهنا أصل وهو أن كل من وجب عليه طواف وأتى به فى وقته وقع عنه سواء نواه بعينه أولم ينوه أونوٰى به طوافاً آخر.(۱)

(۲) وهٰذا؛لأن بعث الشاة لترك بعض طواف الزيارة لايتصور إلا إذا لم يكن طاف للصدر، فإنه لوطاف للصدر انتقل منه إلٰى طواف الزيارة.(۲)

(۳) ولوكان طاف للصدرفى آخرأيام التشريق وقد ترك من طواف الزيارة أكثره كمل من الصدرولزمه دمان فى قول أبى حنيفة:دم لتأخير ذٰلک ودم آخرلترک أكثرالصدر، إلخ. (۳)

(۴) لماكان فى حكم العدم وجب نقل طواف الصدرإليه؛لأن العزيمة فى الاحرام حصلت للافعال على الترتيب الذى شرع فبطلت نيته علٰى خلاف ذلک انتقل طواف الصدر إلٰى طواف الزيارة فيصير كأنه طاف طواف الزيارة فى آخرأيام التشريق ولم يطف طواف الصدر فيجب عليه دمان.(۴)

(۵) فائدة نقل طواف الصدرإلى الزيارة سقوط البدنة عنه.(۵)

(۶) وأما النسک فيختص بالحرم بالاتفاق؛لأن الإراقة لم تعرف قربة إلا فى زمان أو مكان وهٰذا الدم لايختص بزمان تعيّن اختصاصه بالمكان.(۶)

(۷) وقال النبى صلى الله عليه وسلم: منىٰ كلها منحر وفجاج مكة كلها منحر.(۷)

(۸) بل له أن يبعث بالقيمة حتٰى تشترى الشاة هنالک وتذبح عنه. (۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمت اللہ قاسمی، ۱۷/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳/۲۵۰)

---

(۱) العناية علٰى هامش شرح فتح القدير:۵۷/۳

(۲،۳) فتح القدير باب الجنايات:۵۷/۳

(۴،۵) حاشية الهداية:۱۷٤/۱

(۶) الهداية،باب الجنايات:۲۷۰/۱

(۷) الهداية:۳۰۱/۱، ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں:عن عطاء قال حدّثنى جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كل عرفة موقف و كل منىً منحروكل المزدلفة موقف وكل فجاج مكة طريق ومنحر.(السنن لأبى داؤد،باب الصلاة بجمع:۲٦۸/۱)

(۸) الهداية،باب الاحصار:۲۹۳/۱

طواف زیارت، طواف قدوم طواف وداع، یا نفلی طواف بلا وضو کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: گاہے گاہے مجھے مذی نکل آتی ہے، جس کی وجہ سے میرا وضوٹوٹ جاتا ہے، میں نے طواف زیارت کیا، طواف سے فارغ ہوا تو کپڑے پر مذی کا اثر معلوم ہوا تو کیا حکم ہے؟ کیا دم واجب ہے؟ اگر وضو کر کے طواف کا اعادہ کرلوں تو؟ اسی طرح اگر طواف قدوم، یا طواف وداع، یا نفلی طواف بلا وضو کرلیا تو کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر پورا، یا اکثر طواف زیارت (چار، یا پانچ، یا چھ چکر) بے وضو کیا تو دم واجب ہے اور اگر نصف سے کم (تین، یا اس سے کم چکر) طواف زیارت بلا وضو کیا ہو تو ہر سوط (چکر) کے لئے آدھا صاع گندم صدقہ کرے اور اگر تمام شوط کا صدقہ دم کے برابر ہوجائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے اور اگر ان صورتوں میں وضو کر کے طواف زیارت کا اعادہ کرلیا (خواہ ایام نحر میں، یا ایام نحر گزرنے کے بعد) تو دم اور کفارہ ساقط ہوجائے گا۔

طواف قدوم، یا طواف دواع، یا نفلی طواف بلا وضو کیا تو ہر شوط کے لیے آدھا صاع گندم صدقہ کرے، اس صورت میں بھی اگر تمام شوط کا صدقہ دم کے برابر ہوجائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے اور اگر وضو کر کے اعادہ کرلیا تو جزا ساقط ہوجائے گی۔

غنیۃ الناسک میں ہے:

ولو طاف للزيارة كله أو أكثره فعليه شاة ويعيد طاهراً استحباباً وقيل: حتماً، فإنه أعاده سقط عنه الدم سواء أعاده فى أيام النحر أوبعدها ولا شىء عليه للتاخيرو قيل: عليه دم وقيل: صدقة لكل شّط ولو طاف اقله محدثاً ولم يعد فعليه لكل شوط نصف صاع إلا إذا بلغت قيمته دما فينقص منه ماشاء، بحر. (غنية الناسک ص: ١٤٥، باب الجنايات الفصل السابع)

ولو طاف للصدر جنباً فعليه شاه وان طافه محدثًا فعليه لكل شوط صدقة. الى. ولوطاف للقدوم كله اواكثره جنباً فعليه دم لو محدتاٍ فصدقة لكل شوط نصف صاع من برا لاان يبلغ دماً فينقص منه ماشاء ويعيده' ظاهراً وجوباً فى الجنابة وندباً فى الحدث فان اعاد سقط عنه الجزاء. (غنية الناسک ص: ١٤٧)

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: اگر پورا، یا اکثر طواف زیارت بے وضو کیا تو دم دے اور اگر طواف قدوم، یا طواف وداع، یا طواف نفل، یا نصف سے کم طواف زیارت بلا وضو کیا تو ہر پھیرے کے لیے آدھا صاع صدقہ کرے اور اگر تمام پھیروں کا صدقہ دم کے برابر ہوجائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے اور اگر ان تمام صورتوں میں وضو کر کے طواف کا اعادہ کرلیا تو کفارہ اور دم ساقط ہوجائے گا۔ (معلم الحجاج، ص:۲۶۱ واجبات حج میں سے کسی واجب کو ترک کرنا) (شامی: ۲/۲۸۱)

(عمدۃ الفقہ: ۴/۵۲۱-۵۲۲) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۱۰-۱۱۱)

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت:

سوال: بحالتِ احرام خشکی کے شکار کی ممانعت ہے دریائی شکار کی نہیں، ایسا کیوں؟

الجواب ________________ حامداً ومصلیاً

اللہ پاک نے ایسا ہی فرمایا ہے:

﴿أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعاً لكم وللسيارة،وحرم عليكم صيد البرمادتم حرماً﴾(۲)

اور وہ حاکم بھی ہے اور حکیم بھی ہے، اس کے نازل فرمائے ہوئے قانون میں کسی کو چوں وچرا (کیوں کا سوال) کا حق نہیں، جو چاہے کرے، ﴿لا يسئل عما يفعل﴾(۲) بندوں کا فریضہ اطاعت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۳۶-۴۳۷)

حالتِ احرام میں رضائی اوڑھنا:

سوال: حالت احرام میں روئی کی رضائی وغیرہ اوڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ________________ حامداً ومصلیاً

محرم کو حالتِ احرام میں سردی سے حفاظت کے لیے لحاف روئی دار اوڑھنا درست ہے؛ مگر سر کھلا رکھے، باقی تمام بدن پر لحاف رہے تو مضائقہ نہیں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررا العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱/۱۱/۱۳۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۳۷)

حالتِ احرام میں کیا عورت منہ کھولے رکھے:

سوال: اسلام میں ہر زیبائش کی جگہ کو چھپانے کا حکم ہے اور سختی سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛ مگر عورتیں جب

(۱) سورة المائدة:۹٦

"اعلم أن صيد البر محرم على المحر وصيد البحر حلال،لقوله تعالىٰ:﴿أحل لكم صيد البحر﴾ الىٰ آخر الآية،الخ". (الهداية،باب الجنايات،الفصل الثانى: ۱/ ۲۷۷،مكتبة شركة علمية ملتان

(۲) سورة الأنبياء: ۲۳

(۳) (قوله:وبقية البدن):أى وبخلاف ستر بقية البدن سوى الرأس و الوجه،فإنه لا شىء عليه". (رد المحتار،كتاب الحج،مطلب فيما يحرم بالاحرام ومالايحرم: ۴۸۸/۲،سعيد)

"ولو ألقى علىٰ جسده قباء أوعبادة،وكان بحيث لوقام أو قعد،لم يستمسك عليه إلا بمزيد عناية،لم تلزمه الفدية". (الفقه الإسلامى وأدلته،المبحث العاشر محظورات الإحرام: ۲۳۲/۳،حقانية،پشاور)

"علاوہ سر اور منہ کے سب بدن کو ڈھانپنا، کان، گردن پیروں کو چادر، رومال وغیرہ سے ڈھانپنا جائز ہے"۔ (معلم الحجاج: ۱۳۰، باب مباحات احرام، ادارۃ القرآن، کراچی)

حج کو جاتی ہیں تو عموماً چہرہ ہاتھ وغیرہ کھلا رکھتی ہیں؛ کیوں کہ احرام کے زمانہ میں چہرکو کپڑا لگانا سختی سے منع ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس طرح کھلا رکھنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس طرح چہرہ کھلا رکھنا گناہ ہے؛ اس لیے ایسا انتظام کریں کہ چہرے کے سامنے ٹٹی (۱)، یا کسی قسم کا فریم لگا کر نقاب اوڑھا جائے؛ تاکہ چہرہ ڈھکا ہوا رہے بے پردگی نہ ہو؛ مگر اس سے عورتوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے؛ بلکہ ان کا دھیان مکمل طور پر عبادت کی طرف نہیں رہتا؛ بلکہ نقاب کی طرف رہتا ہے کہ نقاب ہٹنے نہ پائے؛ تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ کیا ایسی عبادت اور ایسا پردہ جائز ہے، یا کھلے منہ جیسے عام طور پر چہرہ کھلا رکھ کر حج کیا جاتا ہے، وہ جائز ہے اور کس قسم کے پردہ کے ساتھ حج کرنا جائز ہے؟

الجواب________________حامداً ومصلیاً

عورت کے چہرے پر کپڑا نہیں ہونا چاہیے، پنکھا وغیرہ کوئی چیز اس طرح آر بنالی جائے کہ نقاب کا کپڑا چہرہ کو نہ لگے اور لوگوں کی نظر اس پر نہ پڑے، احرام کی حالت ایسی بے اطمینانی کی ہوتی ہے کہ مرد بھی سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، ہر وقت فکر رہتی ہے کہ جسم نہ کھل جائے، اس صورت میں وہ مناسکِ حج ادا کرتا ہے، عورت کو بھی بے اطمینانی ہو تو کیا مضائقہ ہے؟ یہ بے اطمینانی اور پریشانی محبوب ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۳۷-۴۳۸)

---

(۱)　"ٹٹی: بانس، یا سرکنڈوں وغیرہ کا بنا ہوا چھپر جو دروازوں یا کھڑکیوں پر لگاتے ہیں، یا جن پر بیلیں چڑھاتے ہیں: آر، پردہ، اوٹ، حجاب"۔ (فیروز اللغات، ص۴۱۳، فیروز سنز، لاہور)

(۲)　فلما روينا عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "إحرام المرأة في وجهها". (اس حدیث کی تخریج امام طبرانی مجمع کبیر اور اوسط میں کی ہے۔ (مجمع الكبير: ۱۲/۳۷۰، مجمع الأوسط: ۶/۱۷۸) نیز امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں کی ہے۔ (السنن الكبرىٰ، كتاب الحج، باب المرأة لا تنتقب في إحرامها رقم الحديث: ۸۸۳۱) علامہ عقیلی کہتے ہیں کہ اس کے راوی ایوب بن محمد الیمانی کو وہم ردکرتا تھا، يهم في حديثه اور انہوں نے اس روایت کو عبد ابن عمر سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور اس کا کوئی متابع بھی نہیں ہے۔ (الضعفاء: ۱/۱۱۶) امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے؛ بلکہ بعض سلف کا قول ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۶/۱۱۲) غرض یہ حدیث ضعیف ہے۔ انیس)

وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنه أنها قالت: كان الركبان يمرون بنا، ونحن محرمات مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فإذا حاذونا أسدلت إحدانا جلبابها من رأسها علىٰ وجهها، فإذا جاوزنا رفعنا. فدل الحديث علىٰ أنه ليس للمرأة أن تغطي وجهها، وأنها لو أسدلت علىٰ وجهها شيئاً، وجافته عنه، لابأس بذلك الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: وأما بيان ما يحظره الإحرام وما لايحظره: ۳/۲۱۰، دارالكتب العلمية بيروت)

"وقوله: إحرام المرأة في وجهها ... وأجاز الشافعية والحنفية ذلك بوجود حاجز عن الوجه، فقالوا: للمرأة أن تسدل علىٰ وجهها ثوباً متجافيا عنه بخشبة ونحوها، سواءٌ فعلته لحاجة من حر أوبرد، أوخوف فتنة، ونحوها أولغيره حاجة، فان وقعت الخشبة، فأصاب الثوب وجهها بغيراختيارها ورفعته في الحال، فلا فدية الخ". (الفقه الإسلامي و أدلته، البحث العاشر محظورات الاحرام الخ: ۳/۲۳٤، حقانية پشاور)

حالتِ احرام میں کان میں روئی رکھنا اور پیروں پر کپڑا ڈالنا:

سوال: احرام کی حالت میں پیروں پر کپڑا لپیٹنا جائز ہے، یا نہیں، جب کہ سردی کی وجہ سے، یا پیروں کے درد کی وجہ سے ہو؟ سردی، یا کسی اور وجہ سے کان میں روئی رکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جائز ہے، پیروں کو چادر وغیرہ سے ڈھانکنا بھی، (۱) اور کانوں کے اندر روئی رکھنا بھی؛ (۲) مگر خوشبو کے استعمال کی اجازت نہیں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۳۹)

کیا دم جنایت کو فقرا پر تقسیم کرنا ضروری ہے:

سوال: گزشتہ سال ایک صاحب نے دمِ جنایت منی میں دمِ شکر (دم قران، دم تمتع) کی طرح صرف ذبح کر کے چھوڑ دیا، فقرا پر تقسیم نہیں کیا۔ کیا دمِ جنایت میں ذبح کے بعد تصدق علی الفقراء بھی ضروری ہے؟ اگر ضروری ہو تو اب اس کی تلافی اور تدارک کی کیا شکل ہے؛ تاکہ اس سال جانے والے کسی حاجی سے اس کی تلافی کر دی جائے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جنایت فقرا پر صدقہ کرنے کا حکم ہے؛ لیکن اگر اس وقت فقرا وہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ذبح کر کے وہیں چھوڑ دیا، تب بھی کافی ہے، اب کسی تلافی کی ضرورت نہیں۔ (کذا فی معلم الحجاج، ص: ۲۸۴) (۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۱۰/۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۳۹-۴۴۰)

---

(۱) (قوله: ولا بأس بتغطية أذنيه وقفاه)، وكذا بقية البدن، إلا الكفين والقدمين، للمنع من لبس القفازين والجوربين. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۵۴۹/۲، سعيد)

(قوله: وبقية البدن): أى وبخلاف ستر بقية البدن سوى الرأس والوجه، فإنه لاشىء عليه. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب فيمايحرم بالإحرام وما لايحرم: ۴۸۸/۲، سعيد)

ولو ألقى علىٰ جسده قباء أوعباءً، وكان بحيث لو قام أو قعد، لم يستمسك عليه إلا بمزيد عناية، لم تلزمه الفدية. (الفقه الإسلامى وأدلته، المبحث العاشر: محظوارت الإحرام أوممنوعاته ومباحاته: ۲۳۲/۳، حقانية پشاور)

(۲) ولا بأس للمحرم أن يغطى أذنيه أومن لحيته ما دون الذقن، إلخ. (الفتاویٰ التاتارخانية، ما يحرم على المحروما لايحرم، كتاب الحج، نوع من لبس المخيط: ۴۹۵/۲، إدارة القراة، كراتشى)

(۳) أما الطيب فيحرم على المحرم استعماله فى ثوب أو بدن. (الفقه الإسلامى وأدلته، الأصل الثانى: ترفية البدن بالطيب وإزالة الشعر، إلخ: ۲۳۵/۳، حقانية، پشاور)

والمحرم ممنوع من استعمال الطيب فى بدنه. (بدائع الصنائع، وأما بيان ما يحظره الاحرام وما لا يظهر: ۲۰۸/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) ''اگر فقیر موجود ہو، تو صدقہ کا گوشت اس کو دینا خود نہ کھانا اگر فقیر موجود نہ ہو تو ذبح کر کے چھوڑ دینا کافی ہے''۔ (معلم الحجاج، باب شرائط جواز دم: ۳۱۰، ادارۃ القرآن کراچی)

==

محرم کے لیے حرم میں رات گزارنے اور سر و پاؤں کو ڈھانپنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) میں نے جب احرام باندھ لیا تو رات کو وہی میقات ہی میں رہا، جب لیٹ گیا تو مچھر سے تنگ آکر سر اور پاؤں کو احرام کی چادر میں ڈھانپ لیے، اس ڈھانپنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) محرم جب احرام باندھ لیتا ہے تو وہ رات کے وقت خانہ کعبہ پہنچ سکتا ہے، یا راستہ میں آرام بھی کرسکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبداللہ بن سالم رسول مشیط سعودیہ عربیہ، ۸/محرم ۱۴۰۲ھ)

الجواب

(۱) اگر آپ نے تمام حصہ رات میں سر کو ڈھانپ لیا ہو تو آپ پر دم واجب ہوا ہے۔(۱)

(۲) محرم پر یہ ضروری نہیں ہے کہ حرم میں رات گزارے۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۷/۴)

اگر سات کنکریاں نہ مار سکے:

سوال: اگر کسی شخص نے سات کنکریوں کے بجائے تین، یا چار رمی کی، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(نظام الدین، شموگہ)

الجواب

اگر کسی شخص نے دس ذی الحجہ کو پوری سات کنکریاں نہیں ماریں، یا تین، یا اس سے کم کنکریاں ماریں تو پورا دم واجب ہوگا اور ایک بکرا ذبح کرنا پڑے گا، اگر چار سے کم کنکریاں مارنے سے رہ گئیں تو ہر کنکری کے بدلہ ایک صدقۃ الفطر کی مقدار گیہوں، یا اس کی قیمت صدقہ کرنا ہوگا۔

== (والثامن عدم الاستهلاک، فلو استهلكه بنفسه بعد الذبح بأن باعه ونحوذلک) بأن وهبه لغنى أوأتلفه أوضيعه(لم يجز،وعليه قيمته):أى ضمان قيمته للفقراء فيتصدق بها عليهم ان كان مما يجب التصدق به،بخلاف ما اذا كان مما لا يجب عليه التصدق به،فانه لا يضمن شيئاً كما بينه بقوله:(الا فى هدى القران والمتعة): أى التمتع(والتطوع فإنه لايجب):أى علىٰ مستهلكه (فيها شيء): أى من الضمان لا بدله ولا قيمة (ولوهلک): أى المذبوح (بعد الذبح بغير اختياره بأن سرق سقط): أى الضمان (ولا شيء عليه): أى فى النوعين السابقين".(المسلک المتقسط فى المنسک المتوسط،فصل فى أحكام الدماء وشرائط جوازها،ص: ۴۳۲-۴۳۳، دارالكتب العلمية،بيروت)

(۱) قال العلامة الحصكفى:أو ستر رأسه بمعتاد اما بحمل اجانة او عدل فلا شيىء عليه يوما كاملا او ليلة كاملة وفى الاقل صدقة.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲۲۰/۲،باب الجنايات)

(۲) قال العلامة الموددود الموصلى: ولا يضره ليلا دخل مكة او نهارا كغيرها من البلاد فاذا دخلها ابتدأ بالمسجد. (الاختيار لتعليل المختار: ۱۸۹/۱،فصل فى افعال الحج)

”إذا ترک أکثر السبع لزمہ دم، کما لو لم یرم أصلاً،وإن ترک أقل منہ کثلاث فما دونھا فعلیہ لکل حصاۃ صدقۃ“. (۱)(کتاب الفتاویٰ:۴/۷۷)

۱۲/ذی الحجہ کے بعد طواف زیارت:

سوال: اگر کوئی حاجی ۱۲/ یا ۱۳/ذی الحجہ تک طواف زیارت نہ کرے، ۱۴/ذی الحجہ کو کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟
(حاجی عبداللہ، بیدر)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

طواف زیارت کا اصل وقت ۱۰/ذی الحجہ کی طلوع صبح سے ۱۲/ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے، اگر ۱۲/ذی الحجہ کا آفتاب ڈوب گیا اور اب تک طواف زیارت نہیں کیا، اس کے بعد ۱۳، یا ۱۴/ذی الحجہ کے بعد طواف زیارت کرتا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور اس کی وجہ سے دَم واجب ہوگا؛ یعنی ایک بکرے کی قربانی دینی ہوگی۔

علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

”فإن أخرہ عنھا أی أیام النحر ولیالیھا منھا کرہ تحریماً، ووجب دم لترک الواجب“. (۲)

اس حکم سے وہ عورت مستثنیٰ ہے، جس کو ۱۰/تاریخ سے پہلے یا ۱۰/تاریخ کی صبح حیض شروع ہوجائے، اتنی مہلت ہی نہ مل پائے کہ طواف زیارت کرسکے اور ۱۲/تاریخ تک حیض کا سلسلہ جاری رہے تو یہ اس میں معذور ہے، جوں ہی حیض سے فارغ ہو طواف زیارت کرلے۔ (۳)(کتاب الفتاویٰ:۴/۷۸)

احرام میں جوں اور مچھر مارنا:

سوال: احرام کی حالت میں جوں اور مچھر مارنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے اور ارتکاب کرلے تو اس پر کیا واجب ہوگا؟　(سمیع الدین، ٹولی چوکی)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو کیڑے انسانی جسم سے پیدا ہوتے ہیں، ان کو مارنے کی ممانعت ہے اور اسی میں جوں داخل ہے اور جو کیڑے انسانی جسم سے نہ پیدا ہوتے ہوں اور انسان کو ایذا پہنچاتے ہوں، ان کا مارنا جائز ہے۔ جوں کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ تین سے کم ہوں تو کچھ صدقہ کردے، کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے اور تین، یا اس سے زیادہ ہوں، خواہ ان کی مقدار کتنی بھی ہو تو صدقہ فطر کے بقدر گیہوں، یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ (۴)
(کتاب الفتاویٰ:۴/۷۸-۷۹)

---

(۱)　رد المحتار، کتاب الحج:۳/۵۳۲
(۲،۳)　الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج:۳/۵۳۸
(۴)　دیکھئے: غنیۃ الناسک، ص:۱۵۵

وضوکرتے ہوئے دوتین بال گرجائیں تو کیاحکم ہے:

سوال: میں حج کے لیے جانے والا ہوں، وضوکرتے وقت میری داڑھی کے دوتین بال گرجاتے ہیں، احرام کی حالت میں اگر بوقت وضودوتین بال گریں تو کیاحکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ

اگروضوکرتے وقت خود بخود دوتین بال گرجائیں تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ کردے۔

غنیۃ الناسک میں ہے:

أما إذا سقط بفعل المامور به كالوضوء ففي ثلاث شعرات كف واحدة من طعام، أفاده أبو السعود. (غنية الناسک،ص:۱۳۷،باب الجنايات، الفصل الرابع في الحلق وإزالة الشعر)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: اگروضوکرتے ہوئے، یااورکسی طرح سر یاداڑھی کے تین بال گرگئے تو ایک مٹھی گیہوں دے دے اوراگرخود اکھاڑے تو ہر بال کے بدلے میں ایک مٹھی گیہوں دے دے اوراگرتین بال سے زائدا کھاڑے تو آدھا صاع صدقہ کرے۔ (معلم الحجاج،ص:۲۵۵)

احکام حج میں ہے:

مسئلہ: اگر بال ازخود بغیرمحرم کے کسی فعل کے گرجائیں تو کچھ لازم نہیں اوراگرمحرم کے ایسے فعل سے گریں، جس کا وہ مامورہے، جیسے وضوتو تین بال میں ایک مٹھی گندم کا صدقہ کافی ہے۔ (زبدہ) (احکام حج،ص:۹۶-۹۷،مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۱۱۱-۱۱۲)

احرام کھولتے ہوئے کتنے بال کٹائے:

سوال: جوعمرہ کرکے حلق کروانے کے بجائے سر کے تین جانب سے ایک ایک انچ بال کتروالے تو کیااس کاعمرہ مکمل ہوگیا؟ اورایسی صورت میں کیااس پر دم واجب ہوگا؟ اورکیاانڈیا آنے کے بعدادا کیاجاسکتاہے؟ (خلیل احمد،کلکتہ)

الجواب ــــــــــــــــــ

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک احرام سے حلال ہوتے ہوئے کم سے کم سر کے ایک چوتھائی بال کا کٹانا، یامونڈانا ضروری ہے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ پورے سر کا بال مونڈایا، یا کٹایا جائے، آپ نے ایک ایک انچ بال جوتین طرف سے کٹوائے ہیں، اگر وہ چوتھائی سر کے بال کی مقدار ہوجاتے ہوں، تب تو ٹھیک ہے، ورنہ آپ کو دم کے طور پر ایک بکرا ذبح کرنا ہوگا اور بکرا حدودحرم میں ہی دینا ہوگا، ہندوستان میں دینا کافی نہیں۔

”وأما مكان ذبح الهدى فا لحرم عند نا ،وأما لكان هٰذا الدم:فالحرم لا يجوز فى غيره لقوله تعالٰى:و الهدى معكوما أن يبلغ محله“. (۱)(کتاب الفتاویٰ:۴/۷۹)

دوران حج بیہوش ہوجائے:

سوال: دوران حج اگر کوئی حاجی بے ہوش ہوجائے اورایام حج کے بعداسے ہوش آئے تو چھوٹے ہوئے فرائض حج وسنن اورمراسم حج کیسےادا کرے؟ (قاری محمد سراج الدین، جدید ملک پیٹ)

الجواب

افعال حج تین طرح کے ہیں: ارکان، واجبات اورسنن وآداب۔وقوف عرفہ اورطواف زیارت رکن ہے،صفا اور مروہ کے درمیان سعی، وقوف مزدلفہ، رمی، بال منڈانا، یا کٹانا،طواف وداع اورقران وتمتع کرنے والوں کے لیے قربانی واجب ہے اور کچھ چیزیں سنن وآداب کے قبیل سے ہیں، اگر فرائض چھوڑ دے تو حج ہی فوت ہوجائے گا، واجبات چھوڑ دے تو دم کے ذریعہ اس کی تلافی ہوسکتی ہے،سنن وآداب چھوٹ جائیں تو کچھ حرج نہیں، نہ دم واجب ہوگا اور نہ حج سے محرومی ہوگی، یہ حج کے سلسلہ میں عام اصول ہے۔(۲)

لیکن جو شخص بے ہوش ہوجائے، ظاہر ہے کہ وہ معذور ہے اور معذور کے لیے شریعت میں نسبتاً رعایتیں ہیں؛اس لیے ایسے شخص کے لیے یہ حکم ہے کہ وقوف عرفہ تو اسی حال میں کرادیا جائے؛ کیوں کہ وقوف عرفہ کے لیے نیت ضروری نہیں اوریہی حج کا رکن اعظم ہے، باقی افعال کے لیے دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ اسی حالت میں ڈولی پر اس کو طواف اور سعی کرادیا جائے۔دوسری صورت یہ ہے کہ رفقا میں سے کوئی اور شخص اس کی طرف سے ان افعال کو انجام دے۔فقہا نے دونوں صورتوں کا ذکر کیا ہے، رمی اور قربانی اس کی طرف سے نیابۃً کی جاسکتی ہے،اس طرح ان شاء اللہ اس کا حج ادا ہوجائے گا۔(۳) واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ:۴/۸۰)

محرم مینڈک کو مار ڈالے تو کیا حکم ہے:

سوال: **عن أبى هريرة المكى عن جابربن عبد الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:من قتل ضفدعا فعليه شاة محرماً كان أوحلالاً .**(۴) آیا در قتل ضفدع شاۃ واجب است، یانہ؟(۵)

---

(۱) بدائع الصنائع، كتاب الحج: ۲/۱۷۹

(۲) الفتاوٰى الهندية، كتاب الحج : ۱/۲۲۰

(۳) الفتاوى الهندية: ۱/۳۶_۲۳۵

(۴) مسند أبى حنيفة روايةً الحصكفى ، كتاب الأطعمة والأشربة والشرب والضحايا، رقم الحديث: ۵، ط:الآداب مصر، انيس)(مشكاة، كتاب الصيد والذبائح، باب ما يحل أكله وما يحرم أكله، انيس)

(۵) ترجمہ: کیا مینڈک کو مارنے پر بکرا ذبح کرنا واجب ہے، یا نہیں؟ انیس

الجواب

قال فی الدرالمختار: قوله (فإن قتل محرم صيداً) أی حيواناً برياً متوحشاً بأصل خلقته. واحترز به عن البحری وهو ما يكون توالده فی الماء مثواه ولو كان فی البر؛ لأن التوالد أصل والكينونة بعده عارض ككلب الماء ولضفدع المائی كما قيده فی الفتح قال: ومثله السرطان والتمساح والسلحلفاة البحری يحل اصطياده للمحرم بنص الآية وعمومها متناول لغير المأكول منه وهو الصحيح خلافاً لما فی مناسك الكرمانی من تخصيصه بالسمك خاصة أما البری فحرام مطلقاً، إلخ. (۱)

پس معلوم شد کہ صحیح عندالحنفیہ این است کہ ضفدع مائی درعموم آیت ﴿أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم﴾ (الآية) داخل است درقتل آں شاۃ واجب نیست ولعل الحديث محمول على البری. فقط (۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۵۳)

عورتوں کی طرف سے اگر مرد حالت مجبوری میں رمی جمار کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے رمی جمرات ثلاثہ ۱۲/تاریخ کو عورتوں کی طرف سے وکالۃً کی؛ کیوں کہ قافلہ چل رہا تھا، عورتوں کا رمی کرنا بہت دشوار تھا، یہ رمی صحیح ہوئی، یا نہیں؟ بحالت عدم صحت دم واجب ہے، یا نہیں؟

محرم چشمہ لگا سکتا ہے یا نہیں:

سوال: محرم چشمہ لگا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) رمی جمار واجب ہے اور ترک واجب اگر بسبب کسی عذر کے ہو تو اس میں کچھ نہیں۔

وكذا كل واجب إذا تركه بعذر لاشیء عليه، كما فی البحر. (۳)

پس اس صورت میں بسبب عذر ازدحام عورتوں کی رمی ترک ہوئی تو اس میں دم واجب نہ ہوگا۔

(۲) لگا سکتا ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۵۳-۵۵۴)

---

(۱) رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۳/۵۹۵-۵۹۶، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ پانی کے مینڈک کے مارنے سے بکرا واجب نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم﴾ (الآية) (سورة البقرة: ۹۶، انيس)

(۳) ردالمحتار وهٰكذا فی باب المناسك وغيره) (لو ترك شيئاً من الواجبات بعذر لا شئ عليه علىٰ ما فی البدائع. (ردالمحتار، باب الجنايات: ۲/۲۷۵، ظفير)

(۴) فجملة الكلام فيه أن محظورات الاحرام فی الأصل نوعان لا يوجب فساد الحج ونوع يوجب فساد الحج أما الذی لايوجب فساد الحج فأنواع بعضها يرجع إلى اللباس وبعضها يرجع إلى الطيب وما يجری مجراه من إزالة الشعث وقضاء التفث وبعضها يرجع إلىٰ توابع الجماع وبعضها يرجع إلى الصيد. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، بيان مايحظره الإحرام: ۳/۲۰۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

حالت احرام میں انجکشن:

سوال: حاجی حالت احرام میں انجکشن لگوا سکتا ہے، یا دوسرے کے لگا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہاں، حاجی حالت احرام میں انجکشن خود بھی لگا سکتا ہے اور دوسرے کے بھی لگا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

بوٹ پہننے سے محرم پر دم آتا ہے، یا نہیں:

سوال: محرم نے اگر بوٹ پہنا اور کعبین چھپے رہے تو دم جنابت لازم آئے گا، یا نہیں؟ اگر جنایات متعدد ہوں تو ایک دم آئے گا، یا متعدد لازم ہوں گے؟

الجواب

اس صورت میں اس کے ذمہ دم جنایت لازم ہے؛ لیکن جنایات میں تداخل ہو کر صرف ایک دم آئے گا، جس کا حرم میں ذبح ہونا ضروری ہے، اگر اب خود نہیں جا سکتا تو کسی حج میں جانے والے کو اپنا وکیل بنادے، وہ خرید کر ذبح کردے گا۔ بدائع میں ہے:

إذا لبس المخيط من قميص أوجبة ... أوخفين أوجوربين من غيرعذروضرورة يوماً كاملاً فعليه الدم لايجوزغيره؛ لأن لبس أحد هٰذه الأشياء يوماً كاملاً ارتفاق كامل فيوجب كفارة كاملة وهي الدم. (۱)

وفيه أيضاً: ولهٰذا لم يجز الدم الا بمكة ... وانما عرف اختصاص جوازالذبح بمكة بالنص وهو قوله تعالىٰ ﴿حتىٰ يبلغ الهدى محله﴾ (الآية). (۲)

وفي شرح اللباب للناسک لملا على قاری فی شرائط جواز الدم: والثالث ذبحه في الحرم بالاتفاق سواء وجب شكراً أوجبراً.

وفي الدرالمختار: (والزائد) علىٰ اليوم (كاليوم) وان نزعه ليلاً وأعاده نهاراً ... ما لم يعزم على الترک)، إلخ. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵۳/۶-۵۵۵)

رمی، ذبح اور حلق سے پہلے طواف زیارت کرلے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی شخص ازدحام کی وجہ سے دسویں ذی الحجہ کو رمی ذبح اور حلق سے پہلے طواف زیارت کرلے تو کیا

---

(۱) بدائع الصنائع، كتاب الحج: ۲۱۱/۳، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) بدائع الصنائع، فصل وأما بيان ما يحظره الاحرام: ۲۱۳/۳-۲۱۴، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۳) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۵۷۷/۳-۵۷۸، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

حکم ہے؟ کیا اس پر دم لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

طواف زیارت کو رمی، ذبح اور حلق کے بعد کرنا سنت ہے، واجب نہیں ہے، لہذا اگر کوئی شخص رمی، ذبح اور حلق سے پہلے طواف زیارت کرلے تو اس پر دم لازم نہ ہوگا؛ مگر خلاف سنت اور مکروہ ہوگا۔

شامی میں ہے:

وأما الترتيب بينه (أي بين طواف الزيارة)وبين الرمي والحلق فسنة. (شامی: ۲/ ۲۵۰، مطلب طواف الزيارة)

عمدۃ الفقہ میں ہے:

(فائدہ) طواف زیارت اور رمی وحلق میں ترتیب؛ یعنی طواف زیارت کا ان دونوں کے بعد واقع ہونا اور اسی طرح طواف زیارت وحلق میں ترتیب؛ یعنی حلق کے بعد ہونا سنت ہے، واجب نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے رمی اور حلق سے پہلے طواف زیارت کرلیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے، البتہ اس نے سنت کی مخالفت کی؛ اس لیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ الفقہ: ۴/ ۲۵۳، طواف زیارت)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: طواف زیارت کو رمی اور حجامت کے بعد کرنا سنت ہے، واجب نہیں ہے۔ (معلم الحجاج: ۱۹۵، طواف زیارت)

اس موقعہ پر ازدحام عذر نہ ہونا چاہیے؛ اس لیے کہ طواف زیارت دسویں ذی الحجہ کے بعد گیارہویں اور بارہویں کو بھی ہوسکتا ہے۔

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: طواف زیارت کا اول وقت دسویں کی صبح صادق سے ہے، اس سے پہلے جائز نہیں اور آخر وقت باعتبار وجوب کے ایام نحر (یعنی: ۱۰، ۱۱، ۱۲/ ذی الحجہ) ہیں، اس کے بعد اگر کیا جائے گا تو صحیح ہوجائے گا؛ لیکن دم واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج، ص: ۱۰۷)

طواف زیارت حج کا رکن اعظم ہے، بارہویں ذی الحجہ تک اس کی ادائیگی کا وقت ہے؛ اس لیے ازدحام کا بہانہ بنا کر مؤخر کی چیز کو مقدم کر کے کراہت کا ارتکاب کرنا حاجی کے شایان شان نہیں ہے، حتی المقدور تمام ارکان سنت طریقہ کے مطابق ہی ادا کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ ۱۰۳-۱۰۴)

منی سے اٹھا کر کنکریاں مارے تو کیا دم لازم ہوگا، یا نہیں:

سوال: اگر حاجی سنگریزہ مزدلفہ سے نہیں لائے؛ بلکہ منی سے اٹھا کر مارتے ہیں تو دم لازم آتا ہے، یا نہیں؟

رمی خلاف ترتیب ہونے پر دم آتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر رمی جمار ترتیب وار نہیں کی تو دم لازم آوے گا، یا نہیں؟

تیسرے دن جمار نہ کرنے پر دم آتا ہے، یا نہیں:

سوال: تیسرے دن رمی جمار نہ کرنے سے دم لازم آتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) سنگریزے اگر مزدلفہ سے نہیں لایا؛ بلکہ منی سے اٹھا کر رمی کیا تو اس دم لازم نہیں آیا؛ لیکن اگر جمرہ کے پاس سے اٹھائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔(۱)

(۲) اور رمی جمرہ اگر ترتیب وار نہیں کی، تو اس میں ترک سنت ہوا، اس میں دم لازم نہیں ہے۔(۲)

(۳) اسی طرح ۱۳/ذی الحجہ کی رمی کو چھوڑنے سے دم لازم نہیں آتا، وفیہ تفصیل مذکور فی کتب الفقہ۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۵۵۵-۵۵۶)

شدت مرض کی وجہ سے طوافِ زیارت نہ کرسکا اور گھر آ گیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے ایک عزیز نے حج مکمل کرلیا، صرف طواف زیارت باقی تھا کہ ایسے سخت بیمار ہوئے کہ ہسپتال والوں نے بھی اجازت نہیں دی، پندرہ روز کے بعد ہسپتال سے سیدھے ایئرپورٹ لا کر ہوائی جہاز میں بٹھادیا اور گھر لے آئے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ اس مجبوری کی وجہ سے طواف زیارت ۱۲/تاریخ سے مؤخر بھی ہوا اور چھوٹ بھی گیا، کیا صرف دم دینے سے تاخیر اور ترک طواف زیارت کا کفارہ ہو جائے گا اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جائیں گے، یا شرعاً کیا شکل ہوگی؟

---

(۱) ویستحب أن یأخذ حصٰی الجمار من المزدلفة أومن الطریق ولا یرمی بحصاة أخذها من عند الجمرة فإن رمٰی بها جازوقد أساء، کذا فی السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج: ۱/۲۳۳، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۲) (الثانی عشر) أنه فی الیوم الأول یرمی جمرة العقبة لاغیروفی بقیة الأیام یرمیها یبدأ بالأولٰی ثم بالوسطٰی ثم بجمرة العقبة، کذا فی المحیط وان بدأ فی الیوم الثانی بجمرة العقبة ،کذا فی المحیط وان بدأ فی الیوم الثانی بجمرة العقبة فرماها ثم بالوسطٰی ثم بالتی تلی المسجد إن أعاد الوسطٰی والعقبة فحسن، کذا فی المحیط، وجل رمی فی الیوم الثانی الجمرة الوسطٰی والثالثة ولم یرم الأولٰی فإن رمٰی الأولٰی ثم أعاد علی الثانیة فحسن مراعاة للترتیب وإن رمٰی الأولٰی وحدها أجزأه عندنا،إلخ. (الفتاوٰی الهندیة، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج: ۱/۲۳٤، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

باسمه سبحانه تعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

طواف زیارت کا شریعت میں کوئی بدل نہیں اور جب تک حاجی طواف زیارت نہ کرلے، اس وقت تک ازدواجی تعلق اس کے لیے حرام رہتا ہے اور طواف زیارت کئے بغیر جتنی مرتبہ بیوی سے جماع کرے گا۔ جنایت میں ایک دم واجب ہوتا رہے گا، الا یہ کہ اگر کسی جماع سے رفض احرام کی نیت کرلے تو اس کے بعد ہونے والے جماع سے مزید کوئی دم نہ ہوگا؛ لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وہ اپنی دانست میں یہ سمجھتا ہو کہ رفض احرام کی وجہ سے احرام کی پابندی ختم ہوجاتی ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا رمى وحلق وذبح، فقد حل له كل شيء إلا النساء . (سنن أبی داؤد، رقم: ۱۹۷۸، سنن الدار قطنی، کتاب الحج: ۲۴۲/۲، رقم: ۲۶۶۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا رميتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لكم كل شيء إلا النساء ، وحل لكم الثياب والطيب. (سنن أبی داؤد رقم: ۱۹۷۸، سنن الدار قطنی، کتاب الحج: ۲۷۳/۲، رقم: ۲۶۶۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

ولو لم يطف أصلاً لايحل له النساء، وإن طال ومضت سنون بإجماع. (غنية الناسک: ۱۷۷، کراتشی)

ولو ترک طواف الزيارة كله أوأكثره فهو محرم أبداً فی حق النساء حتیٰ يطوف فكلما جامع لزمه دم إذا تعدد المجلس إلا أن يقصد الرفض فلا يلزمه باثانی شیء فعليه حتما أن بذلک الإ حرام، ويطوفه ولا يجزى عنه البدل أصلاً. (غنية الناسک، الفصل السابع فی ترک الواجب فی أفعال الحج كالطواف والسعی، الخ: ۲۷۲، کراتشی)

ثم نية الرفض إنما تعتبرفی اتحاد الجزاء ممن زعم أنه يخرج منه بهذا القصد لجهالة مسألة عدم الخروج، وأما من علم أنه لايخرج منه بهٰذا القصد، فإنها لا تعتبر منه، وكذا ينبغی أن لا تعتبرمنه إذا كان شاكا فی المسألة أو ناسياً لها. (غنية الناسک: ۲۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۱۳/۷)

وجوب دم کے باوجود بلا ذبح ہندوستان چلا آئے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی حج کرنے والا باوجود ذبح جانور کے واجب ہونے کے قربانی کیے بغیر ہندوستان چلا آیا تو کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ

حامداً ومصلياً ومسلماً:

جانور ذبح کرنے کے اسباب وجوب میں سے ایک سبب ایام نحر ہیں، جس کے شرائط یہ ہیں: اسلام، عقل،

بلوغ، حریہ، اقامت حاجات اصلیہ کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اس کی قیمت کا مالک ہونا، قربانی کے وجوب کے لیے حولانِ حول اور نموشرط نہیں۔

سبب ثانی فقیر کا جانور کو قربانی کی نیت سے خرید لینا ہے، سبب ثالث نذر ہے، اگر ان اسباب ثلثہ مذکورہ میں سے کسی سبب کی وجہ سے قربانی واجب ہوئی اور جانور خرید لینے کے بعد بھی قربانی نہ کرسکا تو جانور کو زندہ صدقہ کرنا واجب ہے، ورنہ متوسط جانور کی قیمت کا تصدق بہتر ہے اور اعلیٰ جانور کی قیمت کا صدقہ اور افضل ہے۔

کما فی الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار (۲۰٤/۵): وتصدق بقیمتها غنی شراها أولا لتعلقها بذمته شراها أولا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزئ فیها.

وفی الشامی: وأقول ذکر فی البدائع: أن الصحیح أن الشأةالمشتراة للأضحیة إذا لم یضح لها حتیٰ مضی الوقت یتصدق الموسر بعینها حیة کالفقیر بلا خلاف بین أصحابنا فإن محمدا قال: وهذا قول أبی حنیفة وأبی یوسف و قولنا،الخ وتمامهٗ فیه.

وأیضاً فی الشامی: أن المراد إذا لم یشترها قیمة شاة تجزئ فی الأضحیة کما فی الخلاصة وغیرها قال القهستانی: أوقیمة شاة وسط کما فی الزاهدی والنظم وغیره.

وفی الهندیة (۲۹٦/۵) وإن کان من لم یضح غنیا ولم یوجب علیٰ نفسهٖ شاةً بعینها تصدق بقیمة شأة اشتریٰ أولم یشتر، کذا فی العتابیة.

ذبح حیوان کے وجوب کا سبب رابع جنایت ہے: یعنی ایسے فعل کا ارتکاب ہے، جو احرام یا دخول فی الحرم کی وجہ سے حرام ہوا ہو، ایسی صورت میں جانور ذبح کیے بغیر ہندوستان چلا آئے تو یا خود حرم میں ایک جانور ذبح کرے، یا کسی کے ذریعہ کرائے، ایام نحر کا ہونا ضروری نہیں۔

کما فی الهدایة (۲۸۱/۱): ولا یجوز ذبح الهدایا إلا فی الحرم لقولهٖ تعالیٰ فی جزاء الصید ﴿هدیا بالغ الکعبة﴾ فصار أصلاً فی کل دم هو کفارة.

ذبح حیوان کے وجوب کا پانچواں سبب حج تمتع، چھٹا سبب حج قران ہے، اگر ان دو اسباب وجوب میں سے کسی سبب سے دم واجب ہوا اور جانور ذبح کرنے کی استطاعت نہیں تھی تو حج قران، یا تمتع کا احرام باندھنے سے لے کر اشہر حج میں یوم النحر یعنی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے پہلے پہلے تین روزہ رکھنا واجب ہے۔ ساتویں، آٹھویں، نویں کو یہ تینوں روزے رکھنا افضل ہے، بشرطیکہ روزوں کی وجہ سے افعال حج کی ادائے گی میں کمزوری کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ پہلے ہی رکھنا بہتر ہے اور سات روزے حج سے فراغت کے بعد واجب ہیں، جب چاہے رکھے۔

لقوله تعالیٰ ﴿فمن لم یجد فصیام ثلٰثة أیام فی الحج وسبعة إذا رجعتم تلک عشرة کاملة﴾ (سورة البقرة: ۱۹٦)

پھر اگر قربانی کے دنوں ؛یعنی دسویں، گیارہویں، بارہویں میں حلق، یا قصر کرانے سے پہلے ذبح پر قدرت ہوگئی تو ذبح واجب ہے، روزے بدل نہ ہوسکیں گے؛ لیکن اگر عدم استطاعت کی صورت میں ایام نحر سے قبل تین روزے نہ رکھے، یا جانور ذبح کرنے کی استطاعت تھی، یا ایام نحر میں حلق، یا قصر سے پہلے استطاعت ہوگئی اور ذبح کئے بغیر حلال ہوگیا تو اس پر دو دم واجب ہیں: ایک دم شکر، دوم دم تحلل قبل الوقت۔

کما فی الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار (۱۹۳/۲):فإن فاتت الثلثة تعين الدم فلولم يقدرتحلل وعليه دمان ولو قدرعليه فی أيام النحر قبل الحلق بطل صومهٗ. وفی الشامی:(قوله: وعليه دمان) أی دم التمتع ودم التحلل قبل أوانه.

اور یہ دونوں دم یا تو خود حرم میں ذبح کرے، یا کسی کے ذریعہ سے کرائے، ایام نحر ضروری نہیں ؛ کیوں کہ حج میں کسی جنایت کی وجہ سے جو دم واجب ہوتا ہے، وہ دم کفارہ ہوتا ہے اور دم کفارہ کے لیے کلی حکم یہ ہے کہ مکان یعنی حرم شرط ہے، زمان یعنی ایام نحر شرط نہیں، جیسا کہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ بالا سے یہ قاعدہ واضح ہے اور قبل الوقت حلال ہونے کا جنایت ہونا تو ظاہر ہے، لہٰذا اس کی وجہ سے جو دم واجب ہوگا، وہ دم کفارہ ہوگا۔ باقی رہا دم تمتع تو اس میں کفارہ کی شان بایں سبب ہے کہ حج تمتع میں حج کا احرام میقات سے نہیں باندھا جاتا اور یہ ایک نقص وخلل ہے، جس کی تلافی دم تمتع سے کی جاتی ہے اور جو دم جبر وتلافی کے لیے ہو، وہ دم کفارہ ہے۔

كما قال الآلوسی فی الروح(۸۲/۲): تحت قوله فمن تمتع بالعمرة إلی الحج فما استيسر من الهدی،الفاء واقعة فی جواب(من)أی فعليه دم استيسرعليه بسبب التمتع فهودم جبران؛لأن الواجب عليه أن يحرم للحج من الميقات فلما أحرم لامن الميقات أورث ذلک خللاً فيه فجبر بهٰذا الدم ومن ثم لا يجب علی المکی ومن فی حکمهٖ.

اور حج قران میں ایک ہی احرام سے عمرہ اور حج دونوں ادا کیے جاتے ہیں، حالانکہ قیاساً ہر ایک کے لیے مستقل احرام ہونا چاہیے تھا تو احرام قران میں بھی خلل ونقص آیا، جس کی تلافی دم قران سے کی جاتی ہے تو دم قران بھی دم کفارہ ہوا۔ احکام القرآن میں بھی تصریح ہے کہ جس دم کا وجوب احرام کی وجہ سے ہو، اس کے لیے حرم شرط ہے۔

ومن جهة النظر لما اتفقوا فی جزاء الصيد أن محله الحرم وأنه لا يجز ئ فی غيره وجب أن يكون كذلک حكم كل دم تعلق وجوبه بالإحرام والمعنی الجامع بينهما تعلق وجوبهما بالإحرام.

اور دم تمتع وقران میں گو ایام نحر شرط ہیں؛ مگر ایام نحر کے گزر جانے کے بعد توقیت زمانی ختم ہوگئی، صرف توقیت مکانی باقی رہی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۲/۱/۳/۱۴۰۳ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۶/۳)

حائضہ عورت بغیر طواف زیارت کئے وطن آ گئی، وہ کیا کرے:

سوال: حیض کی وجہ سے کوئی عورت طواف زیارت نہیں کر سکی اور واپس آ گئی تو اس کا حج ہوا، یا نہیں؟ بعد میں جا کر صرف طواف زیارت کر لے؟ یا پھر سے حج کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت حیض کی حالت میں ہو تو وہ طواف زیارت کے سوا حج کا ہر عمل ادا کر سکتی ہے، حیض سے پاک ہو کر طواف زیارت کر لینا چاہیے اور اگر اس عذر کی وجہ سے طواف زیارت ۱۲؍ویں ذی الحجہ کے بعد کرے تو اس پر دم بھی لازم نہ ہوگا۔ (معلم الحجاج، ص:۱۹۶) جب تک طواف زیارت نہیں کرے گی، حج مکمل نہ ہوگا اور اپنے شوہر کے لیے حلال بھی نہ ہوگی، اس صورت میں دوبارہ پورا حج کرنا ضروری نہیں ہے، اسے چاہیے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور عمرہ سے فارغ ہو کر طواف زیارت کر لے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، فتاویٰ رحیمیہ اردو: ۵؍۲۲۷-۲۲۸) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸؍۱۱۲)

عورتیں ہجوم کی وجہ سے وقوف مزدلفہ نہ کر سکیں تو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: ہم لوگ حج کے لیے گئے تھے، کچھ مستورات بھی ہمارے ساتھ تھیں۔ وقوف عرفات کے بعد ہم لوگ وقوف مزدلفہ کی نیت سے مزدلفہ روانہ ہوئے، جب مزدلفہ پہنچے تو وہاں بہت ہی زیادہ ازدحام تھا، باوجود کوشش کے ہمیں کوئی جگہ وقوف کے لیے نہیں ملی، جہاں ٹھہرنے کا ارادہ کرتے، لوگ کہتے کہ یہ ہماری جگہ ہے اور دوسری طرف پولیس بھی مزاحمت کرتی اور ہم لوگ جہاں ٹھہرنا چاہتے پولیس انکار کر دیتی، اس وجہ سے ہم لوگ بہت پریشان ہوئے اور مجبور ہو کر ہم لوگ منی چلے گئے، وہاں مستورات کو چھوڑ کر ہم لوگ مزدلفہ واپس آئے اور الحمد للہ جو وقوف مزدلفہ کا وقت ہے، اس وقت ہم نے وقوف کیا۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ ہجوم اور جگہ نہ ملنے کی وجہ سے عورتیں وقوف مزدلفہ نہ کر سکیں تو اب ان کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ان پر دم لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورتیں ہجوم اور جگہ نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً منی چلی گئیں اور وقوف کا جو وقت ہے (صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک) اس وقت وقوف مزدلفہ نہ کر سکیں تو اس کی وجہ سے ان پر دم لازم نہ ہوگا، مرد اگر منی سے آ کر وقوف مزدلفہ نہ کرتے تو ان پر دم لازم آتا۔

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھہرے تو اس پر دم واجب نہ ہوگا اور مرد اگر ہجوم کی وجہ سے نہ ٹھہرے گا تو دم واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج، ص:۱۸۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸؍۱۰۳)

وقوف عرفہ کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے انتقال ہوگیا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص پر حج فرض تھا اس بنا پر وہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے گیا، وقوف عرفہ کے بعد اس شخص کا انتقال ہوگیا، طواف زیارت نہ کرسکا اور اسی طرح وقوف مزدلفہ اور رمیٔ جمار نہ کرسکا تو اب کیا حکم ہے؟ کیا ان کے لیے علاحدہ دم لازم ہوگا؟ مفصل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس سال حج فرض ہوا، اگر اسی سال حج کے لیے گیا ہو تو دم وغیرہ کی وصیت لازم نہیں ہے اور اگر اسی سال نہ گیا ہو؛ بلکہ ایک دو سال تاخیر کر کے گیا ہو اور وقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت کرنے سے پہلے انتقال ہوگیا تو اس پر بدنہ (یعنی بڑا جانور اونٹ یا گائے) ذبح کرنے کی وصیت لازم ہے اور یہ بدنہ وقوف مزدلفہ رمیٔ جمار طواف زیارت سب کے لیے کافی ہوجائے گا، وقوف مزدلفہ اور رمی وغیرہ کے ترک سے علاحدہ دم لازم نہ ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور ورثا اپنی طرف سے یہ کام انجام دیں تو ان شاء اللہ مقبول ہوجائے گا اور یہ بدنہ حرم ہی میں ذبح کیا جائے۔

زبدۃ المناسک میں ہے:

مسئلہ: اور اس طواف (زیارت) کی مفسد کوئی شئی نہیں (سوائے مرتد ہونے کے)؛ مگر بعد وقوف عرفہ کے مرجائے اور وصیت کرجائے کہ میرا حج تمام کردینا تو گائے، یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج تمام ہوجائے گا۔ (زبدہ)

اور وہ بدنہ بقیہ اعمال حج جیسے وقوف مزدلفہ اور رمی جمار اور طواف زیارت اور طواف وداع کے لیے کافی ہوجائے گا۔ (لباب وغنیۃ)

مسئلہ: اور جو شخص حج فرض ہونے کے سال بلا تاخیر حج کے لیے آیا اور وقوف عرفات کے قبل یا بعد مرگیا تو اتمام حج اس پر لازم نہ ہوگا، بہ سبب نہ پائے جانے وقت کے اور بعد وقوف کے مرگیا تو گائے اور اونٹ کا بدنہ دینا اتمام کے لیے بھی لازم نہیں ہوتا، لقوله عليه السلام: من وقف بعرفة فقد تم حجه. (عینی) جس نے وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج تمام ہوگیا، بخلاف اس شخص کے کہ جس پر حج فرض ہوا ہو، پھر وہ پہلے ہی سال حج کو نہ آیا ہو؛ بلکہ دو تین سال تاخیر کر کے آیا اور بعد میں مرا تو وصیت بدنہ کی اتمام حج کے لیے لازم ہوگی۔ (شامی) (زبدۃ المناسک: ۱/۱۸۰-۱۸۱)

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: یہ طواف (زیارت) کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتا اور فوت بھی نہیں ہوتا؛ یعنی تمام عمر میں ہوسکتا ہے، البتہ ایام نحر میں کرنا واجب ہے، اس کے بعد دم واجب ہوتا ہے اور یہ طواف لازمی ہے اس کا بدل کچھ نہیں ہوسکتا، سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کے بعد طواف سے پہلے مرجائے اور حج کے پورا کرنے کی وصیت کرجائے کہ میرا حج پورا کردینا تو ایک گائے، یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج پورا ہوجائے گا اور وقوف مزدلفہ ورمی وسعی کے ترک سے کوئی دم اس پر واجب نہ ہوگا۔

حاشیہ میں ہے:

یہ اتمام اس وقت واجب ہے، جب کہ حج کے واجب ہونے کے بعد دوسرے، یا تیسرے سال حج کو آیا ہو، اگر پہلے ہی سال حج واجب ہوتے ہی حج کو آیا تو اتمام واجب نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے وقت کے، اگر چہ وقوف کے بعد مرا ہو، **لقولہ علیہ السلام: "من وقف بعرفة فقد تم حجه"** (۱) بخلاف اس شخص کے جو حج فرض ہونے کے بعد دوسرے، یا تیسرے سال تاخیر کر کے حج کو آیا ہو، اس کو قبل یا بعد وقوف کے مرنے کے وقت وصیت اتمام واجب ہوگی۔ (معلم الحجاج، ص: ۱۹۵، طواف زیارت)

عمدۃ الفقہ میں ہے:

مگر ایک صورت میں یعنی جب کہ وقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت سے پہلے مرجائے اور حج پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو اس کے طواف زیارت کے لیے بدنہ ذبح کرنا واجب ہے اور اس کا حج جائز ہے؛ یعنی اس کا حج صحیح ومکمل ہوجائے گا۔ پس جب کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کرنے کے بعد مر گیا تو اس کے بعد جملہ افعال؛ یعنی وقوف مزدلفہ ورمیٔ جمار وطواف زیارت وطواف صدر کی تلافی کے لیے ایک بدنہ ذبح کرنا واجب ہوگا۔ (عمدۃ الفقہ، کتاب الحج، ص: ۲۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

یکم محرم الحرام ۱۴۰۵ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۰۲-۱۰۳)

طوافِ زیارت سے پہلے اگر انتقال ہوجائے تو حج کی تکمیل کیسے ہوگی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ از راہِ کرم حسبِ ذیل مسئلہ میں شرعی احکام سے روشناس فرمائیں۔ امسال ایک قافلہ حیدر آباد سے حج کے لیے روانہ ہوا، جس میں ایک ضعیف العمر خاتون جن کی عمر ۷۰ ر سال سے متجاوز اور ضیق النفس (دمہ) کی مریضہ تھیں۔ دورانِ ایام حج بارش اور سخت سردی کی وجہ سے شدید متاثر ہوگئیں۔ الحمد للہ وقوف عرفہ اور مزدلفہ پورا ہوا، بوجہ پیرانہ سالی اور تنفس کی شدت کی وجہ سے بذریعہ اجازت وکیل رمی جمرات کا عمل پورا ہوا، بعد ازاں قربانی اور بال کاٹنے کے بعد احرام سے باہر آ گئیں، چوں کہ مرض شدت اختیار کر گیا تھا، جس کی وجہ سے طواف زیارت ۱۲ ر ذی الحجہ کے غروب سے قبل نہ ہوسکا، چوں کہ شدید مرض کی وجہ سے شرعی اجازت ہے، اس خیال سے صحت ہونے کے بعد طواف زیارت کرادیں گے، یہ بات سوچی گئی؛ لیکن

---

(۱) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسِ بْنِ أَوْسِ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ لَامٍ الطَّائِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِينَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي جِئْتُ مِنْ جَبَلَيْ طَيِّءٍ أَكْلَلْتُ رَاحِلَتِي، وَأَتْعَبْتُ نَفْسِي، وَاللَّهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ، فَهَلْ لِي مِنْ حَجٍّ؟فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هَذِهِ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتَّى نَدْفَعَ وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذَلِكَ لَيْلًا، أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ أَتَمَّ حَجَّهُ، وَقَضَى تَفَثَهُ. (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۸۹۱، انیس)

۱۲/ذی الحجہ کو شام کے وقت مرض شدت کر گیا اور ہسپتال لے جانے کے دوران ہی راستہ میں انتقال کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ (آمین، ثم آمین)

اس تفصیل کے بعد دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان خاتون کے حج کی تکمیل کے لیے چوں کہ طواف زیارت نہ کر پائیں، کیا بدنہ قربانی دینا ضروری ہے، یا نہیں؟ ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتوی دیں:

(۱) موصوفہ نے حج کے تکمیل کرنے کی وصیت نہیں کی، چوں کہ وہ دینی مزاج کی حامل بھی نہیں تھیں اور انہیں اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ ایسے وقت میں تکمیل حج کی وصیت کرنا چاہیے؟

(۲) موصوفہ پر اسی سال حج فرض نہیں ہوا؛ بل کہ حج فرض ہوئے کئی سال ہو چکے تھے، بقول ورثہ کے زندگی میں دو مواقع ایسے آئے کہ ان اوقات میں وہ کرنا چاہتی تو کرسکتی تھیں؛ لیکن ان سے اس سلسلہ میں تساہل ہوا۔

(۳) اس سلسلہ میں ایک وارث بخوشی اپنی رقم سے بدنہ کی قربانی موصوفہ کی طرف سے دینے کے لیے تیار ہے؛ لیکن باقی رشتہ دار انہیں منع کر رہے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے، جب کہ احکامات یہ ہیں:

مسئلہ: کوئی شخص وقوفِ عرفہ کے بعد طواف زیارت سے پہلے مر جائے اور حج پورا کرنے کی وصیت کر جائے کہ میرا حج پورا پورا کر دینا تو بدنہ؛ یعنی ایک گائے، یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج: ۱۷۹)

اور اسی صفحہ ۱۷۹ کے آخر حاشیہ میں یہ تفصیل موجود ہے:

جو شخص حج فرض ہونے کے بعد دوسرے تیسرے سال تاخیر کر کے حج کے لیے آیا ہو، اس کو قبل یا بعد وقوف کے مرنے کے وقت وصیت اتمام واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج: ۱۷۹، حاشیہ)

لیکن وصیت نہ کرنے کی وجہ نمبر (۱) میں لکھ دی گئی:

مسئلہ: اگر وارث بغیر وصیت کے جزا ادا کر دے تو ادا ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ: معلم الحجاج: ۲۲۶)

جواب سے جلد مطلع فرمائیں تو مہربانی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسئولہ صورت میں موصوفہ پر حج کی تکمیل کے لیے بدنہ دینے کی وصیت کرنا ضروری تھا، اگر انھوں نے کسی وجہ سے اس کی وصیت نہیں کی تو وارثین پر ان کے متروکہ مال میں سے بدنہ دینا لازم نہیں؛ لیکن اگر کوئی وارث بخوشی اپنی رقم سے ان کی طرف سے بدنہ دیدے تو ان شاء اللہ موصوفہ کا حج مکمل ہو جائے گا۔ (آپ نے معلم الحجاج کے حوالہ سے جو مسائل نقل کئے ہیں، ان سے بھی یہی بات مستفاد ہوتی ہے۔)

ولو مات قبل فعله قالوا يجب عليه الوصية ببدنة؛ لأنه جاء العذر من قبل من له الحق، وإن كان آثما بالتأخير. (غنیۃ الناسک: ۹۵، قدیم)

ولایجزی عنه البدل إلا إذا مات بعد الوقوف بعرفة وأوصٰی بإتمام الحج تجب البدنة لطواف الزیارة وجاز حجه .(غنیة الناسک: ۹۵،قدیم)

إذا مات بعد فرض الحج ولم یوص ، فحج رجل عن المیت من غیر وصیة، أو تبرع الورثة بذلک فحج عن أبیه، أو عن أمه حجة الإسلام من غیر وصیة أوصٰی بها المیت،قال أبوحنیفة، یجزئه ذلک إن شاء اللّٰه .(الممستفاد من المسالک في المناسک: ۲/ ۸۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۳/۱/۱۴۳۱ھ۔الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل: ۷/۴۱۵)

بیماری کی وجہ سے طواف زیارت نہ کرسکی تو حج مکمل ہونے کی کیا صورت ہے اور وہ شوہر کے لیے کب حلال ہوگی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل صورت میں: میاں بیوی نے حج کے لیے سفر کیا، وہاں پہنچ کر تمام ارکان (وقوف عرفہ ومزدلفہ اور منی کی رمی وغیرہ) بالترتیب ادا کرتے رہے؛ لیکن آخری رکن ''طواف زیارت'' بیوی نہ کرسکی۔سبب یہ ہوا کہ منی میں اس پر فالج کا سخت حملہ ہوا، دماغ پر بھی اس کا اثر ہوا، ڈاکٹر نے حالت دیکھ کر چلنے پھرنے سے بالکل منع کردیا تھا، چند دن وہاں علاج کرایا، اس کے بعد جب اپنے وطن کراچی لے جانے کا ارادہ کیا تو وہ حیض کی حالت میں تھی۔اس وجہ سے اس وقت بھی طواف زیارت نہ کرسکی اور اس وقت بھی اس کی حالت نازک تھی، جہاز میں بھی لیٹے لیٹے تین سٹ والی جگہ پر سفر کیا، اس وقت بھی کراچی میں وہ زیر علاج ہے اور اس کا شوہر مسقط میں ہے۔اب چند سوالات پیدا ہوتے ہیں، ان کا حل مطلوب ہے:

(۱) ایسی حالت میں اس کو احرام کی پابندی رہی، یا نہیں؟

(۲) اس کے حج کے مکمل ہونے کی کیا صورت ہے؟ اگر اس کے بجائے کسی اور کو بھیج دیں تو نیابت کافی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(۳) اگر اس کا شوہر کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہو تو وہ شوہر کے لیے حلال ہے، یا نہیں؟

(۴) اگر خدا نخواستہ عورت مدت دراز تک سفر پر قادر نہ ہو تو اس وقت تک زن وشوئی کے تعلقات چھوڑنا ضروری ہیں؟

(۵) اگر وہ تندرست ہوجائے اور مکہ مکرمہ جانے کا اتفاق ہوجائے تو مکہ مکرمہ احرام باندھ کر جائے، یا بغیر احرام کے؟ نیت کیا کرے؟ اگر حج کے زمانہ میں جانے کا اتفاق ہو تو اس وقت کیسا احرام باندھے؟ بینوا توجروا۔

(کراچی: ۲،۸/ربیع الاول ۱۳۹۸ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

جب کہ عورت وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ اور رمی وقربانی وقصر سے فارغ ہوچکی ہے تو ایسی حالت میں احرام کی

پابندی نہیں رہی، البتہ مرض کی وجہ سے طواف زیارت بارہ ذی الحجہ تک ادا نہ ہوسکا تو اس کے ذمہ دم واجب ہے اور بوقت سفر بھی حیض کی وجہ سے طواف سے محروم رہی تو جب تک طواف زیارت ادا نہ کرے گی، شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، ہمبستر ہوگی تو دم لازم ہوگا۔ اب اسے چاہیے کہ طواف زیارت ادا کرنے کے لیے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے، نیابت کافی نہیں، طواف زیارت کرے اور طواف عمرہ وسعی سے فارغ ہوکر بال کٹوا کر (قصر کروا کر) احرام کھول دے اور گرایام حج میں جانے کا اتفاق ہوتو طواف زیارت وعمرہ سے فارغ ہوکر نفل حج بھی کیا جاسکتا ہے اور اگر مکہ مکرمہ جانے کا موقع ہی نہ ملا تو اگر جس سال حج واجب ہو، اسی سال حج نہ کیا ہو؛ بلکہ تاخیر سے کیا ہوتو طواف زیارت کی وصیت کرنا لازم ہے، ورنہ نہیں۔

درمختار میں ہے:

(ولا احصار بعد ما وقف بعرفة) للا من من الفوات.

وفي الشامي: (قوله: ولا احصار) فلو وقف بعرفة ثم عرض له مانع لا يتحلل بالهدى بل يبقى محرماً في حق كل شيء إن لم يحلق أي بعد دخول وقته وإن حلق فهو محرم في حق النساء لا غير إلى أن يطوف للزيارة. (ردالمحتار: ۳۲۲/۲، باب الا حصار)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: طواف (طواف زیارت) کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتا اور فوت بھی نہیں ہوتا؛ یعنی تمام عمر میں ہوسکتا ہے، البتہ ایام نحر میں کرنا واجب ہے، اس کے بعد دم واجب ہوتا ہے اور یہ طواف لازمی ہے، اس کا بدل کچھ نہیں ہوسکتا، الخ۔ (ص:۱۹۵)

مسئلہ: طواف زیارت کے بعد عورت سے صحبت وغیرہ بھی حلال ہوجاتی ہے، اگر کسی نے یہ طواف نہ کیا تو اس کے لیے عورت سے صحبت وغیرہ حلال نہ ہوگی، اگرچہ سالہا سال گزر جائیں، طواف زیارت کرنے کے بعد حلال ہوگی۔ (معلم الحجاج، ص:۱۹۶)

زبدۃ المناسک میں ہے:

مسئلہ: اور یہ (طواف زیارت) خود کرنا فرض ہے اگرچہ کسی کی گود میں ہو، اس میں نیابت جائز نہیں ہے؛ مگر بے ہوش کے واسطے نیابت درست ہے۔ (زبدۃ المناسک: ۱۸۰/۱)

شامی میں ہے:

وكونه (أي طواف الزيارة) بنفسه ولو محمولاً فلا يجوز النيابة إلا لمغمى عليه. (ردالمحتار: ۲۵۰/۱، مطلب طواف الزيارة) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۵۱/۸-۵۳)

''مسائل ومعلومات حج وعمرہ'' نامی کتاب میں طوافِ زیارت سے متعلق چند مسئلوں کی تصحیح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کتاب ''مسائل ومعلومات حج

وعمرہ'' (مولف جناب محمد معین الدین احمد صاحب، کراچی) پاکستان کے نامی گرامی مفتی صاحبان سے تصدیق شدہ ہے۔۱۹۸۵ء سے مسلسل ہر سال پاکستان بھی بھی ہزاروں کی تعداد میں مختلف مقامات سے طبع ہوکر مفت تقسیم ہوتی ہے۔ الحمدللہ حاجیوں کی رہبری کے بڑی مفید ہے؛ تاہم اس کتاب میں دو مقامات پر مؤلف کتاب سے غلطی سرزد ہوئی ہے، جس کی اصلاح ضروری ہے، مولف کتاب چوں کہ پاکستان میں رہتے ہیں ان کا پتہ بھی کتاب میں درج نہیں ہے؛ اس لیے توجہ دلانے میں تاخیر ہوئی؛ کیوں کہ مسئلہ اہم ہے؛ اس لیے خیال ہوا کہ جو لوگ ہر سال اس کو طبع کرواکر تقسیم کررہے ہیں، ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے؛ تاکہ مسائل صحت کے ساتھ طبع ہوں۔

اس سلسلہ میں احقر نے ان غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے مستند کتابوں کے حوالے کے ذریعہ صحیح مسائل سے روشناش کیا ہے، چوں کہ میں عالم نہیں ہوں؛ اس لیے مسائل کو آپ کی خدمت میں روانہ کررہا ہوں، جو کچھ میں نے لکھا ہے اگر صحیح ہو تو اس کی تصدیق فرمائیں یا صحیح مسئلہ سے واقف کرائیں۔

(۱) غلطی: اگر طواف زیارت سے پہلے اور وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کرلیا تو اگر جماع حلق سے پہلے کیا ہے تو اس پر اونٹ، یا گائے لازم ہے اور اگر جماع حلق کے بعد کیا ہے تو بکری لازم ہے؛ البتہ حج فاسد نہیں ہوگا؛ لیکن طواف زیارت پھر بھی کرنا ہوگا، طواف زیارت ساقط نہیں ہوتا ہے۔ (مسائل معلومات حج وعمرہ:۸۲)

حالاں کہ دیگر کتب میں اس کے برخلاف لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص وقوف عرفہ اور حلق کے بعد طواف زیارت سے قبل جماع کا مرتکب ہے، تب بھی دم (بکری) نہیں؛ بلکہ بدنہ (اونٹ، یا گائے) کی قربانی واجب ہوگی۔

دیکھیے:

(الف) طواف زیارت سے قبل بیوی سے ہم بستری ہوجائے، یا حلتِ جنابت یا حالت حیض ونفاس میں طواف زیارت کیا جائے تو جرمانہ میں ایک اونٹ، یا گائے کی قربانی واجب ہوتی ہے، اس کو بدنہ کہتے ہیں۔ (انوار مناسک:۱۱۸)

(ب) اگر طواف زیارت سے قبل بیوی سے ہم بستری کرلی تو حج فاسد نہیں ہوگا؛ مگر اس پر ایک بدنہ؛ یعنی اونٹ، یا گائے کی قربانی واجب ہوگی۔ (بحوالہ: انوار مناسک:۳۵۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱۴۶/۴، احسن الفتاویٰ:۵۵۸/۴، بدائع الصنائع:۸۳/۳ بیروت، بدائع الصنائع:۲۱۷/۲، قدیم)

(ج) محققین کے قول میں طواف وحلق سے پہلے، یا حلق کے بعد اور طواف سے پہلے بھی بدنہ ہے۔ (معلم الحجاج، ص:۲۴۲، نوٹ)

(۲) غلطی: بوجہ حیض طوافِ زیارت ایام نحر میں نہ کرنے کے سلسلہ میں درج ہے:

سعودی عرب میں مقیم لوگوں کے دوبارہ مکہ مکرمہ آنا کوئی مشکل نہیں ہے؛ اس لیے وہاں کی مقیم عورت کے لیے ساتھ اگر یہ صورت حال ہو تو وہ بغیر طواف زیارت اپنے گھر واپس جائے اور پہلی فرصت میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ

مکرمہ آئے، پہلے عمرہ کے تمام ارکان ادا کرلے، اس کے بعد طواف زیارت کرے اور تاخیر سے طوافِ زیارت کرنے کا دم بھی دے۔ (مسائل ومعلومات حج وعمرہ:۱۰۵)

اس مسئلہ میں مؤلف کتاب سے حسبِ ذیل غلطیاں سرزد ہوئی ہیں:

(الف) وقوف عرفہ، رمی، قربانی، حلق، یا قصر کے بعد احرام کا باقی نہ رہنا سمجھنا۔

(ب) طوافِ زیارت ادا نہ ہونے کے باوجود عمرہ کا احرام اور طوافِ زیارت سے پہلے عمرہ کرنے کی ہدایت۔

(ج) بوجہ حیض طوافِ زیارت میں تاخیر پر دم۔

غلطی (الف) سے متعلق صحیح مسئلہ یہ ہے وقوفِ عرفہ رمی قربانی حلق، یا قصر کے بعد حاجی کلی طور پر حلال نہیں ہوتا؛ بلکہ جزوی طور پر حلال ہوتا ہے، مثلاً سلے ہوئے کپڑوں کا استعمال خوشبو وغیرہ طوافِ زیارت کے بعد ہی کلی طور پر حلال ہوتا ہے؛ اس لیے جس عورت، یا مرد نے طوافِ زیارت نہ کیا ہو اس کا احرام ابھی باقی ہے، وہ بغیر احرام باندھے پہلے طواف زیارت کرے۔ (انوار مناسک:۵۲۵)

غلطی (ب) سے متعلق صحیح مسئلہ، اگر کوئی شخص زیارت ۱۲/ذی الحجہ تک نہ کرسکے تو بعد میں جب چاہے کرسکتا ہے، نیا احرام باندھے بغیر ویسے ہی جا کر طواف کرے اور تاخیر کی وجہ سے دم دے، طواف زیارت سے قبل دوسرے حج، یا عمرہ کا حرام باندھنا جائز نہیں، بیوی سے صحبت کرنا بھی احرام ہے، اگر بیوی سے صحبت کرلی تو دم تاخیر کے علاوہ بدنہ: یعنی پورے گائے، یا پورا اونٹ بھی واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ:۵۵۸/۴)

جو عورت طواف زیارت کے بغیر واپس آ گئی تو اس کا حج نہیں ہوگا اور نہ وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہوگی، جب تک کہ واپس جا کر طواف زیارت نہ کرلے، احرام کی حالت میں رہے گی اور جو شخص طواف زیارت کے بغیر واپس آ گیا ہو، اسے چاہیے کہ بغیر نیا احرام باندھے مکہ مکرمہ جائے اور طواف زیارت کرے، تاخیر کی وجہ سے اس پر دم بھی لازم ہوگا۔ (بحوالہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۴۸/۴)

غلطی (ج) سے متعلق صحیح مسئلہ: اگر عورت حیض کی وجہ سے طواف زیارت اس کے وقت میں نہ کرسکیں گی تو دم واجب نہ ہوگا، پاک ہونے کے بعد طواف کرلے۔ (معلم الحجاج:۱۸۰)

مسئلہ: اگر ایام نحر میں عورت حیض، یا نفاس میں مبتلا ہوجائے اور ناپاکی ہی کی حالت میں ایام نحر مکمل گزر جائے تو ایسی صورت میں طواف زیارت کو ایام نحر سے تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگی اور نہ ہی اس پر کوئی فدیہ، یا دم وغیرہ لازم ہوگا؛ بلکہ جب پاک ہوجائے، تب ہی طواف کرنا اس پر لازم ہوگا۔ (ایضاح المناسک:۱۰۳، غنیۃ الناسک ۹۵، البحر الرائق:۳۷۰/۲)

خود مولف اپنی کتاب ص:۱۰۴ پر لکھتے ہیں: حیض کی وجہ سے طوافِ زیارت اگر اپنے وقت سے مؤخر ہوگیا تو دم واجب نہیں ہوگا، پھر یہاں بوجہ حیض تاخیر پر دم کا حکم دینا کیا معنی رکھتا ہے؟

نوٹ: ''احسن الفتاویٰ'' اور کتاب ''آپ کے مسائل اوران کا حل'' میں تاخیر پر جودم کا ذکر ہے، وہ مردوں سے متعلق ہے، الفاظ سے بھی یہ بات ظاہر ہے شخص لکھا گیا، نہ کہ عورت۔ والسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) وقوف عرفہ کے بعد حلق، قصر وطواف زیارت سے قبل جماع کے ارتکاب سے بالاتفاق بدنہ واجب ہوتا ہے؛ لیکن حلق کے بعد اور طواف زیارت سے قبل جماع کی صورت میں بدنہ واجب ہے، یا بکری؟ اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے، جمہور کا قول یہ ہے کہ بکری واجب ہوگی۔ ''مسائل حج وعمرہ'' نامی کتاب میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

دوسرا قول جسے بعض محقق مشائخ نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ اس صورت میں بھی بدنہ واجب ہوگا اور اس دوسرے قول میں احتیاط زیادہ ہے؛ لیکن پہلے قول کو بالکلیہ رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما أتاہ رجل فقال: رجل فقا ل :وطئت امرأتی قبل أن أطوف بالبیت، قال عندک شیء، قال: نعم إنی مؤسر، قال: فانحر ناقة سمینة فأطعمھا المساکین. (السنن الکبریٰ للبیھقی، باب الرجل، یصیب امرأتہ بعد التعلل الأول وقیل الثانی: ۲۷۹/۵، رقم: ۹۷۹۹، دار الکتب العلمیة بیروت، المصنف لابن شیبة: ۵۸۲/۸، رقم: ۱۵۱۶۳-۱۵۱۶۲)

قال فی البحر: تجب شاة إن جامع بعد الحلق قبل الطواف لقصور الجنایة لو جود الحل الأول بالحق، ثم اعلم أن أصحاب المتون علی ماذکرہ المصنف من التفصیل فیما إذا جامع بعد الوقوف، فإن کان قبل الحلق فالواجب بدنة، وإن کان بعدہ فالواجب شاة، وشرحہ، جماعة من المشائخ کصاحب المبسوط والبدائع والأ ستیجابی علی وجوب البدنة مطلقاً، وقال فی فتح القدیر: أنہ الأوجہ؛ لأنہ إیجابھا لیس إلا بقول ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ والمروی عنہ ظاہر فیما بعد الحلق. (البحر الرائق: ۲۹/۳، زکریا، غنیة الناسک: ۲۷۱، جدید)

(۲) اورآپ نے طواف زیارت کے ترک پر دوبارہ احرام باندھنے سے متعلق ''مسائل ومعلومات حج وعمرہ'' کی جو عبارت پیش کی ہے، اس میں واقعۃً تسامح ہوا ہے؛ کیوں کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ طواف زیارت کئے بغیر اگر کوئی شخص باہر باہر چلا جائے تو ابھی اس کا احرام باقی ہے اور وہ نیا احرام باندھے بغیر حرم آ کر طواف زیارت ادا کرے گا، جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہے۔

ولو ترک طواف الزیارة کلہ أوأکثرہ فھل محرم أبداً فی حق النساء حیت یطوف فعلیہ حتما أی یعود بذلک الإ حرام ویطوفہ ... ثم إن جاوز الوقت یعود یاحرام جدید، وإن لم یجاوزہ عاد بذلک الإحرام، إلخ. (غنیة الناسک: ۲۷۳، إدارة القرآن کراتشی)

وإن رجع إلی أھلہ فھو محرم من النساء أبداً فیعود إلیٰ مکة بذٰلک الإحرام ولایحتاج إلیٰ إحرام جدید فیطوف للزیارة. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۶۰۷/۳، زکریا، الفتاویٰ الولوالجیة: ۲۹۱/۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

اور حائضہ عورت اگر حیض کی وجہ سے طواف زیارت ایام نحر سے مؤخر کرے تو اس پر دم نہیں ہے۔اس بارے میں بھی مسئولہ عبارت میں سبقت قلم ہوا ہے،اس کی تصحیح کرنی چاہیے۔

اور حائضہ عورت اگر حیض کی وجہ سے طواف زیارت ایام نحر سے مؤخر کرے تو اس پر دم نہیں ہے۔اس بارے میں بھی مسئولہ عبارت میں سبقت قلم ہوا ہے،اس کی تصحیح کرنی چاہیے۔

وهٰذا عند الإنان فلا شيء على الحائض بتاخيره إذا لم تطهرإلا بعد أيام النحر. (غنية الناسک:۹۵،هكذا في الدرالمختار:۵۱۹/۲،كراتشي،البحرالرائق:۳۷۰/۳)

ولا دم على الحائض للتاخير في قولهم،لأنها ممنوعة، فكان التاخير بعذر. (الفتاویٰ الولواجية: ۲۹۱/۱،دار الكتب العلمية،بيروت)

لا شيء على الحائض وكذا النفساء لتاخير الطواف أي طواف الزيارة كما في الفتاویٰ السراجية وغيرها، مقيد بما إذا حاضت في وقت لم تقدر على أكثر الطواف أي قبل الطواف، أوحاضت قبل أيام النحر، ولم تطهر إلا بعد مضي أيام النحر:أي جميعها،وحاصله ما في البحر الزاخر:من أن المرأة إذا حاضت أو نفست قبل أيام النحر فطهرت بعد مضيها فلا شيء عليها. (مناسک ملا علي القاري،باب الجنايات:۳۰۵،إدارة القرآن كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۸/۱۰/۱۴۲۹ھ۔الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۴۲۰/۷)

ایام نحر سے حلق کو مؤخر کرنے کا حکم:

سوال:　اگر تاخیر حلق ایام نحر سے ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب

في الد المختار،باب الجنايات في موجبات الدم:(أوأخّر)الحاج (الحلق أوطواف الفرض عن أيام النحر)لتوقتها بها،آه. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں حاجی پر دم لازم ہوگا۔فقط

۲؍شوال ۱۳۲۶ھ (تتمہ اولیٰ،ص:۶۸) (امداد الفتاوی جدید:۱۷۰/۲)

گیارہویں کو خلاف ترتیب رمی کی:

سوال:　گیارہویں ذی الحجہ کو تین جمرات کی رمی کی جاتی ہے،ایک شخص نے غلطی سے اس طرح رمی کی کہ پہلے جمرۂ اخریٰ کی رمی کی،پھر وسطیٰ کی،پھر جمرۂ اولیٰ کی۔دوسرے دن اس کو معلوم ہوا کہ میں نے گزشتہ کل جس طرح رمی کی

(۱)　الدرالمختار على صدر ردالمحتار،باب الجنايات في الحج:۵۵۵/۲،دارالفكر بيروت،انيس

تھی، وہ ترتیب کے خلاف تھی، جمرۂ اولیٰ سے شروع کرنا چاہیے تھا، چناں چہ دوسرے دن صحیح ترتیب سے رمی کی تو اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا اس پر دم لازم ہوگا؟

الجواب

اگراس شخص کو اپنی غلطی اسی روز معلوم ہو جائے تو اسی کو اسی روز ترتیب سے رمی کر لینی چاہیے؛ یعنی جمرۂ وسطی اور جمرۂ عقبہ (جمرۂ اخری) کی رمی کا اعادہ کر لینا چاہیے۔ اگر اس روز اعادہ نہیں کیا تو اب اعادہ کا وقت نہیں رہا اور اس غلطی کی وجہ سے دم لازم نہیں، کچھ صدقہ دے دے تو بہتر ہے۔

عمدۃ الفقہ میں ہے:

''اور باقی تین دن تینوں جمروں کی رمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے، پھر جمرۂ وسطی کی، پھر جمرۂ عقبہ کی، اگر کسی نے جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کی، پھر جمرۂ وسطی پر رمی کی، پھر جمرۂ اولیٰ پر رمی کی، جو کہ مسجد خیف کی جانب ہے، پھر اسی روز اس کو یاد آ گیا تو اس کے لیے جمرۂ وسطی وعقبہ کی رمی کا اعادہ ہمارے اکثر فقہاء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، اگر اعادہ نہ کیا، تب بھی اس کے لیے کافی ہے۔ بعض کے نزدیک ان دونوں کی رمی کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ الفقہ :۲۴۲/۴، کتاب الحج)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ:۔ گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کو تینوں جمرات کی رمی ترتیب وار کرنا مسنون ہے، اگر جمرۂ وسطیٰ، یا جمرۂ اخری کی رمی پہلے کی اور جمرۂ اولیٰ کی بعد میں تو وسطیٰ اور اخریٰ (جمرۂ عقبہ) کی رمی پھر کرے؛ تا کہ ترتیب مسنون کے مطابق ہو جائے۔ (معلم الحجاج ص:۱۹۹-۲۰۰) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی رحیمیہ :۱۰۳/۸)

چوتھے دن تک رمی مؤخر کرنے کی صورت میں دم کے وجوب میں مفتیٰ بہ قول:

سوال: رمی جمار کے متعلق ایک مسئلہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ایک عریضہ ارسال کر رہا ہوں، امید کہ تفصیلی جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں گے؟

(۱) وفی الأصل لوترک رمی الجمارفی سائرالأیام إلی الیوم الرابع قضاها علی التألیف فی الیوم الرابع؛لأن وقت الرمی باق؛والجنس واحد. (المحیط البرهانی،الفصل الثالث تعلیم اعمال الحج کتاب المناسک:۴۱۰/۳)

(۲) فعلٰی هٰذا القول لوأخررمی الجمارالثلاثث عن یوم القرّإلٰی یوم النفرالأول؛ رماها بعد طلوع الفجرقبل طلوع الشمس؛یکون أداءً لاقضاءً؛ ولا یلزمه دم. (البحرالعمیق فی مناسک

المعتمر والحاج الی بیت اللّٰہ العمیق: ۱۸۰/٤،الباب الثانی فی الأعمال المشروعة یوم النحر .فصل فیما یفعله الحاج أیام التشریق ولیالیها)

(۳)　فإن ترک الرمی کله فی سائر الأیام إلٰی آخر أیام الرمی وهو الیوم الرابع فإنه یرمیها فیه علی الترتیب وعلیه دم عنده؛ وعندهما لادم علیه لما بیّنا أن الرمی مؤقت عنده وعندهما لیس بمؤقت. (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ص: ۳۲٦، کتاب الحج وقت الرمی)

(۴)　ثم بتأخیرها یجب الدم عنده خلافاً لهما. (رد المحتار،کتاب الحج،باب الجنایات: ۵۸٦/۳)

(۵)　لوأخر رمی الأیام کلها إلی الرابع مثلاً رماها کلها فیه قبل الزوال أوبعده علی التالیف قضاء عنده وعلیه دم واحد للتاخیر ،وأداء عندهما ولاشئی علیه. (غنیة جدید،ص: ۱۸۲،قدیم ص: ۹۷)

ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص تینوں دن کی رمی ترک کردے اور چوتھے دن ان سب دنوں کی کنکری ماردے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو ایک دم واجب ہوگا اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک یہ بھی ادا ہے اور اس پر کوئی دم نہیں۔

کیا حضرات صاحبینؒ کا قول مفتی بہ ہے، یا حضرت امام صاحبؒ کا؟ آج کے سخت ہجوم کے حالات میں کوئی شخص حضرات صاحبینؒ کے قول پر عمل کرلے تو اس میں کراہت کا ارتکاب لازم آئے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اصول افتاء کے پیش نظر امام صاحبؒ ہی کا قول راجح اور مفتی بہ قرار دیا جائے گا۔

فی شرح المنیة للبرهان ابراهیم الحلبی من فصل التیمم حیث قال: فللّٰه در الإمام الأعظم ما أدق نظره وما أسد فکره والأمر ما جعل العلماء الفتوی علٰی قوله فی العبادات مطلقاً. (شرح عقود رسم المفتی ص: ۱۱۰)

"الهدایة السالک إلی المذاهب الأربعة فی المناسک" میں ہے:

وعند الحنفیة: أنه یدخل وقت رمی جمرة العقبة بطلوع الفجر یوم النحر ؛ویبقی إلٰی غروب شمسه وفیما بعد ذلک من اللیل إلٰی طلوع الفجر من الغد یجزئ الرمی مع الکراهة؛ ولاشئی علیه وفیما بعد ذلک من أیام التشریق ولیالیها یجزئه،وعلیه مع ذلک دم عند أبی حنیفة ولاشیء علیه عند الصاحبین؛ وقد أساء. (الهدایة السالک إلی المذاهب الأربعة فی المناسک: ۱۰۹۷/۳)

اس کے حاشیہ پر شیخ نورالدین عتر تحریر فرماتے ہیں:

المفتی به عند الحنفیة قول أبی حنیفة بوجوب الدم. (المصدر السابق) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

أملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷/صفر المظفر ۱۴۳۰ھ۔

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۲۹۰-۲۹۲)

مناسک حج، رمی جمار، ذبح اور حلق میں ترتیب:

سوال: حج کے دنوں میں یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲/ ذی الحجہ کو منی میں لاکھوں جانوروں کی قربانی ہوتی ہے؛ مگر اس کے گوشت وغیرہ کا معقول انتظام نہ ہونے پر چند سال پہلے ان تمام جانوروں کا گوشت ضائع ہو جاتا تھا، اس سلسلہ میں سعودی حکومت نے ابھی چند سال ہوئے غریب ممالک میں پہونچانے کا انتظام کیا اور اس کے لیے منی میں ایک بڑا مذبحہ (SLAUGHTER HUOSE) بنا کر اس کی ساری ذمہ داری ایک مقامی کمپنی کے سپرد کی ہے، اس کمپنی کا طریقۂ کار یہ ہے کہ قربانی کرانے والے حضرات سے پیسے لے کر رسید دے دی جاتی ہے، جس میں قربانی، دم، صدقہ وغیرہ کی خانہ پُری کے ساتھ قربانی کرنے کا وقت بھی لکھ دیا جاتا ہے؛ تاکہ جس قسم کی قربانی جس وقت کرانا چاہے، وہ متعین ہو جائے، اس سلسلہ میں حنفی حاجی صاحبان ایک اندازہ لگاتے ہیں کہ اتنے بجے تک ہم رمی جمار سے فارغ ہو جائیں گے، اس اندازے کے مطابق اپنی قربانی کرانے کی اجازت دے دیتے ہیں؛ مگر بعض مرتبہ رمی جمار میں گڑ بڑ ہو جانے سے طے شدہ اندازے کے مطابق رمی جمار نہیں کر پاتے، حالاں کہ احناف کے نزدیک حج میں ترتیب واجب ہے، اس کے خلاف ہو جانے سے بطور کفارہ مزید ایک جانور کی قربانی ضروری ہو جاتی ہے تو کیا ہزاروں حنفی حضرات ان لاکھوں کے اضافی اخراجات سے بچنے کے لیے اگر صاحبینؒ کے قول پر (ان کے یہاں ترتیب واجب نہیں) عمل کرلیں تو احناف کے یہاں کوئی گنجائش ہے؟ اس طرح ہر سال لاکھوں جانوروں کا گوشت بھی ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور حاجی صاحبان کے لیے اس بھیڑ میں سہولت ہو جائے گی۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

تمتع اور قران کرنے والے کے لیے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان امام اعظمؒ کے قول پر جو مفتی بہ ہے، ترتیب لازم ہے، اس کے ترک سے دم واجب ہوتا ہے، جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے اس کے ترک پر دم واجب نہیں۔

آج کل حجاج ازدحام، یا دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر اگر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبینؒ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے، چھٹا فقہی اجتماع بمقام شیخ الھند ہال دیوبند، منعقدہ ۲۶، ۲۷/ مارچ ۱۹۹۷ء (انمول حج: ۱۱۵) اس فیصلہ کے متعلق مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ تحریر فرماتے ہیں: آج کل بے پناہ ہجوم اور دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر سقوط ترتیب کے متعلق آپ کا اور دیوبند کے فقہی اجتماع کا فیصلہ غلط تو نہیں؛ مگر یہ عام فتویٰ نہیں ہوسکتا، معذورین کے لیے مخصوص ہونا چاہیے، استطاعت ہوتے ہوئے دم دینے میں احتیاط ہے۔

اس کے بعد مفتی صاحب نے رسائل الارکان، ہدایہ اولین، فتح القدیر کی عبارت تحریر کر کے لکھا ہے کہ حج عمر بھر میں ایک مرتبہ (بطور فرض) ادا کیا جاتا ہے؛ اس لیے اس طرح ادا ہونا چاہیے، جو اس کا حق ہے، لہذا نوجوان، صحت منداور باہمت لوگ مفتیٰ بہ قول پر ہی عمل کرنے کی کوشش کریں اور جو حضرات ضعیف، کمزور اور معذور ہوں اور وہ لوگ ہجوم اور

اپنی معذوری کی وجہ سے مفتی بہ قول پر عمل کرنے سے قاصر ہوں تو ایسے ضعیف اور معذور حضرات صاحبینؒ کے قول پر عمل کرلیں تو اس کی گنجائش ہے۔آہ۔ پوری تفصیل چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ (فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۸۴-۱۹۰)

علاوہ ازیں اس مشکل کا ایک حل یہ بھی ہے کہ آدمی افراد کرلے؛ کیوں کہ مفرد پر قربانی واجب نہیں۔اسلامی فقہ اکیڈمی کے دسویں فقہی سمینار، منعقدہ ۲۴، تا ۲۷/ اکتوبر ۱۹۹۷ء میں حج وعمرہ سے متعلق جو تجاویز پاس ہوئیں، ان میں تجویز نمبر: ۷ حسب ذیل ہے:

حنفیہ کے قول راجح کے مطابق ۱۰/ ذی الحجہ کے مناسک میں رمی، ذبح اور حلق کو ترتیب کے ساتھ انجام دینا واجب ہے۔اور صاحبینؒ اور اکثر فقہاء کے یہاں مسنون ہے، جس کی خلاف ورزی سے دم واجب نہیں۔حجاج کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو ترتیب کی رعایت کو ملحوظ رکھیں؛ تاہم ازدحام اور موسم کی شدت اور مذبح کی دوری وغیرہ کی وجہ سے صاحبینؒ اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے، لہذا اگر یہ مناسک ترتیب کے خلاف ہوں تو بھی دم واجب نہ ہوگا۔ (اہم فقہی فیصلے دسواں ایڈیشن:۱۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۲/۳۱۲-۳۱۴)

محرم اپنا سر حلق کرانے سے پہلے دوسرے کا سر حلق کرسکتا ہے:

سوال: حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا سر حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال مونڈ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہاں، حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا حلق کراسکتا ہے (سر مونڈوا سکتا ہے۔) اسی طرح اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال کاٹ سکتا ہے۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۱۰۰)

قارن ذبح سے پہلے حلق کرادے اور ایام نحر میں دم نہ دیوے تو کیا حکم ہے:

سوال: میرے ایک عزیز نے پوچھا ہے کہ امسال منیٰ میں گیارہ آدمیوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی کی، ان گیارہ آدمیوں میں ایک میاں بیوی حصہ دار تھے، بیوی نے حج قران اور شوہر نے حج افراد کیا تھا، وہ قربانی صحیح ہوئی، یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو اب دم دینا ہوگا؟ ایک شخص ایک دم دے، یا دو؟ اور دم ہندوستان میں دے سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا حرم ہی میں دینا ہوگا؟ دم دینے تک بیوی شوہر کے لیے حلال ہے، یا نہیں؟ جس نے حج افراد کیا، اس پر بھی دم لازم ہے، یا نہیں؟

نوٹ: یہ لوگ حلق بھی کرا چکے ہیں اور طواف زیارت بھی کرچکے ہیں۔ بینوا توجروا (حیدرآباد)

---

(۱) قال فی اللباب واذا حلق رأسه او رأس غیره عند جواز التحلل أی الخروج من الا حرام باداء افعال النسک لم یلزمه شیء. (اللباب ،ص:۱۵٤)

ولو حلق رأسه او رأس غیره من حلال أو محرم جاز له الحلق لم یلزمهما شیء. (غنیة الناسک،ص:۹۳)

الجواب

گیارہ آدمیوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی کی، یہ قربانی کسی کی طرف سے بھی صحیح نہیں ہوئی؛ اس لیے جن لوگوں نے حج قرآن، یا تمتع کیا تھا، ان پر ایک دم (قران، یا تمتع کا) واجب ہے اور چونکہ قربانی کسی کی بھی صحیح نہیں ہوئی؛ اس لیے ذبح سے پہلے حلق کرنا پایا گیا، لہذا ایک اور دم ذبح کرنے سے پہلے حلال ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا اور دم قران، یا تمتع ایام نحر میں نہیں دیا تو ایک اور دم ایام نحر سے مؤخر کرنے کا لازم ہوگا، کل تین دم لازم ہوئے اور یہ تینوں دم حرم ہی میں دینے ہوں گے، ہندوستان میں نہیں دے سکتے۔ دم دینے سے پہلے بیوی شوہر کے لیے حلال ہے، دم ادا کرنے پر موقوف نہیں۔ جس نے حج افراد کیا، اس پر کچھ لازم نہیں۔

غنیۃ الناسک میں ہے:

(تتمة) وفي الكبير إذا حلق القارن قبيل الذبح وأخر إراقة الدم عن أيام النحر أيضا ينبغي أن يجب عليه ثلاثة دم، درر، لحلقه قبل الذبح ودم لتاخير الذبح عن أيام ودم للقران أو للتمتع. (غنية الناسک: ٥٠)

زبدۃ المناسک میں ہے: مسئلہ: غنیۃ الناسک میں المنسک الکبیر سے مسئلہ نقل کیا ہے کہ اگر قارن نے قبل ذبح کے حلق کیا اور ذبح کو ایام نحر کے بعد کیا تو اس پر تین دم واجب ہوں گے، ایک دم ذبح سے پہلے حلق کرنے کا، دوسرا ایام نحر سے ذبح مؤخر کرنے کا، تیسرا دم قران، یا تمتع کا۔ (زبدۃ المناسک، مولانا شیر محمد صاحب، ص: ۷، حصہ دوم) **فقط واللہ اعلم** (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۰/۸)

دو دن رمی جمار نہ کر سکا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص حج کے لیے گیا، ہجوم اور ازدہام کی وجہ سے اخیر میں دو دن رمی جمار نہ کر سکا، اس واجب کے چھوٹنے پر دم لازم ہوگا؟ اور وہ دم یہاں اپنے وطن میں دے سکتے ہیں، یا حرم میں دینا ضروری ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

دو دن کی رمی چھوٹ گئی ہے تو دو دم واجب ہوں گے اور دم کے لیے حرم ہونا شرط ہے یہاں درست نہیں۔ (۱) **فقط واللہ اعلم بالصواب** (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۱/۸)

احرام سے حلال ہونے کے لیے حدود حرم سے باہر حلق کیا تو کیا حکم ہے:

اور کیا دم جنایت حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے:

سوال: ایک آدمی نے عمرہ کیا، اس کے بعد جدہ آ گیا اور جدہ میں آ کر سر منڈایا، جو کہ حدود حرم سے باہر ہے، کیا

---

(۱) **ولو ترك الجمار كلها أو رمى واحدة أو جمرة يوم النحر فعليه شاة.** (الفتاویٰ الهندية، باب الجنايات، الفصل الخامس في الطواف، الخ)

یہ صحیح ہے؟ یا حدود حرم میں سر منڈانا ضروری ہے؟ اگر حدود حرم میں حلق ضروری ہو تو مذکورہ صورت میں وہ شخص تلافی کے لیے کیا کرے؟ اگر دم لازم ہو تو وہ یہاں ہندوستان میں دے سکتا ہے، یا وہاں بھیجنا پڑے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

عمرہ، یا حج کے احرام سے حلال ہونے کے لیے حدود حرم میں حلق، یا قصر کرانا ضروری ہے، اگر حدود حرم سے باہر سر منڈایا تو دم لازم ہوگا۔

ہدایہ میں ہے:

فإن حلق فی أیام النحر فی غیر الحرم فعلیه دم ومن اعتمر فخرج من الحرم وقصر، فعلیه دم. (الهداية: ١/٢٥٦، باب الجنايات)

زبدۃ المناسک میں ہے:

مسئلہ اور حلق عمرہ کا مکہ معظّمہ میں سنت ہے اور حد حرم میں واجب ہے۔ (۱۷۸/۱)

دوسری جگہ ہے:

مسئلہ: اگر حج یا عمرہ میں حرم سے باہر حلق کیا تو دم دے اور ایسا ہی جو حج میں ایام نحر سے بعد حلق کرے تو دم دے، الخ۔ (زبدۃ المناسک: ۸۶/۲)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: اگر عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر سر منڈایا یا حج کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر ایام نحر میں سر منڈایا تو دم واجب ہوگا اور اگر حج میں خارج حرم ایام نحر کے بعد سر منڈایا تو دو دم واجب ہوں گے، ایک حرم سے خارج سر منڈانے کا دوسرا تاخیر کا۔ (معلم الحجاج، ص: ۲۶۵)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ جدہ پہنچ کر سر مندایا ہے تو ایک دم لازم ہوگا اور یہ دم (قربانی) حرم میں ہی ذبح کرنا ضروری ہے، فتاویٰ عثمانی میں ہے ''حرم کے سوا کسی اور جگہ ہدی کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ دلیل خدا تعالیٰ نے جزائے صید کے متعلق فرمایا ہے ھدیاً بالغ الکعبۃ (چاہئے کہ ہدی کعبہ بھیجے) تو گویا کل ہدایا کے واسطے یہی ایک ہدایت ہے، تو جو ہدی کہ جنایت کی جزا میں دی جائے اس کو بھی حرم تک لے جانا چاہئے اور ہدی کہتے بھی اس کو ہیں جو ایک خاص جگہ لے جائی جائے اور وہ خاص جگہ کون سی ہے؟ حرم ہے؛ کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''منی کلها منحر وفجاج مکة کلها منحر''.

(منیٰ تمام ذبح گاہ ہے اور اسی طرح مکہ کے گلی کوچے) (فتاویٰ عثمانی: ۱۵۰/۶) **فقط واللہ اعلم بالصواب**

۱۸/صفر ۱۴۰۱ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۱/۸)

کیا وجوب دم کے لیے جنایت کا ۱۲ر گھنٹے تک پایا جانا شرط ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم نے آپ کی کتاب ''کتاب المسائل:۱۵۱/۳'' حج کی جنایات کے بیان میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو شخص دن، یا رات میں کسی جنایت کا مرتکب ہو تو اس پر دم لازم ہے اور پھر آپ نے بریکٹ میں بارہ گھنٹے کا ذکر کیا ہے تو احقر کا سوال یہ ہے کہ دن ورات میں گھنٹوں کے اعتبار سے فرق ہوتا رہتا ہے، کبھی دن بڑا ہوتا ہے اور رات چھوٹی ہوتی ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے تو کیا ایسی صورت میں بارہ گھنٹے کی تحدید درست ہوگی؟ یہ کہاں سے ماخوذ ہے؟ وضاحت فرمائیں کہ اگر نو گھنٹے کے دن، یا رات ہوں تو بھی بارہ گھنٹے کی تحدید ہوگی، یا اصل دن ورات کے گھنٹوں کا اعتبار ہوگا؟

باسمه سبحانه تعالىٰ،الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

''کتاب المسائل'' میں دن جنایت کے وجوب کے لیے ۱۲ر گھنٹے کی قید لگانے میں احقر سے تسامح ہوا ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ دم جنایت کا مدار ۱۲ر گھنٹے پر نہیں ہے؛ بلکہ ایک کامل دن، یا ایک کامل رات پر جنایت کے پائے جانے پر ہے، پس اگر کسی زمانے میں ۱۰ر گھنٹے کی رات ہو رہی ہو اور پوری رات جنایت پائی گئی تو دم واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر دن کے گھنٹوں میں کمی بیشی ہو اس کا بھی اعتبار کیا جائے گا؛ البتہ اگر درمیان دن، یا درمیان رات سے جنایت شروع ہوئی تو پھر اس میں ۱۲ر گھنٹے معتبر ہوں گے، لہٰذا معلوم ہوا کہ بارہ گھنٹہ کی تحدید ہر صورت پر صادق نہیں آتی؛ بلکہ بعض صورتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کو مطلق معیار بنانا درست نہ ہوگا، آپ کے توجہ دلانے پر احقر مشکور ہے، آئندہ اشاعت میں مذکورہ عبارت سے بارہ گھنٹے کی تحدید حذف کر دی جائے گی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء (مستفاد: جواہر الفقہ:۱۶۰/۴، فتاویٰ حقانیہ:۲۶۵/۴)

أولبى مخيطا أوستر رأسه يوما كاملاً أو ليلة كاملة. (الدر المختار)

وتحته فى الشامي: الظاهر أن المراد مقدار أحدهما فلو لبس من نصف النهار إلى نصف الليل من غير انفصال أو بالعكس لزمه دم، كما يشير إليه قوله: وفى الأقل صدقة. (الشامي: ۵۷۷/۳، زكريا)

أوزر عليه طيلسانا يوماً كاملا فعليه دم لو جود الا رتفاق الكامل بلبس المخيط إذا المزور مخيط. (بدائع الصنائع، محظورات الإحرام: ۴۱۱/۲، زكريا)

وإن لبس ثوبا مخطياً أو غطى رأسه يوما كاملاً فعليه دم. (الهداية: ۲۸۹/۱)

وكذا لزمه دم لو لبس ثوباً مخيطاً علىٰ وجه المعتاد يوما كاملاً أو ليلة كاملة، لأن الارتفاق الكامل الحاصل فى اليوم حاصل فى الليلة. (مجمع الأنهر: ۴۳۱/۱، العناية مع فتح القدير: ۲۶/۳-۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری، ۱۰/۳/۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶۸/۷)

دم جنایت کا مصرف:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دم کے گوشت کا مستحق کون ہوگا؟

(المستفتی: ضیاءاللہ خان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صرف فقرا اور مساکین ہیں، ان کے علاوہ کسی اور کے لیے اس گوشت کا استعمال کرنا درست نہیں ہے، لہٰذا حاجی کے لیے اسی طرح اس کے اصول وفروع اور اہلیہ وغلام کے لیے اور سید کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہے اور مفتی بہ قول کے مطابق کافر کو بھی نہیں دے سکتے، لہٰذا اگر ان میں سے کسی ایک کو دے دیا تو اس صورت میں اس کی قیمت لازم ہوگی۔

والحادی عشر أن یتصدق بلحمه علی فقیر یجوز التصدق به علیه فلو تصدق علی أصله أو فرعه، أو مملوکه، أوزوجته ، أو زوجها،أوهاشمی، فعلیه قیمته، ولایجوز لکافر ولوذمیا علی المفتی به، وکل من هو أتقی فهو أفضل. (غنیة الناسک، باب الجنایات، فصل فی شرائط کفاراتها الثلاث کراتشی، ص:۲٦۳، قدیمی مکتبه خیریه میرٹھ، ص: ۱٤۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷/ ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۹۹۰/۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۶۲/۱۲)

کیا دم جنایت کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں گوشت کی تقسیم میں کیا طریقۂ کار کرسکتا ہوں، جو قربانی کے احکام میں ہے؟ امید کرتا ہوں کہ آپ جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

(المستفتی: ضیاءاللہ خان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

دم جنایت کی تقسیم میں قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقۂ کار استعمال نہیں کرسکتے ہیں؛ اس لیے کہ قربانی کا گوشت قربانی کرنے والے کے لیے استعمال کرنا درست ہے، جب کہ دم جنایت مس سے دم دینے والے کے لیے گوشت کا استعمال میں درست نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی نے گوشت کھالیا یا اس کو فروخت کردیا تو ایسی صورت میں اس پر اتنے گوشت کی قیمت کا ضمان لازم ہے۔

العاشر: التصدق بلحمه عند الإمکان، فلا یجوز له الأکل منه، ولو استهلکه بنفسه بعد الذبح بأن باعه ونحوه ضمن قیمته. (غنیة المناسک، باب الجنایات، فصل فی شرائط کفاراتها الثلاث، کراتشی جدید: ۲٦۳، قدیمی مکتبه خیریة میرٹھ: ۱٤۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷/ ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ، (الف فتویٰ نمبر: ۹۹۰/۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۶۲/۱۲-۴۶۳)

دوران حج جلق سے دم واجب ہوگا، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص دوران حج عضو مخصوص کو خیزش دے کر منی خارج کر ڈالے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر دوران حج عضو تناسل کو خیزش دینے کے بعد منی خارج ہوگئی تو ایسی صورت میں دم واجب ہے۔

وإن استمنى بكفه فانزل فعليه دم عند أبي حنيفة رحمة اللّٰه تعالىٰ. (الفتاویٰ الهندية، الفصل الرابع في الجماع: ۱/ ٢٤٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۳۰/ ۳/ ۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/ ۲۴۷-۲۴۸)

دم جنایت کسی کے ذریعہ دلوا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص سال گزشتہ حج کر کے آئے اور ان سے ایسی جنایت ہوگئی، جس سے دم لازم ہوجاتا ہے تو کیا ایسا شخص حج کو جائے بغیر کسی کے ہاتھوں میں منی میں دم دے سکتا ہے، یا نہیں؟ یا خود وہاں جا کر دم دینا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

اگر ایسی جنایت ہوئی ہو جس سے دم لازم آتا ہو تو خود جا کر دم دینا ضروری نہیں ہے، کسی کے ذریعہ بھی دم دلوا سکتا ہے اور اس دم جنایت کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جس وقت چاہے دم دے سکتا ہے۔ ہاں، حدود حرم میں دم ذبح کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ ۱۰۸)

خارج میقات تلبیہ بھول گیا، میقات کے اندر تلبیہ شروع کیا تو دم واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی میقات سے حج یا عمرہ کی نیت کرے اور تلبیہ بھول گیا، سیدھا گاڑی میں سوار ہوکر داخل میقات یعنی مکہ معظّمہ کے راستے میں تلبیہ شروع کی اس جنایت سے کوئی دم وغیرہ لازم ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا

(المستفتی: حاجی جمال خان وزیرستان، ۱۳/ ۷/ ۱۴۰۱ھ)

الجواب ــــــــــــــــ

قواعد کی رو سے اس شخص پر دم (شاۃ ذبح کرنا) لازم وواجب ہے؛ کیوں کہ صرف نیت سے بغیر تلبیہ وغیرہ کے احرام میں داخل ہونا غیر ظاہر الروایت ہے۔ (كما في البدائع)(۱)

---

(۱) قال العلامة الكاساني: هذا الذي ذكرنا في ان الاحرام لا يثبت بمجرد النية مالم يقترن بها قول أو فعل هو من خصائص الاحرام او دلائله ظاهر مذهب أصحابنا، وروى عن أبي يوسف أنه يصير محرما بمجرد النية ==

پس اس شخص پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حرم میں ذبح کروائے۔(۱) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۴/۴-۳۴۵)

حالت احرام میں عینک لگانے سے دم، یا صدقہ لازم نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی نظر کمزور ہواور وہ حالت احرام میں عینک لگادے، جس سے چہرہ کا کچھ حصہ چھپتا ہے، اس پر دم، یا صدقہ وغیرہ آتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شاہد نواز خان آفریدی)

الجواب

عذر کی وجہ سے عینک لگا کر حج کرنا جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، اس سے مقصد چہرہ کا چھپانا نہیں ہوتا ہے۔(ارشاد الساری، ص:۲۰۶)(۲) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۸/۴)

حالت احرام میں زخمی ہونا موجب دم نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حج عرفات میں ایک نلکے سے پانی لینے کے لیے قطار میں انتظار کررہا تھا، جب میری باری آگئی تو ایک حاجی صاحب نے مجھے پیچھے ہٹایا، اس دھکم پیل میں میرا

== وبه أخذالشافعي وهذا يناقض قوله إن الاحرام ركن، لأنه جعل نية الاحرام إحراما والنية ليست بركن، بل هى شرط لأنها عزم على الفعل والعزم على فعل ليس ذلك الفعل، بل هو عقد على أدائه... ثم جعل الاحرام عبارة عن مجرد النية مخالف للغة فان الاحرام فى اللغة هو الاهلال يقال احرم اى اهل بالحج ... فدل قوله قولى ما يقول الناس فى حجهم على لزوم التلبية لان الناس يقولونها وفيه اشارة الى ان اجماع المسلمين حجة يجب اتباعها حيث امرها باتباعهم بقوله قولى ما يقول الناس فى حجهم، وروينا عن عائشة رضى الله عنها انها قالت لا يحرم إلا من أهل ولبى ولم يروعن غيرها خلافه فيكون إجماعا ولان مجرد النية لا عبرة به فى أحكام الشرع عرفنا ذلك بالنص والمعقول. (بدائع الصنائع: ۳۶۹/۲، كتاب الحج بيان مايصير به محرما)

وفى الهندية: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر أو سوق الهدى أو تقليد البدنة. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۲۲/۱، الباب الثالث فى الاحرام)

(۱) قال العلامة المودود الموصلي: ولا يجوز للآفاقى ان يتجاوزها الا محرما اذا اراد دخول مكة فان جاوزها الآفاقى بغير احرام فعليه شاة لانه منهى عنه لما فى الحديث وقال عليه السلام: لا يتجاوز احد الميقات الا محرما. (الإختيارلتعليل المختار: ۱۸۳/۱، كتاب الحج)

(۲) قال الملا على قارى: وان كان مما لا يقصد به ذلك اى التغطى كاء جانة اى مركن أو عدل أى أحد شقى حمل الدابة أوجوالق أى خيشن أوخيشة أومكتل أى ما يكتال فيه مما يصنع من خوص أوطاسة وهى أناء يشرب منه والمعروف إنها ظرف خاص من نحاس أوصفر أوطست أوحجر أو مدر أوصفر أوحديد أوزجاج أوخشب ونحوها أى من فضة وذهب وورق مما يغطى كل رأسه او بعضه فلا بأس به لكن تركه أفضل للمخالفة ظاهر السنة. (إرشاد السارى: ۲۰۶، فصل فى تغطية الرأس والوجه)

ہاتھ زخمی ہوکراس سے خون بہنے لگا، چوں کہ اس صورت میں میں احرام میں تھا، اس سے میرے حج میں کیا نقصان واقع ہوا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: الحاج ولی محمد نصرت زئی شب قدر فورٹ چارسدہ، ۱۹۸۶/۹/۲۹ء)

الجواب

محرم کا زخمی ہونا، یا اس کے بدن سے خون بہنا جنایات سے نہیں ہے، (۱) البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو پاکستان میں کسی کو مناسب صدقہ (دوتین روپیہ) دے دیں۔ (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۳۸/۴-۳۳۹)

محرم کا ذبح کے وقت اپنے آپ کو زخمی کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم نے جانور کو ذبح کرلیا، ذبح کے دوران میں وہ چھری سے زخمی ہوا اور خون جاری ہوا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: رسول خان مشیط سعودی عرب، ۸/محرم ۱۴۰۲ھ)

الجواب

زخمی ہونا جنایت نہیں ہے، البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو صدقہ دینا ہوگا۔ (۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۳۹/۴)

چھوٹی بچی کا دوران حج پیشاب کرنے اور دم جنایت کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امسال حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتا

---

(۱) قال العلامة ابن نجيم: (والجنايات) وهو ما يكون حرمته بسبب الاحرام اوالحرم وحاصل الاول انه الطيب ولبس المخيط وتغطية الرأس اوالوجه وإزالة الشعر من البدن وقص الاظفار والجماع صورة ومعنى أو معنى فقط وترك واجب من واجبات الحج والتعريض للصيد، وحاصل الثاني: التعرض لصيد الحرم وشجره.(البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/۳،باب الجنايات)

(۲) وفي الهندية: وان نتف من رأسه او من انفه اولحيته شعرات ففي كل شعرة كف من الطعام كذا في قاضي خان، واذا حك المحرم رأسه او لحيته فانتثر منها شعر فعليه صدقة كذا في السراج الوهاج... والافضل ان يتصدق على فقراء مكة ولو تصدق على غير فقراء مكة جاز كذا في المحيط.(۲٤٣/۱، كتاب الجنايات الفصل الثالث)

وقال القاري: في سقوط الشعر ... حين مسه وحكه فعليه كف من طعام كما روى عن محمد او كسرة من خبز او تمرة لكل شعرة.(إرشاد الساري: ۲۲۰/۱،فصل في سقوط الشعر)

(۳) وفي الهندية: وان نتف من رأسه أومن انفه أولحيته شعرات ففي كل شعرة كف من الطعام كذا في فتاوىٰ قاضي خان ... واذا خبز المحرم فاحترق بعض شعره تصدق له واذا حك المحرم رأسه او لحيته فانتثر منها شعر فعليه صدقة كذا في السراج الوهاج.(الفتاوىٰ الهندية: ۲٤٣/۱،الفصل الثالث في حلق الشعر وقلم الاظفار)

ہوں، میرے ساتھ میری بچی بعمر پندرہ ماہ بھی ہوگی، اب اگر یہ بچی پیشاب وغیرہ کرے تو حج کے دوران میں کیا کرنا چاہیے اور بچی کے لیے قربانی کی ضرورت ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: انیس احمد، کیرآف دفتر اہتمام، ۱۹۸۳/۸/۱۰ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

آپ اس بچی کی طرف سے احرام کرسکتے ہیں اور اگر یہ بچی کوئی جنایت کرے تو اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا،(۱) اور مقامات مقدسہ میں پیشاب کرنا موجب دم نہیں ہے، خواہ یہ پیشاب بالغ کرے، یا نابالغ۔ ہاں، قصداً ان خاص مقامات میں پیشاب کرنا گناہ ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۴۰/۴)

بینک کے ذریعے قربانی اور حلق کی تقدیم کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال حکومت سعودیہ نے منیٰ میں ایک نئی قربان گاہ قائم کی ہے، جس کا مقصد گوشت کو محفوظ رکھ کر باہر ممالک کے ناداروں کو بھجوانا ہے؛ لیکن اس طریقہ قربانی میں احناف کے لیے چند مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلا حاجی نے بینک میں مقررہ رقم جمع کروائی اور رسید لی، بینک عملہ نے یقین دہانی کرادی کہ دس ذی الحجہ کو قربانی کی جائے گی، اب پتہ نہیں لگتا کہ یہ قربانی کس وقت ہوگی؛ اس لیے حاجی بغیر تحقیق وانتظار کے حلق کراتے ہیں اور بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ قربان گاہ میں قربانی دیر سے کی گئی ہے اور یوں حلق قبل ذبح واقع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد رفیق طارق الخمیس مشیط مملکت سعودیہ عربیہ، ۱۹۸۶/۸/۵ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذبح کی تقدیم حلق پر واجب ہے۔

لما رواه ابن أبي شيبة عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه أنه أفتیٰ بوجوب الدم علی من قدم الحلق، وأما ما روی عنه وعن غيره مرفوعاً من عدم الحرج معناه عدم الاثم لا عدم الدم أوعدم الدم مخصوص بهذا الحج لكونه أول حج.(۲)

---

(۱) قال العلامة الشامی: قوله فلو احرم صبی او احرم عنه ابوه صار محرما، قال فی اللباب وشرحه وینبغی لولیه ان یجنبه من محظورات الاحرام کلبس المخیط والطیب وان ارتکبها الصبی لا شیءء علیهما.(ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۱۵۹/۲، قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباته)

(۲) وفی المنهاج: احتج الجمهور بحدیث الباب (باب ماجاء ان عرفة کلها موقف) وغیره، واحتج ابوحنیفة بما رواه ابن ابی شیبة عن ابن عباس موقوفا وهو احد رواة حدیث "لا حرج من قدم شیئا من حجه أوأخره فلیهرق لذلک دما" وفی إسناده إبراهیم بن مهاجر وفیه مقال، قلنا: رواه الطحاوی باسناد صحیح فعلم منه أن المراد ==

پس اس مذکورہ بینک میں ذبح واجب (دم قران وتمتع) کے لیے داخلہ کرنا جائز نہیں، اس سے ترتیب اور تقدیم تو درکنار نفس ذبح بھی مشکوک ہوجاتا ہے۔ پس حکومت اگر مساکین کی اعانت کرنا چاہتی ہے تو حجاج کے لیے ذبح شدہ حیوانات کا گوشت اور کھال مساکین پر صرف کرنے کا انتظام کرے، نہ کہ ذبح وغیرہ کا۔(۱) وھوالموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۳۴۰/۴۔۳۴۱)

سرکاری ڈیوٹی کی وجہ سے گیارہویں کی رمی اور طواف صدر چھوڑنے سے بھی دم واجب ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک شخص محکمہ حج واوقاف میں حجاج کی خدمت پر مامور تھا، اسی وجہ سے اس نے گیارہویں ذی الحجہ کی رمی نہیں کی، کیا اس پر دم واجب ہے؟ اسی طرح ایک آدمی مدینہ منورہ میں ڈیوٹی انجام دینے کی وجہ سے طواف وداع چھوڑ کر چلا گیا اور یہ شخص متمتع تھا، کیا اس شخص پر دم واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالرحمٰن جدہ سعودیہ عربیہ، ۱۴۰۱/۵/۱۶ھ)

== من رفع الحرج رفع الاثم لا رفع الدم والجزاء، كما أريد هذا المعنى فى الحديث الذى رواه أبوداؤد من حديث أسامة بن شريك، قال: خرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حاجا فكان الناس يأتونه فمن قائل يا رسول الله! سعيت قبل أن أطوف أوأخرت شيئاً أو قدمت شيئا فكان يقول لاحرج إلاعلى رجل افترض عرض مسلم وهو ظالم فذلك الذى حرج وهلك، وبالجملة ان حجة الجمهور ساكتة عن رفع الجزاء، وكم من فرق بين عدم الذكر وبين ذكر العدم، ولو سلم ان مراد الحديث نفى الجزاء لجاز لنا أن نقول إنما عذرهم بالجهل لأن الحال إذ ذاك فى ابتداء ه.

فائدة: ... ارباب الحكومة فى عهدنا يأخذون من الحجاج قيمة الشاة يشتروابها الشاة ويذبحوها فى وقت معين ويعينوا المساكين باللحم الطيب الطرى وهذه مظنة ترك الواجب او السنه المؤكدة نعم لاحرج فيه لمن لم يكن قارنا ولا متمتعا.(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى: ١٣٧/٤،باب ماجاء ان عرفة كلها موقف)

(۱) حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ فرماتے ہیں: قربانی اراقۂ دم کا نام ہے اور اس سے ہی عبادت ادا ہوجاتی ہے، اس کے بعد گوشت کا انتظام کرنا حجاج کرام کی ذمہ داری نہیں، یہ انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے، اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس کے انتظام سے قاصر ہے تو یہ بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی، جو حکومت ایک شب وروز میں ہزاروں خیمہ کا انتظام کرسکتی ہے، (جیسا کہ منیٰ میں آگ کے حادثہ میں ہوا) کیا وہ ان جانوروں کے گوشت کا انتظام نہیں کرسکتی؟ ملخصاً۔(فتاویٰ رحیمیہ :۱۱۶/۸، جنایات اوردم)

حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی فرماتے ہیں: مناسک حج کا اضحیہ خالص اور اعلیٰ شعائر اسلامیہ میں سے ہے اور اس میں محض اظہار تعبد بشکل اراقۂ دم ہے... اور یہ اسکیمیں (بینک کے ذریعے قربانی تاکہ گوشت مساکین کے لیے محفوظ ہو) اگرچہ بظاہر خوشنما ہی نہیں قدرے مفید بھی معلوم ہوتی ہیں؛ مگر اظہار تعبد کے منافی ہیں اور اس مقصد کو فوت کرتی ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ظاہر ہورہا ہے؛ کیوں کہ اس طرح کار بند ہونے پر بعد چندے یہ عمل (اراقۂ دم) محض ایک سیاسی، تجارتی، معاشی مقصد ہوکر رہ جائے گا اور اظہار تعبد فنا ہوکر مسخ مذہب کا ذریعہ بن جائے گا۔(نظام الفتاویٰ:۱۴۹/۱، کتاب الحج)

الجواب

یہ شخص زمین حرم میں دو دنبے ذبح کرے، یا کرائے، ایک دنبہ ترک رمی کی وجہ سے، (۱) اور دوسرا ترک طواف صدر کی وجہ سے، البتہ طواف صدر اب بھی ہوسکتا ہے؛ یعنی عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کیا جائے تو اس طواف عمرہ سے طواف صدر ادا ہو جائے گا اور دنبہ کا ذبح ساقط ہو جائے گا۔ (ماخوذ از ردالمحتار: ۲۸۴/۳) (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۴۲/۴)

جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سے کم بال کٹوا کر واپس آنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس حاجی نے رمی جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سر سے کم بال کٹوائے اور وطن واپس آیا، اب اس پر بال ناخن وغیرہ لینے سے دم لازم آئے گا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالجلیل ریاض المملکۃ السعودیۃ العربیۃ، ۱۹۸۶/۶/۷ء)

الجواب

چوں کہ غلبۂ جہل کی وجہ سے اس تقصیر میں ابتلاء عامہ ہے، حالانکہ یہ شوافع وغیرہم رحمہم اللہ کا مذہب ہے، احناف کا مذہب نہیں ہے، (۳) لہٰذا اس کے متعلق "یسروا ولا تعسروا" (۴) پر عمل کرنا مناسب ہے، **لا سيما إذا روى عن مشائخنا فی غير المشهور عنهم كما فی شرح المبسوط لخواهرزاده وفی شرح الجامع الصغير لقاضی خان وقد صرحوا أنه جاز الافتاء بالقول الضعيف عند الضرورة، فافهم.** (۵) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۴۴/۴)

---

(۱) قال العلامة الشامی: (قوله اوالرمی كله) انما وجب بتركه كله دم واحد لان الجنس متحد كما فی الحلق (قوله او فی يوم واحد) ولو يوم النحر لانه نسک تام بحر (اوالرمی الاول) داخل فيما قبله كما علمت، الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۲۵/۲، باب الجنايات

(۲) قال العلامة محمد امين ابن عابدين: (قوله او ترک طواف الصدر او اربعة منه ولا يتحقق الترک الا بالخروج من مكة) لانه ما دام فيها لم يطالب به مالم يرد السفر قال فی البحر واشار بالترک إلٰى أنه لوأتى بما تركه لا يلزمه شيیء مطلقا لانه ليس بمؤقت ای ليس له وقت يفوت بفوته وقدمنا ... انه لو نفر ويطف وجب عليه الرجوع ليطوف مالم يجاوز الميقات فخير بين اراقة الدم والرجوع باحرام جديد بعمرة ولا شيیء عليه لتاخيره. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۲٤/۲، باب الجنايات)

(۳) قال الدكتور وهبة الزحيلی: والرأس يقع علٰى جميعه فإن حلق بعض الرأس لم يجزه عند الحنفية أقل من الربع وان حلق ربع الرأس أجزأه مع الكراهة لان ربع الرأس يقوم مقام كله كمسح ربع الرأس فی الوضوء ... وقال الشافعية: أقل ازالة شعر الرأس او التقصير ثلاث شعرات لقوله تعالٰى محلقين رؤوسكم (الفتح) أی شعر رؤوسكم، والشعر جمع واقله ثلاث. (الفقه الإسلامی وأدلته: ۲٦۹/۳، المطلب الثالث الحلق والتقصير)

(۴) أخرجه البخاری: ۲۹، ومسلم: ۱۷۳۳-۱۷۳٤، واحمد: ۱۳۱/۳، وأبويعلی: ۱۷۲/٤، وابن حبان: ۳۷۳/۵

(۵) قال العلامة ابن عابدين: وقد ذكر صاحب البحر فی الحيض فی بحث الوان الدماء اقوالاً ضعيفة ثم قال وفی المعراج عن فخر الائمة لو افتى مفت بشيیء من هذه الاقوال فی مواضع الضرورة طلبا لتيسير كان حسنا، وبه علم ان المضطر له العمل بذلک لنفسه كما قلنا وان المفتی له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به محمول علی غير موضع الضرورة. (شرح عقود رسم المفتی: ۱۰۲، شعر: ولا يجوز بالضعيف العمل)

حلال ہونے کے لیے محرم کا اپنے بال، یا دوسرے محرم کے بال کاٹنا:

محترم المقام حضرت مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون مزاج اقدس بخیر ہوگا۔احقر فتاویٰ رحیمیہ سے خوب استفادہ کرتا ہے، جزاکم اللہ عنی وعن سائر الامۃ۔(آمین)

حضرت والا! فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم میں ایک جواب ہے:

’’سوال: حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا سر حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال مونڈ سکتا ہے، یا نہیں؟ (الجواب) ہاں؛ حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا حلق کرا سکتا ہے (سر مونڈوا سکتا ہے)، اسی طرح اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال کاٹ سکتا ہے۔فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ:۳/۱۱۴۔۱۱۵)

آپ نے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی، اگر کوئی دلیل ہو تو تحریر فرمائیں، بندہ کا ناقص خیال یہ ہے کہ اپنا سر حلق کرانے اور حلال ہونے سے پہلے دوسرے کا سر حلق کرنا صحیح نہ ہو، یہ تو بظاہر محظورات احرام کا ارتکاب کرنا ہے۔امید ہے کہ جواب باصواب مرحمت فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

محترمی ومکرمی! بارک اللہ فی علمکم، بعد سلام مسنون، عافیت طرفین مطلوب ہے، آپ توجہ اور شوق سے فتاویٰ رحیمیہ کا مطالعہ کرتے ہیں، اس قدردانی کا صمیم قلب سے شکریہ۔

آپ نے فتاویٰ رحیمیہ کے جس جواب پر اشکال پیش فرمایا ہے، وہ اشکال صحیح نہیں ہے، الحمدللہ فتاویٰ رحیمیہ کا جواب صحیح ہے۔حاجی متمتع ہو، یا قارن، یا مفرد، جب وہ حلق سے پہلے کے تمام ارکان ادا کر چکا ہو اور سر منڈا کر حلال ہونے کا وقت آ گیا ہو، اسی طرح دوسرا محرم بھی تمام ارکان ادا کر چکا ہو تو اب خود اپنے بال کاٹنا، یا دوسرے کے بال کاٹنا اس کے حق میں محظورات احرام میں سے نہیں ہے، لہٰذا محرم خود اپنا بھی حلق کر سکتا ہے اور اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال بھی کاٹ سکتا ہے۔دلائل ملاحظہ فرمائیں:

بخاری شریف میں ہے:

فلما رأوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضهم یحلق بعضاً حتی کاد بعضهم یقتل بعضاً غماً، الخ. (صحیح البخاری: ۱/۳۸۰، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وکتابة الشروط مع الناس بالقول)

حدیث کے اس ٹکڑے کا تعلق صلح حدیبیہ کے واقعہ سے ہے، جب صلح مکمل ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور حلق کیا تو آپ کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی قربانی کی اور ایک دوسرے کا حلق کیا، باوجود یہ کہ وہ محرم

تھے۔اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کرنے کے بعد محرم ایک دوسرے کا حلق کر سکتے ہیں۔

مسائل حج سے متعلق مشہور کتاب ’’غنیۃ الناسک‘‘ میں ہے:

’’ولو حلق رأسه أورأس غيره من حلال أومحرم جازله‘ الحلق ولم يلزمهما شيء. (غنية الناسک،ص:۹۳،فصل فی الحلق)

فتاویٰ اسعدیہ میں ہے:

(السوال) فی المحرم فی أوان التحلل هل له أن يحلل غيره قبل أن يحلق رأس نفسه، أم لا؟افتونا.

(الجواب) نعم له ذلک علی الصحيح،کما ذکره شيخنا نی شرحه علی منسک ملتقی الأبحر والله اعلم. (الفتاویٰ الأسعدية: ۲۱/۱،کتاب الحج)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: حلال ہونے کے وقت (۱) محرم کو اپنا، یا کسی دوسرے شخص کا خواہ محرم ہو، سر مونڈنا، یا کترنا جائز ہے، اس سے جزا واجب نہ ہوگی۔(معلم الحجاج،ص:۱۹۲،حلق وقصر یعنی بال منڈانا،یا کتروانا)

زبدۃ المناسک میں ہے:

مسئلہ: کسی محرم کے ہاتھ سے حلق نہ کرائے، پس اگر محرم سے حلق کرایا تو دیکھنا چاہیے کہ وہ محرم اگر ایسا ہے کہ جو کام حلق سے پہلے کرنے تھے، وہ کر چکا ہے، باقی فقط حلق ہی رہتا ہے اور یہ حلق کرانے والا بھی ایسا ہی ہے؛ یعنی دونوں ایسے ہیں کہ اب ان کو کوئی ایسا کام نہیں، جو حلق سے پہلے کرنا ہو۔اب فقط حلق ہی کرنا ہے، یا اصل میں حلال ہے، یا مفرد بحج ہے اور رمی کر چکا ہو تو اب یہ اپنے حلال ہونے سے پہلے دوسرے کا حلق کرے تو جائز ہے اور دونوں پر کچھ چیز لازم نہ ہوگی؛ کیوں کہ اب یہ حلق کرنا ان کو مباح ہے۔(غنیۃ،حیات) لیکن حلق سے پہلے لبیں و ناخن نہ لے، ورنہ جزا لازم ہوگی۔مسئلہ: اور اگر دونوں محرم ایسے ہیں کہ ان کو حلق سے پہلے جو کام کرنے تھے، وہ باقی ہیں تو اگر ایک دوسرے کا حلق کریں گے تو مونڈنے والے پر صدقہ اور مونڈانے والے پر دم لازم ہوگا۔(زبدۃ الناسک:۱/۱۷۶۔۱۷۷،حلق کرنے کا بیان)(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۱۰۶/۸۔۱۰۸)

---

(۱) یعنی جب سب ارکان ادا کر چکا ہو اور سر منڈانے کا وقت آ گیا ہو۔سعید احمد غفرلہ

(۲) حیات القلوب از غنیۃ الناسک علامہ ابن الضیاء حنفی اور شرح اللباب اور غنیۃ الناسک میں بھی ایسا ہی ہے اور بخاری شریف میں باب الجہاد میں صلح حدیبیہ کے احصار میں یہ حدیث صریح اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے، جن کو حلق سے پہلے جو کام کرنے تھے کر چکے تھے تو دوسرے کا حلق کر سکتے ہیں۔بخاری شریف کی طویل حدیث کا ٹکڑا ہے:

وجعل بعضهم يحلق بعضاً حتی کادبعضهم يقتل بعضاً غماً. (صحيح البخاری،رقم الحديث: ۲۷۳۱،انیس)

با قاعدہ تحلیل سے قبل عمرے کا احرام باندھنا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے احرام باندھ کر طواف اور سعی کی، اختتام پر ربع حصہ بال نہیں کٹوائے اور پھر سلے ہوئے کپڑے پہن کر میقات سے احرام باندھ کر دوسرا عمرہ ادا کیا، سعی کے اختتام پر پھر وہی کام کیا، اسی طرح سات عمرے کئے، سلے کپڑوں کا بدن پر تین گھنٹے اور بعض کا آٹھ دس گھنٹے وقت ہو چکا تھا، پھر آخری عمرہ کر کے کپڑے پہن لیے، پھر جدہ جا کر تمام سر کو منڈوایا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: مولوی محمد نبی، ریاض، سعودی عرب)

الجواب

واضح رہے کہ با قاعدہ تحلیق، یا تقصیر سے قبل عمرے کا احرام باندھنا موجب دم ہے؛ یعنی ایک قربانی واجب ہے۔ (ہندیہ: ۱/۲۷۱)(۱) دن، یا رات سے کم سلے ہوئے کپڑے پہننا موجب صدقہ ہے اور دن یا رات سے زائد پہننا موجب دم ہے۔ (شرح التنویر)(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۴۵)

رمی جمار میں بلا وجہ شرعی توکیل صحیح نہیں اور دم واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی حج پر گئے، میاں جب منیٰ میں آیا تو وہ اپنا ٹینٹ بھول گیا وہ سیدھا مکہ شریف چلا گیا وہاں پر دو دن ٹھہرا رہا، تندرست ہے، چل پھر سکتا ہے؛ لیکن بدن سے بہت بھاری ہے، بیوی منیٰ میں رہ گئی، بیوی جوان ہے، تندرست ہے؛ لیکن ازدحام کی وجہ سے شیطان کو کنکریاں نہ ماریں، اس نے اپنی طرف سے اور خاوند کی طرف سے دوسرے شخص کو کنکریاں دیں، اس نے وہاں شیطان کو کنکریاں ماریں، کیا یہ ٹھیک ہے، یا نہیں؟ بیوی شوہر کا رشتہ قائم رہا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: حاجی عبدالمجید پشاور شہر، ۱۹۷۵/۲/۲۶ء)

الجواب

واضح رہے کہ عورت کے لیے رات کے وقت رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے اور مرد کے لیے باوجود کراہت کے فراغت کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس عورت پر ضروری ہے کہ ایک دنبہ کسی کے ذریعہ سے حرم میں (منیٰ میں) ذبح کروائے،

(۱) وفی الهندية: ومن فرغ من عمرته الا التقصير فاحرم باخرىٰ فعليه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وكفارة، كذا فی الهداية. (فتاوىٰ الهندية: ۱/۲۵٤، الباب الحادی عشر فی اضافة الاحرام إلى الاحرام)

(۲) قال العلامه الحصكفی: أولبس مخيطا لبسا معتادا او ستر رأسه يوما كاملا أو ليلة كاملة وفی الأقل صدقة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۲۲۰، باب الجنايات)

اوراگر یہ مرد اتنا معذور ہو کہ اٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس کا ذمہ فارغ ہوا ہے، ورنہ اس پر ذبح باقاعدہ لازم ہوگا۔(۱)
وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۵/۴)

۱۲/ذی الحجہ کی رمی جمار چھوڑ کر ۱۳/ذی الحجہ کو کرنے سے وجوب دم میں اختلاف ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ ذی الحجہ کو رمی جمرات کے وقت کثرت ازدحام کی وجہ سے ہم آٹھ رفقاء گر گئے اور ہمارا برا حال ہو گیا، ہم لوگ رمی نہ کر سکے، اگلے روز یعنی تیرہ ذی الحجہ کو مسئلہ دریافت کیا، بعض علمانے کہا کہ دم واجب ہے۔ بعض نے کہا کہ آج اس کی قضا کرے، دم کی ضرورت نہیں۔ ہم نے قول ثانی پر عمل کرتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کو رمی جمار کرلیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تیرہ ذی الحجہ کو رمی کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فیض محمد بورے والا ضلع وہاڑی، ۱۵/۷/۱۹۸۴ء)

الجواب

صورت مسئولہ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک واجب نہیں ہے۔(۲)
وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۶/۴)

سعی واجب کا ترک کرنا موجب دم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں سعی واجب ترک ہوا ہے۔ اب گھر آ کر اس کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی محمد اسلم، صوابی، ضلع مردان، ۲/ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ)

الجواب

آپ کسی حاجی کو رقم دے کر منیٰ میں قربانی کرائیں، یہ قربانی ہر وقت جائز ہے، ایام النحر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

---

(۱) قال الملا علی قاری: الخامس ان یرمی بنفسه فلا تجوز النیابة عند القدرة وتجوز عند العذر فلورمی عن مریض لا یستطیع الرمی بأمره ... جاز... لان الرمی عن المریض بغیر امره لا یجوز ... قیل فی حد المریض ان یصیر بحیث یصلی جالسا ... والرجل والمرأة فی الرمی سواء الا ان رمیها فی اللیل افضل وفیه ایماء الی انه لا تجوز النیابة عن المرأة بغیر عذر ... والحاصل ان الرمی هو من واجبات الحج اما اداء او قضاء فاذا فات وقتهما تعین الدم لترک الرمی اتفاقا.(شرح لباب المناسک، ۱۶۶، ۱۶۷، فصل فی احکام الرمی وشرائطه)

(۲) کما فی المسلک المتوسط للقاری: ۱۶۱)(قال العلامة القاری: واذا طلع الفجر ای صبح الرابع فقد فات وقت الاداء ای عند الامام خلافا لهما وبقی وقت القضاء ای اتفاقا الی آخر ایام التشریق فلو اخره ای الرمی عن وقته المعین له فی کل یوم فعلیه القضاء والجزاء وهو لزوم الدم.(ارشاد الساری للقاری: ۱۶۱، قبیل فصل فی وقت الرمی فی الیوم الرابع)

کما فی الهداية: ومن ترک السعی بين الصفا والمروة فعليه دم وحجته تام. (۱)

وفيها أيضا: يجوز ذبح بقية الهدايا فی أی وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا إلا فی الحرم. (۲)

وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۷/۴)

غلطی سے احرام کی چادر دور کرکے کپڑے پہننے اور حج کرنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک پاکستانی ہوں اور مدینہ منورہ میں رہتا ہوں، اگلے سال میں نے حج اور عمرہ کی نیت کرکے احرام باندھ لیا، عمرہ ختم کرکے ہمارے پاس ایک بدو (دیہاتی) نے میرے سر سے تھوڑے بال کاٹے، لاعلمی کی وجہ سے میں نے فوراً احرام دور کیا اور کپڑے پہن لیے اور حج کا ارادہ کیا۔ کیا میرا یہ حج ہو گیا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مرزا خان، حطۃ النخیل طریقۃ المدینۃ المنورۃ، سعودیہ، ۱۹۸۴/۴/۲۱ء)

الجواب

آپ ایک دم (شاۃ) ذبح کریں تو ذمہ فارغ ہو جائے گا اور عمرہ اور حج دونوں درست ہوں گے۔ وھو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۳۴۸/۴)

ترک مبیت منیٰ سے دم لازم نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال حج کے دوران میں جب ہم نے رمی کیا اور طواف زیارت کے لیے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ خواتین اور ضعیف العمر آدمی بھی تھے۔ دوران طواف ہم سے بعض ساتھی بچھڑ گئے۔ ہم نے طواف پورا کیا، تھکاوٹ اور ساتھیوں کے ڈھونڈنے کی وجہ سے ہم نے مکہ میں رات قیام کیا صبح سعی کر لی اور جمعہ کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہو گئے۔ اب ہم نے جورات مکہ معظّمہ میں قیام کیا تھا اور منیٰ نہیں گئے تھے۔ کیا ہم پر دم لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حکیم حمید الدین، دہلوی دواخانہ راولپنڈی، ۱۷/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ)

الجواب

چوں کہ آپ ترک سنت کے مرتکب ہوئے ہیں، ترک واجب کے نہیں، لہٰذا آپ پر دم واجب نہیں ہے۔

کما فی الشامية (۲/۲۰۲) قوله فيبيت بها للرمی أی ليالی أيام الرمی هو السنة فلو بات بغيرها كره ولا يلزمه شیء. (لباب) (۳) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۸/۴)

---

(۱) الهداية: ۲۵۶/۱، باب الجنايات

(۲) الهداية: ۲۱۸/۱، باب الهدی

(۳) ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۰۰/۲، قبيل مطلب فی حكم صلاة العيد والجمعة فی منیٰ

متعدد عمرے کرنے والی عورت قصر نہ کریں تو کفارہ اور ایک دم واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے متعدد عمرے کئے اور بال نہیں کاٹے۔ کیا یہ ایک جنایت شمار ہوگی اور ایک دم واجب ہوگا، یا متعدد جنایات؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: دلاور شاہ ٹل کوہاٹ، ۲۵/شوال ۱۴۰۱ھ)

الجواب ــــــــــــــــ

اس عورت پر احرام قبل از وقت کی وجہ سے کفارہ اور ایک دم واجب ہے۔

كما يدل عليه ما في الهندية (١/٢٥٤): ومن فرغ من عمرته الا التقصير فأحرم بأخرىٰ فعليه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر و كفارة، كذا في الهداية. (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۴۹/۴)

قربانی سے قبل حلق، رمی کی قضا، طواف زیارت میں ترک سعی، مزدلفہ میں عدم بیتوتت وغیرہ کے مسائل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) رمی کے بعد اور قربانی سے قبل بال کٹوانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) منیٰ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کسی بھی دن جمرات مارے تو کیا دوسرے دنوں کے جمرات ایک ساتھ مار سکتے ہیں؟

(۴) طواف زیارت میں اگر طواف کرے اور سعی چھوڑ دے، پھر قضا کی صورت میں صرف سعی کرے گا، یا طواف اور سعی دونوں؟

(۵) مزدلفہ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۶) اگر غلطی سے آدمی میقات سے تھوڑا دور چلا گیا اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

(المستفتی: مولانا محمد ابراہیم سکنہ سلیم خان صوابی، ۱۹۸۴/۱۰/۷ء)

الجواب ــــــــــــــــ

(۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جنایت اور موجب دم ہے۔ (شامی، باب الجنایات) (۲)

(۲) منیٰ میں بیتوتت ترک کرنا خلاف سنت ہے؛ لیکن موجب دم وغیرہ نہیں ہے۔ (شامی: ۲۵۲/۲) (۳)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ١/٢٥٤، باب اضافة الاحرام الى الاحرام

(۲) قال العلامة الشامي: (قوله: أو قدم نسكا على آخر فيجب) لما كان قوله او قدم الخ بيانا لوجوب الدم بعكس الترتيب، فرع عليه أن الترتيب واجب، الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ٢/٢٢٦، باب الجنايات)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (ثم اتى منىٰ فيبيت بها للرمي) اى ليالي ايام الرمي هو السنة فلوبات بغيرها كره ولا يلزمه شيء لباب. (ردالمحتار: ٢/٢٠٠، قبيل مطلب حكم صلاة العيد والجمعة في منىٰ)

(۳) ایام منیٰ میں جب کسی دن کی رمی ترک کردے تو دم واجب ہوگا، خواہ با قاعدہ قضا کرے، یا نہ کرے۔ (ارشادالساری:۲۴۰)(۱)

(۴) اگراس شخص نے طواف قدوم، یا طواف تطوع کے بعد سعی نہ کی ہو تو جب تک میقات سے باہر نہیں ہوا ہے، صرف سعی سے اس کا ذمہ فارغ ہوگا، اگر چہ یہ تاخیر کئی ماہ ہوا اور اگر میقات سے باہر ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ دم ذبح کرے اور اگر عمرہ یا حج کا احرام باندھ لے اور واپس آجائے اور یہ مناسک ادا کرلے سعی بھی کرلے تو یہ بھی جائز ہے۔ (ارشادالساری:۲۳۸)(۲)

(۵) مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے؛ لیکن طلوع فجر کے بعد کچھ ٹھہرنا واجب ہے اور موجب دم ہے۔ (شامی)(۳)

(۶) جب واپس ہوکر احرام باندھ لے تو دم واجب نہیں ہے۔ (ہندیہ:۲۵۳/۱)(۴)

اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو ایک، یا دو سوال روانہ کریں۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۹/۴-۳۵۰)

ضعیف وناتوان کا رمی جمار میں توکیل اور دم وغیرہ کے مسائل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے حج پر جاکر تمام افعال خود ادا کئے؛ لیکن کمزوری وناتوانی اور بڑھاپے کی وجہ سے رمی جمار کسی دوسرے سے کروایا، اب:

(۱) اس شخص پر دم وغیرہ واجب ہے؟

---

(۱) قال الملا علی قاری: ولو ترک رمی یوم من ایام النحر کله أوأکثره کأربع حصیات فما فوقها فی یوم النحر أوأحد عشرة حصاة فیما بعده او آخره الی یوم آخر فعلیه دم أی لترکه او تاخیره. (إرشاد الساری: ۲٤٠/١، فصل فی الجنایة فی رمی الجمرات)

(۲) قال الملا علی قاری: ولو ترک السعی کله او اکثر فعلیه دم وحجه تام ... وإن ترکه لعذر فلا شیء علیه... ولو سعی قبل الطواف... لم یعتدبه ... فان لم یعده فعلیه دم اتفاقا ولوترک السعی من أصله ورجع إلی أهله بان خرج من المیقات فاراد العود إلی مکة یعود باحرام جدید ... وإذا أعاده سقط الدم، قال فی الأصل: والدم أحب إلی من الرجوع لأن فیه منفعة الفقراء. (إرشاد الساری:۲۳۸، فصل فی الجنایة فی السعی)

(۳) قال العلامة محمد أمین: (ثم وقف بمزدلفة) هذا الوقوف واجب عندنا لاسنة والبیتوتة بمزدلفة سنة مؤکدة الی الفجر لا واجبة ... وأول وقته طلوع الفجر الثانی من یوم النحر وآخره طلوع الشمس منه فمن وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا یعتد به وقدر الواجب منه ساعة ولو لطیفة،الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۱۹۳/۲، مطلب فی الوقوف بمزدلفة)

(۴) وفی الهندیة: وإن عاد إلی المیقات وأحرم فهذا علی وجهین فإن أحرم بحجة او عمرة عما لزمه خرج عن العهدة وإن أحرم بحجة الاسلام أو عمرة کانت علیه إن کان ذلک فی عامه أجزأه عما لزمه لدخول مکة بغیر إحرام استحسانا،کذا فی المحیط. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۵۳/۱، الباب العاشر فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام)

(۲)　اگر واجب ہے تو ایک، یا تین؟

(۳)　اس دم کا ذبح کہاں پر ضروری ہے؟

(۴)　اگر منیٰ میں ضروری ہے اور وہ شخص واپس آیا ہے، پھر کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حبیب اللہ نعمانی جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور)

الجواب

(۱)　جو شخص بذات خود رمی پر ضعف، یا مرض کی وجہ سے قادر نہ ہو، نہ دن کو اور نہ رات کو، وہ دوسرے شخص سے رمی کروا سکتا ہے۔ (ہندیہ)(۱)

(۲)　جو شخص باوجود قدرت کے تمام رمیات ترک کرے اس پر ایک دم واجب ہے۔ (شامی)(۲)

(۳)　دم جنایت زمین حرم سے مختص ہے، خواہ منی میں ہو، یا مکہ میں، اس میں سے ہر جگہ یہ ذبح کافی ہے۔ (بحر، شامی)(۳)

(۴)　دوسرے شخص کو وکیل اور مامور کر کے ذبح حرم میں کروائے۔ (۴) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۵۲/۴)

حائضہ کا طواف زیارت اور طواف وداع ترک کرنا:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی زوجہ کا حیض ہمیشہ دس دن ہوتا ہے، جب منیٰ اور عرفات کے درمیانی وقفے میں حیض آ گیا، اس کے بعد ہم جدہ شریف جانے والے تھے اور ابھی تک زوجہ زید کے ایام حیض میں چھ دن باقی تھے۔

---

(۱)　وفی الهندية: مريض لا يستطيع الرمی توضع الحصاة فی كفه ليرمی به أو يرمی عنه غيره بأمره، كذا فی محيط السرخسی فی صفة الرامی. (الفتاوی الهندية: ۲۳٦/۱، فصل فی المتفرقات)

(۲)　قال العلامة ابن عابدين: (أوالرمی كله) إنما وجب بتركه كله دم واحد لأن الجنس متحد كما فی الحلق والترک إنما يتحقق بغروب الشمس من آخر ايام الرمی وهو الرابع، الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲۲۵/۲، باب الجنايات)

(۳)　قال العلامة ابن نجيم: (وخص ذبح هدی المتعة والقران بيوم النحر والكل بالحرم لا بفقيره) بيان لكون الهدی موقتا بالمكان سواء كان دم شكر او جناية ... واما توقيته بالزمان فمخصوص بهدی المتعة والقران وأما بقية الهدايا فلا تتقيد بزمان. (البحر الرائق: ۷۲/۲، باب الهدی)

قال فی الشامية: (ذبح فی الحرم) فلوذبح فی غيره لم يجز. (ردالمحتار: ۲۲۸/۲، باب الجنايات)

(۴)　قال العلامة الموصلی: ولا يذبح الجميع إلا فی الحرم، قال تعالیٰ فی جزاء الصيد ﴿هديا بالغ الكعبة﴾ وفی دم الاحصار ﴿حتی يبلغ الهدی محله﴾ ولأن الهدی ما عرف قربة إلا فی مكان معلوم وهو الحرم، قال عليه السلام: منی كلها منحر وفجاج مكة كلها منحر. (رواه ابو داؤد وابن ماجة والدارمی واحمد) (الإختيار لتعليل المختار: ۱۲۲/۱، باب الهدی)

اب سوال یہ ہے کہ اس زوجہ کے ذمہ ایک طواف زیارت باقی تھا اور دوسرا طواف وداع بھی۔ اب ہم کیا تدبیر کرتے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم، ۱۰/۴/۱۹۷۴ء)

الجواب

اگر یہ عورت حالت حیض میں طواف زیارت کرتی تو باوجود حرمت کے فریضہ حج ادا ہوتا اور ایک بدنہ ذبح کرنے سے جنایت سے بری ہوتی۔ (شامی: ۲/۲۵۹)(۱)

لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت وطن کو واپس ہوئی ہے؛ اس لیے اس کے لیے دوبارہ مکہ جانا ضروری ہے؛ تاکہ طواف زیارت کرے اور اس کے لیے جماع کرنا ممنوع ہے، اگرچہ کئی سال گزر جائیں۔ (ہندیہ: ۱/۲۴۶)(۲) اور حائضہ کے لیے طواف صدر ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی: ۲/۲۵۵)(۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۵۳)

حج میں حاملہ عورت کے لیے واجبات ترک کرنے کے مسائل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کی اہلیہ حاملہ تھی، اس مجبوری کی وجہ سے مختصر حج کیا، اگرچہ معلم الحجاج میں جوابات موجود ہیں؛ تاہم مزید تسلی کے لیے لکھ رہا ہے:

مسئلہ یہ ہے کہ ڈاکٹر نے بھی حاملہ ہونے کی صورت میں حج پر جانے سے منع کیا؛ مگر اس کے باوجود دونوں نویں ذی الحجہ کو اسپیشل موٹر لے کر مکہ معظّمہ پہنچے، وہاں طواف قدوم کیا اور پھر زوال سے پہلے عرفات پہنچے، غروب کے بعد وہاں سے نکل کر مزدلفہ ہوتے ہوئے راتوں رات حرم شریف پہنچے، دسویں کو صبح صادق کے بعد طواف زیارت کرلیا، اسی طرح وقوف مزدلفہ اور رمی نہ کر پائے۔

معلم الحجاج میں لکھا ہوا ہے کہ واجبات حج اگر عذر شرعی کی بنا پر فوت ہو جائیں تو دم لازم نہیں آتا۔ اب اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالحمید خان ریاض سعودی عرب، ۸/۲/۱۹۷۲ء)

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: لوهم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا؟ قالوا: يقال لها: لا يحل لک دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافک وعليک ذبح بدنة. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲/۱۹۹، مطلب فی طواف الزيارة)

(۲) وفی الهندية: وان ترک كلا الطوافين فهو حرام على النساء ابدا وعليه ان يرجع ويطوف طواف الزيارة وطواف الصدر. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۴۶، الفصل الخامس فی الطواف والسعی)

(۳) قال العلامة الشامی: (وطواف الصدر واجب إلا على أهل مكة) ای فلا يجب على المكی ولا على المعتمر مطلقا والمجنون والصبی والحائض والنفساء كما فی اللباب وغيره. (ردالمحتار: ۲/۲۰۲، مطلب فی طواف الصدر)

الجواب

چوں کہ ان حضرات سے واجبات (حج) بلا عذر شرعی فوت ہو چکے ہیں، لہٰذا ان پر تمام واجبات کا دم دینا ضروری ہے؛(۱) مگر بیوی پر وقوف مزدلفہ کا دم نہیں ہے۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۵۴/۴)

قبل از ادائیگی طواف زیارت زوجہ سے جماع کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے طواف زیارت رہ جائے۔کیا قبل از ادائیگی طواف زیارت اپنی زوجہ سے جماع کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی ظفر الحق، ۱۹۸۵/۱۲/۱۱ء)

الجواب

رفض حج کے ارادہ سے قبل اس پر بیوی حرام ہوتی ہے۔(۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۵۵/۴)

بعد طواف زیارت قبل الحلق مونچھیں کتروانا اور قبل الحلق طواف زیارت کرنا:

سوال: طواف زیارت کے بعد حلق سے پہلے اگر سبلت (مونچھیں) کتروائی جائیں تو کیا لازم آئے گا اور اگر حلق سے پہلے طواف زیارت کرلے تو کیا لازم آئے گا؟

الجواب

اگر کسی شخص نے قبل حلق کے سبلت (مونچھیں) کتروائیں، یا ناخن کتروائے تو اس پر موجب جنایت لازم آئے گا۔

”ولو قص أظفاره أوشاره أولحيته أوأطيب قبل الحلق فعليه موجب جنايته“.(۴)

---

(۱) وفي الهندية: ولو ترك الجمار كلها او رمى واحدة او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة.(الفتاویٰ الهندية: ۲٤٧/۱،قبيل الباب التاسع في الصيد)

(۲) قال العلامة الحصكفي: ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس ولو ماراً كما في عرفة لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة فلا شيء عليه، قال ابن عابدين:إلا إذا كان لعلة أوضعف أويكون امرأة تخاف الزحام فلا شيء عليه ... فالأولىٰ تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل إطلاق المحيط عليه لكون ذلك عذراً ظاهراً في حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل أويحمل على ما إذا خاف الزحمة لنحو مرض ولذا قال في السراج: إلا إذا كانت به علة أومرض أوضعف فخاف الزحام فدفع ليلا فلاشيء عليه.(ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۱۹۳/۲، مطلب في الوقوف بمزدلفة)

(۳) قال العلامة الحصكفي: وبترك اكثره بقي محرما ابدا في حق النساء حتى يطوف فكلما جامع لزمه دم اذا تعدد المجلس الا ان يقصد الرفض،فتح.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار:۲۲٤/۲،باب الجنايات)

(۴) ردالمحتار،مطلب في رمي جمرة العقبة:۵۱۵/۲،دارالفكر بيروت،انيس

اور تقدم طواف زیارت قبل الحلق میں کچھ لازم نہیں آئے گا، صرف کراہت ہوگی؛ کیوں کہ سنت کو ترک کر دیا ہے۔
حررہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۶۶-۱۶۷)

بعد طواف زیارت قبل الحلق مجامعت سے کیا لازم آئے گا:

سوال: اگر طواف زیارت کے بعد حلق سے پہلے زوجہ سے مجامعت کی جائے تو کیا لازم آئے گا؟

الجواب

طواف زیارت کے بعد حلق سے پہلے زوجہ سے مجامعت کرنے میں دم لازم آئے گا۔
وأما لولم يحلق فطاف للزيارة أربعة أشواط ثم جامع كان عليه الدم. (مناسک ملا علی قاری)
اور ظاہر یہ ہے کہ دم سے مراد بدنہ ہے؛ **لأن المذكور في ظاهر الرواية إطلاق لزوم البدنة بعد الوقوف من غير تفصيل بين كونه قبل الحلق أو بعده.**
بندہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۶۷)

خود حلال ہونے سے پہلے دوسرے کو حلق کر کے حلال کرنا، یا خود اپنا حلق کرنا کیسا ہے:

سوال: طواف زیارت، یا عمرہ کے بعد خود حلال ہونے سے پہلے دوسرے کو حلق، یا قصر کر کے حلال کرے، یا خود اپنے آپ کو حلال کرے تو کیا لازم ہوگا؟

الجواب

بوقت تحلل اپنے حلال ہونے سے پہلے دوسرے کو حلق، یا قصر کر کے حلال کرنا، یا خود کو حلق، یا قصر کر کے حلال کرنا جائز ہے، (۱) البتہ اگر بعد طواف زیارت ایام نحر (گزر جانے) کے بعد حلق کیا تو دم لازم آئے گا۔
بندہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۶۷-۱۶۸)

قبل از قربانی سر منڈا لے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر کسی نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا تو اس کا حج ہوا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً:
حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) حج افراد، اس میں صرف حج کیا جاتا ہے، عمرہ نہیں کیا جاتا۔ (۲) حج قران، (۳) حج

---

(۱) وإذا حلق أي المحرم رأسه أي رأس نفسه اورأس غيره أي ولو كان محرماً عند جواز التحل أي الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسک لم يلزمه شيء. (غنية الناسک، ص: ۹۳، فصل في الحلق، انيس)

تمتع، ان دونوں قسموں میں حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا جاتا ہے۔ اگر حج افراد میں قربانی سے پہلے سر منڈا دیا تو کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ قربانی مستحب ہے، واجب نہیں اور اگر حج قران، یا تمتع میں قربانی سے پہلے سر منڈایا تو دم واجب ہوگا؛ یعنی حج کی قربانی کے علاوہ ایک بکری، یا دنبہ وغیرہ حرم میں ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس بکری وغیرہ کے گوشت کا کھانا ذبح کرنے والے کے لیے جائز نہ ہوگا؛ لیکن حج بہر حال صحیح ہو جائے گا۔

في الدر: ويجب دمان علىٰ قارن حلق قبل ذبحہٖ.

وفي الرد: لأن المفرد لا شيء عليه. (شامی: ۲۰۸/۲) **واللّٰه اعلم بالصواب**

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۰/۹/۱۴۰۹ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۴۹/۳)

بسبب عذر رمی نہ کرنے والے پر دم واجب ہے، یا نہیں:

سوال: ایک صاحب نے حج کیا، انھوں نے حج کے سارے ارکان مکمل طور پر ادا کیا؛ لیکن ایک رکن یعنی رمی جمار پہلے دن ادا کیا اور دوسرے اور تیسرے دن کی رمی بے ہوشی کی وجہ سے چھوٹ گئی ہے۔ اس صورت میں دم واجب ہوگا، یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کتنا اور اس کی ادائیگی کی صورت کیا ہوگی، جب کہ وہ صاحب اپنے مکان چلے آئے ہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

رمی جمار واجبات حج میں سے ہے اور عذر کی وجہ سے ترک واجب سے دم واجب نہیں ہوتا اور بے ہوشی کا عذر ہونا ظاہر ہے کہ یہ فقط معذوری ہی نہیں؛ بلکہ مجبوری بھی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں رمی جمار کے تارک پر دم وغیرہ کچھ بھی واجب نہیں۔

لو تركهٗ بعذر كزحمةٍ لا شيء عليه وكذا كل واجب إذا تركه بعذر لا شيء عليه، كما في البحر: أي بخلاف فعل المحظور كلبس المخيط ونحوہٖ. (شامی: ۱۹۷/۲) **واللّٰه أعلم بالصواب**

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۳۰/۴/۱۴۱۰ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۰/۳)

طوافِ زیارت چھوٹ جائے تو کیا کرے:

سوال: زید اور اس کی بیوی دونوں ضعیف ہیں اور انتہائی کمزور ہونے کی حالت میں حج کرنے گئے، وقوفِ عرفات سے فارغ ہو کر دوسرے مناسک ادا کئے، زید کی طبیعت خراب ہوگئی، دماغی حالت خراب رہنے لگی، اکثر بے ہوشی رہتی، چلنے پھرنے کی طاقت بھی نہیں رہ گئی، بیوی بھی بہت کمزور تھی اور اسے مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا، جس کی وجہ سے اس نے خود تو طوافِ زیارت ۱۳/ ذی الحجہ کو کیا؛ لیکن زید کا طوافِ زیارت نہیں کرواسکی، پھر دونوں وطن واپس آ گئے، وطن آنے کے

بعد سے زید مسلسل بیمار ہی رہتا ہے۔اب اس کے لیے دوبارہ خود جاکر طوافِ زیارت کرنا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے، پیسے بھی اتنے نہیں ہیں صحت بھی اس قابل نہیں ہے،ان حالات میں زید کے لیے طوافِ زیارت سے عہدہ برآ ہونے کی اگرکوئی آسان صورت ہوتو مطلع فرمائیں اوردونوں پر وجوب دم کی جوصورت ہوواضح فرمائیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

طوافِ زیارت کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتا اورفوت بھی نہیں ہوتا؛ یعنی تمام عمر میں ہوسکتا ہے،البتہ ایام نحر میں کرنا واجب ہے،اس کے بعد دم واجب ہوتا ہےاورطواف لازمی ہے،اس کا بدل کچھ نہیں ہوسکتا،طوافِ زیارت کے بعد عورت سے صحبت وغیرہ بھی حلال ہوجاتی ہے، اگرکسی نے یہ طواف نہیں کیا تو اس کے لیے عورت سے صحبت وغیرہ حلال نہ ہوگی،اگرچہ سالہا سال گزرجائیں،طوافِ زیارت کرنے کے بعد حلت ہوگی۔

(قوله: ثم طاف للزيارة) أى لفعل طواف الزيارة الذى هوثانى ركنى الحج قال فى السراج: ويسمىٰ طواف الإفاضة وطواف يوم النحر والطواف المفروض الخ، وشرائط صحته الإسلام وتقديم الإحرام والوقوف والنية وإتيان أكثره والزمان وهو يوم النحرومابعده والمكان وهوحول البيت داخل المسجد وكونه بنفسهٖ ولو محمولاً فلا يجوز النيابة إلا لمغمىٰ عليه وواجباته المشى للقادر والتيامن وإتمام السبعةوالطهارة عن الحدث وستر العورة وفعلهٗ فى أيام النحر وأما الترتيب بينه وبين الرمى والحلق فسنة ولا مفسد له ولافوات قبل المماة ولا يجرى عنه البدل إلا إذا مات بعد الوقوف بعرفة وأوصىٰ بإتمام الحج تجب البدنة لطواف الزيارة وجاز حجه. (شامی: ۱۸۳/۲)

نوٹ: عورت نے طواف زیارت کواگر بیماری وغیرہ کسی آسمانی عذر کی وجہ سے مؤخر کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں اوراگرکسی آسمانی عذر کے بغیر۱۳/ذی الحجہ تک مؤخر کردیا تو عورت پر دم واجب ہے،جس کی آسان صورت یہ ہے کہ اگرکوئی جان پہچان کا آدمی حجاز میں رہتا ہوتو اس کوایک بکرے کی قیمت دے کرحرم میں ایک بکرا ذبح کروایا جائے۔

(كذا فى رد المحتار،أول باب الجنايات: ۲۰۰/۲) والله أعلم بالصواب

کتبہ:عبداللہ غفرلہ،۱۹/۸/۱۴۰۶ھ۔الجواب صحیح:عبدالحلیم غفرلہ۔الجواب صحیح:محمد حنیف غفرلہ۔(فتاویٰ ریاض العلوم:۳۵۰/۳-۳۵۱)

طوافِ وداع چھوٹ جانے پر دم واجب ہوگا، یانہیں:

سوال: میں اپنے شوہر کے ساتھ حج میں گئی تھی،اتفاق سے حج سے فراغت کے بعد میرے شوہر سخت بیمار پڑ گئے،ان کی خدمت اور تیمارداری میں میں مشغول رہی،وطن آنے کے بعد بھی بیماررہے،میں ان کی خدمت کی وجہ سے طواف وداع نہیں کرسکی،اب وطن آگئی ہوں،اب مجھے گھر پر کیا کرنا ہوگا؟ جوشریعت مطہرہ کا حکم ہو،براہ کرم آگاہ فرمائیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

صورت مسئولہ میں اگر طواف زیارت کے بعد کوئی نفلی طواف کیا گیا ہو تو وہ طواف وداع کے قائم مقام ہو گیا اور اگر نفلی طواف نہ کیا گیا ہو تو دم واجب ہے؛ یعنی حرم میں اپنی طرف سے ایک بکری ذبح کروائے۔

فی الدر: فلو طاف بعد إرادة السفر ونویٰ التطوع أجزأه عن الصدر.

وفی الرد: (قوله: فلو طاف) الحاصل کما فی الفتح وغیره أن من طاف طوافاً فی وقتہٖ وقع عنه نواه بعینہٖ أولا أو نویٰ طوافاً آخر... أو بعد ما حل النفر بعد ماطاف للزیارة فهو للصدر وإن نواه للتطوع. (شامی: ۵٤٥/۳، مکتبہ زکریا) **واللّٰہ أعلم بالصواب**

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۱/۲/۱۴۲۱ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/۳۵۱-۳۵۲)

طوافِ زیارت چھوٹ جائے تو کیا کرے:

سوال: میں (ابوبکر) اپنے بچوں کے ساتھ حج کرنے گیا تھا، (بیوی اور چار چھوٹے بچے تھے)، میں عرفات سے مزدلفہ اور اس کے بعد منیٰ آیا، وہاں کے سارے ارکان ادا کیا؛ لیکن طواف زیارت نہیں کیا اور مجھے معلوم بھی نہ تھا کہ طواف زیارت فرض ہے۔ ایک صاحب سے ہم نے پوچھا کہ کیا کروں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ دم دے دیجئے، آپ کا حج صحیح ہو جائے گا؛ لیکن جب ہم نے دوسرے سے معلوم کیا تو انھوں نے بتایا کہ طواف زیارت فرض ہے اور جب تک طواف زیارت اپنا اور بیوی بچوں کا نہیں کرائیں گے، تب تک آپ کے لیے بیوی حلال نہ ہوگی اور آپ کا حج بھی نہیں ہوگا، میں بہت زیادہ پریشان ہوں اور میری بیوی اور بچے اس وقت سب ہندوستان میں ہیں، میں اس وقت کافی قرض دار ہوں اور ان لوگوں کو لانے میں کم از کم ایک لاکھ روپئے کا خرچ ہے اور جو بچے ہمارے ساتھ حج کرنے گئے تھے وہ نابالغ تھے اور آج بھی نابالغ ہیں۔ آپ بتائیں کہ میں کیا کروں، ہمیں دم دینا پڑے گا، یا طواف زیارت کرنا پڑے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

مذکورہ بالا صورت میں ابوبکر اور ان کی بیوی کو طواف زیارت کرنا ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے دم بھی دینا ہوگا اور دم میں بکری اور بھیڑ کافی ہوگی، صرف دم سے کام نہیں چلے گا، البتہ بچوں پر طواف زیارت کی قضا نہیں ہے؛ اس لیے کہ ان پر حج فرض ہی نہیں ہے اور جب تک ابوبکر اور ان کی بیوی طواف زیارت نہیں کر لیتے ہیں، اس وقت تک اس کی بیوی حلال نہ ہوگی۔

نوٹ: جتنی بار صحبت پائی جائے گی، اتنا ہی دم لازم ہوگا اور عورت پر بھی اتنا ہی دم لازم ہوگا، جب کہ مجلس الگ ہو اور اگر ایک مجلس میں کئی بار کیا تو ایک ہی دم لازم ہوگا۔

فكلما جامع لزمه دم إذا تعدد المجلس. (الدرالمختار: ۱۰۷/۳)

والمرأة والرجل فى ذلك سواء. (الفتاویٰ الهندية: ۲۴۵/۱)

فى الدر: قوله: فإن أخرعنها أى أيام النحر ولياليها منها كره تحريما ووجب دم لترك الواجب. (شامی: ۳۸۱/۲)

وفى الدر: قوله على مسلم حر مكلف. وفى الرد: (قوله: مكلف) أى بالغ عاقل فلا يجب علىٰ صبى ولا مجنون. (شامی: ۱۴۱/۲)

بخلاف الصبى؛ لأن إحرامه غير لازم لعدم أهلية اللزوم عليه و لذا لو أحصر وتحلل لادم عليه ولا قضاء ولا جزاء عليه لارتكاب المحظورات، فتح. (شامی: ۱۴۷/۲)

أما حكمه إذا فات عن أيام النحر فهو أنه لا يسقط بل يجب أن يأتى به... وإن رجع إلىٰ أهله فعليه أن يرجع إلى مكة بإحرامه الأول ولا يحتاج إلى إحرام جديدوهو محرم عن النساء إلىٰ أن يعود فيطوف وعليه دم عند أبى حنيفة ولا يجزى عن هذا الطواف بدنة؛ لأنه ركن وأركان الحج لا يجزى عنها البدل ولا يقوم غيرها مقامها بل يجب الإتيان بعينها. (بدائع: ۱۳۳/۲) **والله أعلم بالصواب**

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۶/۱۰/۱۴۲۰ھ۔ الجواب صحیح: محمد عثمان عفی عنہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۱/۳-۳۵۲)

طوافِ زیارت کے بعد حیض آجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت جس کی مستقل کوئی عادت نہیں ہے، کبھی ایام فطری ۹/دن، کبھی ۸/دن، کبھی ۱۰/دن پیش آتے ہیں، سفرحج میں ۸/دن خون آکر بند ہوگیا اوراس خاتون نے نویں دن انتظار کیا؛ مگرخون نہیں آیا توغسل کرلیا اور گیارہ ذوالحجہ کوطواف زیارت کیا، جیسے ہی طواف سے فارغ ہوئی، پھرخون ظاہر ہوا اوردسویں دن کے بعد بند ہوگیا، پھراس خاتون نے تیرہ ذوالحجہ کوطواف کا اعادہ کیا غسل کرنے کے بعدتو اب اس کے ذمہ دم ہے، یا بدنہ؟

(۲) ایک خاتون نے اپنے سر کا حلق بارہویں ذوالحجہ کوغروب آفتاب کے بعد کروایا تو کیا اس کے ذمہ دم ہے؟ جب کہ زبدہ میں لکھا ہے کہ حلق کا واجب وقت ایام نحر ہے مع راتوں کے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً:

صورت مسئولہ میں خاتون کے ذمہ نہ دم واجب ہے اورنہ بدنہ واجب ہے۔

فى الدر: ومتى ترددت بين حيض ودخول فيه وطهر تتوضأ لكل صلاة وإن بينهما والدخول فيه تغتسل لكل صلاة وتترك غير مؤكدة ومسجدا وجماعاً وتصوم رمضان، ثم تقضى عشرين يوماً إن علمت بلا بدايته ليلاً وإلا فاثنين وعشرين وتطوف لركن ثم تعيده بعد عشرة. (۴۸۰/۱)

فی الرد: (قوله: إن لم يعده) أى الطواف الشامل للقدوم والصدر والفرض فإن إعاده فلا شيء عليه فإنه متىٰ طاف أى طواف مع أى حدث ثم إعاده سقط موجبه، الخ، قلت: لكن إذا إعاد طواف الفرض بعد أيام النحر لزمه دم الإمام للتاخير وهذا إن كانت الإعادة لطوافه جنبا وإلا فلا شيء عليه، الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۸۲/۳)

(۲) دم واجب ہے؛ کیوں کہ حلق اور طواف زیارت دونوں کا وقت ایک ہی ہے، جو بارہویں کو بعد غروب ختم ہوجاتا ہے اور زبدہ میں راتوں سے مراد بیچ کی دونوں راتیں ہیں، جیسا کہ اس کا پورا مسئلہ پڑھنے سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

وفی الرد: أما فی حق الطواف فالمراد به الليالى المتخللة بين أيام النحر؛ لأنه إذا غربت الشمس من اليوم الثالث الذى هو آخر أيام النحر ولم يطف لزمهٗ دم... فالليلة التى تعقب الثالث ليست تابعة له فی حق الطواف وإلا لكان فيها أداء بلا لزوم دم. (۵۳۸/۳)

وفی الدر: أو أخر الحاج الحلق أو طواف الفرض عن أيام النحر لتوقتهما بها.

(قوله: لتوقتهما) أى الحلق وطواف الفرض بها أى بأيام النحر عند الإمام وهٰذا علة لوجوب الدم بتأخيرهما. (شامی: ۵۸۷/۳) والله أعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۱۴۲۰/۴/۲۱ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۳/۳)

حالتِ احرام میں خوشبودار کپڑے کا استعمال:

سوال: بخاری شریف میں ہے کہ محرم کپڑے چادر اور تہبند میں سے کیا پہنے، حضرت عائشہؓ نے کسم رنگا ہوا کپڑا حالت احرام میں پہنا اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ عورتیں حالت احرام میں برقع نہ پہنیں اور نہ ایسا کپڑا پہنیں جو ورس سے رنگا ہوا ہو اور حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں کسم میں رنگے ہوئے کپڑے کو خوشبو نہیں سمجھتا اور حضرت عائشہؓ نے زیور، سیاہ اور گلابی کپڑوں اور عورت کے لیے موزوں کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا، ابراہیم نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اگر کوئی محرم کپڑا بدلے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً:

فی الدر على هامش الرد (۱٦٤/۲): وثوب صبغ بماله طيب كورس وهو الكركم وعصفر وهو زهر القرطم إلا بعد زواله بحيث لا يفوح فی الأصح.

وفيه أيضاً (۲۰۱/۲): وأما الثوب المطيب أكثره فيشترط للزوم الدم دوام لبسه يوماً.

عبارت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا محرم کو پہننا جائز نہیں، البتہ کسی طرح مثلاً دھونے سے خوشبو زائل ہوجائے اور اس سے خوشبو آنا بند ہوجائے تو اس کو پہن سکتا ہے۔ عبارت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا

خوشبو زائل ہونے سے پہلے پہنا تو ایک دن، یا ایک رات کی مقدار پہننے پر دم اور اس سے کم پہنے رہنے پر نصف صاع یعنی پونے دوکلو گیہوں کا صدقہ واجب ہے اور حضرت عائشہؓ نے حالتِ احرام میں کسم میں رنگا ہوا جو کپڑا پہنا تھا، اس کی خوشبو زائل ہوگئی تھی؛ چنانچہ کسم میں رنگا ایسا کپڑا جس کی خوشبو زائل نہ ہوئی ہو، محرم کے لیے اس کے استعمال کا درست نہ ہونا حضرت عائشہؓ کا بھی مسلک ہے، جیسا کہ ہم احناف کا مذہب ہے۔ (کما فی الأوجز:۳/۳۱۵) زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے کا بھی وہی حکم ہے، جو کسم سے رنگیں کپڑے کا حکم ہے۔

وفی الشامیز (۲/۶۶۲) لکن فی تغطیة کل الوجه أو الرأس یوما أو لیلة دم والربع منهما کالکل وفی الأقل من یوم أومن الربع صدقة کما فی اللباب وأطلقه فشمل المرأة لما فی البحر عن غایة البیان من أنها لا تغطی وجهها إجماعاً إلخ أی وإنما تستر وجهها عن الأجانب بإسدال شیء متجاف لا یمس الوجه.

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بحالت احرام چہرہ پر نقاب وغیرہ ڈالنا بالاتفاق ناجائز ہے اور لوگوں سے چہرہ چھپانے کے لیے کوئی کپڑا وغیرہ چہرہ سے ذرا آگے بڑھا کر اس طرح لٹکائے کہ چہرہ سے نہ لگے اور چہرہ کے چوتھائی حصہ، یا زیادہ پر حالت احرام میں ایک دن، یا ایک رات کی مقدار نقاب وغیرہ پڑا رہا تو قربانی کا ایک جانور ذبح کرنا ہوگا۔

کما فی الهدایة (۱/۲۴۶): ثم واجب الدم یتأدی بالشاة فی جمیع المواضع إلا فی موضعین.

اور بڑے جانور کا ساتواں حصہ بھی کفارہ کے لیے کافی ہوجائے گا، بشرطیکہ ساتوں حصے قربت وثواب کی نیت سے کیئے گئے ہوں۔

کما فی الشامی (۲/۲۰۰): ثم رأیت بعض المحشین قال: وما فی البحر مناقض لما ذکره هو فی باب الهدی أن سبع البدنة یجزیء وکذلک أغلب کتب المذهب والمناسک مصرحة بالإجزاء، إلخ.

اور یہ جانور حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، ایام نحر کا ہونا شرط نہیں ہے۔

کما فی الهدایة: لایجوز ذبح الهدایا إلا فی الحرم لقولہٖ تعالیٰ فی جزاء الصید: ﴿هدیا بالغ الکعبة﴾ فصار أصلاً فی کل دم هو کفارة.

اور اگر چوتھائی چہرہ سے کم پر نقاب رہا یا ایک دن یا ایک رات کی مقدار سے کم مدت رہا تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ واجب ہے۔

کمافی الشامی (۲/۲۰۰) وفی الهدایة: وکل صدقة فی الإحرام غیر مقدرة فهی نصف صاع من بر، إلخ.

وفیه أیضاً (۲/۲۰۳): (قوله: وفی الأقل صدقة) أی نصف صاع من بر.

خلاصہ یہ ہے کہ زعفران، یا ورس، یا کسم میں رنگے ہوئے جس کپڑے کو حالت احرام میں پہنا تھا، اس سے خوشبو

نہیں نکلتی تھی اور اگر کسم وغیرہ کسی بھی خوشبودار چیز سے رنگے ہوئے کپڑے سے خوشبو آتی ہو تو اس کا پہننا بحالت احرام حضرت عائشہؓ کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے، جیسا کہ ہم احناف کے نزدیک درست نہیں اور اگر ایسا کپڑا محرم نے ایک دن، یا ایک رات کی مقدار پہنا، یا عورت نے احرام کی حالت میں چوتھائی چہرہ، یا زیادہ حصہ پر نقاب وغیرہ ایک دن، یا ایک رات کی مقدار ڈالے رکھا تو اس جرم کے کفارہ میں ایک قربانی حرم میں کرنا ضروری ہے اور اگر حالت احرام میں خوشبو والی چیز سے رنگیں کپڑے کو ایک دن، یا رات کی مقدار سے کم پہنا، یا عورت نے چوتھائی چہرہ سے بھی کم پر نقاب ڈالا، یا چوتھائی چہرہ، یا زیادہ پر ڈالا تو اگر ایک دن، یا رات کی مدت سے کم ہو تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ واجب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ۔ ۱۹/۴/۱۴۰۴ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/۳۵۴-۳۵۵)

بحالت احرام ’وکس بام‘ استعمال کرنا:

سوال: ’وِکس بام‘ جو دردسر، یا سردی کی وجہ سے لگایا جاتا ہے اور اسی طرح دوسرے بام، یا دوائیں جن میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے، مرض یا درد کی وجہ سے احرام کی حالت میں لگانا کیسا ہے؟ اگر لگا ؤلیا تو جزا واجب ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــ

’وکس بام‘ خوشبودار چیز ہے اور اس کی خوشبو تیز ہے، اگر پوری پیشانی پر لگایا تو دم لازم ہوگا، فقہاء رحمہم اللہ نے ہتھیلی کو بڑا عضو شمار کیا ہے، ہاتھ کے تابع نہیں کیا۔ (معلم الحجاج، ص: ۲۴۴) اس لیے پیشانی بھی بڑا عضو ہونا چاہیے۔

غنیۃ الناسک میں ہے:

ولو تدویٰ بالطیب أو بدواء فیه طیب غالب ولم یکن مطبوخاً وفیالزقه بجراحته یلزمه صدقة إذا کان موضع الجراحة لم یستوعب عضواً أو اکثر إلا أن یفعل ذلک مراراً فیلزمه دم. (غنیة الناسک، ص: ۱۳۳، باب الجنایات، مطلب فی التداوی بالطیب)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: اگر خوشبو کو دوا کے طور پر لگایا یا ایسی دوا لگائی، جس میں خوشبو غالب ہو اور پکی ہوئی نہیں ہے تو اگر زخم ایک بڑے عضو کے برابر، یا اس سے زیادہ نہیں تو صدقہ واجب ہے اور اگر ایک بڑے عضو کے برابر (یا اس سے زیادہ نہیں تو صدقہ واجب ہے اور اگر ایک بڑے عضو کے برابر ہے، (یا اس سے زیادہ ہے) تو دم واجب ہے۔ (معلم الحجاج: ۲۴۸)

عذر کی وجہ سے (جیسے دردسر) بام لگایا ہو، تب بھی یہی حکم رہے گا۔

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: جنایت قصداً کرے، یا بھول کر، یا خطاءً، مسئلہ جانتا ہو، یا نہ جانتا ہو، اپنی خوشی سے

کرے، یا کسی کی زبردستی سے، سوتے کرے، یا جاگتے، نشہ میں ہو، یا بے ہوش، مالدار ہو، یا تنگدست، خود کرے، یا کسی کے کہنے سے معذور ہو، یا غیر معذور سب صورتوں میں جزا واجب ہوگی۔ (معلم الحجاج ص:۲۴۲، شرائط وجوب جزا) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۵/۸)

بحالت احرام منجن، یا ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا:

سوال: ایسا منجن، یا ٹوتھ پیسٹ جس میں لوگ، کافور، الائچی وغیرہ، یا خوشبودار دوا ڈالی جاتی ہے، ایسے منجن، یا ٹوتھ پیسٹ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں لونگ، کافور، الائچی، یا خوشبودار چیزیں ڈالی گئی ہوں اور وہ پکی ہوئی نہ ہوں اور مقدار کے اعتبار سے خوشبودار چیز مغلوب ہو، (یعنی کم ہو) تو ایسا منجن احرام کی حالت میں استعمال کرنا مکروہ ہوگا؛ مگر صدقہ واجب نہ ہوگا اور اگر منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں خوشبودار چیز غالب ہو تو چونکہ منجن، یا ٹوتھ پیسٹ پورے منہ، یا اکثر حصہ میں لگ جائے گا، لہذا دم واجب ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں مسواک ہی استعمال کرے، منجن یا ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کرے، اس سے سنت بھی ادا نہ ہوگی؛ اس لیے مسواک کو اختیار کرنا چاہیے۔

غنیۃ الناسک میں ہے:

فلو أكل طيباً كثيراً وهو أن يلتصق بأكثر منه يجب الدم وإن كان قليلا بأن لم يلتصق بأكثر فمه فعليه الصدقة، هذا إذا أكله، كما هو من غير خلط أو طبخ، فلو جعله في الطعام وطبخه فلابأس بأكله؛ لأنه خرج من حكم الطيب وصار طعاماً وكذلك كل ما غيرته النار من الطيب فلا بأس بأكله ولو كان ريح الطيب يوجد منه، (إلىٰ قوله) وفي الفتح: فإن جعله في طعام قد طبخ كالزعفران وإلا فاويه من الزنجبيل والدارصيني يجعل في الطعام فلا شيء عليه فعن ابن عمر رضي اللّٰه عنه أنه كان يأكل السكباج الأصفر وهو محرم وإن لم يطبخ بل خلطه بما يؤكل بالاطنخل كالملح وغيره، فإن كانت رائحته موجودة كره ولا شيء عليه إذا كان مغلوباً فإنه كالمستهلك أما إذاكان غالباً فهو كالزعفران الخالص فيجب الجزاء وإن لم تظهر رائحته، الخ. (غنية الناسك، ص:۱۳۲، باب الجنايات، مطب في الأكل الطيب وشربه)

معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: اگر بہت سی خوشبو کھائی؛ یعنی اتنی کہ منہ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دم واجب ہے اور اگر تھوڑی کھائی؛ یعنی منہ کے اکثر حصہ میں نہیں لگی تو صدقہ واجب ہے۔ یہ اس وقت ہے، جب کہ خالص خوشبو کھائے اور اگر اس کو کسی کھانے میں ڈال کر پکایا تو کچھ واجب نہیں، اگرچہ خوشبو کی چیز غالب ہو اور اگر پکا ہوا کھانا نہ ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خوشبو کی

چیز غالب ہے تو دم واجب ہے، اگر چہ خوشبو بھی نہ آتی ہو اور اگر مغلوب ہے تو دم، یا صدقہ نہیں، اگر چہ خوشبو خوب آتی ہو؛ لیکن مکروہ ہے۔ (معلم الحجاج: ۲۴۶/۱۔۲۴۷، خوشبو اور تیل استعمال کرنا) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۵/۸۔۱۰۶)

احرام کی حالت میں خوشبودار شربت پینا:

سوال: سوڈا لیمن اور دیگر مشروبات (شربت) پھلوں کا رس جن میں کچھ نہ کچھ خوشبو ڈالی جاتی ہے، احرام کی حالت میں ان مشروبات کا پینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی بوتل، شربت اور پھلوں کا رس جن میں خوشبو ڈالی گئی ہو، احرام کی حالت میں نہ پی جائیں، اگر کوئی محرم تھوڑی مقدار میں ایک مرتبہ پیئے گا تو صدقہ (پونے دو کلو گندم، یا اس کی قیمت) واجب ہوگا اور اگر زیادہ مقدار میں پیا، یا تھوڑا تھوڑا دو تین بار پیا تو دم واجب ہوگا اور جس بوتل میں بالکل خوشبو نہ دالی گئی ہو، وہ پینا جائز ہے۔

شامی میں ہے: **وإن خلط بمشروب فالحكم فيه للطيب سواء غلب غيره، أم لا، غير أنه في غلبة أطيب يجب الدم وفي غلبة الغير تجب الصدقة إلا أن يشرب مراراً** . (شامی: ۲۷۷/۲، باب الجنايات)

زبدۃ المناسک میں ہے: مسئلہ: اگر خوشبو پینے کی چیز میں ملائی، اگر (خوشبو) غالب ہے تو دم دے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ دے؛ مگر جو مغلوب کو مکرر استعمال کرے تو دم واجب ہے۔ (زبدہ)۔۔۔پس اگر بہت پیا تو دم اور تھوڑا پیا تو صدقہ ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا دوبارہ پیا تو دم لازم ہے، الخ۔ (زبدۃ الناسک: ۶۱/۲)

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: پینے کی چیز میں مثلاً چائے، قہوہ وغیرہ میں خوشبو ملائی تو اگر خوشبو غالب ہے تو دم واجب ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہے تو صدقہ ہے؛ لیکن اگر کئی مرتبہ پیا تو دم واجب ہوگا اور پینے کی چیز میں خوشبو ملا کر پکانے کی وجہ سے کچھ فرق نہیں آتا، پینے کی چیز میں خوشبو ڈال کر خواہ پکایا جائے، یا نہ پکایا جائے، بہر صورت جزا ہے۔

مسئلہ: لیمن سوڈا، یا اور کوئی پانی کی بوتل، یا شربت جس میں خوشبو نہ ملائی گئی ہو، احرام کی حالت میں پینی جائز ہے اور جس بوتل میں خوشبو ملی ہوئی ہو، اگر چہ برائے نام ہو، وہ اگر پی جائے گی تو صدقہ واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج: ۲۴۷، جنایت یا، خوشبو اور تیل استعمال کرنا) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۱۰۸/۸۔۱۰۹)

احرام کی حالت میں خوشبودار غذا کا استعمال:

سوال: احرام کی حالت میں پلاؤ، بریانی، زردہ، وغیرہ جس میں زعفران، انیس وغیرہ خوشبودار چیزیں ڈال کر پکایا ہو، احرام کی حالت میں ایسی چیز کھانا کیسا ہے؟ بینوا، توجروا۔

الجواب

پلاؤ، بریانی، زردہ وغیرہ پکی ہوئی چیز میں زعفران، الائچی، دارچینی وغیرہ خوشبودار چیز ڈالی ہو تو ایسی پکی ہوئی چیز

کھانا جائز ہے، چاہے جتنی مقدار میں خوشبودار چیز ڈالی گئی ہو، اس کے کھانے سے کچھ واجب نہ ہوگا۔

شامی میں ہے:

اعلم إن خلط الطيب بغيره على وجوه: لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أولا، ففي الأول لا حكم للطيب سواء كان غالباً أو مغلوباً وفي الثاني الحكم للغلبة إن غلب الطيب وجب الدم وإن لم تظهر رائحته كما في الفتح والا فلا شيء عليه غير أنه إذا وجدت معه الرائحة كره. (شامی:۲/۲۷۷،باب الجنایات)

زبدۃ المناسک میں ہے:

مسئلہ: اور جو (خوشبوئیں خود حقیقی کہلاتی ہیں، جیسے مشک عنبر، زعفران، اگر) پکے کھانے میں ملا ہوا کھایا (جیسے زردہ پلاؤ وغیرہ میں ملا کر پکاتے ہیں) تو کچھ واجب نہیں، اگر چہ غالب ہو اور جو پکا ہوا نہ ہو، یعنی جو طعام پکایا ہی نہیں جاتا تو اگر خوشبو کی چیز غالب ہے، اگر چہ خوشبو نہ دے تو دم واجب ہے اور جو مغلوب ہو، اگر چہ خوشبو خوب دے تو کچھ نہیں، نہ دم، نہ صدقہ؛ مگر مکروہ ہے۔ (زبدۃ المناسک:۳/۵۹) (معلم الحجاج،ص:۲۴۶) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۱۰۹)

حج کے بعد قربانی کرنا:

سوال: بعد الحج قربانی کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: حج تمتع وقران کے بعد قربانی کرنا شرائط وجوب موجود ہوں تو واجب ہے۔

لقوله تعالیٰ: ﴿فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى﴾

اور شرائط وجوب یہ ہیں: قدرت، عقل، بلوغ، حریت، حج قران، یا تمتع کا صحیح ہونا۔

كما في الدرالمختار على هامش رد المحتار (۲/۱۹۲): **وذبح للقران وهو دم شكر، إلخ. وفي رد المحتار: قال في اللباب: وشرائط وجوب الذبح القدرة عليه وصحة القران والعقل والبلوغ والحرية.**

وفي باب التمتع من الدر المختار (۲/۱۱۶): **وذبح كالقارن ولم تنب الأضحية عنه فإن عجز عن دم صام كالقران.**

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی اگر نہ کرسکتا ہو تو روزے رکھے، تین روزے قبل از یوم النحر اور سات روزے حج سے فراغت کے بعد؛ **لقوله تعالیٰ: ﴿فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم﴾**

اور قربانی جس کا سبب نفس ایام نحر ہیں، وہ آپ پر اس وقت واجب ہوگی، جب آپ اپنے سفر شرعی کو مکہ مکرمہ میں مقیم ہوکر پندرہ روز کی نیت اقامت سے باطل کردیں، ورنہ واجب نہیں، لعدم وجوب الاضحیۃ علی المسافر اور وجوب اضحیہ کے شرائط یہ ہیں: اسلام، عقل، بلوغ، حریت، اقامت، حاجات اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اس کی قیمت کی کسی چیز کا مالک ہونا، قربانی کے معاملہ میں حولانِ حول اور نمو شرط نہیں؛ کیوں کہ صدقۂ فطر کا نصاب وجوب اضحیہ کے

لیے کافی ہے اور صدقۂ فطر واجب ہونے کے لیے حولان حول؛ یعنی نصاب پر سال گزرنا اور نمو شرط نہیں۔

کما فی الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار (۱۹٦/۵،مطبوعه نعمانیه): وشرائطها الإسلام والبلوغ واليسارالذی يتعلق به وجوب صدقة الفطر إلیٰ قوله وسببها الوقت.

وفی ردالمحتار: (قوله: وشرائطها) أی وشرائط وجوبها ولم يذكر الحرية صريحاً لعلمها من قوله و اليساروالا العقل ولا البلوغ لما فيهما من الخلاف كما يأتی والمعتبر وجود هذه الشرائط آخر الوقت وإن لم تكن فی أوله.

وفی باب صدقة الفطر من الدر(۷۲/۲): تجب علیٰ كل مسلم (إلیٰ قوله) ذی نصاب فاضل عن حاجتهٖ الأصلية كدينهٖ وحوائج عياله وإن لم ينم كما مر وبه أی بهذا النصاب تحرم الصدقة وتجب الأضحية. والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۴۰۲/۱۱/٦ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۸/۳)

حج کے اندر قربانی نہ کرسکنے کی صورت میں کیا حکم ہے:

سوال: زید حج کے فرائض کی ادائے گی سے فارغ ہوا؛ لیکن مجمع کی زیادتی کی وجہ سے قربانی ادا نہ کرسکا اور نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو اب ایسی صورت میں کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلما: تحریر میں چوں کہ اس کی تصریح نہیں کہ حج کون سا تھا، افراد یا قران یا تمتع؛ اس لیے ہر ایک کا الگ الگ حکم لکھا جارہا ہے؛ تاکہ اس کے مطابق عمل کرنے میں سہولت ہو۔

حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) افراد، (۲) قران، (۳) تمتع۔

افراد: یہ ہے کہ حاجی میقات سے صرف حج کا احرام باندھے، عمرہ کو نیت میں شامل نہ کرے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ حلق، یا قصر سے پہلے رمی کے بعد قربانی کرنا اس کے لیے مستحب ہے، اگر قربانی کرے تو ثواب ملے گا اور اگر قربانی نہیں کیا تو کوئی گناہ نہیں۔

قران: یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے، اس صورت میں قارن پر رمی کے بعد حلق سے پہلے ایک دم (دم قران) واجب ہے، دم قران کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو حرم ہی میں ذبح کیا جائے، حرم کے علاوہ اگر ذبح کیا تو ادا نہ ہوگا۔ نیز اگر کوئی دم پر قادر نہ ہو تو یہ بھی جائز ہے کہ دس روزے رکھ لے؛ لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ تین روزے دسویں تاریخ سے پہلے رکھے، اگر نویں تاریخ گزر گئی اور تین روزے نہیں رکھ سکا تو اب روزہ کافی نہیں؛ بلکہ دم ہی دینا ہوگا، ایک دم قران، دوسرا ذبح سے پہلے حلال ہونے کا اور اگر ایام نحر کے بعد ذبح کیا تو ایک اور دم ایام نحر سے مؤخر کرنے کا لازم ہوگا، گویا کہ اب تین دم دینے ہوں گے۔

تمتع: یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ لیا جائے اور ایام حج میں عمرہ سے فارغ ہوکر حلال ہو جائے اور جب حج کا وقت آئے تو پھر حج کا احرام باندھ کر حج کرلے، اس صورت میں بھی دم واجب ہے اور باقی ساری تفصیل وہی ہے، جو قران میں ابھی گزر چکی ہے، لہٰذا اگر آپ نے حج افراد کیا ہے تو اس میں قربانی چوں کہ واجب ہی نہیں تھی؛ اس لیے دم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر قرآن، یا تمتع کیا ہے تو اس صورت میں اب آپ کے ذمہ لازم ہے کہ تین دم کا پیسہ کسی کے ذریعہ مکہ بھیجوائیں، جو آپ کی طرف سے جانور خرید کر حرم میں ذبح کردے۔ (معلم الحجاج: ۲۳۰-۲۳۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: حبیب اللہ القاسمی، ۱۴۰۴/۱/۱۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۹/۳)

حاجی بجائے بدنہ کے سات بکرے ذبح کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جن حاجی پر بدنہ لازم ہو، وہ اس کی جگہ سات بکرے ذبح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں بجائے بدنہ کے سات بکرے ذبح کرنے کی گنجائش نہیں، اونٹ یا گائے جیسے بڑے جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ فتاویٰ اسعدیہ میں ہے: **(السوال) عمن وجب عليه بدنة هل يجزی عنه سبعة و دماً من الغنم أم لا؟ أفتونا. (الجواب) لا بد من البدنة لاطلاق العلماء رحمهم اللّٰه تعالیٰ فی معين البدنة ولم يقل أحد منهم غير هذا كما يقولون: فيمن وجب عليه هدی، يجب عليه دم أو سبع بدنة واللّٰه اعلم بالصواب** (الفتاویٰ الأسعدية: ۱۹/۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

عمرہ کے ارکان میں تقدیم وتاخیر ہوجائے:

سوال: عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہوکر پہلے بغل کے بال کٹوا کر، یا مونچھیں کٹوا کر سر منڈایا تو کوئی حرج ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ہاں، دم واجب ہوگا، پہلے سر منڈا کر پھر مونچھ، یا دیگر مواضع کے بال کٹوانا چاہیے، غلط (الٹا) کرنے سے دم لازم آئے گا۔ فتاویٰ اسعدیہ میں ہے: **(السوال) فی رجل أهل بعمرة وطاف وسعی وحلق احد ابطيه ثم حلق رأسه وحلق ابطيه الآخر ما ذا يجب عليه؟ أفتونا. (الجواب) يجب عليه دم والصورة ماشرح. واللّٰه اعلم** (۲۱/۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرمہ بغیر احرام جانے سے دم لازم ہوگا؟ یا کوئی اور صورت ہے:

سوال: مکہ مکرمہ کے اندر مدرسہ صولتیہ میں ہم نے ایک مولانا سے معلوم کیا کہ مدینہ شریف سے مکہ بغیر احرام باندھے ہوئے آئے تو کیا اس کے متعلق دم دینا پڑے گا؟ تو جواباً انہوں نے کہا کہ ہاں دم دینا ہوگا؛ مگر پھر ہم نے کہا کہ دم کے بغیر اور کوئی راستہ ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اگر آپ دوسری مرتبہ ہندوستان سے مدینہ منورہ آویں تو

اس طرح نیت کریں کہ گذشتہ وقت میں ہم مکہ شریف بغیر احرام کے چلے گئے تھے تو وہ احرام بھی شامل کرتے ہوئے حالیہ احرام کرنے کی نیت کرتا ہوں تو معلوم کرنا یہ ہے کہ اس طرح نیت کرنے سے گزشتہ چھوٹے ہوئے احرام کی ادائیگی درست ہوجائے گی؟ برابر اسی طرح اگر جدہ سے مکہ مکرمہ بغیر احرام باندھے داخل ہو گئے اور اس کی قضا بھی مذکورہ بالا صورت کے مطابق دوسری مرتبہ جانے پر ترک شدہ احرام کی بھی نیت کر لینے سے احرام باندھنا صحیح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

تحریر کردہ حیلہ صحیح ہے؛ مگر اتنا یاد رہے کہ بغیر احرام باندھے داخل ہونے کے بعد اس سال اس نے حج، یا عمرہ نہ کیا ہو تو یہی مسئلہ ہے کہ آئندہ جب میقات سے احرام باندھ کر جائے گا تو دم ساقط ہوجائے گا اور اگر بغیر احرام باندھے داخل ہوگیا اور حج، یا عمرہ کرلیا تو دم ساقط نہ ہوگا۔ (زبدہ: ۱۲۳/۲) فقط واللہ تعالی اعلم (محمود الفتاویٰ: ۲/۲۶۵-۲۶۶)

حج فاسد ہوجانے سے قضا کرے، یا نہیں:

سوال: حج فاسد ہوجائے تو دوسرے سال اس کی قضا لازم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

حج فاسد ہوجائے تو چاہے وہ حج فرض ہو، یا نفل، اس کی قضا لازم ہوجاتی ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

حج میں پہنے ہوئے احرام کے کپڑے کا استعمال:

محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد سلام مسنون

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اِس مسئلے میں کہ میرے والد صاحب حج کو گئے تھے، وہاں سے احرام لے کر آئے ہیں تو احرام کے اس کپڑے کا خود ان کے لیے استعمال کرنا، یا اُس میں سے بچوں کے کپڑے بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ یا کسی غریب ومسکین کو صدقہ کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

احرام کا کپڑا خود حاجی استعمال کرے، یا بچوں کے لیے کپڑے بنوائے، یا صدقہ کرے، تینوں جائز ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۳۳۸/۴)

---

(۱) ووطؤه في أحد السبيلين ولو ناسيا قبل وقوف فرض يفسد حجه ويمضي ويذبح ويقضي ولو نفلا. قال في الشامية (تحت قوله: ويقضي) أي على الفور. (الدر المختار مع الشامي، باب الجنايات: ۲/۲۸۹)

(۲) چوں کہ احرام کا کپڑا ان کی ملکیت ہے اور آدمی اپنی ملکیت میں ہر جائز تصرف کا مجاز ہے؛ لأن الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص (رد المحتار على الدر المختار: ۵/۵۱، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال، ط: دار الفكر)

والحاصل أن القياس في جنس هذه المسائل أن يفعل المالک ما بدا له مطلقا لأنه متصرف في خالص ملكه (المصدر السابق: ۵/۴۴۸، باب كتاب القاضي إلى القاضي، مسائل متفرقة، مطلب اقتسموا دارا وأراد كل منهم فتح باب لهم ذلک، دار الفكر/ فتح القدير: ۷/۳۲۶، كتاب أدب القاضي، باب التحكيم، مسائل شتى من كتاب القضاء، دار الفكر)

جنایت: مفہوم واقسام:

سوال: میرا حج کا ارادہ ہے، سنا ہے کہ حج میں جنایت کرنے سے دم واجب ہوجاتا ہے؛ بل کہ بسا اوقات حج بھی فاسد ہوجاتا ہے؛ لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے کہ: میرے درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات مرحمت فرما کرممنون فرمائیں۔سوال یہ ہے: ''جنایت'' کسے کہتے ہیں؟اس کی کتنی قسمیں ہیں؟احرام کی جنایات کتنی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حرم میں یا احرام کی حالت میں، جن امور سے منع کیا گیا ہے، ان کے ارتکاب کو''جنایت'' کہا جاتا ہے۔(۱) جنایت کی دو قسمیں ہیں: (۱) جنایت احرام: یعنی جو امور احرام کی حالت میں ممنوع ہیں، ان کے خلاف کرنا۔ (۲) جنایت حج: یعنی حج کے جو واجبات ہیں، ان کو ترک کردینا، یا ان کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا۔

احرام کی جنایت آٹھ ہیں: (۱) مردوں کا سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ (۲) مردوں کا سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ (۳) خوش بو لگانا۔ (۴) بدن کے کسی بھی عضو کے بال دور کرنا۔ (۵) ناخن تراشنا۔ (۶) بدن کی جوں مارنا یا اس کو بدن سے علاحدہ کرنا۔ (۷) جماع کرنا، یا شہوت کے ساتھ بوسہ دینا، یا شہوت سے عورت کو پکڑ کر دبانا۔ (۸) خشکی کے جانور کا شکار کرنا۔(۲) حج کی مبارک اور مقبولیت کے اوقات میں احقر کو بھی یاد فرمائیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۴۶۰/۴-۴۶۱)

---

(۱) الجناية في اللغة الذنب والجرم، وهو في الأصل مصدر جنى، ثم أريد به اسم المفعول، قال الجرجاني: الجناية كل فعل محظور يتضمن ضررا على النفس أو غيرها ...والجناية...أطلقها بعض الفقهاء على كل فعل ثبتت حرمته بسبب الإحرام أو الحرم فقالوا: جنايات الإحرام، والمراد بها كل فعل ليس للمحرم أو الحاج أن يفعله وعبر عنها جمهور الفقهاء بممنوعات الإحرام أو محظوراته، أو محرمات الإحرام، والحرم.(الموسوعة الفقهية الكويتية:٥٩/١٦، مادة: "جناية"، وزارة الأوقاف، الكويت)

(۲) ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾(سورة البقرة:١٩٧)

عن ابن عمر، قال: الرفث: الجماع، والفسوق: ما أصيب من معاصي الله من صيد وغيره، والجدال: السباب والمنازعة.(المستدرك على الصحيحين:٣٠٣/٢، رقم الحديث:٣٠٩٤، كتاب التفسير، من سورة البقرة،ط:دارالكتب العلمية بيروت)

الجناية: هنا ما تكون حرمته بسبب الإحرام أو الحرم، وقد يجب بها دمان أو دم أو صوم أو صدقة.(الدرالمختار)

(قوله بسبب الإحرام أو الحرم) حاصل الأول سبعة نظمها الشيخ قطب الدين بقوله:'محرم الإحرام يا من يدرى'' إزالة الشعر وقص الظفر''واللبس والوطء مع الدواعي''والطيب والدهن وصيد البر'،زاد في البحر ثامنا وهو ترك واجب من واجبات الحج.(رد المحتار على الدر المختار:٥٤٣/٢، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج،ط: دار الفكر)

فليتق الرفث والفسوق والجدال، ولا يلبس قميصا ولا سراويل، ولا عمامة، ولا قلنسوة، ولا قباء، ولا خفين، ولا يحلق شيئا من شعر رأسه وجسده ولا يلبس ثوبا معصفرا ونحوه، ولا يغطي رأسه ولا وجهه،ولا يتطيب، ولا يغسل رأسه ولا لحيته بالخطمي، ولا يدهن، ولا يقتل صيد البر، ولا يشير إليه، ولا يدل عليه...ولا يكسر بيض الصيد، ولا يقطع شجر الحرم.(المختار مع تعليل الاختيار:١٤٥/١، كتاب الحج، فصل ما يستحب فعله لمن أراد أن يحرم،ط:مطبعة الحلبي القاهرة/كذا في غنية الناسك في بغية المناسك،ص:١٠٨-١١٣، فصل في محرمات الإحرام و محظوراته،مكتبه يادگار شيخ سهارنپور/كنز الدقائق مع البحر الرائق:٥٦٥/٢، كتاب الحج، باب الإحرام، زكريا ديوبند/ مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر:٣٩٧/١-٣٩٨،مكتبة فقيه الامة ديوبند)

احکام جنایات:

احکام جنایات کے یہ ہیں کہ اگر محرم کسی ایک عضو میں کامل طور پر خوشبو استعمال کرے، یا سر میں مہندی کا خضاب لگائے یا روغن زیتون استعمال کرے؛ یعنی بدن میں لگانے، یا ایک روز تمام دن سلا ہوا کپڑا اس طرح پہنے رہے کہ اسی طرح اس کے کپڑے پہننے کا معمول ہو، یا ایک روز تمام دن اپنا سر چھپائے رہے، یا چوتھائی سر کے بال منڈا دے، یا ایک بغل کے بال دور کرے، یا زیر ناف کے بال دور کرے، یا گردن کے بال دور کرے، یا اپنے ہاتھ کے ناخن کٹوائے، یا دونوں پاؤں کے ناخن کٹوائے، یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے ناخن کٹوائے، یا طواف قدوم، یا طواف صدر جنابت کی حالت میں کرے، یا طواف فرض بلا وضو کرے، یا پوری رمی ترک کرے، یا ایک دن کی رمی ترک کرے، یا روز اول کی رمی ترک کرے، یا احرام کی حالت میں اپنی عورت کا بوسہ لے، یا اپنی عورت کو شہوت کے ساتھ چھوئے، یا سر منڈوائے، یا ایام نحر سے تاخیر کرے، یا طواف زیارت میں ایام نحر سے تاخیر کرے، یا حج کے اعمال سے کوئی عمل دوسرے عمل پر شرع کے خلاف مقدم کرے۔

مثلاً: رمی کے قبل سر منڈائے یا جانور ذبح کرنے کے قبل سر منڈائے تو ان سب صورتوں میں دم واجب ہے اور اگر قارن نے جانور ذبح کرنے سے قبل سر منڈایا تو اس پر دو دم لازم ہوں گے۔

اگر احرام کی حالت میں کسی عضو میں خوشبو لگائے؛ مگر اس عضو میں تمام جگہ خوشبو نہ لگائے، یا اپنا سر چھپائے یا ایک دن سے کم وقت سلا ہوا کپڑا پہنے رہے، یا چوتھائی سر سے کم منڈائے، یا پانچ انگلیوں سے کم انگلیوں کے ناخن کٹوائے، یا پانچ انگلیوں کے ناخن کٹوائے؛ مگر ایک ہی جگہ نہ کٹوائے؛ بلکہ دو تین جگہ کٹوائے، یا طواف قدوم یا طواف صدر بلا وضو کرے، یا تین جمرہ سے کسی ایک جمرہ کی رمی بعد یوم نحر کے ترک کرے یا دوسرے کا سر مونڈے تو ان صورتوں میں صدقہ واجب ہے۔ صدقہ آدھا صاع گیہوں ہے اور اگر محرم کو بیماری کا عذر ہو اور اس وجہ سے وہ خوشبو استعمال کرے، یا بال منڈائے یا سلا ہوا کپڑا پہنئے تو اس صورت میں محرم پر لازم آئے گا کہ تین چیزوں سے کوئی ایک چیز عمل میں لائے یا ایک بکری ذبح کرے یا چھ مسکین کو تین صاع گیہوں تین دن تک ہر روز دے، اس طرح کہ ہر مسکین آدھا صاع دے اور تین دن پے در پے دے، یا متفرق دے، یا تین دن روزے رکھے۔ (فتاویٰ عزیزی، ص:۵۱۱-۵۱۲)

وجوب جزا:

اگر محرم صحرائی جانور کا شکار کرے، یا اشارہ وغیرہ سے دوسرے کو شکار کے جانور سے آگاہ کرے تو اس پر جزا لازم آئے گا اور جس جگہ شکار کرے، وہاں اس جانور کی جو قیمت ہو، وہی اس کی جزا ہوگی، پھر اس قیمت سے ہدیٰ خرید کرے اور تین دن تک پے در پے دے، یا متفرق دے، یا ایک مسکین کو گیہوں، یا جَو دینے کے بدلے ایک روزہ رکھے اور یہ

جنایات قصداً کرے، یا سہواً ہو جائیں، دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے اور اسی طرح اس کو معلوم ہو کہ یہ جنایات ہے، یا نا معلوم ہو، دونوں برابر ہیں اور خوشی سے کرے، یا کسی غیر کے جبر سے کرے، دونوں صورتوں میں ایک حکم ہے۔

اگر محرم خالص خوشبو زیادہ استعمال کرے تو دم لازم آئے گا اور اگر محرم خوشبودار چیز سونگھے یا خوشبودار میوہ سونگھے تو اس پر کوئی امر لازم نہ آئے گا؛ مگر یہ فعل مکروہ ہے اور اگر محرم جوئیں مار ڈالے تو کچھ گیہوں مثلا ایک مٹھی کے انداز سے صدقہ دے، یہ حکم اس صورت میں ہے اپنے بدن، یا اپنے سر یا اپنے کپڑے سے جوئیں نکال کر مار ڈالے اور اگر زمین سے اٹھا کر مار ڈالے تو کچھ لازم نہ آئے گا اور کپڑا دھوپ میں اس غرض سے نہ ڈالے کہ جوئیں وغیرہ مر جائیں اور اگر ایسا کرے اور جوئیں مر جائیں تو اس پر لازم آئے گا کہ نصف صاع گیہوں دے اور اگر کپڑا دھوپ میں خشک ہونے کی نیت سے ڈالے اور یہ غرض نہ ہو کہ جوئیں مر جائیں؛ لیکن دھوپ میں کپڑا رکھنے سے اتفاقاً جوئیں مر جائیں تو اس پر کچھ لازم نہ آئے۔ (از رسالہ احکام حج) (فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۱۲-۵۱۳)

محصر کا حکم:

سوال: ایک شخص نے حج کا احرام باندھا؛ مگر بعد میں راستہ مسدود ہو جانے یا اور کسی وجہ سے جا نہیں تو یہ کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اگر اس نے صرف حج، یا عمرہ کا احرام باندھا ہے تو ایک قربانی کی قیمت بھیج دے اور اگر قران یعنی حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہے تو دو قربانیوں کی قیمت بھیجے اور دن مقرر کرے کہ فلاں دن فلاں وقت یہ قربانی میری طرف سے حرم میں ذبح کی جائے، یہ ضروری نہیں کہ یہ قربانی ایام نحر (۱۰، ۱۱، ۱۲/ ذی الحجہ) ہی میں کی جائے؛ بلکہ اس سے قبل، یا بعد میں بھی کی جا سکتی ہے، جب یہ مقرر وقت گزر جائے، احرام کھول دے، سر منڈانا ضروری نہیں، مستحب ہے۔ بعض نے صرف حرم میں احصار کی صورت میں سر منڈانا واجب قرار دیا ہے۔ قول وجوب احوط اور عدم وجوب ارجح ہے، پھر اس پر آئندہ سال قضا واجب ہے، اگر صرف عمرہ کا احرام تھا تو صرف عمرہ کی قضا واجب ہے اور صرف حج کا احرام تھا تو حج وعمرہ دونوں واجب ہیں اور حج وعمرہ دونوں کا احرام تھا تو ایک حج اور دو عمرے کی قضا واجب ہیں۔

قال فی شرح التنویر: بَعَثَ الْمُفْرِدُ دَمًا وَالْقَارِنُ دَمَيْنِ وَعُيِّنَ يَوْمُ الذَّبْحِ فِي الْحَرَمِ وَلَوْ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ... بِلا حَلْقٍ وَتَقْصِيرٍ وَعَلَيْهِ إِنْ حَلَّ مِنْ حَجِّهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَعَلَى الْمُعْتَمِرِ عُمْرَةٌ، وَالْقَارِنِ حَجَّةٌ وَعُمْرَتَانِ.

قال فی الشامية: (قَوْلُهُ وَلَوْ بِلا حَلْقٍ وَتَقْصِيرٍ) لَكِنْ لَوْ فَعَلَهُ كَانَ حَسَنًا وَهَذَا عِنْدَهُمَا وَعَنْ الثَّانِي رِوَايَتَانِ: فِي رِوَايَةٍ يَجِبُ أَحَدُهُمَا، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَفِي رِوَايَةٍ يَنْبَغِي أَنْ يَفْعَلَ وَإِلَّا فَلا

شَيْءَ عَلَيْهِ وهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، كَذَا فِي الْحَقَائِقِ عَنْ مَبْسُوطِ خُوَاهَرْ زَادَهْ وَجَامِعِ الْمَحْبُوبِيِّ .فَلَا خِلَافَ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَفِي السِّرَاجِ: وَهَذَا الْخِلَافُ إِذَا أُحْصِرَ فِي الْحِلِّ، أَمَّا فِي الْحَرَمِ فَالْحَلْقُ وَاجِبٌ،آه.قَالَ فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ: كَذَا جَزَمَ بِهِ فِي الْجَوْهَرَةِ وَالْكَافِي، وَحَكَاهُ الْبُرْجَنْدِيُّ عَنِ الْمُصَفَّى بِقِيلَ فَقَالَ: وَقِيلَ إِنَّمَا لَا يَجِبُ الْحَلْقُ عَلَى قَوْلِهِمَا إِذَا كَانَ الْإِحْصَارُ فِي غَيْرِ الْحَرَمِ، أَمَّا فِيهِ فَعَلَيْهِ الْحَلْقُ.(ردالمحتار: ۲/ ۲٥٤)(۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸/ذی الحجہ۱۳۷۱ھ(احسن الفتاویٰ:۴/ ۵۱۹-۵۲۰)

متمتع محصر پر ایک ہی دم ہے:

سوال: زید اشہر حج میں بغرض تمتع گھر سے نکلا، راستہ میں حسب قاعدہ عمرہ کا احرام باندھ لیا، مکہ مکرمہ پہنچنے سے قبل محصر ہو گیا۔اب زید کا احرام سے نکلنے کے لیے قارن کی طرح دو دم احصار بھیجے یا مفرد بالعمرہ کی طرح ایک دم بھیجے؟

زید کا ارادہ یہ تھا کہ عمرہ سے فارغ ہو کر حلق کے بعد ۷/ذی الحجہ کو احرام حج باندھے گا، اکثر عبارات فقہیہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید مذکور پر ایک دم احصار بھیجنا واجب ہے؛ کیوں کہ معتمر محصر پر ایک ہی دم کا وجوب لکھا ہے؛ لیکن بالتصریح یہ جزئیہ نہیں ملا کہ تمتع کا ارادہ رکھنے والے زید جیسے معتمر کا بھی یہی حکم ہے یا عام معتمرین (جو حج کا ارادہ نہیں رکھتے ،صرف عمرہ ہی کرنا چاہتے ہیں) سے کچھ مختلف۔وجہ شبہ یہ ہے کہ بیان القرآن تحت قولہ تعالیٰ ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (سورۃ البقرۃ) میں حضرت تھانوی قدس سرہ نے قارن اور متمتع محصر پر دو دم بھیجنے کا وجوب لکھا ہے،وھذا نصه:

’’مسئلہ:اگر حج وعمرہ کسی صورت سے پورا نہ کر سکے، ایسے شخص کو چاہیے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ حدِ حرم کے اندر میری طرف سے ایک جانور کہ اقل درجہ ایک بکری ہے اور قران وتمتع میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے، دو بکری ذبح کر دینا، الخ‘‘۔

خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ مسئلہ ہذا کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ بیان القرآن میں تسامح ہوا ہے یا مسئلہ ہی ایسے ہے، یا اس میں روایات مختلف ہیں؟ (متمتع سائق الھدی عمرہ سے فارغ ہو کر حلق سے پہلے اگر احرام باندھ کر محصر ہو جائے، یا متمتع غیر سائق الھدی عمرہ سے فارغ ہوا اور حلق نہیں کرایا؛ یعنی احرام نہیں کھولا اور بعد میں حج کا احرام باندھ لیا اور بعد ازاں احصار کی صورت پیش آئی تو ان دونوں صورتوں میں تحلل کے لیے دو دم احصار ضروری ہوں گے)، ان دونوں صورتوں کا حکم معلوم کرنا مطلوب نہیں؛ بلکہ صرف اس صورت کا جو صدر استفتا میں درج ہے، حکم مطلوب ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) ردالمحتار،باب الإحصار: ۵۹۱/۲، دارالفکر بیروت، انیس

الجواب ــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بندہ نے جس قدر غور کیا، یہی سمجھ میں آیا کہ صورت مسئولہ میں ایک ہی دم احصار ہوگا۔ بیان القرآن میں تسامح واقع ہوا ہے۔ یہ حکم ضمن کلیات میں منقول ہونے کے علاوہ معقول بھی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/صفر۱۳۸۴ھ (احسن الفتاویٰ:۴/۵۲۰۔۵۲۱)

احرام کی حالت میں ٹوپی پہننا:

سوال: احرام کے نفلوں سے فراغت کے بعد ٹوپی اُتارنا یاد نہ رہا، اسی طرح بنیت احرام تلبیہ کہہ لیا، کچھ دیر بعد یاد آیا تو ٹوپی اُتار کر دوبارہ نیت کر لی۔ اس پر کیا جزا واجب ہوئی؟ نیز صرف سر ڈھانکنے کی ایک ہی جزا واجب ہوگی یا لبس مخیط کی جزا الگ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ٹوپی ایک گھنٹہ سے کم پہنی ہو تو ایک مٹھی گیہوں اور اس سے زائد پر نصف صاع صدقہ اور بارہ گھنٹے یا زائد پر دم واجب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گھنٹہ سے کم پر بھی نصف صاع ہے۔ ترجیح میں اختلاف ہے۔ ٹوپی سلی ہوئی ہو تو بھی لبس مخیط کی الگ جزا نہیں؛ **لأن الارتفاق واحد بخلاف الستر بالحناء فإن فيه ارتفاقين الستر والطيب**؛ اسی لیے اگر ٹوپی کے ساتھ کرتا بھی پہن لیا تو بھی ایک ہی جزا ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/رجب ۱۳۸۶ھ (احسن الفتاویٰ:۴/۵۲۳)

☆☆☆

مقدس مقامات واشیا، فضائل ومسائل

مکہ معظّمہ میں داخلے کا وقت:

جب مکہ معظّمہ میں جانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ غسل کرے اور یہ مستحب ہے کہ مکہ معظّمہ کی بلند زمین کی طرف سے داخل ہو اور بلندی کی جگہ مشیئت عُلیا ہے اور اس کو مشیئت ابراہیم (علیہ السلام) بھی کہتے ہیں اور بہ نسبت رات کے دن میں داخل ہونا بہتر ہے اور جب مکہ معظّمہ میں داخل ہو تو چاہیے کہ پہلے مسجد حرام میں جائے، پھر اس کے بعد جہاں اپنا مال واسباب رکھنا منظور ہو، وہاں رکھے اور مستحب ہے کہ جب مسجد حرام میں داخل ہو تو تلبیہ کہے اور بنی شیبہ کے دروازے کی سے کہ اس کو باب السلام بھی کہتے ہیں مسجد حرام میں جائے اور نہایت ادب اور تعظیم اور خشوع وخضوع اور عاجزی کے ساتھ جائے اور جب بیت اللہ پر نظر پڑے؛ یعنی اس کو دیکھے تو تہلیل کرے؛ یعنی یہ کہے:

"اللّٰہ أکبر ولا إلٰہ إلا اللّٰہ".

یعنی اللہ بڑا ہے اور نہیں ہے کوئی معبود قابل پرستش کے سوا خدا کے۔ (فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۰۷)

کعبہ شریف میں داخلہ اور حجر اسود کا بوسہ:

جب کعبہ شریف کے اندر جانے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرتا ہوا جائے اور طواف عمرہ اور طواف قدوم بجالائے اور یہ امر اس قارن اور مفرد کے لیے سنت ہے کہ وہ مکہ معظّمہ کا رہنے والا نہ ہو اور اس طرح طواف کرے کہ پہلے منہ حجر اسود کی طرف کرے اور تکبیر اور تہلیل کہے اور جب بوسہ دینے کے واسطے حجر اسود کے پاس جائے تو دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اور حجر اسود کو بوسہ دے، بشرطیکہ ممکن ہو کہ کسی کو ایذا پہنچائے بغیر بوسہ دے سکے اور اگر ہجوم اور مجمع زیادہ ہو اور اس سبب سے بوسہ نہ دے سکے تو حجر اسود کو ہاتھ سے مس کرے اور ہاتھ کو چومے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی دوسری چیز سے حجر اسود کو مس کرے اور اس کو چومے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کے سامنے اپنا رخ کرے اور تکبیر اور تہلیل اور حمد کہے اور درود شریف پڑھے۔ (فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۰۷-۵۰۸)

طواف کعبہ:

طواف کعبہ شریف حجر اسود کی طرف سے شروع کرے اور سات مرتبہ کعبہ شریف کے گرداگرد طواف کرے اور طواف

کے ساتھ ساتھ تقلیب اضطباع کے کرے۔تقلیب اضطباع سے مراد یہ ہے کہ اپنی چادر داہنی بغل کے نیچے کرے اور دوسرا کنارہ بائیں مونڈھے پر ڈال دے اوراسی ہیئت کے ساتھ سات مرتبہ مع حطیم کے طواف کرے اور پہلے جو تین مرتبہ دورہ کرے تو اس میں رمل بھی کرے؛ یعنی تیز چلے اور دونوں مونڈھے ہلاتا ہوا چلے اور جب حجر اسود کے سامنے پہنچے تو جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا،اسی طرح استلام اور تہلیل اور تکبیر کہے اور درود شریف پڑھے۔

استلام حجر اسود سے مراد یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے، بشرطیکہ بوسہ دینے میں دوسرے کو ایذا نہ پہنچائے اور اگر ہجوم کے سبب سے بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے چھو کر چوم لے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی چیز سے حجر اسود کو چھوے اور وہ چیز چوم لے اور یہ بھی اگر ممکن نہ ہو تو اس کے سامنے رخ کر کے کھڑا ہو اور جب طواف ختم ہو جائے تو اس وقت بھی ایسا ہی کرے اور بہتر ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دے اور رکن یمانی حجر اسود کے مقابل میں ہے اور پھر اس کے بعد۔

(فتاویٰ عزیزی،ص:۵۰۸)

مقام ابراہیم پر نماز:

مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے اور یہ نماز حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور اگر بسبب ہجوم کے وہاں نہ پڑھ سکے تو مسجد حرام میں جہاں چاہے وہاں پڑھے، پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یا ایھا الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل ہو اللہ پڑھے،نماز کے بعد اپنی مراد کے لیے دعا کرے۔

پھر چاہ زمزم پر جائے اور زمزم کا پانی شکم سیر ہو کر پیئے اور پھر ملتزم کے مقام میں آئے اور حجر اسود کو بوسہ دے اور تکبیر وتہلیل کرے اور درود شریف پڑھے۔

مفرد کے حق میں بہتر ہے طواف زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور اگر بعد طواف قدوم کے سعی کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

مسجد حرام سے باہر نکل کر صفا کے پاس آئے اور صفا کے اوپر اس قدر بلندی پر جائے کہ وہاں سے خانہ کعبہ نظر آئے اور وہاں کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے اور تکبیر وتہلیل اور تحمید کہے اور درود شریف پڑھے اور جو چاہے دعا کرے۔

پھر آ کر مردہ کے پاس اور مشی کرے اور جب بطن وادی میں پہنچے تو میل اخضر سے دوسرے دوسرے میل تک سعی کرے؛ یعنی تیز چلا جائے اور مروہ کے اوپر جائے اور قبلہ رُو ہو کر کھڑا ہو اور حمد،تہلیل اور ثنا کرے اور درود شریف پڑھے اور جس طرح صفا پر تکبیر اور رفع یدین کیا جاتا ہے،اسی طرح یہاں بھی کرے اور اسی طرح سات مرتبہ آمد ورفت (صفا ومروہ) کرے۔صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔

سعی میں شرط ہے کہ طواف کے بعد ہو اور اگر طواف کے قبل سعی کرے تو ضرور ہے کہ پھر دوبارہ سعی کرے اور اس

سعی کے لیے طہارت ضروری نہیں اور گار باطہارت سعی کرے تو بہتر اور اولیٰ ہے؛ بلکہ عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے بھی طہارت شرط نہیں، ایسا ہی کنکری پھینکنے میں بھی طہارت شرط نہیں۔طواف کے لیے طہارت ضروری ہے۔ طواف اور سعی کرنے کے وقت بات کرنا مکروہ ہے اور جب سعی سے فارغ ہو تو پھر (دوبارہ) مسجد حرام میں جائے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور یہ بہتر ہے واجب نہیں۔

پھر اس کے بعد مکہ معظّمہ میں اقامت کرے اور جس قدر چاہے نفل کے طور پر طواف کرے اور اگر احرام اُتار ڈالا ہو تو ترویہ کے دن یعنی چھٹی ذی الحجہ کو پھر حج کا احرام باندھے، ساتویں ذی الحجہ کو امام خطبہ پڑھے اور اس میں حج کے احکام بیان کرے۔

مثلاً عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے جانا اور کنکری پھینکنا اور بال منڈانا اور جانور ذبح کرنا اور طواف کرنا اور منیٰ میں رہنا وغیرہ حج کے احکام بیان کرے تو بہتر ہے کہ خطبہ سنے اور ایسا ہی عرفہ کے دن عرفات میں امام خطبہ پڑھے اور سب لوگ سنیں۔ گیارہویں ذی الحہ کو منیٰ میں حج کے احکام بیان کئے جاتے ہیں تو چاہیے کہ وہ بھی سنے۔

آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھے ہوئے فجر کے بعد آفتاب طلوع ہونے پر منیٰ میں جائے اور ظہر پڑھ کر کے جائے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں اور عرفہ کی رات منیٰ میں گزارے اور فجر کی تاریکی میں عرفہ کے دن پڑھے تو یہ بھی جائز ہے؛ لیکن سنت کے خلاف ہے اور عرفات میں جہاں چاہے وہاں اُرت؛ مگر بطن عرفہ میں نہ اُترے۔

اور نفل ہے کہ پہاڑ کے نزدیک ٹھہرے اور سنت ہے کہ عرفہ کے زوال کے بعد غسل کرنے اور فرض ہے کہ عرفات میں ٹھہرے کہ بغیر اس کے حج ادا نہیں ہوتا اور امام کا خطبہ سنے اور امام کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھے اور نہایت خشوع اور خضوع اور خلوص کے ساتھ استغفار اور تلبیہ اور تہلیل اور تسبیح اور ثنا کرے اور درود شریف پڑھے اور اپنی حاجت کے واسطے دعا مانگے۔

آفتاب کے غروب ہونے کے وقت امام کے ہمراہ مزدلفہ میں جانے اور اثناءِ راہ میں استغفار اور تلبیہ اور ذکر اور حمد کرے اور درود شریف اکثر پڑھتا رہے اور مزدلفہ میں جاکر امام کے ساتھ مغرب اور عشا کی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھے اور عشا کے بعد وہیں گزارے اور رات کو وہاں رہنا واجب ہے اور مستحب ہے کہ تمام رات نماز اور قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر اور دعا میں مشغول رہے اور بیدار رہے اور بمجرد فجر ہونے کے تاریکی میں فجر کی نماز ادا کرے اور جہاں چاہے مزدلفہ میں ٹھہرے؛ مگر وادی محصر میں نہ ٹھہرے اور جب اس وادی میں گزرے تو نہایت تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل جائے اور فجر کے بعد روشنی ہونے تک وہاں ٹھہرا رہے اور جب روشنی ہو جائے تو منیٰ کی طرف آئے اور منی میں جمرہ عقبہ پر سات کنکری پھینکے اور ہر کنکری پھینکے کے وقت تکبیر کہے اور جب پہلی کنکری پھینکے تو تلبیہ موقوف کرے، پھر جانور ذبح کرے، پھر بال منڈائے، یا بال کترائے اور اس کے بعد مکہ معظّمہ میں آئے اور زیارت کرے اور اگر پہلے سعی کر چکا

ہوتو اس وقت سعی کی ضرورت نہیں اورگ پہلے سعی نہ کی ہوتو طواف زیارت کے بعد سعی کرے،جیسا کہ سعی کا طریقہ اوپر مذکور ہوا ہے۔بال منڈانے کے بعد مستحب ہے کہ ناخن کٹوائے اور زیرناف کے بال دور کرے۔

اور جو چیز احرام کی وجہ سے حرام تھی،وہ سب چیزیں اس کے لیے بال منڈانے کے بعد حلال ہو جاتی ہیں؛مگر جماع اور توابع جماع حلال نہیں ہوتا ہے؛بلکہ جماع اور توابع جماع اس کا زیارت کے بعد حلال ہوتا ہے۔

اور طواف زیارت کے بعد منیٰ میں آئے اور تین رات وہاں شب باش رہے اور دن کے وقت مکہ معظّمہ میں جا کر کعبہ کی زیارت اور طواف اور رات کے وقت منی میں اقامت کرے اور یوم نحر کے دوسرے دن تینوں جمرہ پر کنکری پھینکے اور اگر وہاں سے کوچ کیا تو اس کے ذمے سے رمی ساقط ہو جائے گی اور رمی کا وقت ان تینوں دن میں زوال کے بعد ہے؛لیکن چوتھے دن اگر فجر کے بعد قبل زوال کے رمی کرے تو جائز ہے؛مگر مستحب اور مسنون ہے کہ زوال کے بعد رمی کرے اور دوسرے اور تیسرے دن زوال کے قبل رمی جائز نہیں۔

مستحب ہے کہ کنکری چھوٹی چھوٹی ہو،بہت بڑی نہ ہو اور پاک ہو اور کنکری جمرات کے نزدیک سے نہ اٹھائے؛ بلکہ مزدلفہ میں یا راہ میں لے لے اور انگوٹھہ اور کلمہ کی انگلی کے درمیان کنکری لے کر پھینکے اور رمی کے وقت جمرات سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر نہ رہے اور اگر زیادہ فاصلہ ہوتو مضائقہ نہیں اور جس رمی کے بعد پھر رمی ہو،وہ رمی پیادہ کرے اور جس رمی کے بعد رمی نہیں،اس میں دونوں برابر ہیں،چاہے پیادہ رمی کرے،چاہے سوار ہوکر رمی کرے اور وادی میں کھڑا ہو اور اوپر کنکری پھینکے۔

اور چاہیے کہ کنکری پھینکتے وقت منیٰ داہنے طرف ہو اور کعبہ شریف بائیں طرف ہو اور اگر کنکری جمرات سے دور گرے گی تو کنکری پھینکنا درست نہ ہوگا۔چاہیے کہ کنکری جمرات پر پڑے یا اس کے نزدیک گرے اور داہنے ہاتھ سے پھینکے اور ہر کنکری علاحدہ علاحدہ پھینکے،اگر سب کنکری ایک ہی مرتبہ ہاتھ میں لے کر پھینک دے تو درست نہیں،وہ صرف ایک مرتبہ پھینکنا شمار ہوگا۔(فتاویٰ عزیزی،ص:۸-۱۰)

وادی محصب میں آنا:

ان افعال کے بعد وادی محصب میں آئے،وہاں ایک ساعت ٹھہرے اور پھر مکہ معظّمہ میں جائے اور طواف صدر کرے اور یہ حکم اس صورت میں ہے وہاں سے مراجعت کرنے کا اراوہ ہو،ورنہ مکہ معظّمہ میں جائے اور وہاں اقامت کرے اور یہ طواف واجب ہے اور اس طواف میں رمل اور سعی نہیں۔طواف کے بعد چاہ زمزم پر جائے اور شکم سیر ہوکر زمزم کا پانی پیئے،چند مرتبہ کر کے پانی پیئے اور ہر مرتبہ کعبہ شریف کی طرف نظر کر کے پانی پیئے اور اپنے منہ اور بدن میں بھی زمزم کا پانی ملے۔

پھر بیت اللہ کی طرف آئے اور اگر ہو سکے تو کعبہ شریف کے اندر داخل ہو اور اگر اندر داخل ہونا ممکن نہ ہوتو آستانہ

اورمقام ملتزم کو بوسہ دے اوراپنا منہ اورسینہ اس پر رکھے اورملتزم سے سینہ کو لپٹا دے اورکعبہ اک آستانہ پکڑے اورانہایت گریہ وزاری کرے اوراس وقت بھی تکبیر وتہلیل وغیرہ اشغال واذکار حمدوثنا میں مشغول رہے اوراپنی حاجت کے لیے اللہ تعالیٰ کے درگاہ میں دعا کرے اورکعبہ شریف کی طرف منہ کئے ہوئے پس پا مسجد احرام سے باہر آئے اور جہاں چاہے جائے۔ (فتاویٰ عزیزی،ص:۱۱)

مطاف میں انبیاء علیہم السلام اورعام مسلمانوں کی قبروں پر چلنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ مطاف میں کئی انبیاء کرام مدفون ہیں۔کیا یہ درست بات ہے؟ اگر درست ہےتو اب دورانِ طواف ان کی بے حرمتی نہیں ہوتی ہے؟ حالانکہ کسی عام مسلمان کی قبر پر چلنا بھی منع آیا ہے۔براہ کرم تسلی وتشفی بخش جواب سے ممنون فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں یہ بات درست ہے کہ مطاف میں انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں اور جہاں تک ان کی قبروں کا تعلق ہے،اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں،اگران کی قبروں کےاوپر چلا جائےتو اس سےان کی قبروں کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔

اور جہاں تک عام مسلمانوں کی قبروں کاتعلق ہےتو اس کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ کسی قبر میں لاش بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوجاتی ہےتو اس قبر کا احترام باقی نہیں رہتا اورمطاف میں جو عام مسلمانوں کی قبریں موجود ہیں،ان پر کئی ہزارسال گزرچکے ہیں اوران قبروں میں ان کی لاشیں بوسیدہ ہوچکی ہیں،لہٰذا دورانِ طواف ان قبروں پر چلنے سے ان کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔

لما في الهندية (١٦٦/١): ويكره أن يبنى على القبر أو يقعد أو ينام عليه أو يوطأ عليه أو يقضى حاجة الإنسان من بول أو غائط أو يعلم بعلامة من كتابة ونحوه، كذا في التبيين.

وأيضاً (ص:١٦٧) ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه، كذا في التبيين....وايضاً بعد سطور :ويكره قطع الحطب والحشيش من المقبرة فان كان يابساً لابأس به كذا في فتاوىٰ قاضي خان والمشي في المقابر بنعلين لا يكره عندنا، كذا في السراج الوهاج.

وفي الشامية (٢٤٥/٢): وفي خزانة الفتاوى وعن أبي حنيفة لايوطأ القبر إلا لضرورة، ويزار من بعيد ولا يقعد وإن فعل يكره، وقال بعضهم: لا بأس بأن يطأ القبور وهو يقرأ أو يسبح أو يدعو لهم ،آه، إلى أن قال:ثم ذكرعن الإمام الطحاوي أنه حمل ماورد من النهي عن الجلوس على القبر على الجلوس لقضاء الحاجة، وأنه لا يكره الجلوس لغيره جمعا بين الآثار...إلى أن قال:قلت: وتقدم أنه إذا بلي الميت وصار ترابا يجوز زرعه والبناء عليه،ومقتضاه جواز المشي فوقه.

وفي مرقاة المفاتيح(٣٨٩/٢):(تحت قوله: اتخذوا قبور انبياء هم مساجد) إلى قول أما من اتخذ مسجداً في جوار صالح أو صلى في مقبرة وقصد الاستظهار بروحه أو وصول أثرمامن أثر عبادته اليه لا لـلتعظيم له والتوجه نحوه فلا حرج عليه الاترى ان مرقد اسمٰعيل عليه السلام في المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلک المسجد أفضل مكان يتحرى المصلي لصلاته والنهي عن الصلوة في المقابر مختص بالقبور المنبوشة لما فيها من النجاسة كذا ذكره الطيبي وذكر غيره ان صورة قبر اسماعيل عليه السلام في الحجر تحت الميزاب، وان في الحطيم بين الحجر الاسود وزمزم قبر سبعين نبيا وفيه ان صورة قبر اسمعيل عليه السلام وغيره مندرسة فلا يصلح الاستدلال به وقال ابن حجر أشار الشارح الى استشكال الصلاة عند قبر اسمٰعيل بانها تكره في المقبرة واجاب بان محلها في مقبرة منبوشة لنجاستها وكله غفلة عن قولهم يستثنى مقابر الانبياء عليهم السلام فلا يكره الصلاة فيها مطلقاً لأنهم أحياء في قبورهم، وعلى التنزل فجوابه غير صحيح لتصريحهم بكراهة الصلاة في مقبرة غير الانبياء وان لم تنبش لانه محاذ للنجاسة ومحاذاتها في مكروهة سواء كانت فوقه او خلفه او تحت ماهو واقف عليه.

وايضاً(١٥٧/٤) وقد فسرفي الحديث القعود للبول والغائط على ان ابن وهب رواه في مسنده عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بلفظ:من جلس على قبر يبول عليه او يتغوط وهذا حرام اجماعاً فليس الكلام فيه قال ولا يكره دوسه لحاجة كحفر أو قراء ة عليه أو زيارة ولو لأجنبي للأتباع صححه ابن حبان ولانه مع الحاجة ليس فيه انتهاک حرمة الميت بخلافه مع عدم الحاجة هذا كله قبل البلى أما بعده فلا حرمة ولا كراهة مطلقاً لعدم احترامه ايضاً. (نجم الفتاویٰ:۴۲۱/۳-۴۲۲)

کیاحرم مکہ میں نماز پڑھناایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے موقع پر ہمارا ہوٹل حرم سے کافی فاصلے پر تھا؛اس لیے میں تمام نمازیں تو حرم میں نہیں پڑھ سکا،مجبوری بھی تھی کہ فاصلہ زیادہ تھا، میں قریب کی مسجد میں، یا پھر کبھی ہوٹل کی ہی مسجد میں نماز پڑھ لیا کرتا تھا،اب میں سوچتا ہوں کہ کیاان نمازوں کا ثواب مجھے حرم کے برابر ملا ہوگا، یا نہیں؟ حدیث میں جوایک لاکھ نمازوں کے برابر کی فضیلت آئی ہے، وہ پورے مکہ کے بارے میں ہے، یا خاص مسجدحرام کے بارے میں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مسجدحرام کے متعلق حدیث شریف میں جوایک لاکھ نمازوں کے برابرفضیلت بیان فرمائی گئی ہے، وہ راجح قول کے مطابق حرم مکہ کے ساتھ خاص ہے،لہٰذا صورت مسئولہ میں مکہ میں قیام کے دوران جونمازیں آپ نے ہوٹل، یا ہوٹل کے قریب کی مسجد میں ادا کی ہیں۔اگر یہ دونوں مسجدیں حرمِ مکہ میں داخل ہیں تو آپ کوایک لاکھ نمازوں کی فضیلت حاصل ہوگئی اوراگر مذکورہ مسجداور ہوٹل حرم مکہ میں داخل نہیں ہیں تو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔

لمافی فتاوی اللجنة الدائمة (۲۲۳/۶): فی المسئلة خلاف بین أهل العلم والأرجح أن المضاعفة للثواب تعم الحرم کله لأنه کله یطلق علیه المسجد الحرام فی القرآن والسنة.

وفی الشامیة (۵۲۵/۲): واختلف فی المراد بالمسجد الحرام، قیل مسجد الجماعة وایده المحب الطبری،وقیل الحرم کله، وقیل الکعبة خاصة...وذکر البیری فی شرح الاشباه فی احکام المسجد ان المشهور عند اصحابنا ان التضعیف یعم جمیع مکة بل جمیع حرم مکه الذی یحرم صیده کما صححه النووی.

وفی الفقه الإسلامی وأدلته (۳۸۳۲/۳): قال جماعة منهم النووی والزرکشی: إن حرم مکة کالمسجد الحرام فی مضاعفة ثواب الصلاة بل وسائر انواع الطاعات. (نجم الفتاویٰ:۴۱۸/۳)

حجر اسود اور اس کی اہمیت:

سوال: کہتے ہیں کہ حجر اسود کو حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے،اگر یہ سب درست ہے تو پھر کیا جنت میں مادی اشیا موجود ہیں،اگر یہ دنیاوی سنگ ہے تو پھر ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہمیت کیوں دی؟ کوئی مسلمان اگر اس کو ایک معمولی سا پتھر سمجھ کر اس کا بوسہ نہ لے تو اس کا حج درست ہوگا،یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ممکن ہے کہ جواہر مجردہ میں سے رہا ہو اور جب دنیا میں اتارا گیا تو متصف بالمادہ کر دیا ہو؛ کیوں کہ دنیا عالم مادیات سے ہے اور جواہر مجردہ کا اتصاف بالمادہ ممکن ہے،جیسا کہ روح جواہر مجردہ سے ہے؛لیکن اس کا اتصاف باجسام الحیوان ہوتا ہے،حالانکہ اجسام کا مادی ہونا ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حجر اسود دنیاوی سنگ نہیں ہے کہ اس کو اس پر قیاس کیا جاوے؛ بلکہ یہ جنت کی ایک محبوب و معظم شے ہے؛اسی لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایسی اہمیت دی ہے،پھر آپ کو حکم خداوندی اسی طرح کا تھا اور ایک امرِ تعبدی ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور جب اس کا شئے محترم ہونا عقلاً ممکن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملۂ احترام کا حکم دیا ہے تو اس کی تحقیر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اصل احکم الحاکمین کے حکم کی نافرمانی ہوگی،جو اپنے اندر شانِ بغاوت رکھے گی؛اس لیے یہ حرکت جائز نہ ہوگی اور اس کا تقاضا بے شک یہ ہے کہ ایسا کرنے سے حج ہی ادا نہ ہوگا؛لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحیمی کا ظہور ہے کہ اس کا بوسہ نہ لینے سے کفارہ جنایت بھی لازم نہ آئے گا،(۱) اور فریضہ حج ادا ہو جائے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی،مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ:۳۶/۲-۳۷)

(۱) قال:واستلمه إن استطاع من غیرأن یوذي مسلماً،لماروي أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قبل الحجرالأسود ووضع شفتیه علیه، وقال لعمر رضي اللّٰہ عنه : إنک رجل أید تؤذي الضعیف فلا تزاحم الناس علی الحجر ولکن إن وجدت فرجة فاستلمه وإلافاستقبله وهلل وکبرولأن الاستلام سنة والتحرز عن أذی المسلم واجب.(الهدایة مع فتح القدیر،ص: ۳۵۳ ،کتاب الحج)

حجر اسود کہاں سے آیا:

سوال: سنگِ اسود کی مختصر تعریف کیجئے اور کہاں سے صادر ہوا، جو دیوارِ ملتزم کعبہ پر نصب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا ہے، جس وقت آیا تھا، نہایت روشن تھا، بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو سیاہ کر دیا۔ اخبار مکہ، شروحِ حدیث: فتح الباری وغیرہ اور کتب تفسیر میں تفصیل مذکورہ ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۵۹-۳۶۰)

حجر اسود جنت کا پتھر ہے اور اسے بوسہ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے:

سوال: سنگ اسود کا بوسہ کیوں دیتے ہیں؟ اور کون کہاں سے لایا؟

(المستفتی: ۱۲۰۱، غلام ربانی عباسی صاحب، ضلع غازی پور، ۹ رجب ۱۳۵۵ھ، ۲۶ دسمبر ۱۹۳۶ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

سنگ اسود کو بوسہ دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یہ پتھر جنت سے آیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۳۵۲-۳۵۳)

حجر اسود کا بوسہ محبت کی وجہ سے ہے، تعظیم کے لیے نہیں:

سوال: حجر اسود کے بارے میں بکر کہتا ہے کہ پتھر پتھر ہے، مثلاً ایک بت ہے، وہ بھی پتھر ہے، ایک قبر ہے، وہ بھی پتھر ہے، جس سے مبتدعین بوسہ قبور کا جواز بھی لیتے ہیں؟

(المستفتی: ۲۵۷۴، سیٹھ عبدالرحمٰن، بمبئی، ۴ صفر ۱۳۵۹ھ، مطابق ۱۴ / مارچ ۱۹۴۰ء)

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن لبيد قال: بلغني أن ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: لما أهبط اللّٰه سبحانه آدم عليه السلام إلىٰ الأرض أهبطه إلىٰ موضع البيت الحرام وهومثل الفلك من رعدته، ثم أنزل عليه الحجرالأسود يعنى الركن، وهو يتلأ لأ من شدة بياضه، فأخذه، فضجه إليه أنسابه، آه.(أخبارمكة ، ذكر هبوط آدم إلى الأرض وبناء ه الكعبة: ۱/۳۹، دارالثقافة مكة المكرمة)

ومنها حديث ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما مرفوعاً: "نزل الحجرالأسود من الجنة وهوأشد بياضاً من اللبن، فسودته خطايابنى آدم. (فتح البارى: ۳/۵۹۰، كتاب المناسك، باب ما ذكرفى الحجر الأسود، قديمى)

فلما بنيا القواعد فبلغا مكان الركن، قال ابراهيم لاسماعيل: يا بنى! طلب لى حجراً حسناً أضعه ههنا ... فانطلق يطلب له حجراً، فجاء ه بحجر... وجاء ه جبريل بالحجرالأسود من الهند، وكان أبيض ياقوته بيضاء مثل الثغامة، وكان آدم هبط به من الجنة، فأسود من خطايا الناس، آه.(تفسيرابن كثير: ۱/ ۲۴۵-۲۴۶، سورة البقرة، دارالفيحاء بيروت)

(۲) عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: نزل الحجرالأسود من الجنة وهو أشد بياضًا من اللبن فسودته خطايا بنى آدم .(سنن الترمذى، أبواب الحج، باب ماجاء فى فصل الحجرالأسود: ۱/۱۷۷، ط: سعيد)

الجواب

حجر اسود ایک پتھر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ فرمائے تھے:

"إعلم أنک حجر لاتضرولا تنفع ولولا أنی رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقبلک ما قبلتک". (۱)(یعنی: میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور آخرت میں بھی وہ محشور ہوگا اور بوسہ دینے والوں کے حق میں شہادت دے گا، بوسہ دینا صرف محبت کی وجہ سے تھا نہ کہ اس کی تعظیم یا عبادت کی بنا پر اور محبت کی وجہ اس کا جنت کی نشانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہونا ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۵۳/۴)

حجر اسود کے بوسہ لینے اور مزارات کے بوسہ لینے کا فرق:

سوال: دوران گفتگو ایک شخص نے سوال کر دیا کہ حجر اسود کا بوسہ لینا، یا چومنا کیوں ضروری ہے؟ کیا ہم مزارت کا بوسہ نہیں لے سکتے، یا چوم نہیں سکتے ہیں؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

حجر اسود کا بوسہ لینے اور مزارت کا بوسہ لینے دونوں میں فرق ہے، حجر اسود کا بوسہ لینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہے، اس کے برخلاف مزارت کا بوسہ لینا کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، چناں چہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کا بوسہ لیا، پھر فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ تم پتھر ہو، اگر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ لیتے ہوئے نہیں دیکھتا تو ہرگز تمہارا بوسہ نہیں لیتا۔

قال: قبّل عمر بن الخطاب الحجر، ثم قال: اَمَ واللّٰہ! لقد علمت إنک حجر ولو لا إنی رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقبّلک ما قبلتک. (صحیح لمسلم: ۴۱۲/۱)(۳)فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۵/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۲۵/۳)

---

(۱) الجامع للترمذی، أبواب الحج، باب جاماء فی تقبیل الحجر: ۱۷۴/۱، ط: سعید

(۲) "عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّة وَھو اَشَدُّ بَیَاضاً مِنَ اللَّبَنِ، فَسَوَّدَتْه خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ. (رواہ الترمذی، رقم: ۸۷۷، الترغیب والترھیب: ۲۷۰)/عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أَشْھِدُوْا ھذا الْحَجَرَ خَیراً؛ فَإِنَّه یَوْمَ الْقِیَامَة شَافِعٌ یَشْفَعُ، لَه لِسَانٌ وَشَفَتَانِ یَشْھد لِمَنْ اِسْتَلَمَه. (رواہ الطبرانی فی الأوسط، رقم الحدیث: ۲۹۷۱، الترغیب والترھیب: ۲۷۰)/عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنه أنه سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: مَنْ فَاوَضَه؛ فَإِنَّمَا یُفَاوِضُ یَدَ الرَّحْمٰنِ. (رواہ ابن ماجه، رقم الحدیث: ۲۹۵۷، الترغیب والترھیب: ۲۶۸، انیس)

(۳) الصحیح لمسلم، باب استحباب تقبیل الحجر الأسود فی الطواف: ۴۱۲/۱

طواف خانہ کعبہ، حجر اسود کے بوسہ کی وجہ اور زم زم لانے کا جواز اور شرعی حدود:

مسئلہ: طواف خانہ کعبہ کا اور بوسہ حجر اسود کا، بحکم حق تعالیٰ عبادت ہوا ہے اور زم زم کا لانا بھی بحکم شرع درست ہوا ہے؛ مگر طواف سوائے بیت اللہ کے دوسری شے کا حرام ہے اور بوسہ بھی قبور وغیرہ اشیا کو دینا حرام ہے؛ لیکن جس شے کا بوسہ شرع نے جائز کر دیا، وہ درست ہے، جیسا استاد، پیر حق کے ہاتھ کو، قرآن شریف کو، مگر قبر کو بوسہ دینا گناہ ہے۔ زمزم کو بصورت گنگا کے پانی کے لانا بھی منع ہے اور بدون اس صورت کے لانا، جیسا کہ لوگ لاتے ہیں، درست ہے، جیسا کنویں کا پانی لاتے ہیں، اسی طرح زمزم کا لاوے تو کیا حرج ہے، دور سے لانے میں گرنے اور خشک ہونے کا اندیشہ ہے، اس واسطے ٹین کے برتن میں منھ بند کر کے لاتے ہیں، اگر شیشہ میں، یا بوہیہ میں رکھ کر گنگا کے لوگوں کی طرح لاوے گا تو بیشک حرام ہے۔ یہ سب مسائل کتابوں میں مفصل لکھے ہیں۔ فقط والسلام

(مجموعہ کلاں، ص:۲۲۶-۲۲۷) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۰)

استلام حجرِ اسود کا ثبوت:

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا حج کے موقع پر نہ مسنون ہے، نہ واجب، نہ فرض۔ کلام پاک میں بھی اس کا ذکر نہیں۔ نہ حدیث میں وارد ہے۔ نہ کسی صحابی کا قول ہے؛ بلکہ لوگوں کی ایجاد ہے۔ کیا یہ قول درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حجر اسود کو بوسہ دینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے، ان صاحب کا انکار کرنا حدیث، فقہ سے ناواقفیت اور جہالت پر مبنی ہے، تمام کتب فقہ میں جہاں بھی حج کا ذکر کیا گیا ہے، حجر اسود کو بوسہ دینا مذکور ہے۔

"عن سالم عن أبيه رضى الله قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين يقدم مكة إذا استلم الركن الأسود أول ما يطوف يخب ثلا ثة أطواف من السبع". (صحيح البخارى: ۲۱۸/۱)(۱)

"إن عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه قال للركن: أما والله! انى لأعلم أنک حجر، لا تضر ولا تنفع، لولا أنى رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استلمک ما استلمتُک فاستلمه". (صحيح البخارى: ۲۱۸/۱، واللفظ له ولمسلم، ص: ۴۱۲-۴۱۳)(۲)

---

(۱) صحيح البخارى، باب استلام الحجر الأسود حين يقدم مكة أول مايطوف ورمل ثلثاً: ۲۱۸/۱، قديمى

(۲) صحيح البخارى، باب الرمل فى الحج و العمرة: ۲۱۸/۱، قديمى) (الصحيح لمسلم، باب استحباب تقبيل الحجر الأسود فى الطواف: ۴۱۲/۱، ۴۱۳، قديمى

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی الحجر: "واللّٰہ!لیبعثنه اللّٰہ یوم القیامة له عینان یبصر بهما،ولسان ینطق به،یشهد علیٰ من استلمه بحق". (رواہ الترمذی والدارمی)(مشکاۃ،ص: ۲۲۷)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۵۷-۳۵۸)

حجر اسود کا استیلام:

سوال: سنگِ اسود جو پتھر کعبہ شریف میں نصب ہے، اس کے کیا خواص ہیں؟ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے بنیاد کعبہ ڈالی تب پتھر تھا، یا نہیں؟ اگر تھا تو کہاں سے آیا؟ اس کا بوسہ لینا اور چومنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ پتھر جنت سے آیا ہے۔(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر کی، اس وقت اس پتھر کو اس جگہ نصب کیا تھا، اس کا بوسہ لینا ثواب ہے۔(۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۵۸-۳۵۹)

---

(۱) جامع الترمذی، کتاب الحج، باب: ۱/۱۹۰،مکتبة أشرفی دیوبند/سنن ابن ماجة،أبو اب المناسک،باب استلام الحجر،ص: ۲۱۱، قدیمی/مشکاۃ المصابیح،باب دخول مکة والطواف،الفصل الثانی، ص: ۲۲۷،قدیمی

(۲) وعن ابن عباس قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم:"نزل الحجر الأسود من الجنة،وهو أشد بیاضاً من اللبن،فسودته خطایا بنی آدم.(رواہ أحمد،رقم الحدیث: ۲۷۹۲،والترمذی،رقم الحدیث: ۸۷۷،وقال الترمذی:هٰذا حدیث حسن صحیح)

قال الملا علی القاری:وفی روایة أحمد عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه،والنسائی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما:الحجر الأسود من الجنة،وفی روایة میمونة عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه:الحجر الأسود من حجارة الجنة.وفی روایة أحمد وابن عدی،والبیهقی،عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما:الحجر الأسود من الجنة،وکان أشد بیاضاً من اللبن حتیٰ سودته خطایا أهل الشرک.وفی روایة الطبرانی عنه:الحجر الأسود من حجارةالجنة،وما فی الأرض من الجنة غیره،وکان أبیض کالماء،ولولامسه من رجس أهل الجاهلیة مامسه ذوعاهة، إلا بریء.(مرقاۃ المفاتیح،باب دخول مکة والطواف،الفصل الثانی: ٥/٦٤٩، ٤٧٠، (رقم الحدیث: ٢٥٧٧) رشیدیة)

وقد وردت فیه أحادیث:منها:حدیث عبد اللّٰہ بن عمروبن العاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه مرفوعاً:إن الحجر والمقام یاقوتتان من یاقوت الجنة،طمس اللّٰہ نورهما،ولولا ذلک لأضاء أما بین المشرق والمغرب" ... ومنها: حدیث ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما مرفوعاً:"نزل الحجر الأسود من الجنة وهو أشد بیاضا من اللبن، فسودته خطایا بنی آدم".(فتح الباری،کتاب الحج،باب ما ذکر فی الحجر الأسود:٣/٤٦٢، دارالمعرفة بیروت/ وجامع الترمذی،کتاب الحج،باب ما جاء فی فضل الحجر الأسود والرکن والمقام: ١/١٧٧، ایچ ایم سعید کمپنی کراتشی)

(۳) عن ابن عباس قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی الحجر:واللّٰہ! لیبعثنه اللّٰہ یوم القیامة، له عینان یبصر بهما، ولسان ینطق به،یشهد علیٰ من استلمه بحق.(رواہ الترمذی،رقم الحدیث :٩٦١، وابن ماجة،رقم: ٢٩٤٤، والدارمی) (مشکاۃ المصابیح، کتاب الحج، باب دخول مکة والطواف، الفصل الثانی، ص: ٢٢٧، قدیمی کتب خانه کراتشی)==

حجرِ اسود کا استیلام:

سوال (۱) سنگِ اسود کے معاملہ میں جھگڑا تھا، جس کو اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طے فرمایا، سنگِ اسود کو بوسہ دیا، کیا یہ سنت قیامت تک جاری رہے گی؟ بوسہ دینے کی وجہ کیا تھی؟

(۲)　مشہور روایت ہے: اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ اس وقت فرمایا تھا کہ جب کہ سنگ اسود کے پاس بڑا ہجوم آپس میں دھڑ وپکڑ وغیرہ میں مصروف تھا کہ ''سنگ اسود! تو ایک پتھر ہے، اگر اللہ کے محبوب نے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں بوسہ نہ دیتا'' کیا توحید پر کچھ اثر ہو رہا تھا؟

(۳)　دیگر قوم کا کہنا ہے کہ قومِ مسلم سنگِ اسود کو چومتی ہے اور ہمارے پتھر چومنے کو بُرا کہتی ہے کہ سوال کرنے والے کو کیا دلیل پیش کی جائے، جب کہ مسلمانوں کا ایک گروہ بزرگوں کی قبر چومتا ہے اور سر جھکاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱)　اللہ ورسولہ اعلم

(۲)　تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ نافع، یا ضار ہے، جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کو نافع وضار سمجھتے تھے۔(۱)

(۳)　محض چومنا اس عقیدت کے ساتھ جس کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف اظہار فرمادیا، ہرگز پرستش نہیں، بت پرست اپنے بتوں کو نافع وضار سمجھتے ہیں اور ان کو سجدہ کرتے ہیں، (۲) جو گروہ قبروں کو چومتا اور ان کے سامنے سر جھکاتا ہے، وہ غلط کار ہے، خلافِ شرع کرتا ہے، وہ اسلام کی تعلیم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۶۱-۳۶۲)

کیا حجرِ اَسود جنت سے ہی سیاہ رنگ کا آیا تھا:

سوال:　حجرِ اَسود جو کہ کالے رنگ کا ایک پتھر ہے، میں نے ایک حدیث پڑھی ہے کہ حجرِ اَسود لوگوں کے کثرتِ

==　وفی صحیح ابن خزیمة أیضا عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما مرفوعاً:أن لهٰذا الحجر لساناً وشفتین یشهدان لمن استلمه یوم القیامة بحق.(فتح الباری، کتاب الحج،باب ما ذکر فی الحجر الأسود:٤٦٢/٣، دارالمعرفة بیروت،انیس)

وقد علمت أن استلام الحجر والرکن الیمانی یعم التقبیل،فقد دل علیٰ سنیة استلامه.(البحر الرائق، باب الاحرام: ٢/ ٥٧٩،رشیدیة)

(۱-۲)　عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال:رأیت عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قبل الحجر ثلاثاً،ثم قال:إنک حجر لاتضر ولاتنفع،ولولا أنی رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قبّلک ما قبّلتُک،ثم قال:رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فعل مثل ذلک". قال الطبری:إنما قال:ذلک عمر؛لأن الناس کانوا حدیثی عهد بعبادة الأصنام فخشی عمر أن یظن الجهال أن استلام الحجر من باب تعظیم بعض الأحجار کما کانت العرب تفعل فی الجاهلیة، فأراد عمر أن یعلم الناس أن استلامه اتباع لفعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم،لا لأن الحجر ینفع ویضر بذاته کما کانت الجاهلیة تعتقده فی الأوثان.(فتح الباری:٥٩٠/٣، باب ما ذکر فی الحجر الأسود، قدیمی)

گناہ کی وجہ سے کالا ہوگیا، جب یہ جنت سے آیا تھا تو اس کا رنگ کیسا تھا؟ اس وقت اسے ''حجرِ اَسود'' نہ کہتے تھے؛ کیوں کہ ''اسود'' کے تو معنی ہیں کالا۔ کیا حدیث سے اس پتھر کا اصلی رنگ کا پتہ چلتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملھم الصواب

جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے، وہ ترمذی، نسائی وغیرہ میں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو ''حسن صحیح'' کہا ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ اس وقت سفید رنگ کا تھا، ظاہر ہے کہ جب یہ نازل ہوا ہوگا، اس وقت اس کو ''حجرِ اَسود'' نہ کہتے ہوں گے۔ (احسن الفتاویٰ:۴/۱۴۰)

حجر اسود کے استیلام کے وقت پیر نہ موڑنا:

سوال: حجر اسود کے استیلام کے وقت حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ نے معلم الحجاج میں لکھا ہے کہ ہاتھ سے استیلام کے وقت صرف چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو حجرِ اسود کی طرف کرنے پر پیر نہ موڑے کہ یہ بہت بُرا ہے۔

بعض اچھے علما کا خیال یہ ہے کہ شاید یہ سہو ہے؛ اس لیے کہ پیر اس طرف نہ کرنے میں ذرا لاپرواہی معلوم ہوتی ہے تو صحیح کیا ہے؟

حضرت مفتی صاحب نے جو لکھا ہے، وہ صحیح ہے، یا بعض علماء کا خیال جو ہے کہ پیر بھی حجر اسود کی طرف کرے، یہ صحیح ہے، ذرا اس پر روشنی ڈالیں؟ مہربانی ہوگی۔

ولی اللہ خان (نشان پاڑا روڈ بمبئی)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ضابطہ کی اور اصل بات وہی ہے، جس کو حضرت مفتی سعید احمد صاحب نے معلم الحجاج میں لکھا ہے؛ اس لیے کہ یہ استیلام طواف کرتے ہوئے ضمناً کرنا ہوتا ہے۔

لہٰذا طواف کرتے ہوئے جو قدم جس طرح رہتا ہے، اسی طرح رہنے دیں، اس رخ سے قدم پھیرنے میں انقطاع فی الشوط کا ایہام ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۴/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۳۷)

استلام کا مطلب اور اس کا طریقہ:

سوال: استلام کسے کہتے ہیں اور اس کا طریقہ کیا ہے۔؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

استلام کا معنی حجر اسود کو بوسہ دینا، یا ہاتھ سے چھونا ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ حجر اسود پر اس طرح رکھے، جیسے سجدے میں زمین پر رکھتے ہیں، پھر اپنا منہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھ کر ادب کے ساتھ بوسہ دے، اگر ہجوم کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے تو اپنی ہتھیلی حجر اسود کو مس کرے اور اس ہتھیلی کو بوسہ دے، اگر بھیڑ کی وجہ سے ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کے سامنے دونوں ہاتھ کندھوں، یا کانوں کے برابر اٹھا کر کہ یہ خیال کرے کہ میں ان ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھ رہا ہوں، پھر دونوں ہتھیلیوں کو بوسہ دے دے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۳۴۹/۴)

رکنِ یمانی کی تعریف:

سوال (۱) رکن یمانی کی مختصر تعریف کیجئے اور کہاں سے صادر ہوا؟

(۲) معبود حقیقی کے خلیفہ سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سنگِ اسود کو جنت سے لائے تھے، یا جہاں بیت اللہ شریف بنا ہے، یا زمین کی نشان دہی کے واسطے آسمان سے خدائے برتر نے یہ پتھر پھینکا کہ اس جگہ تعمیر کعبہ کی جائے۔کیا حقیقت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جنت سے آیا ہے۔(۲)

(۲) اس کا جواب نمبر:۱، میں آ گیا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۳۶۰-۳۶۱)

---

(۱) والاستلام أن يضع يديه على الحجر الأسود ويقبله لفعله عليه السلام الثابت فى الصحيحين وإن لم يقدر وضع يديه وقبلهما أو إحداهما فإن لم يقدر أمس الحجر شيئا كالعرجون ونحوه، وقبله لرواية مسلم وإن عجز عن ذلك للزحمة استقبله ورفع يديه حذاء أذنيه، وجعل باطنهما نحو الحجر مشيرا بهما إليه وظاهرهما نحو وجهه هكذا المأثور...وقول القوام الكاكى الأولى أن لا يسجد عندنا ضعيف، وهذا التقبيل المسنون إنما يكون بوضع الشفتين من غير تصويت كما ذكره الحلبى فى مناسكه.(البحر الرائق:۳۵۱/۲، كتاب الحج، باب الإحرام،ط:دارالكتب الإسلامى/ردالمحتارعلى الدرالمختار :۴۹۳/۲، كتاب الحج، فصل فى الإحرام وصفة المفرد،مطلب فى دخول مكة، ط:دارالفكر/الفتاوى الهندية: ۲۲۵/۱،كتاب المناسك،الباب الخامس فى كيفية أداء الحج،ط:دار الفكربيروت)

(۲) عن عائشة رضى الله عنها قالت:قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"ما مررت بالركن اليمانى إلا وجدت جبريل عليه قائماً"... وأخبرنى جعفربن محمد بن على بن حسين بن على وقد مررنا قريباً من الركن اليمانى ونحن نطوف دونه،فقلت:ما أبرد هذا المكان؟ فقال:قد بلغنى أنه باب من أبواب الجنة.(أخبارمكة،استيلام الركن اليمانى وفضله:۳۳۸/۱،دارالثقافة مكة المكرمة)

وكان الله عزوجل استودع الركن أبا قبيس حين غرق الله الأرض زمن نوح،وقال:إذا رأيت خليلى يبنى بيتى فأخرجه له.(أخبارمكة،ما ذكر من بناء إبراهيم عليه السلام الكعبة: ۳۳۸/۱،دارالثقافة مكة المكرمة)

رؤیتِ کعبہ سے حج فرض ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے کسی شیخ کی خدمت کرنے کی وجہ سے اس کے ساتھ عمرہ کرلیا، اب واپس آ گیا، اس کے اوپر حج فرض ہوا کہ نہیں؟ اور یہ بھی تحریر فرما دیں کہ رؤیتِ کعبہ سے حج فرض ہوتا ہے، یا نہیں؟ رؤیت کعبہ سے ایام حج مراد ہیں، یا غیر؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: حج فرض ہونے کے لیے قدرت شرط ہے۔ فقط
رؤیتِ کعبہ سے، یا عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، البتہ اگر عمرہ کے لیے، یا کسی اور غرض سے مکہ پہنچ گیا اور اس کو ایام حج تک اقامت کی وسعت وگنجائش ہے اور حج کرنے پر قدرت ہے تو قادر ہونے کی وجہ سے حج فرض ہو جائے گا۔

وظاهر كلام البدائع بإطلاقه الكراهة أى فى قوله يكره إحجاج الصرورة؛ لأنه تارك فرض الحج يفيد أنه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسهٖ وإن كان وقتهٗ مشغولا بالحج عن الآمر وهى واقعة الفتوىٰ فلتأمل، إلخ. قلت: وقد أفتٰى بالوجوب مفتى دار السلطنة العلامة أبو السعود وتبعهٗ فى سكب الأنهر وكذا أفتىٰ به السيد أحمد بادشاه وألف فيه رسالة وأفتىٰ سيدى عبد الغنى النابلسى بخلافه وألف فيه رسالة؛ لأنه فى العام لا يمكنهٗ الحج عن نفسهٖ؛ لأن سفره بمال الآمر ويحج عنه وفى تكليفه بالإقامة بمكة إلٰى قابل ليحج عن نفسهٖ ويترك عياله ببلدهٖ حرج عظيم وكذا فى تكليفه بالعود وهو فقير حرج عظيم أيضاً. (ردالمحتار: ۲۶۲/۱) **والله أعلم بالصواب**

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۴۰۷/۶/۲۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۷/۳) ☆

سوال مثل سابق:

سوال: ایک صاحب کے والد بزرگوار رحلت فرما گئے ہیں، جب کہ حج ان پر فرض تھا، اب مرحوم کے فرزند اپنے والد صاحب کی طرف سے کسی مناسب آدمی کو حج بدل میں بھیجنا چاہتے ہیں، جن صاحب کو وہ بھیجنا چاہتے ہیں، وہ

☆ **سوال مثل بالا:**

سوال: ایک شخص عمرہ کے لیے جاتا ہے تو روضہ اقدس وکعبہ شریف کی زیارت کرتا ہے، کیا ان مقدس جگہوں کی زیارت کرنے پر اس پر حج فرض ہو جاتا ہے؟ جب کہ عمرہ وحج کے اخراجاتِ سفر میں کافی تفاوت ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

قول راجح اور محقق یہی ہے کہ حج فرض نہ ہوگا۔ (كذا فى جواهر الفقه: فإن شئت التفصيل فراجع إليه) **والله أعلم بالصواب**

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۴۱۴/۱۲/۲۶ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۸/۳)

حافظ قرآن ہیں اور ایک مسجد میں پیش امام کی حیثیت سے امامت بھی کرتے ہیں؛ لیکن صاحب استطاعت نہیں ہیں اور کبھی حج بھی نہیں کیا ہے، کیا یہ حج بدل میں جا سکتے ہیں؟ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ کسی حاجی کو ہی بھیجنا بہتر ہے، لہٰذا از روئے شریعت اسلامیہ حکم شرعی سے مطلع فرما کر ممنون کرم فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: بہتر وافضل تو یہی ہے کہ حج بدل کے لیے کسی حاجی ہی کو بھیجا جائے؛ تاہم اگر غیر حاجی کو بھیج دیا تو آمر کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جائے گی، یہ دوسری بات ہے کہ رؤیت بیت اللہ کی وجہ سے اس پر بھی حج فرض ہو جائے گا، اس بارے میں اگرچہ حضرات فقہاء کا اختلاف ہے کہ دوبارہ جب کہ وسعت نہیں ہے، اپنے حج فرض کے لیے جانا ضروری ہے، یا نہیں؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ جانا ضروری نہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، پھر بھی احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ غیر حاجی کے بجائے حاجی کو بھیجا جائے۔

لأنه فی هٰذا العام لایمکنه الحج عن نفسه؛ لأن سفره بمال الآمر فیحرم عن الآمر ویحج عنه وفی تکلیفه بالإقامة بمکة إلٰی قابل لیحج عن نفسه ویترک عیاله ببلده حرج عظیم وکذا فی تکلیفه بالعود وهو فقیر حرج عظیم أیضاً، إلخ. (ردالمحتار: ۲/ ۲۴۱)

نوٹ: حج بدل کے تقریباً بیس شرائط ہیں، کچھ آمر سے متعلق ہیں اور کچھ مامور سے؛ اس لیے جس کو بھیجنا ہو، کسی عالم سے پوچھ کر وہ شرائط ان کو بتلا دیں، ویسے معلم الحجاج مصنفہ مفتی سعید احمد صاحب علیہ الرحمہ، مفتی مظاہر علوم سہارن پور اور جواہر الفقہ، مصنفہ مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ مفتی اعظم پاکستان میں وہ سب شرائط تفصیل کے ساتھ درج ہیں، یہ دونوں کتابیں اردو زبان میں ہیں، کہیں سے حاصل کر لیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: حبیب اللہ قاسمی غفرلہ، ۱۴۰۳/۱۱/۳ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/ ۳۲۸-۳۲۹)

خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی شرعی وتاریخی حیثیت:

سوال: خانہ کعبہ کے اوپر ہمیشہ "کالا غلاف" ہی کیوں چڑھایا جاتا ہے، اس کی تاریخی اور شرعی حیثیت کیا ہے؟ تفصیلی جواب مع ادلہ مرحمت فرمائیں، کرم ہوگا۔

الجواب وباللّٰہ التوفیق

خانہ کعبہ اللہ کا وہ پہلا گھر ہے، جو اس زمین پر قائم ہوا۔ طوفان نوح میں اس کے منہدم ہونے اور نام ونشان مٹ جانے کے بعد حضرات ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل امین کے بتلائے ہوئے نشان پر از سرِ نو تعمیر کی اور اس کے ادب واحترام کے پیش نظر ان دونوں برگزیدہ بندوں نے خانہ کعبہ پر سب سے پہلے غلاف چڑھایا، اس کے بعد عدنان نے یہ کام انجام دیا، پھر کئی صدی گزر جانے کے بعد اسعد نامی شخص جو یمن کا بادشاہ تھا، جس کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دو سو برس قبل کا ہے، اس نے دھاری دار یمنی کپڑے غلاف کعبہ پر

چڑھایا، اسی طرح فتح مکہ سے قبل تک عرب کے مختلف قبیلے اوران کے سردار کا بیت اللہ کی زیارت کے لیے آنے اور مختلف رنگ کے کپڑے کا غلاف خانہ کعبہ پرلٹکانے کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی نے اپنے لڑکے عباس بن عبدالمطلب کے گم ہوجانے پر یہ نذر مانی کہ جب میرا بچہ مل جائے گا تو کعبہ پر ریشمی غلام چڑھاؤں گی، جب بچہ مل گیا تو زندگی کی تکمیل کے لیے سفید رنگ کا ریشمی غلام کعبہ پر چڑھایا۔ کعبہ پر غلاف چڑھانے کا یہ پہلا واقعہ تھا اور جب مکہ فتح ہوا تو اسی زمانے میں ایک عورت غلاف کعبہ کو خوشبو سے معطر کرنے کے لیے بخور جلا رہی تھی کہ اچانک غلاف کے کپڑے میں آگ لگی اور مکمل غلامف جل کر خاکستر ہوگیا، اس کے بعد دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ میں یمنی کپڑے کا غلام کعبہ پر چڑھاتے رہے، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں یمنی کپڑے کا غلام کعبہ پر چڑھاتے رہے، اس کے بعد حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دور خلافت آیا، یہ دونوں حضرات اپنے عہد خلافت میں مصری کپڑے کا غلاف چڑھاتے رہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری کی عبارت:

عن إبراهيم بن أبي ربيعة قال كسى البيت في الجاهلية الانطاع ثم كساه رسول الله صلى الله عليه وسلم الثياب اليمانية ثم كساه عمر وعثمان القباطي،الخ. (فتح الباری شرح البخاری،فصل فی معرفة بدو كسوة البيت: ٣/ ٣٦٦)

یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، ان کے زمانہ خلافت میں فتنہ وفساد اس قدر زور پر تھا کہ اس کی مدافعت اور حل کرنے میں ہی زمانہ ختم ہوگیا اور آنجناب کو اس خدمت کا موقع نہیں ملا۔ بہر کیف زمانہ اسلام کے قبل مختلف قبیلے اور قبائل کے سردار لوگ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کے لیے لاتے تھے، یہاں تک کہ جب اسلامی دور آیا تو اس میں حکومت وقت کو غلاف چڑھانے کی ذمہ داری سپرد کردی گئی، جیسا کہ مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کعبہ پر غلام چڑھانے کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ہم کعبہ پر غلاف چڑھائیں؟ تو آپ نے جواب دیا، اب تمہیں اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؛ بلکہ حکام نے تمہاری طرف سے اس خدمت عظیمہ کو اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق کی عبارت:

”عن أمامة قالت سالت عائشه: انكسوا الكعبة؟ فقالت: الأمراء يكفونكم ذلك ولكن طهرنه أنتن بالطيب“. (مصنف عبد الرزاق،باب الحلية التي في البيت وكسوة الكعبة: ٥/ ٨٩)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک دوسری روایت ہے:

”كسوة البيت على الأمراء“. (١) (یعنی بیت اللہ کا غلاف حکام کے ذمہ ہے۔)

الغرض کعبہ پر غلاف چڑھانے کا دستور زمانہ قدیم سے رہا ہے اور زمانہ اسلام میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

---

(١) أخبار مكة للأزرقي،ذكر كسوة الكعبة في الإسلام: ١/ ٢٥٤،دار الأندلس بيروت،انيس

اسی پر کوئی نکیر نہیں فرمائی؛ بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم،خلفاء راشدین،تابعین اور تبع تابعین بھی غلاف چڑھاتے رہے،جس کے مختلف رنگ ہوا کرتے تھے۔ مامون الرشید نے اپنے زمانہ میں سفید رنگ کا غلام چڑھاتے رہے،جس کے مختلف رنگ ہوا کرتے تھے۔ مامون الرشید نے اپنے زمانہ میں سفید رنگ کا غلاف چڑھایا تھا۔محمود غزنوی نے زرد رنگ کا غلاف،مصر کے فاطمی خلفاء نے سفید رنگ کا غلاف اور خلیفہ ناصر عباسی نے ابتداءً سبز رنگ کا غلام چڑھانے کے لیے بھیجا تھا،اس کے بعد کالے ریشم کا غلاف بنوا کر بھیجا،جس کو چڑھایا گیا۔اس وقت سے لے کر آج تک کالا غلاف ہی چڑھایا جاتا ہے اور یہی طریقہ اب تک جاری وساری ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی ایک ایک شرعی اور تاریخی حیثیت ہے،اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ذكر الفاكهي أن أوّل من كساها الديباج الأبيض المامون بن الرشيد واستمرّ بعده وكسيت في أيام الفاطميين الديباج الأبيض،وكساها محمد بن سبكتكين ديباجاً أصفر،وكساها الناصر العباسي ديباجاً أخضر،ثم كساها ديباجاً اسود فاستمرّ إلى الآن. (فتح الباری شرح البخاری فصل فی معرفة بدء كسوة البيت: ٣٦٧/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۷/۷/۱۴۱۹ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۲۴/۳-۲۲۵)

غلافِ کعبہ کو پھاڑ توڑ کر لانا:

سوال: حاجی لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور بہت سامان لاتے ہیں،ضرورت کے علاوہ بھی اور بعض غلافِ کعبہ کو توڑ کر لاتے ہیں اور بعض پھاڑ کر لاتے ہیں۔یہ افعال جائز ہیں،یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

غلافِ کعبہ کو توڑ کر نوچ کر لانا ایسا ہی ہے،جیسا کہ کسی بزرگ کے بدن پر کُرتا ہو اور اس کو توڑ کر لانا،یہ سخت بے ادبی ہے،ہرگز اس کی اجازت نہیں،علاوہ ازیں وہ وقف کا مال بھی ہے،بلا اذنِ واقف ومتولی اس کے لینے کا کسی کو حق نہیں۔(۱) اگر کوئی کنکر،یا پتھری کی معمولی طور پر تبرک کی نیت سے لے آئے تو اس کی گنجائش ہے،جس سامان کے لانے کی قانوناً اجازت نہیں،اس کو لانا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ،دار العلوم دیو بند،۲۴/۱۰/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ،دار العلوم دیو بند،۲۴/۱۰/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۳۶۶/۱۰-۳۶۷)

---

(۱) لٰكن في البحر الزاخر: أنه لايجوز قطع شيء من كسوة الكعبة،ولا نقله،ولا بيعه،ولا شرائه،ولا وضعه في أوراق المصحف،ومن حمل شيئاً من ذالك،فعليه رده ... أوعلٰى أن أصل الكسوة من الأوقاف،فيعمل علٰى وفق شرط الواقف،وليس فيه التصرف للسلطان ولا لغيره.(مناسك الملا على القارى،باب المتفرقات، ص: ٤٩٥-٤٩٦، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) (قوله:أمر السلطان إنما ينفذ):أن صاحب البحر ذكر ناقلاً عن أئمتنا أن طاعة الإمام في غير معصية واجبة، فلو أمر بصوم يوم،وجب.(ردالمحتار،كتاب القضاء،مطلب:طاعت الامام واجبة: ٤٢٢/٥،دار الفكر بيروت،انيس)

غلاف کعبہ کے دھاگوں کونوچنا اور چاروں کونوں کے استلام کوضروری سمجھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے بعض لوگوں سے پہلے سنا تھا اوراس سال دورانِ حج خود بھی مشاہدہ کرلیا کہ بعض لوگ غلافِ کعبہ کے دھاگے نوچ نوچ کرلاتے ہیں اوراسے بطورتبرک رکھتے ہیں، آیاان کا یہ فعل اوراس کوبطورتبرک رکھنا جائز ہے؟ نیز بعض لوگ بیت اللہ کے چاروں کونوں کا استلام ضروری سمجھتے ہیں اورکرتے ہیں۔اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

غلاف کعبہ کے دھاگوں کونوچ نوچ کرلانا اوران کوبطورتبرک رکھنا شرعاً درست نہیں۔نیز بیت اللہ کے چاروں کونوں کے استلام کرنے کوضروری سمجھنا درست نہیں،البتہ حجر اسوداوررکن یمانی کا استلام کرنا درست ہے۔

لمافي البخاري(۲۱۸/۱):عن سالم ابن عبداللّٰہ عن ابيه قال لم اَرَ النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم يستلم من البيت إلا الركنين اليمانيين.

وفی مناسک ملا علی قاری (ص: ۴۹۵):...لکن فی البحر الذاخر انه لا يجوز قطع شيء من كسوة الكعبة، ولا نقله، ولا بيعه، ولا شراءه ولا وضعه فی أوراق المصحف ومن حمل شيئا من ذلک فعليه رده ولا عبرة بما يتوهم الناس أنهم يشترونه من بنی شيبة، فإنهم لا يملكونه،انتهى.

وفي الدرالمختار(۴۹۸/۲): وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام واستلم الركن اليمانی وهو مندوب لكن بلا تقبيل وقال محمد هو سنة ويقبله والدلائل تؤيده ويكره استلام غيرهما.

وفي الشامية:وهو الركن العراقی والشامی لانهما ليس ركنين حقيقة بل من وسط البيت لأن بعض الحطيم من البيت بدائع والكراهة تنزيهة، کمافی البحر. (نجم الفتاویٰ:۳۱۴/۳)

خانہ کعبہ کے غلاف کارنگ:

سوال: احقر نے کئی باریہ محسوس کیا کہ مجھے یہ ہدایت ہورہی ہے کہ جب تو یہ جانتا ہے کہ نورخداوندی سفیداور نوری محمد کا رنگ سبز ہے تو علمائے حق کوغلافِ خانہ کعبہ کے سیاہ رنگ کی طرف کیوں توجہ نہیں؛ کیوں کہ حضوررسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن رنگوں کا غلاف حانہ کعبہ پر چڑھایا، وہ سرخ،سفید،یا سبز رنگ کے تھے۔نیز یہ بات بھی احقر کے دل میں ہے کہ یہ رنگ تصوف میں عیسائیوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔سیاہ رنگ کا استعمال غلافِ کعبہ پراول اول کسی نے دیا، یہ تو احقر کومعلوم نہیں،امید ہے کہ جناب اس بارے میں اپنی گراں قدررائے اوراحادیث کی روشنی میں حوالوں سے احقر کو یہ بتائیں کہ حقیقتِ حال کیا ہے؟اورمیں اس بارے میں کیا طریقہ اختیارکروں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بیت اللہ شریف کا غلاف مامون الرشید نے دیباجِ ابیض کا سب سے پہلے ڈالا،دیرتک یہ سلسلہ رہا، پھرمحمود بن

سبکتگین نے دیباجِ اصفر کا ڈالا، پھر عباسی نے دیباج اخضر کا ڈالا، پھر اسی نے دیباجِ اسود کا ڈالا، جواب تک جاری رہا۔(۱)عباسیوں کا درباری لباس اور خصوصی شعار بھی سیاہ تھا، وہ اس کو عزت وعظمت کا لباس تصور کرتے تھے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسود عمامہ احادیث میں مذکور ہے، غالباً اسی وجہ سے عباسیوں نے اسود کو انتخاب کیا۔ غلاف کعبہ کے متعلق تفصیل فتح الباری: ۳۶۲/۳، عینی: ۶۰۰/۴، اوجزالمسالک: ۵۴۳/۲(۲) میں ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱/۲۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۳۶۷/۱۰-۳۶۸)

میزاب رحمت کے نیچے دیوار کا التزام:

سوال(۱) حطیم میں بیت اللہ شریف کی دیوار جو میزاب رحمت کے نیچے ہے، اس کا بھی التزام جائز ہے، یا نہیں؟ بہت سے حضرات اس کو مشروع کہتے ہیں۔(بحوالہ قرۃ العین: ۲۳۲)

منجاء پر وقوف شعارِ روافض ہے:

(۲)　اسی طرح مکانِ منجاء جو کہ پشتِ کعبہ میں رکنِ یمانی سے بائیں طرف چار ہاتھ کی مقدار تک ہے، اس کا التزام بھی مکروہ ہے، اگر چہ ایسا کرنا روافض کا شعار ہو گیا ہے، وہ اس جگہ دعا کے لیے وقوف کرتے ہیں۔ بہر حال جائز تو ہے اور اکثر کے علم میں نہیں ہے کہ یہ روافض کا شعار ہے، لہٰذا کیا ہم حنفی اس جگہ التزام بلا کراہت کر سکتے ہیں؟

طواف میں شاذوران کو مس کرنا:

(۳)　بیت اللہ شریف کے تین طرف کی دیوار کے نیچے (سوائے حطیم کی طرف کے) ایک انچ کے برابر پشتہ بنا ہوا ہے، جس کو ''شاذوران'' بھی کہتے ہیں، ہم حنفیوں کے نزدیک بیت اللہ شریف سے باہر ہے؛ مگر امام شافعی اور امام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیت اللہ میں داخل ہے۔

اگر بیت اللہ میں شاذوران داخل ہے تو رکن یمانی کو چلتے ہوئے ہاتھ لگانے سے اتنا حصہ بیت اللہ کے اندر طواف کرتے وقت ہوگا، لہٰذا طواف بھی نہیں ہوگا، یا کوئی عضو شاذوران کے اوپر سے گھوم جائے تو اس عضو کی طواف میں کوئی نقصان رہے گا، یا ہم حنفیہ کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں ہے؟ لہٰذا یہاں ٹھہر کر ہاتھ لگانا چاہیے، یا چلتے ہوئے ہی رکنِ یمانی پر ہاتھ لگائیں؟

---

(۱)　وذكر الفاكهي أن أول من كساها الديباج الأبيض المأمون بن الرشيد واستمر بعده ... وكساها محمد بن سبكتكين ديباجاً أصفر،وكساها الناصر العباسي ديباجاً أخضر،ثم كساها ديباجاً أسود فاستمرإلى الأن.(فتح الباري، كتاب الحج،باب كسوة الحج،فصل في معرفة بدء كسوة البيت: ۵۸۷/۳،قديمي)

(۲)　عمدة القاري،باب كسوة الكعبة: ۳۳۸/۹، دارالكتب العلمية بيروت،انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) میزابِ رحمت کے نیچے حطیم میں دعا مقبول ہونا قوی کتب فقہ میں منقول ہے؛(۱) مگر اس جگہ کا التزام اس طرح منقول نہیں،ترک احوط ہے۔(۲)

(۲) جو امر فی نفسہ مندوب ہو؛ مگر وہ روافض کا شعار بن جائے تو اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس سے طواف میں نقص نہیں آئے گا۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ،۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۳۶۳-۳۶۵)

---

(۱) وفی رسالة الحسن البصری التی أرسلها إلیٰ أهل مكة:أن الدعاء هناک یستجاب فی خمسة عشر موضعاً: فی الطواف،وعند الملتزم،وتحت المیزاب وفی البیت ... وزاد غیره:وعند رؤیة البیت،وفی الحطیم،لکن الثانی هو: تحت المیزاب، فهو ستة عشر موضعاً.(البحر الرائق،کتاب الحج،باب الاحرام:۲/۶۱۷،مکتبة زکریا دیوبند،انیس)

(۲) قال ابن المنیر:فیه:أن المندوبات قد تقلب مکروهات إذا رُفعت عن رتبتها.(فتح الباری،کتاب الأذان، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال:۲/۲۳۸،دارالمعرفة بیروت،انیس)

(۳) وعنه (ابن عمر)قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:"من تشبه بقوم فهو منهم.(رواه أحمد وأبوداؤد،کتاب اللباس،رقم الحدیث:۳۵۱۲)

قال الملا علی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ:"من تشبه بقوم":أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره،أو بالفساق أو الفجار،أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار"فهو منهم": أی فی الإثم والخیر.قال الطیبی:هٰذا عام فی الخلق والخُلق والشعار.ولما کان الشعار أظهر فی الشبه،ذکر فی هٰذا الباب،إلخ.(مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح،کتاب اللباس،الفصل الثانی:۸/۱۵۵،حقانیة)

قال العلامة المناوی:وقال بعضهم: قد یقع التشبه فی أمور قلبیة من الاعتقادات والإرادات وأمور خارجیة من أقوال وأفعال،قد تکون عبادات وقد تکون عادات ... فأمر بمخالفتهم فی الهدی الظاهر فی هٰذا الحدیث...وقد یحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فیه،فإن کان کفر أو معصیة أو شعارا لها، کان حکمه کذالک ، إلخ" .(فیض القدیر،(رقم الحدیث: ۸۵۹۳):۱۱/۵۷۴۳، نزار مصطفی البابی مکة المکرمة)

(۴) والمکان وهو حول البیت داخل المسجد: أی ولو علی السطح لا خارجه،ولو لم یکن حجاب جدار... ولا مفسد للطواف، وإنما یبطله الردة.(المناسک لملا علی القاری،فصل فی شرائط صحه الطواف،ص: ۲۳۳،إداره القرآن کراتشی)

مکانه أن یقع حول البیت فی المسجد بقوله تعالیٰ:﴿ولیطوفوا بالبیت العتیق﴾ والطواف بالبیت هو الطواف حوله،فیجوز الطواف فی المسجد الحرام قریباً من البیت أو بعیداً عنه بشرط أن یکون فی المسجد،فلو طاف من وراء زمزم قریباً من حائط المسجد،أجزأه لوجود الطواف بالبیت.ولو طاف حول المسجد وبینه وبین البیت حیطان المسجد،لم یجز؛لأن حیطان المسجد حاجزة فلم یطف بالبیت،لعدم الطواف حوله.ویطوف من خارج الحطیم؛ لأن الحطیم من البیت علیٰ لسان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم،إلخ".(الفقه الإسلامی وأدلته،باب شروط الطواف و واجباته:۳/۱۵۳-۱۵۴،مکتبة حقانیة پشاور)

مقاماتِ اجابت:

سوال: حج میں کون کون سے خاص مقامات ہیں، جہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ملتزم کے پاس، تحت المیز اب، بیت اللہ میں، زمزم پیتے وقت، مقام ابراہیم کے پیچھے، صفا ومروہ پر، سعی میں، عرفات میں، مزدلفہ میں، رمی کے وقت، بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت۔ (بحر:۳۷۸/۲)(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۳۶۲/۱۰)

عرفات میں درخت لگانے کا حکم:

سوال: بعض ہمدرد مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ چوں کہ میدان عرفات میں یہ موسم گرما دھوپ اور لو کی شدت سے ہزار ہا غیر مستطیع حجاج جو خیمہ وغیرہ کا انتظام نہیں کر سکتے، ہلاک ہوتے، یا سخت تکلیف اٹھاتے ہیں اور اگر وہاں سایہ دار درخت کافی تعداد میں مثل برگد (بڑھ)، یا پلکھن (پاکھر) وغیرہ نصب کردیئے جائیں تو ان کے سایہ میں گرمی اور لو سے امن متوقع ہے، یہ لوگ نصب درختاں کے لیے ساعی ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ سلف سے اب تک اس پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ یہ رہی ہوگی کہ زمانہ قدیم میں برگد اور پلکھن کے وجود اور سرزمین حجاز میں ان کے سرسبز ہونے کا علم نہ تھا اور نہ اس زمانہ کے سے ذرائع حمل ونقل موجود تھے، لوگ جفاکشی کے عادی بھی تھے؛ لیکن کچھ مسلمان اس امر میں متامل ہیں۔ آخر الذکر طبقہ کا یہ خیال ہے کہ وادی فرفات کے اس قدرتی منظر کو خیر القرون سے بھی ہزار ہا سال پہلے انسانی تصرفات سے پاک اور ہیئت اصلی پر ہی برقرار رکھا جاتا رہا ہے اور باوصف اس کے کہ ضرورت رفع شدت وحدت قدیم ہے اور اس کے اسباب (نصب ودرختاں سایہ دار) بھی قدیم اور سہل ومعروف، تاہم سلف سے آج تک یہ صورت جو کسی وقت بھی دشوار نہ تھی، اختیار نہیں کی گئی، جیسے کہ آب رسانی کی قدیم ضرورت کو نہر زبیدہ

---

(۱) وفی رسالة الحسن البصری التی أرسلها إلیٰ أهل مكة : أن الدعاء هناک یستجاب فی خمسة عشر موضعاً: فی الطواف،وعند الملتزم،وتحت المیزاب ،وفی البیت،وعند زمزم،وخلف المقام،وعلی الصفا،وعلی المروة، وفی السعی،وفی عرفات،وفی مزدلفة،وفی منیٰ، و عند الجمرات الثلاث،وزاد غیره:وعند رؤیة البیت،وفی الحطیم،لکن الثانی هوتحت المیزاب،فهوستة عشر موضعاً". (البحرالرائق، باب الاحرام: ۶۱۷/۲، رشیدیة)

وهومن مواضع الإجابة،وهی بمكة خمسة عشر نظمها صاحب النهر،فقال:

دعاء البرایا یستجاب بكعبة وملتزم والموقفین كذا الحجر

طواف وسعی مروتین وزمز مقام ومیزاب جمارک تعتبر

زاد فی اللباب:وعند رؤیة الكعبة،وعند السدرة،والركن الیمانی،وفی الحجر،وفی منی فی نصف لیلة البدر. (الدرالمختارعلیٰ هامش رد المحتار،کتاب الحج،مطلب فی اجابة الدعاء:۲/۵۰۷-۵۰۸، رشیدیة)

کی تعمیر سے باوجود عسیر الحصول ہونے کے زمانہ سلف ہی میں جبکہ کم ازکم تبع تابعین بھی موجود تھے، پورا کر دیا تو رفع شدت حر کی قدیم ضرورت کو سہل الحصول ذریعہ (نصب درختاں) سے پورا کرنے کی سعی جدید بدعت کی تعریف میں آجاتی ہے اور اس کا قیاس قطع مسافت کی قدیم ضرورت کے جدید سامان؛ یعنی تیز رفتار مثلاً سیارات (موٹر وریل) وطیارات (ہوائی جہاز) دوخانی جہازات ﴿وخلقنا لهم من مثله مايركبون﴾ پر قیاس مع الفارق ہے، نیز اگر نصب درختاں کا سلسلہ قائم رہا تو وادی عرفات بجائے میدان کے باغ، یا بن (جنگل) کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا، لہٰذا استفتا ہے کہ:

(۱)　میدان عرفات میں حجاج بموسم گرما دھوپ اور لو سے بچنے کے خیال سے سایہ دار درختوں کا نصب اور اس میں سعی شرعاً جائز ہے، یا ناجائز؟

(۲)　اگر نصب، یا سعی جائز ہے تو مباح ہے، یا مستحب، یا سنت، یا واجب، یا فرض؟

(۳)　اگر ناجائز ہے تو مکروہ تنزیہی ہے، یا تحریمی، یا حرام؟

(۴)　بصورت عدم جواز ناصبین، یا ساعین کو منع کرنا مسلمانوں پر حسب حیثیت لازم ہے، یا نہیں؟

(۵)　حد عرفات کے خط کے باہر مسجد نمرہ کی پشت پر نصب درختاں کا حکم بھی مثل وادی عرفات ہے، یا اس کے غیر؟

(۶)　شہر مکہ اور حدود حرم کے اندر نصب درختاں کے جواز کو میدان عرفات پر قیاس کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب

عرفات اور حد حرم کے اندر سایہ کے لیے درختوں کا لگانا بلا شبہ فی نفسہ جائز ہے اور لغیرہ استحباب کا حکم بھی کیا جا سکتا ہے، اگرچہ افضل اس کا ترک ہے، جواز کی دلیل یہی کافی ہے کہ عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں؛ بلکہ کلیات ظاہراً جواز ہی پر دال ہیں۔ فقہانے باب جنایات الحج میں قطع حشیش حرم واشجار حرم نابتہ ومنبتہ مثمرہ وغیر مثمرہ کے احکام کی اباحۃً ونہیاً وضماناً تفصیل فرمائی ہے۔ اگر غرس اشجار (درخت لگانا) میں کسی درجہ کی بھی کراہت ہوتی، اس موقع پر سکوت کے موہم ہونے کے سبب اس کا ضرور ذکر فرماتے؛ مگر اس سے اصلاً تعرض نہیں کیا۔ یہ واضح دلیل ہے جواز بلا کراہت کی۔ نیز فقہانے منیٰ میں جو کہ داخل حرم ہے، ابنیہ کے وجود پر صحت جمعہ کو متفرع فرمایا ہے اور ان کی کراہت سے تعرض نہیں کیا، بطریق مذکور یہ بھی دلیل ہے ابنیہ کے جواز بلا کراہت کی اور ابنیہ اور اشجار کا اشتراک غرض ارتفاق میں ظاہر ہے۔ پس قیاس سے بھی جواز کو قوت ہوگئی اور جب حد حرم کے اندر ایسے تصرفات کی اجازت ہے تو حد حرم کے باہر مثلاً عرفات میں بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی۔

یہ دلائل تھے جواز فی نفسہ کے۔ باقی استحباب لغیرہ کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہ حجاج کو راحت پہونچانا ہے اور حجاج کو

راحت پہونچانا اقل درجہ مستحب ضرور ہے اور یہ شبہ کہ خیر القرون میں نہ تھا؛ اس لیے مرتفع ہے کہ خیر القرون میں پایا جانا عام ہے وجود عین اور وجود دلیل کو اور دلیل مع نظیر اوپر مذکور ہو چکی ہے، وہ نظیر ابنیہ ہے، ان میں اور اشجار میں کوئی معتد بہ تفاوت نہیں اور اگر جواز میں ارتفاع مؤثر نہ ہوتا تو خود ابنیہ منی کا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہونا خیر القرون میں جواز سے مانع سمجھا جاتا اور بلا نکیر اس کو جائز نہ سمجھا جاتا۔ باقی ترک کا افضل ہونا، وہ اس لیے ہے کہ اس میں سنت کی صورتاً و معنیً کو جمع کرنا ہے اور اس مجموعہ کا صرف رعایت معنی بلا صورت سے افضل ہونا ظاہر ہے اور حجاج کے ہلاک غالب کے خوف کو اس افضلیت ترک میں قادح نہ سمجھا جائے؛ کیوں کہ اس کا انتظام اہل استطاعت ضعفاء غیر اہل استطاعت کو اپنے خیمہ وغیرہ میں شریک کر لینے سے کر سکتے ہیں، البتہ اس غرض اظلال (سایہ) کے لیے کسی مسجد میں درخت لگانا بقول ارجح مکروہ ہے، جس کی علت مشابہت بیعہ اور موضع للصلوٰۃ کو مشغول کرنا ہے، البتہ خود عمارت مسجد کی مصلحت کے لیے درخت لگانا جیسے نمی کا جذب کرنا یہ اس کراہت سے مستثنیٰ ہے۔

ذکر ھٰذا کلہ فی الدر المختار ورد المختار أحکام المسجد قبیل الوتر. واللّٰہ أعلم

عشرین من شعبان ۱۳۵۳ھ (النور، ص: ۷، شعبان ۱۳۵۴ھ) (امداد الفتاویٰ: ۲/۶۷۴)

آبِ زمزم:

سوال: آبِ زمزم کو دوسرے پانیوں سے کچھ امتیاز حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں اس کی فضیلت وارد ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیر رگڑنے کی جگہ سے شدید پیاس کے دفعیہ کے لیے اس کا ظہور ہوا۔ (۱) شق صدر کے وقت قلب مبارک کو اس سے دھویا گیا اور بھی امتیازات حاصل ہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۵/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۶۵-۳۶۶)

---

(۱) وغمز بعقبه على الأرض قال: فانبثق الماء، فدهشت أم إسمٰعيل، فجعلت تحفر، قال: فقال أبو القاسم صلى اللّٰه عليه وسلم: لو تركته، كان الماء ظاهراً. فجعلت تشرب من الماء ويدر لبنها علىٰ صبيها. (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب قول اللّٰه: ﴿واتخذ اللّٰه ابراهيم خليلا﴾ الخ: ۱/۴۷۳، قديمي)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباري، كتاب الأنبياء: ۶/۴۹۶، قديمي

(۲) كان أبو ذر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه يحدث أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: "فرج سقفي وأنا بمكة، فنزل جبرئيل ففرج صدري، ثم غسله بماء زمزم، ثم جاء بطست من ذهب ممتلي حكمة وإيماناً فأفرغها في صدري ثم أطبقه. (الحديث) (صحيح البخاري، كتاب المناسك، باب ماجاء في زمزم: ۱/۲۲۱، قديمي)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباري، كتاب الحج: ۳/۲۶۹، قديمي، ومناسك الملا على القاري رحمه اللّٰه، باب الدعاء عند شرب ماء زمزم، ص: ۶۶۳، إدارة القرآن كراتشي

آبِ زمزم آبِ کوثر سے افضل ہے:

السوال: يا أيها العلماء المحققون والفقهاء المدققون هل يكون ماء زمزم أفضل من ماء الكوثر؟ فإن قتلم: نعم، قد ورد ان ماء زمزم أفضل المياه حتٰى من الكوثرفيكف الجواب لمن اعترض بالجهل أن الكوثرعطية اللّٰه لنبينا محمد صلى اللّٰه عليه وسلم وماء زمزم لإسمٰعيل عليه السلام وهوأفضل من هٰذا كما كان النبى عليه الصلوٰة والسلام أفضل منه بينوا بالبرهان توجروا من الرحمٰن.

وأيضاً ما قولكم فيمن قال:إن ماء الكوثرأفضل من ماء زمزم ولكن الماء العرف الذى غسل منه صدره صلى اللّٰه عليه وسلم فهوأضل منه فقط والباقى من ماء زمزم أسفل من ماء الكوثروقد خفى هٰذا الرأى علٰى إمامنا يقول هٰذا استهزاء بأقوال الأئمة المجتهدين فهل هومن أهل السنة و الجماعة أم زنديق أم فاسق؟ بينوا بينا شافياً وجواباً كافياً جزاكم اللّٰه خيراًوعافيةً.

العبارات المُرسلة من السائل:

بيان زمزم.استدل به علٰى أنه أفضل مياه العالم حتٰى ماء الكوثرلكن الماء الذى نبع من أصابعه صلى اللّٰه عليه وسلم فلا شك أنه أفضل المياه على الاطلاق.(مرقاة شرح المشكاة:٤١٢/٥، باب علامات النبوة)

وقد قال البلقينى: إن ماء زمزم أفضل من الكوثر؛لأنه به غسل صدرالنبى صلى اللّٰه عليه وسلم ولم يكن يغسل إلا بأفضل المياه.(فتاوى الرملى، ج:١،فى باب الطهارة)

وسئل رضى اللّٰه عنه إيما أفضل ماء زمزم أوالكوثر(فأجاب بقوله) قال شيخ الإسلام البلقينى ماء زمزم أفضل،لأن الملا ئكة غسلوا به قلبه صلى اللّٰه عليه وسلم حين شقوه ليلة الإسراء مع قدرتهم علٰى ماء الكوثر فاختياره فى هٰذا المقام دليل علٰى أصلية ولايعارضه أنه عطية اللّٰه لإسمٰعيل والكوثرعطية لنبينا؛لأن الكلام فى عالم الدنيا لا الآخرة.(فتاوى ابن حجر: ٢٥/١)

الماء الذى نبع من أصابعه الشريفة أفضل المياه مطلقاً ثم بعده الأفضل ماء زمزم؛لأنه غسل منه صدره عليه السلام ليلة المعراج ولوكان ماء أفضل منه لم يغسل به صدره عليه السلام. (تفسير روح البيان الجلد الثانى،ص:٦١٨،سورة الإسراء)

وإنما كان من ماء زمزم أفضل المياه بعد النابع من أصابعه الشريفة؛لأنه من ضرب جبريئل بجناحة الأرض كما مرولما قيل من أنه يقوى القلب وأنه من ماء الجنة وقد اكتسب من بركة الأرض ويليه ماء الكوثرثم نيل مصر ونظم التقى السبكى ذلک بقوله وأفضل المياه ماء قد نبع بين أصابع النبى المتبع يليه ماء زمزم فالكوثر فنيل مصر ثم باقى الأنهر.(حاشية سيد أحمد الدروير على قصه المعراج،ص:٣٠٢)

وورد أنه (أى ماء زمزم) أفضل المياه حتى من الكوثر فتح العين (قوله وورد أنه)أى ماء زمزم) قوله أفضل المياه) أى ما عدا الماء الذى نبع من بين أصابع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فهوأفضل من ماء زمزم والحاصل أن أفضل المياه على الاطلاق ما نبع من بين أصابعه الشريفة ثم ماء زمزم ثم ماء الكوثر ثم نيل مصرثم باقى الأنهر كسيحون وجيحون والدجلة والفرات وقد نظم ذلک التاج السبكى فقال أفضل المياه ماء قد نبع،الخ.(إعانة الطالبين،الجزء الثانى،ص:۳۰۸)

وفى رواية انه غسل ليلة الإسراء بماء زمزم أى لأنه يقوى القلب ويسكن الروع وأخذ البلقينى من إيثار الملک له علىٰ ماء الكوثر أنه أفضل منه وهوظاهر.(شرح الهمزية للعلامة ابن حجر،ص:۶۸)

الجواب

قال العلماء: إن قلبه المقدس غسل ليلة المعراج بماء زمزم لقوى علىٰ مشاهدة عالم الملكوت؛ لأنه يقوى القلب واستدلوابه علىٰ أن ماء زمزم أفضل من ماء الكوثر؛لأنه لوكان الكوثرأفضل من زمزم لقد غسل منه، لما إن قلب الشريف النبوى صلى اللّٰه عليه وسلم حرى بأن لا يغسل إلابأفضل المياه،كما فى مدارج النبوة الفارسية لشيخ الهند مولانا الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوى رحمة اللّٰه تعالىٰ عليه وكما فى كتبه العبارات المرسلة منكم إلينا مع الاستفتاء والمعترض ما فهم تفضيل ماء زمزم علىٰ ماء كوثر ويقيس برائه السقيم و يعترض على الأئمة الإعلام وجوابه يظهرمن فتاوىٰ ابن حجرالمكى رحمه اللّٰه تعالىٰ فاستهزاء ه يعود إليه وهٰذا التفصيل إستدلالى عقلى لأنهم لم يذكروا نصاً من القرآن والحديث فيه فمنكره لايكون زنديقاً. فقط واللّٰه أعلم بالصواب

کتبہ:عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۰۴-۱۰۶)

کھڑے ہوکر زمزم پینا:

سوال: ایک صاحب کھڑے ہوکر زمزم کا پانی پی رہے تھے اور سران کا کھلا ہوا تھا، دوسرے صاحب نے منع کیا کہ اس طرح پانی پینا صرف حج کے موقع پر ہے اور جگہ زمزم کا پانی عام طریقہ پر پینا چاہیے؟

(محمد عثمان قریشی، یاقوت پورہ)

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ سے زمزم کا پانی کھڑے ہوکر نوش فرمایا تھا اور چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی چادر لپیٹے ہوئے تھے؛ اس لیے سر مبارک کھلا ہوا تھا۔(۱) بعض اہل علم کی رائے ہے کہ آپ صلی اللہ

(۱) مجمع الزوائد،باب الشرب من زمزم:۱۲۷/۵ ،ط:دار الفكربيروت

علیہ وسلم کا یہ کھڑا ہونا اس بنیاد پر تھا کہ وہاں کیچڑ تھا اور بیٹھنے میں آلودگی کا خطرہ تھا؛ لیکن اکثر علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوں کہ کھڑے ہوکر زمزم پیا ہے؛ اس لیے کھڑے ہوکر پینے میں بہر حال اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت ہے، اسی کو مشہور حنفی فقیہ علامہ شرنبلالیؒ نے بھی ترجیح دیا ہے، (۱) اور چوں کہ زمزم کی عظمت کا پہلو کچھ حج ہی سے متعلق نہیں؛ بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ ہے؛ اس لیے یہ سمجھنا درست نہیں کہ حج کے موقعہ سے زمزم پینے کے احکام الگ ہیں اور عام حالات میں الگ، آپ کے دوست کا عمل درست اور مناسب ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۸۱-۸۲)

آبِ زمزم پینے کا طریقہ:

سوال: آبِ زمزم پینے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر یہ پانی بہت عرصہ سے پلاسٹک کے ڈبہ میں بند تھا، جیسے ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ سے، اب پینے سے ڈر ہے کہ کہیں صحت کو نقصان نہ ہو تو کیا اس پانی کو کسی جگہ بہایا، یا درخت میں ڈالا جاسکتا ہے؟ (مقصود حسین خان، پھولانگ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

(الف) زمزم پینے کا ادب فقہا نے لکھا ہے کہ اسے قبلہ رخ ہوکر پئے، اس سے اپنے چہرے، سر اور جسم کو پونچھے اور سہولت ہو تو تھوڑا اپنے اوپر بہالے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زمزم پیتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ". (۲)

(اے اللہ! میں آپ سے علمِ نافع، کشادہ رزق اور ہر بیماری سے شفا کا طلب گار ہوں۔)

(ب) تجربہ ہے کہ آبِ زمزم بہت دنوں تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رہتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے خاص برکت ہے اور غالباً اس پانی کے تجزیہ سے سائنس داں حضرات بھی اس طرح کا نتیجہ اخذ کرچکے ہیں،۔۔۔ویسے زمزم بہانے، یا کسی درخت میں ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ بات قرینِ احتیاط معلوم ہوتی ہے کہ مقامِ نجاست پر زمزم گرانے سے اجتناب کیا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۸۳-۸۴)

زمزم کا پانی غیر مسلم کو دینا:

سوال: کیا آبِ زمزم غیر مسلم کو دینا درست ہے؟ (محمد غوث الدین قدیر سلاخ پوری، کریم نگر)

---

(۱) ومن السنة النزول بالمحصب بعد ارتحاله من منى وشرب ماء زمزم والتضلع منه واستقبال البيت والنظر إليه قائما والصب منه على رأسه وسائر جسده وهو لما شرب له من أمور الدنيا والآخرة. (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ص:۲۷۶،المكتبة العصرية،انيس)

(۲) درر الحكام في شرح غرر الأحكام : ۱/۲۳۲/مراقی الفلاح شرح نورالإيضاح،فصل في كيفية تركيب أفعال الحج،ص: ۲۷۹،المكتبة العصرية،انيس

الجواب

آب زمزم ایک متبرک پانی ہے؛لیکن ایسا نہیں ہے کہ غیر مسلموں کو دینے کی ممانعت ہو،مکہ کے فتح ہونے کے بعد بھی ایک سال تک غیر مسلموں کو حج وعمرہ کے لیے آنے کی اجازت باقی رکھی گئی تھی۔ظاہر ہے کہ ان دنوں غیر مسلم بھی زمزم کے پانی سے استفادہ کیا کرتے تھے،لہٰذا اپنے غیر مسلم بھائیوں کو زمزم کا پانی دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(کتاب الفتاویٰ:۴/۸۲)

غیر مسلموں کو زمزم اور کھجور دینا:

سوال:　غیر مسلم بھائیوں کو زمزم اور کھجور دینے کا حکم کیا ہے؟ بعض غیر مسلم اس کا مطالبہ کرتے ہیں اور بڑی عقیدت کے ساتھ اس کو لیتے ہیں اور کھاتے ہیں؟　(حافظ علی،مرادنگر)

الجواب

زمزم ایک متبرک پانی ہے اور حرمین شریفین کی کھجور بھی حرمین کی نسبت سے متبرک ہے؛لیکن بہر حال یہ خورونوش ہی کی چیزیں ہیں،آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے میں جو غیر مسلم مہمان آیا کرتے تھے،ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے ہی کی کھجور کھلاتے تھے اور اس لیے اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

میرا خیال ہے کہ زمزم اور کھجور دیتے ہوئے دل میں یہ نیت اور آرزو رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان متبرک چیزوں کی برکت سے اس غیر مسلم بھائی کا سینہ ایمان کے لیے کھول دے اور چوں کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ زمزم میں شفا ہے، (۱) اور کفر سے بڑھ کر کوئی روحانی بیماری نہیں ہوسکتی،جس سے شفا مطلوب ہو؛اس لیے دعا کریں کہ اللہ اسے شفاءِ روحانی عطا کرے　تو امید کرتا ہوں کہ اس نیت وخواہش کی وجہ سے ان شاء اللہ وہ اجر کا مزید مستحق ہوگا۔(کتاب الفتاویٰ:۴/۸۴)

زمزم شریف اپنے ساتھ لانا:

سوال:　زمزم شریف کو متبرک سمجھ کر حجاج کرام اپنے ساتھ وطن لاتے ہیں،کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ کچھ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛اس لیے آپ سے تحقیق کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حدیث میں ہے:**عن عائشة رضی اللّٰہ عنها أنها کانت تحمل من ماء زمزم وتخبر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یحمله.** (سنن الترمذی:۱/۱۱۵،کتاب الحج،قبیل أبواب الجنائز)(۱)

---

(۱)　جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنه یقول:سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول:ماء زمزم لما شرب له.(سنن ابن ماجة،رقم الحدیث:۳۰۶۲،باب الشرب من زمزم،انیس)

(۲)　رقم الحدیث:۹۶۳،انیس

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ ماء زمزم لے جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم شریف لے جاتے تھے۔)

اس سے ثابت ہوا کہ حجاج کرام کا زمزم شریف لانا جائز ہے اور باعث برکت ہے، اس پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۸/۸)

زمزم کی شیشی کا دوسرے کام میں استعمال:

سوال: آج کل اکثر حجاج اپنے دوست واحباب کی خدمت میں ماء زمزم کی چھوٹی شیشیاں تحفہ میں پیش کرتے ہیں، اس بوتل پر کعبۃ اللہ اور گنبد خضرا کی تصویر ہوتی ہے، زمزم کا پانی ختم ہونے کے بعد کیا اس بوتل کو دوسری چیزوں کے لیے استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

(محمد عتیق اللہ، ریاست نگر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

آج کل یہ رواج سا ہو گیا ہے کہ مسلمان مختلف چیزوں پر خانۂ کعبہ، یا مسجد نبوی اور گنبد خضرا وغیرہ کی تصویر شائع کر دیتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اصل میں تو اس کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا داعیہ کارفرما ہوتا ہے؛ لیکن بعض دفعہ یہی چیز ان تصویروں کی بے حرمتی کا باعث بن جاتی ہے؛ اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ویسے چوں کہ تصویر کا حکم اصل کا نہیں ہوتا؛ اس لیے ان شیشیوں کو دوسرے پاک اور جائز چیزوں کے رکھنے میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۸۲/۴-۸۳) ☆

☆ **حرم مکی میں موجود مقامات مقدسہ، جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں:**

علماء کرام نے تقریباً اکتیس (۳۱) مقامات کی نشاندہی کی ہے، جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، پندرہ (۱۵) مقامات تو مسجد حرام کے اندر ہیں اور سات (۷) مقامات وادئ منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں ہیں اور نو (۹) مقامات مدینہ منورہ میں ہیں۔

مسجد حرام کے پندرہ مقامات مقدسہ جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں:

(۱) خانۂ کعبہ پر پہلی نظر (۲) خانۂ کعبہ کے اندر (۳) ملتزم کے پاس (۴) حطیم میں (۵) میزاب رحمت کے نیچے (۶) مقام ابراہیم کے پاس (۷) زمزم کے کنواں کے پاس، یا زمزم کا پانی پیتے وقت (۸) مطاف میں (۹) رکن یمانی کے پاس (۱۰) صفا پہاڑ پر (۱۱) سعی کے دوران (۱۲) میلین اخضرین کے درمیان (۱۳) مروہ پہاڑ پر (۱۴) جس جگہ پر دارارقم تھا (۱۵) جس جگہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا۔

سات (۷) مقامات وادئ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں ہیں:

(۱) وادئ منیٰ میں (۲) عرفات کے میدان میں (۳) مزدلفہ کے میدان میں (۴) جمرہ اولیٰ کے پاس (۵) جمرہ وسطیٰ کے پاس (۶) غار حرا میں (۷) غار ثور میں۔ (انیس)

مکہ مکرمہ کے تاریخی مقامات:

مولد الرسول: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش، یہ مقام حرم پاک سے ۳ رفرلانگ کی دوری پر مروہ پہاڑ سے پورب ہے۔==

سفرِ مدینہ کی نیت:

سوال: مدینہ طیبہ کی حاضری کے وقت مسجد نبوی کی زیارت کے قصد سے سفر کرے، یا روضۂ اُطہر کی زیارت کا قصد مقدم ہونا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

روضۂ اطہر کی زیارت کا قصد مقدم رکھے۔ (طحاوی) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۱/۱۰)

== **جنت المعلیٰ:** یہ مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے، یہاں پر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور صحابہ، تابعین اور اولیاء کرام مدفون ہیں۔

مسجد الرایہ: یہ وہ جگہ ہے، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنا جھنڈا نصب کیا تھا۔

مسجد جن: اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناتوں سے بیعت لی تھی۔

جبل النور: یہ پہاڑ مکہ معظمہ سے منیٰ جانے والے راستہ پر تقریباً تین میل کی دوری پر ہے، اب تو مکہ مکرمہ کی آبادی جبل النور تک جا پہنچی ہے، اس کی اونچائی تقریباً دو ہزار فٹ ہے، اس کی چوٹی پر غار حرا ہے، جہاں رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم پر پہلی بار وحی نازل ہوئی تھی۔

جبل ثور: یہ پہاڑ مکہ مکرمہ سے چھ میل کی دوری پر ہے، اب تو بالکل آبادی کے اندر ہے، اس کی چوٹی پر غار ثور واقع ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرتے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تین دن قیام فرمایا تھا، ان دونوں پہاڑوں پر ضعیف وکمزور اور بیمار حضرات نہ چڑھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا گھر: اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے تک قیام فرمایا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کی ساری اولادیں اسی مقام پر پیدا ہوئیں، اب یہاں دار الحفاظ قائم کردیا گیا ہے، جہاں بچے قرآن پاک حفظ کرتے ہیں، مسجد خیف، مسجد نمرہ، مسجد مشعر حرام، جبل رحمت، جمرات، یہ وہ مقامات ہیں، جہاں آپ کو حج کے پانچ خاص دنوں میں جانا ہوگا؛ مگر ہجوم کی وجہ سے آپ کسی بھی مقام کو ٹھیک سے نہیں دیکھ پائیں گے؛ اس لیے حج سے پہلے یا بعد میں اطمینان سے ان مقامات کو ضرور دیکھیں۔

حدیبیہ: جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے حدود حرم سے ذرا پہلے راستہ میں ایک مقام پڑتا ہے، جسے حدیبیہ کہتے ہیں، آج کل اس مقام کو شمسیہ کہا جاتا ہے، یہاں پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے، اسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام سے وہ بیعت لی تھی، جسے بیعت الرضوان کہا جاتا ہے۔

مسجد جعرانہ: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جعرانہ سے احرام باندھا تھا، اس مقام سے حرم کی حد شروع ہوجاتی ہے، یہ ایک تاریخی مقام ہے، جہاں اب قدیم مسجد ہے، جو مسجد جعرانہ کہلاتی ہے۔

مسجد عائشہ: حدود حرم سے باہر تنعیم نامی ایک جگہ ہے، جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کا احرام باندھنے اور عمرہ کی نیت کرنے کا حکم دیا تھا، اسی جگہ ایک عظیم الشان مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے، جس کو مسجد عائشہ کہا جاتا ہے۔

وادی محسر: منی اور مزدلفہ کے درمیان وہ جگہ ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے ہاتھیوں والے لشکر کو تباہ کیا تھا۔ (انیس)

(۱) والأولى في الزيارة تجريد النية لزيارة قبره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. (حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح، باب فضل في زيارة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۷٤٥، قديمي)

والأولى فيما يقع عند العبد الضعيف تجريد النية لزيارة قبره عليه السلام. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الهدي، مطلب في تفضيل قبره المكرم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ٦٢٧/٢، دار الكتاب ديوبند، انيس)

مدینہ منورہ کی زیارت کا حکم:

سوال: جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نا جاوے، اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض واجب نہیں ہے؛ بلکہ ایک کار خیر ہے۔ ناحق میں ایسے راستہ خوفناک میں جاؤں کہ جا بجا راستہ میں قافلے لٹ رہے ہیں اور خوف جان و مال کا ہے اور اس قدر روپیہ بھی صرف ہوگا۔ اس سے کیا فائدہ تو یہ کچھ گناہ گار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے۔ ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا۔ زیارت ترک کرنا کیوں ہوا اور راہ ہر روز نہیں لٹتی، اتفاقی بات ہے، یہ کوئی حجت نہیں؛ مگر ہاں واجب بھی نہیں۔ بعض کے نزدیک بہر حال رفع یدین و آمین بالجہر سے زیادہ موجب ثواب و برکت کا ہے، اس کو تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کریں اور زیارت کو احتمال وہم سے بھی ترک کردیں، اس کو بھی تامل کرکے دیکھ لیں کہ کون سا حصہ کمال ایمان کا ہے اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے۔ مکہ سے مدینہ تک پچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے، جس نے پچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کا خیال نہ کیا، اس کا ایمان و محبت لاریب ناقص ہے، گنہگار نہ ہو؛ مگر اصل جبلت میں ہی کمی ایمان کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۷۹-۳۸۰) ☆

☆ **زیارتِ مدینہ کا بیان:**

اگر گنجائش ہو تو حج سے پہلے، یا حج کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوکر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک اور مسجد نبوی کی زیارت سے برکت حاصل کرے، اس کی نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے میری زیارت کی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص خالی حج کرے اور میری زیارت کو نہ آئے، اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی برتی اور اس مسجد کے حق میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس میں ایک نماز پڑھے، اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملے گا۔

حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کیں اور کوئی نماز قضا نہ کی تو وہ نفاق اور دوزخ کے عذاب سے بری کردیا گیا۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مساجد میں صرف تین ہی مسجدیں ایسی ہیں جن کی زیارت کے لئے سفر کیا جا سکتا ہے، ایک مسجد حرام اور دوسری میری مسجد یعنی مسجد نبوی، تیسری مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی مسجد۔

حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی مدینہ میں مرسکتا ہے اس کو مدینہ میں مرنا چاہئے، قیامت کے دن میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔ (ماخوذ از: دین کی باتیں، مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

مدینہ منورہ کے نو مقامات جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں:

(۱) مسجد قبا میں (۲) مسجد قبلتین میں (۳) ریاض الجنۃ میں (۴) محراب نبوی میں (۵) اصحاب صفہ کے چبوترہ پر (۶) ستون عائشہ کے پاس (۷) ستون ابولبابہ کے پاس (۸) مسجد فتح میں (۹) مسجد اجابہ میں۔ (انیس)

مدینہ منورہ کی بالقصد حاضری:

سوال: مدینہ منورہ کی حاضری میں زائر کی کیا نیت ہونی چاہیے؟ حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ محض مسجد شریف کی زیارت کا ارادہ محرک ہو۔ نیز اس ضمن میں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شہدا کی مانند محض روحانی ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسم اقدس کے ساتھ زندہ بھی ہیں؟

الجواب

حافظ ابن تیمیہؒ کا مسلک حضوریٔ مدینہ کے بارے میں مرجوح؛ بلکہ غلط ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے، جو کہ عام مومنین وشہدا کو حاصل ہے؛ بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی؛ بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا؛ بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ اور وسیلہ سے ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے میرے نزدیک (افضل) یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے، مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے؛ مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کی جائے؛ تاکہ 'لایحمله حاجة إلا زیارتی' والی روایت پر عمل ہو جائے۔ (مکتوبات: ۱/۱۱۹،۱۲۰) (فتاویٰ شیخ الاسلام ص: ۶۴،۶۵)

روضۂ اقدس پر حاضری:

سوال: روضۂ مقدسہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے وقت زائر کی کیا کیفیت ہونی چاہیے؟

الجواب

حاضری روضہ مبارکہ کے وقت آنحضرت علیہ السلام کی روح پر فتوح کو وہاں جلوہ افروز، سننے والی، جاننے والی، غایت جمال وجلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جاوے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ رکھا جائے۔ (مکتوبات: ۱/۳۰۶) (فتاویٰ شیخ الاسلام، ص: ۶۵)

---

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات مبارکہ کے اس مسئلہ کو جس کی جانب جواب میں اشارہ کیا گیا ہے، حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف 'آب حیات' 'جمال قاسمی' وغیرہ میں بدلائل واضح فرمایا ہے اور حدیث 'لا تحمله حاجة' کا پورا متن یہ ہے، جس کو امام تقی الدین سبکیؒ نے بروایت طبرانی ودار قطنی وغیرہما شفاء السقام کے ص:۱۳۰، پر بیان کیا ہے:

من جاء نی زائرًا لا یحمله إلا زیارتی کا ن حقاً علی أن أکون له شفیعاً یوم القیا مة. (المعجم الأوسط، رقم الحدیث: ٤٥٤٦، معجم ابن المقرئ، رقم الحدیث: ١٥٨، انیس)

مدینہ منورہ میں قیام کی کم از کم مقدار:

سوال: زائرین حرم کو مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وعظمۃً میں کم از کم کتنے دن قیام کرنا چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ

مدینہ منورہ میں کم از کم ۸؍دن ضرور قیام فرمائیں۔بعض روایتوں میں ہے کہ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھیں کہ کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے نفاق اور نار سے برأت کی جاتی ہے۔(۱)

لہٰذا آٹھ دن اس التزام کے ساتھ قیام فرمائیں کہ مستقل طریقہ پر چالیس نمازیں باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ مسجد نبوی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ادا ہو جائیں اور حتی الوسع کوشش کیجئے کہ اس حصہ میں یہ فرائض ادا ہوں جو کہ زمانہ نبوت میں مسجد تھا، اس کی علامتیں ستونوں پر بنی ہوئی ہیں۔(مکتوبات:۱؍۱۲۱)(فتاویٰ شیخ الاسلام،ص:۶۲،۶۳)

مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں:

سوال: آیا مسجد نبوی میں ۴۰؍وقت کی نمازیں تواتر کے ساتھ ضروری ہیں، یا نہیں؟ اگر کسی سبب سے تواتر ختم ہو گیا تو پھر سے پوری کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

چالیس نمازیں ادا کرنے پر جو وعدہ ہے، وہ مسلسل پر ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰؍۴۴۱)

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرنے پر بشارت اور خواتین کے لیے اس کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگ مدینہ منورہ جا کر مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں اور حج گروپ وغیرہ میں بقاعدہ اس میعاد کا ذکر بطور

---

(۱) قال السمهودی :وروی أحمد والطبرانی فی الاوسط ورجاله ثقات عن أنس بن مالک حديث "من صلى فی مسجدی أربعين صلاة"، زاد الطبرانی: "لا تفوته صلاة كتب له براءة من النار وبراءة من العذاب وبریء من النفاق".(وفاء الوفاء:۳/٤۲٤)

(۲) عن النبی صلی اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:قال:من صلىٰ فی مسجدی أربعين صلاة لا تفوته صلاة،كتب له براءة من النار وبراءة من العذاب وبراءة من النفاق.(جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد، باب ما جاء فی مسجد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم،وزيارته،ومعالم المدينة: ۱/۵۳۳، مكتبه المدينة منورة)

وفی حديث يبين فضل الصلاة فی هٰذا المسجد:"من صلىٰ فی مسجدی أربعين صلاةً لا تفوته صلاة،كتبت له برائة من النار،ونجاة يوم القيامة".(الفقه الإسلامی وأدلته،باب:ثانياً فضيلة المسجد النبوی:۳/۳۳٤،مكتبة حقانية پشاور)

خصوصیات کے کیا جاتا ہے۔ کیا قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ اور لوگوں کا اس کا اہتمام کرنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز کیا خواتین کیلئے بھی یہ چالیس نمازوں کا حکم ہے؟ حالانکہ انہیں تو گھروں پر نماز پڑھنے کی تاکید آئی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرنے پر مسند امام احمد (۶۲۸/۳)، جمع الفوائد (۵۳۳/۱)، المعجم الأوسط للحافظ الطبرانی (۲۱۱/۶) وغیرہ میں جہنم، عذاب اور نفاق سے برأت کی بشارت ہے، لہٰذا اس کا اہتمام شرعاً درست اور باعث ثواب ہے، البتہ خواتین کے لیے چوں کہ دوسری احادیث مبارکہ میں گھر میں نماز پڑھنے کی تاکید آئی ہے، لہٰذا ان کے لیے افضل یہ ہے کہ یہ نمازیں اپنے گھروں میں ادا کریں۔

لمافی مسند الامام احمد بن حنبل (٦٢٨/٣): عن انس ابن مالک رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال: "من صلّی فی مسجدی اربعین صلاة لا یفوته صلاة، کتبت له براء ة من النار، ونجاة من العذاب، وبریء من النفاق".

وفی جمع الفوائد (٥٣٣/١): عن أنس رضی اللّٰه عنه رفعه: "من صلّی فی مسجدی اربعین صلوٰة لا تفوته صلاة کتب له براء ة من النار وبراء ة من العذاب وبراء ة من النفاق". (لأحمد والأوسط)

المعجم الأوسط للحافظ الطبرانی (٢١١/٦): عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "من صلّی فی مسجدی أربعین صلاةً لا یفوته صلاة کتب اللّٰه له براء ةمن النار ونجاةً من العذاب".

وفی اعلاء السنن (٢٦١/٤): عن أم سلمة رضی اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: صلاة المرأة فی بیتها خیر من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی حجرتها خیر من صلاتها فی دارها، وصلاتها فی دارها خیر من صلاتها فی مسجد قومها،الخ.

وفی (ص: ٢٦٢) وأما أن تأتی المسجد الحرام أو المسجد النبوی لأجل الصلاة فحسب فینا فیه قوله صلی اللّٰه علیه وسلم: "صلاتة فی بیتک خیر من صلاتک فی حجرتک" إلی أن قال: "ومن صلاتک فی مسجدی". واللّٰه تعالیٰ اعلم (نجم الفتاویٰ:۴۰۹/۳)

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں نہ پڑھنے سے حج میں کوئی فرق نہ ہوگا:

سوال: زید سعودی عرب میں ملازم ہے، اس حج کرنے کا موقع مل جاتا ہے؛ لیکن حج ادا کرنے کے بعد فوراً، یا کچھ عرصہ کے بعد واپس وطن آنا ہے، جس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں چالیس وقت کی نمازیں ادا نہیں کرسکتا، کیا اسے چھوڑ دیا جائے تو حج ادا ہو جائے گا؟

الجواب

کوشش تو حتی الامکان یہی کریں کہ چالیس نمازیں کم از کم ہو جائیں؛ کیوں کہ یہ سعادت عظمیٰ (۱) بار بار نہیں ملتی؛ لیکن اگر کسی مجبوری کی بنا پر جلد واپس آنا ہو، تب بھی حج میں کوئی کراہت وغیرہ پیدا نہیں ہوتی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمان غفرلہ، ۱۳۹۸/۹/۲۱ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۲۳)

حکم زیارت روضہ منورہ در حج:

سوال: سفر زیارت روضۂ منورہ کے باب میں پہلا قول کتب فقہ میں مستحب وافضل مستحبات لکھا ہے اور اس کے ساتھ بلحاظ قول بعض فقہاء علیہم الرحمۃ کے بل واجب لکھا ہے اور حضرت مولانا مرشدنا قطب عالم حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز بھی اپنے فتوی میں مستحب ہی فرماتے ہیں؛ لیکن جناب مولانا مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی قائل وجوب کے رہیں، اس میں قوت کس کو ہے اور محققین حنفیہ رحمہم اللہ کا مسلک اس باب میں کیا رہا ہے؟

الجواب

فی ردالمختار عن اللباب والفتح وشرح المختار: أنها قريبة من الوجوب لمن له سعة، آه. (۲)

اس سے قول بالوجوب کے معنی واضح ہو گئے، الخ۔

اصلاح:

أقول: هٰهُنا ثلية أقوال متخالفة الأول أنها مندوبة والثانی أنها قريبة من الواجب والثالث أنها واحبة وإلٰی كل ذهب ورحج مرحج، فرحج الفاضل الگنگوهی قدس سره الأول والثانی مولانا طال بقائهم والثالث المولوی عبد الحیء رحمه اللّٰه، كما ذكر فی السوال ولاحاجة إلى التطبيق لما فيه تكلف بعيد، نعم إن قال قائل أن الثانی والثالث متحدان، فله وجه؛ لكن التطبيق بين الأول والثانی فبعيد غايته البعد لأن بين كون الشیء مندوباً وكونه واجباً أو قريباً منه منافات ظاهرة كما لا يخفى، إلا أن يؤول الواجب ويقال معناه أنها واجبة من حيث الإخلاق لا من حيث الشرع فليتنبه. (تصحیح الاغلاط، ص:۳۲)

---

(۱) و فی الترغیب والترهیب (۱۳۹/۲، طبع درالكتب العلمية، بيروت) عن أنس بن مالک عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: من صلی فی مسجدی أربعين صلاة لا تفوته صلاة كتبت له برائة من النار وبرائة من العذاب و برئ من النفاق. وكذا فی مسند أحمد: ۱۵۵/۳، رقم الحديث: ۱۲۶۰۵ (طبع مؤسسة قرطبة، مصر)

(۲) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الحج: ۵۴/۴، انیس

اس سے قول بالوجوب کے معنی واضح ہوگئے؛ یعنی ہے تو مندوب؛ مگر اور مندوبات سے زیادہ مہتم بالشان جس کو قرب وجوب سے تعبیر کیا ہے، پس دونوں قول مطابقت ہوگئی۔ واللہ اعلم

(امداد:۱/۱۸۵)(امدادالفتاوی جدید:۲/۱۷۰)

حرمین میں پہلے کہاں جائے:

سوال: حج اورزیارت کے لیے ایک شخص گیا،اب اس کو پہلے مدینہ طیبہ کی حاضری بہتر ہے،یا پہلے حج کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر یہ پہلا حج ہے تو پہلے مکہ معظّمہ جانا افضل ہے، ورنہ پہلے مدینہ طیبہ کی حاضری افضل ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۴۲)

اداءِ حج سے قبل زیارت روضۂ اقدس کا حکم:

سوال: سفر حرمین شریفین کے وقت حاجی لوگ ایک توجہ میں آ گے؛ یعنی پہلے حج سے مدینہ منورہ کی زیارت کر کے پیچھے حج کر کے وطن واپس جاتے ہیں اور ایک حاجی تو اول حج ادا کر کے پیچھے مدینہ شریف کی زیارت کو جاتے ہیں،اس میں سوال کا مطلب یہ ہے کہ حج سے پہلے مدینہ طیبہ، یا حج سے پیچھے مدینہ عالی کے جانے میں کچھ فرق ہے، یا نہ؟ یا ایک سی بات ہے؟ سو اس کی حقیقت سے مطلع فرماویں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

جس نے ابھی تک حج فرض ادا نہ کیا ہو،اس کے لیے اولی یہ ہے کہ پہلے حج کرے، پھر مدینہ جائے اور جس نے حج فرض ادا کرلیا ہو، اس کے لیے دونوں صورتیں برابر ہیں، جب کہ راستہ میں مدینہ واقع نہ ہو، ورنہ زیارت ہی پہلے کرنا چاہیے۔

ووجه الأول كون الفرض أهم وأقدم قال في الغنية: ويبدأ بالحج لو فرضاً فهو الأحسن فلو بدأ بالزيارة جاز ويخير لو نفلاً ما لم يمر به، فيبدأ بزيارته لامحالة؛لأن تركها مع قربها يعد من القساوة والشقاوة،آه.(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام:۳/۱۵۹)

(۱) ویبدأ بالحج لو فرضاً،ویخیر لو نفل.(الدرالمختارمع رد المحتار،کتاب الحج،باب الهدی،مطلب فی تفضیل قبره المکرم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:۲/۶۲۷،سعید

(۲) الدرالمختارعلی صدرردالمحتار:۴/۵۴،انیس

اشہرِ حج میں عمرہ کے بعد حج سے قبل مدینہ جانا جائز ہے:

سوال: معلم الحجاج (ص:۳۳۵) پر ہے:

جس پر حج فرض ہے، اگر وہ مکہ میں حج کے مہینوں سے پہلے آ جائے تو حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے اس کو مدینہ جانا جائز ہے اور حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد جانا جائز نہیں، اس کا ماخذ غنیۃ اور شرح لباب باب زیارت ہے۔

والظاهر أن له أن يزور قبل دخول أشهر الحج وأما بعده فلا. (ص: ۲۰۱)

اس سے صریح معلوم ہوا کہ متمتع کو بھی نہ جانا بہتر ہے۔

الجواب

مصنف معلم الحجاج سے فہم مسئلہ میں سہو ہوا ہے، یہاں کلام افضلیت و غیر افضلیت میں ہے، جواز میں کلام نہیں، اوپر سے دیکھا جائے۔

قد روى الحسن عن أبي حنيفة أنه إذا كان الحج فرضاً فالأحسن للحاج أن يبدأ بالحج ثم يثني بالزيارة وإن بدأ بالزيارة جاز وهو الظاهر، إذا يجوز تقديم النفل على الفرض إذ لم يخش الفوت بالاجماع، آه. (ردالمحتار: ٥٤/٤)

عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، جب کہ خوف فوت حج نہ ہو۔

فقد ذكر السرخسي في المبسوط عن زيد الثقفي رضي الله عنه أنه سال ابن عباس رضي الله عنهما فقال: أتينا عماراً فقضيناها ثم زرنا القبر ثم حججنا فقال أنتم متمتعون. (١٨٤/٤)

واحتج به لأبي حنيفة علىٰ أن الخروج من الميقات ليس بإلمام وإنما الإلمام أن يصل إلىٰ أهله.

بہرحال اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اشہرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد بھی مدینہ جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹/شعبان ۱۳۵۶ھ (امدادالاحکام:۱۶۵/۳)

حرم مدینہ کے حدود:

سوال: حرمِ مدینہ منورہ کے حدود کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک مدینہ منورہ کا حرم نہیں، وہاں کا شکار وغیرہ درست ہے۔

وليس للمدينة المنورة حرم عندنا، فيجوز الاصطياد فيها، وقطع حشيشها، ورعيه، آه. (شرنبلالية)(۱)

"لاحرم للمدينة عندنا". (الدرالمختار)

---

(۱) حاشية الشرنبلالي على دررالحكام شرح غرر الحكام: ٢٥٣/١، دارإحياء الكتب العربية، انيس

(قوله: لاحرم للمدينة عندنا): أى خلافاً للأئمة الثلاثة ، قال فى الكافي: لأنا عرفنا حل الاصطياد بالنص القاطع،فلا يحرم الابدليل قطعي،ولم يوجد ... لاجزاء علىٰ قاتل صيده، ولا علىٰ قاطع شجره،الخ. (١)

تحريم صيد المدينة وشجرها على الحلال والمحرم كمكة عند الجمهور،خلافاً لأبى حنيفة،للحديث السابق،إلخ. (٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب صحیح: سعید احمد، خادم دارالافتاء، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ربیع الثانی/۱۳۵۵ھ۔

صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۴/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۴۳)

حرم مدینہ کی حدود:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس طرح اللہ نے مکہ مکرمہ کا گردونواح حرم قرار دیا ہے، اسی طرح مدینہ منورہ کے آس پاس کا علاقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا ہے۔ ''تاریخ مدینہ'' (مؤلف عبدالمعبود، ص: ۶۴) پر لکھا ہے کہ ''امام مالکؒ قضاء حاجت کے لیے مدینہ طیبہ کے حرم محترم سے باہر تشریف لے جاتے تھے''۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جس طرح مکہ میں حدود حرم متعین ہیں، کیا مدینہ میں بھی اسی طرح حدود حرم متعین ہیں۔ اگر ہیں تو کہاں سے کہاں تک ہیں؟ تفصیل طلب ہے۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

مسلم شریف کی روایت میں حرم مدینہ کی تحدید ۱۲/میل سے کی گئی ہے۔

حدثنا عاصم قال: قلت لأنس بن مالک رضى اللّٰه عنه:أحرم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم المدينة قال:نعم ما بين كذا إلىٰ كذا. (الصحيح لمسلم،رقم: ١٦٦)

عن إبراهيم التيمى عن أبيه قال:قال على رضى اللّٰه عنه ما عند نا كتاب نقرؤه إلا كتاب اللّٰه غيره هٰذه الصحيفة وفيها. المدينة حرم ما بين غير كتاب نقرؤه إلا كتاب اللّٰه غيرهٰذه الصحيفة وفيها. المدينة حرم ما بين غير إلى ثورإلخ. (صحيح البخارى،باب إثم من تبرأ من مواليه رقم: ٦٧٥٥،الصحيح لمسلم،رقم: ١٣٧٠)

عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه، قال: حرم رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما بين لابتى المدينة، قال أبوهريرة رضى اللّٰه عنه : فلو وجدت الظباء ما بين لا بتيها ما ذعرتها، وجعل اثنى عشر ميلاً،

(١) رد المحتار، كتاب الحج، مطلب فى كراهية الاستنجاء بماء زمزم: ٦٢٦/٢،دار الفكر بيروت،انيس

(٢) الفقه الاسلامى وأدلته،ثالثاً خصائل الحرم المدنى: ٣٣٥/٣،المكتبة الحقانية پشاور

حول المدينة حمى، وفى حديث اٰخر مرفوعاً، قال: المدينة حرم ما بينعير إلى ثور. (الصحيح لمسلم ،كتاب الحج،باب فضل المدينة وبيان حدود ها: ۱/۴۴۲،رقم:۱۳۷۲)

اورائمہ ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعی، اورامام احمد بن حنبل) کے نزدیک حرم مدینہ کی بھی وہی حیثیت ہے، جوحرم مکہ کی ہے،اس حد میں شکاروغیرہ کرنا جائز نہیں ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک حرم مدینہ کی وہ حیثیت نہیں ہے،اس سلسلہ کی احادیث استحباب اور تکریم پرمحمول ہیں اورسوال میں ذکرکردہ امام مالکؒ کا عمل اگرصحیح سند سے ثابت ہوتو یہ ان کا ذاتی عمل ہوگا، جودوسروں کے لیے قابل تقلید نہیں ہے۔

عن أنس بن مالك رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم طلع له أحد فقال:هٰذا جبل يجنا ونحبه،اللهم إن إبراهيم حرم مكة وإنى أحرم ما بين لا بتيها. (سنن الترمذى:۲/۲۳۰)

قال فى الكافى: لأنا عرفناه حل الا صطياد بالنص القاطع،فلا يحرم إلا بدليل قطعى ولم يوجد. (رد المحتار، كتاب الحج: ۴/۵۲،زكريا)

ثم حرمة الحرم خاصة بمكة عندنا،وليس للمدينة حرمة الحرم فى حق الصيود والا ستجار ونحوها، وقال الشافعى: للمدينة حرمة الحرم حتى أن من قتل صيد ا فيها فعليه الجزاء لقوله عليه السلام: إن أبراهيم عليه السلام حرم مكة وأنا أحرم ما بين لا بيتها يعنى المدينة ،وقال: من رأيتموه يصطاد فى المدينة فخذوا ثيابه ،وحجتا فى ذٰلك ما روى:أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: أعطى بعض الصبيان فى المدينة طائراً فطار من يديه فجعل يتأسف علىٰ ذلك ،ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:"يا أبا عمير ما فعل النعير ،إسم ذ لك الطائر ولو كان للصيد فى المدينة حرمة الحرم لما نا وله رسول الله صلى الله عليه وسلم صبيا؛ولأن هٰذه بقعة يجوز دخولها بغير إحرام فتكون قياس سائر البلدان بخلاف الحرم فأنه ليس أحدا أن يدخلها إلا محرما. (المبسوط للسرخسى، قتل الحرم لبازى لمعلم جزء : ۴/ ۱۰۵ ،كذا فى البحر الرائق، فصل:قتل محرم صيداً أو دل عليه من قتله: ۳/۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۳/۱۴۲۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۷/۶۳۸)

عورتوں کے لیے روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت:

سوال: عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت منع ہے تو کیا روضۂ اطہر پر بھی جانا عورتوں کو منع ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

منع نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۴۳-۴۴۴)

---

(۱) وهل تستحب زيارة قبره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للنساء؟الصحيح:نعم بلا كراهة،بشروطها. (رد المحتار، كتاب الحج،مطلب فى تفصيل قبره المكرم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/ ۶۲۷،دار الفكر بيروت، انيس) ==

زیارتِ روضۂ پاک علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا ادب:

سوال: بہارشریعت (حصہ ششم:۱۶۷) میں ہے کہ ”امام محمد بن الحاج مکی مدخل میں اور امام محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین فرماتے ہیں:

”لا فرق بين موته وحياته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى مشاهده لأمته،ومعرفته بأحوالهم و نياتهم وعزائمهم وخواطرهم،وذلک عندهم جلى،لاخفاء فيه.انتهىٰ“(لا فرق بين موته وحياته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى مشاهدته لأمته ومعرفته بأحوالهم ونياتهم وعزائمهم و خواطرهم، وذلک عندهم جلى لا خفاء فيه.انتهىٰ“. (۱)

کیا مدخل اور مواہب لدنیہ میں یہ لکھا ہے اور یہ کتابیں معتبر ہیں، یا نہیں؟ اگر ہیں تو اس عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے؟مفصل جواب مرحمت ہو ضرورت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

بہارشریعت یہاں موجود نہیں ہے،معلوم نہیں کہ اس میں اس عبارت سے کیا استدلال کیا ہے، یہ عبارت مدخل میں موجود ہے۔(۲) اسی طرح مواہب لدنیہ (۵۰۸/۳) میں موجود ہے۔(۳)

مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر زیارت کے لیے حاضر ہوا، اس کو چاہیے کہ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ کھڑا ہو، ظاہری احترام کے ساتھ قلب کی بھی نگہداشت رکھے کہ کوئی خیال جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ گرامی کے خلاف نہ آنے پائے۔غرض جس طرح آپ کی حیات

== هل يستحب زيارة قبره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للنساء أويكره؟فالصحيح أنه يستحب بلا كراهة،إذا كانت بشروطها.(إرشاد السارى إلىٰ مناسک الملا على القارى،باب زيارة سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم،ص:٣٣٤، مصطفىٰ محمد مصر)

(۱) بہارشریعت،حصہ ششم:۱۷۴،مکتبہ تاجران کتب لاہور

(۲) ويحتاج إلى الأدب الكل فى زيارته عليه السلام،وقد قال علماء نارحمهم الله تعالىٰ:الزيارة يشعرنفقه بأنه واقف بين يديه عليه الصلاة والسلام كما فى حياته؛إذا لا فرق بين موته وحياته،إلخ.(المدخل لابن الحاج، فصل:وأما فى زيارة سيد الأولين و الآخرين صلوات الله عليه وسلامه:٢٥٢/١،مصطفى البابى الحلبى بيروت)

(۳) وينبغى أن يقف عند محاذاة أربعة أذرع،ويلازم الأدب والخشوع و التواضع،غاض البصرفى مقام الهيبة كما كان يفعل بين يديه فى حياته،ويستضرعلمه بوقوفه بين يديه ومساعه لسلامه كما هوالحال فى حال حياته؛إذ لا فرق بين موته وحيات صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى مشاهدته لأمته ومعرفته بأحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم،وذلک عندهم جلى لاخفاء فيه.إلخ". (شرح العلامة الزرقانى على المواهب للدنية،الفصل الثانى فى زيارة قبره الشريف و مسجده المنيف:١٩٥/١/٢،مكتبة عباس أحمد البازمكة المكرمة)

میں آداب ظاہری وباطنی کی رعایت ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح مزار مبارک پر حاضری کے وقت بھی ضروری سمجھے؛ کیوں کہ آپ کی حیاتِ برزخی قوی دلائل سے موجود وثابت ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو شخص مجھ پر پاس کھڑا ہوکر درود بھیجتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے بھیجا جاتا ہے، وہ مجھ کو سنایا جاتا ہے"۔(۱)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات میں منافقین جب حاضر خدمت ہوتے تھے تو بسا اوقات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعہ نفاق پر اطلاع ہو جاتی تھی:

﴿لو نشاء لأرينا كهم فلعرفتهم بسيماهم﴾ يقول عزوجل: ولو نشاء يا محمد، لأرينا كهم أشخاصهم فعرفتهم عياناً، ولكن لم يفعل تعالىٰ ذلك في جميع المنافقين شعراً منه علىٰ خلقه، وحملاً للأمور علىٰ ظاهر السلامة، وردا للسرائر عالمها ... عن أبي مسعود وعقبة بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهم: قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خطبة، فحمد الله تعالىٰ وأثنىٰ عليه، ثم قال: "إن منكم منافقين، فمن سميت، فليقم". ثم قال: "قم يا فلان، قم يافلان، قم يافلان". حتىٰ سمى ستة وثلاثين رجلاً، ثم قال: "إن فيكم أو منكم منافقين، فاتقوا الله، إلخ". (۲)

اسی طرح اگر مزار مبارک پر خلاف شانِ اقدس کوئی خیال کیا جائے تو کیا عجب ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر بھی مطلع فرمادیں۔ بعض روایت میں وارد ہے کہ امت کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں۔(۳) اگر وہاں حاضر ہونے والوں کے عزائم وخواطر بھی پیش کر دیے جائیں تو کیا استبعاد ہے۔

مدخل کی عبارت سے پہلے یہ ہے:

"ويحتاج إلى الأدب الكلي في زيارته عليه السلام، وقد قال علمائنا رحمهم الله تعالىٰ: أن الزائر يشعر نفسه بأنه واقف بين يديه عليه الصلاة والسلام كما في حياته؛ إذ لا فرق بين موته وحياته، إلخ".

(۱) وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من صلىٰ عليه عند قبري سمعته، ومن صلىٰ على نائياً أبلغته. (رواه البيهقي في شعب الايمان) (مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وفضلها، الفصل الثالث، ص: ۸۷، قديمى)

(۲) تفسير ابن كثير، تفسير سورة محمد: ۱۸۰/٤

(۳) وعنه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: تعرض أعمال الناس في كل جمعة مرتين: يوم الإثنين، ويوم الخميس، فيغفر لكل عبد مؤمن إلا عبد بينه وبين أخيه شحناء.

قال الملا على القاري رحمه الله تعالىٰ: رواه الطبراني عن أسامة بن زيد بلفظ: تعرض الأعمال على الله يوم الإثنين والخميس ... وتعرض على الأنبياء وعلى الآباء والأمهات يوم الجمعة، فيفرحون بحسناتهم، وتزداد وجوههم بياضاً وإشراقاً، إلخ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، إلخ، الفصل الأول، كتاب الآداب: ۷٦۳/۸-۷٦٤، رشيدية)

تنبیه:

صاحب مدخل مذہباً مالکی ہیں اور صاحب مواہب لدنیہ شافعی المذہب ہیں اور مجموعی حیثیت سے دونوں کتابیں مالکیہ وشافعیہ کے یہاں معتبر ہیں؛ لیکن مذہب اور فتوے کی کتابیں نہیں ہیں؛ بلکہ سیرت اور آداب کی حیثیت رکھتی ہیں، پس جب مذہب اور فتوی سے ٹکرائیں گی تو ان دونوں مذہب والے کو چھوڑ دیں گے اور فتوی اور مذہب کی کتابوں پر عمل کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/۲/۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۴-۴۴۷)

روضہ اقدس کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران آدمی گھر یا ہوٹل میں ہوتا ہے تو کبھی سوتے ہوئے پاؤں روضۂ اقدس کی طرف ہوجاتا ہے اس پر تو پکڑ نہ ہوگی؟ یہ بے ادبی میں تو داخل نہیں؟ نیز اسی طرح مدینہ منورہ میں کبھی رہائش ہوٹلوں وغیرہ میں بھی روضۂ اقدس سے اوپر بلندی پر ہوتی ہے یہ بھی بے ادبی وگستاخی میں تو شامل نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور وہ بقعہ شریفہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کے ساتھ متصل ہے، زمین کے تمام بقعات سے افضل ہے، حتیٰ کہ کعبہ شریف سے بھی افضل ہے تو جس طرح کعبہ شریف کی طرف قصداً پاؤں پھیلانا مکروہ ہے، بعینہ اسی طرح روضۂ اقدس کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ اور خلاف ادب ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کو چاہیے کہ سوتے ہوئے احتیاط کریں؛ تاکہ پاؤں نیند کی حالت میں بھی روضہ اقدس کی طرف نہ ہوجائے؛ لیکن احتیاط کے باوجود بھی سوتے ہوئے پاؤں روضۂ اقدس کی طرف ہوجائے تو اس کے آپ مکلّف نہیں اور اس پر ان شاء اللہ پکڑ نہ ہوگی۔

(۲) ادب کا مدار چوں کہ عرف پر ہے اور عرف میں روضۂ اقدس سے اوپر رہائش کو چوں کہ بے ادبی شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا روضۂ اقدس سے اوپر عمارت پر رہائش درست ہوگی۔

لمافي الدرالمختار (٦٥٥/١): (و) كما كره (مد رجليه في نوم أوغيره إليها)أى عمداً لأنه إساءة أدب. قال في الشامية تحت قوله (أى عمداً) اى من غير عذر أما باالعذر أو السهو فلا،ط.

وفيه ايضاً (٦٢٦/٢): لاحرم للمدينة عندنا، ومكة أفضل منها على الراجح إلا ماضم اعضاءه عليه الصلاة والسلام فإنه افضل مطلقاً حتى من الكعبة والعرش والكرسى.

قال في الشامية: قال في اللباب: والخلاف فيما عدا وموضع القبر المقدس، فما ضم اعضاءه الشريفة"صلى الله عليه وسلم" فهو أفضل بقاع الأرض بالإجماع،آه.

قال شارحه: وكذا اى الخلاف في غير البيت فان الكعبة أفضل من المدينة ماعدا الضريح الأقدس وكذاالضريح أفضل من المسجد الحرام،انتهى

وفي غنية الناسك (ص:٣٨٢): ولا يستدبر القبر المقدس في صلاة ولاغيرها.

وفي ابن ماجه (ص:١٤٧): عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستقيظ وعن الصغيرحتى يكبر وعن المجنون حتى يعقل او يفيق.

وفيه ايضاً: عن ابى ذر الغفارى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تجاوز لى عن أمتى الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه.

وفي الهندية (٣٢٢/٥): يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور، كذا في القنية.

(نجم الفتاویٰ:۴۲۰/۳)

عمرہ سے پہلے زیارتِ مدینہ منورہ:

سوال: میں نے عمرہ کی نیت کی اور ہوائی جہاز سے جدہ پہنچ کر اسی روز مدینہ منورہ ہوائی جہاز سے پہنچ گیا، پانچ یوم زیارت کے بعد مکہ مکرمہ پہونچ کر عمرہ کیا تو:

(الف) کیا مجھے پہلے عمرہ کر کے مدینہ منورہ جانا چاہیے تھا؟

(ب) کیا مجھ پر دم دینا واجب ہے؟

(ج) دم مکہ مکرمہ میں دیا جائے، یا میرے رہائشی مقام پر؟ (عبدالوحید خان، سعید آباد)

الجواب

(الف) عمرہ کر کے مدینہ جانا ضروری نہیں، البتہ اگر احرام باندھ لیا ہو تو ضروری ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی احرام کو برقرار رکھا جائے اور ممنوعات احرام سے بچا جائے؛ تا آنکہ عمرہ ادا کر لے۔

(ب) پہلے مدینہ منورہ جانے اور بعد میں عمرہ کرنے سے دم، یا کچھ اور واجب نہیں ہوتا۔

(ج) اگر کسی پر دم واجب ہو ہی جائے تو حدودِ حرم ہی میں دم دینا واجب ہے، حدود حرم سے باہر اپنے رہائشی مقام پر دم ادا کرنا کافی نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۲۲۰/۴)

مدینہ منورہ حج سے پہلے جانا افضل ہے، یا بعد میں:

سوال: حج سے پہلے مدینہ شریف جانا افضل ہے، یا بعد میں، یا برابر ہے؟

الجواب

بہتر بعد حج کے جانا ہے، پہلے جاوے تو جب بھی کچھ حرج نہیں۔(۱) فقط

(بدست خاص، سوال:۱۲٦) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۳۹-۲۴۰)

بعد میں روضہ پاک کی حاضری سنت ہے، یا مستحب:

سوال: حج کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کا کیا حکم ہے، واجب ہے، یا مستحب ہے؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ روضہ شریف کی زیارت کو عالمگیری وشامی میں مستحب لکھا ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

الجواب

یہ جو کچھ ان کتابوں میں ہے، زیارت مدینہ طیبہ کی مستحبات سے ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض علما وجوب کے بھی قائل ہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے:

وزيارة قبره مندوبة، بل قيل واجبة، لمن له سعة ... وفي الشامي:(قوله (مندوبة) أي بإجماع المسلمين، كمافي اللباب. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٦/٥٧٩)

حالات کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے اگر مدینہ نہ جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک گروہ مسلمین بعد ادائے مناسک حج بعد اطلاع بعض وبدحالات بے انتظامی وحرکات مذمومہ شریف مکہ بخوف جان بلاحصول زیارت روضۂ مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف ہی سے واپس آ گئے تو وہ جماعت خاطی اور قابل توبہ ہے، یا نہیں؟

کیا اس پر وعید عاید ہوگی:

سوال: کیا جماعت مذکورہ زیر حدیث 'فقد جفانی' آ سکتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وتقدم في سابع فصول الباب الثاني عند ذكر الخاصة الثمانين اختلاف السلف في أن الأفضل البدائة بالمدينة قبل مكة أو بمكة قبل المدينة، وأن ممن اختار البدائة بالمدينة علقمة والأسود وعمرو بن ميمون من التابعين، ولعل سببه عندهم كما قال السبكي إيثار الزيارة، وممن اختار البدائة بمكة ثم إتيان المدينة والقبر الإمام أبوحنيفة رضي الله عنه، ففي فتاوى أبي الليث السمرقندي: روى الحسن بن زياد عن أبي حنيفة أنه قال: الأحسن للحاج أن يبدأ بمكة فإذا قضى نسكه مر بالمدينة، وإن بدأ بها جاز، فيأتي قريبا من قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فيقوم بين القبر والقبلة.(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفى: ١٨٤/٤-١٨٥، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) دیکھئے: ردالمحتار للشامي، باب الهدى مطلب في تفضيل قبره المكرم صلى الله عليه وسلم: ٣٥٢/٢-٣٥٣

ان کا حج ہوگا، یا نہیں:

سوال: کیا ان کا حج پورا ہوا، یا نہیں؟

کیا ان کا انقطاع ضروری ہے:

سوال: کیا ان کے ساتھ اخوت اسلامی واجب الانقطاع ہے، یا نہیں؟

الجواب

جماعت مذکورہ خاطی نہیں ہے؛ کیوں کہ در حقیقت بہت سی دشواریاں مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ جانے میں اس وقت میں ہوگئی ہیں، جیسا کہ معلوم ومعروف ہیں اور جب کہ وہ خاطی وعاصی نہیں ہیں تو ان پر توبہ اس وجہ سے لازم نہیں ہے۔(۱) ویسے توبہ واستغفار ہر وقت مناسب شان مومن ہے۔

(۲) جماعت مذکور اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

(۳) حج ان کا پورا ہوگیا، حج میں کوئی نقص نہیں رہا؛ کیوں کہ زیارت روضۂ مطہرہ حج کے بعد مستحب ہے، جو ایک جداگانہ عمل صالح وموجب اجر وثواب ہے، اس عمل صالح اور شرف زیارت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض میں کچھ خلل نہیں ہوا۔

(۴) ہرگز نہیں۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۵۷۹-۵۸۰)

اگر کوئی جماعت خطرہ کی افواہ سن کر مدینہ نہ گئی تو کیا حکم ہے:

سوال: جمع عظیم بقصد حج شدید بعد ادائے مناسک حج جماعتی بہ زیارت مدینہ طیبہ مشرف شدند و جماعتی بغیر زیارت مکان مقدسہ واپس آمدند بوجہ سماع خطر راہ چنیں صاحب آن را بے ایمان ومرتد وفاسق گفتن وترک سلام وکلام واکل طعام بآنہا درست است، یا نہ؟

الجواب

ایں چنیں حاجیان را کہ بعد مذکورہ اززیارت روضہ مطہرہ وحضوری مسجد مبارک وحرم محترم مدینہ طیبہ محروم ماندند بے ایمان ومرتد فاسق گفتن حرام است وگویندگان ایں چنیں کلمات فساق وملعون اند کہ مکفر خود درمعرض خطر سلب ایمان است۔(اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ)(۲) وترک سلام وکلام وطعام بایشاں ناجائز است فقط۔واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۵۸۰-۵۸۱)

---

(۱) وزيارة قبره (صلى الله عليه وسلم) مندوبة، بل قيل واجبة لمن له سعة،إلخ.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب الهدىٰ،مطلب فى تفضيل قبره المكرم:۲/۳۵۲،ظفير)

(۲) عن ابن عمرقال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيما رجل قال لأخيه كافر فقد باء به أحدهما.(متفق عليه)(صحيح البخارى،رقم الحديث:۶۱۰۴،سنن الترمذى،رقم الحديث:۲۶۳۷،انيس)

مجبوری کی وجہ سے مدینہ نہ جائے توحج ہوگا، یانہیں:

سوال: جوشخص حج بیت اللہ شریف کا کرے اور مجبورا بوجہ کمی خرچ کے مدینہ منورہ نہ جاسکے تواس شخص کا حج کامل ہوگا، یانہیں؟

الجواب

حج کامل اور پورا ہونے میں کچھ شبہ اور تردد نہیں ہے، البتہ باوجود استطاعت کے اگر مدینہ شریف نہ جاتا تو برا تھا اور بڑی محرومی قسمت کی بات تھی؛ لیکن جب کہ وہ کمی خرچ کی وجہ سے مجبور رہا تواس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۸۱/۶)

سفر مدینہ برائے زیارت روضہ اقدس:

سوال: زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کردن بقصد خاص برائے زیارت رفتن بمدینہ منورہ جائز است، یانہ؟(۲)

الجواب

جائز ست؛ بلکہ مندوب وبعضے قریب بواجب گفتہ اند۔روایات کثیرہ صحیحہ صریحہ دریں باب واردشدہ است خیلے ازیں روایات۔ملاعلی قاری درمناسک خود وسمہودی دروفاء الوفاء آوردہ است ودرخلاصۃ الوفاء آوردہ کہ از روایات مشہورہ ثابت است کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہرسال دوکس برائے ابلاغ سلام برروضہ منورہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ می فرستادند۔(۳) (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم) (امدادالمفتین:۴۲۰/۲)

---

(۱) وزیارة قبره (صلى الله عليه وسلم) مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة ويبدأ بالحج لوفرضاً ويخير لو نفلاً ما لم يمر به. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحج، باب الهدى: ۳۵۲/۲،ظفير)

(۲) خاص زیارت روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے مدینہ منورہ کا سفر جائز ہے، یانہیں؟ انیس

(۳) جائز ہی نہیں؛ بلکہ مستحب ہے؛ بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک قریب واجب ہے،اس سلسلے میں بہت سی صریح اور صحیح مروی ہیں،اس میں چندروایتیں خود ملاعلی قاری نے اپنی کتاب مناسک میں نقل کی ہیں،اسی طرح وفاء الوفاء میں بھی متعددروایتیں موجود ہیں اورخلاصۃ الوفاء میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سلسلے میں، یہ صحیح بات نقل کی گئی ہے کہ وہ ہرسال دوآدمیوں خاص طور سے روزہ اقدس پرصلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی غرض سے بھیجا کرتے تھے۔وفاء الوفاء میں ہے:

...الأحاديث الواردة في الزيارة نصّا؛الحديث الأول: روى الدارقطني والبيهقي وغيرهما، قال الدارقطني: حدثنا القاضي المحاملي، حدثنا عبيد بن محمد الوراق، حدثنا موسى بن هلال العبدى، عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من زار قبري وجبت له شفاعتي".

قال السبكي: كذا في عدة نسخ معتمدة من سنن الدارقطني عبيد الله مصغرا، وكذلك الدارقطني في غير السنن، واتفقت رواياته من طريق محمد بن أحمد بن محمد ومحمد بن عبد الملك بن بشران وأبي النعمان تراب بن عبيد كلهم عن الدارقطني عن المحاملي على عبيد الله مصغرا. ==

== ورواه غير الدارقطني عن غير المحاملي كما رواه البيهقي من طريق محمد بن رنجويه القشيري، قال: حدثنا عبيد بن محمد بن القاسم بن أبي مريم الوراق، حدثنا موسى بن هلال العبدي، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، الحديث؛ فثبت عن عبيد بن محمد وهو ثقة روايته على التصغير، ورواه جماعة غيره عن موسى بن هلال منهم جعفر بن محمد البزوري حدثنا محمد بن هلال البصري عن عبيد الله مصغرا رواه العقيلي ومنهم محمد بن إسماعيل بن سمرة الأحمسي، واختلف عليه؛ فروى عنه مصغرا كغيره، وروى عنه مكبرا، ومرّض ذلك الحافظ يحيى بن علي القرشي، وصوب التصغير، وفي تاريخ ابن عساكر بخط البرزالي: لمحفوظ عن ابن سمرة عبيد الله وفي كامل ابن عدى عبد الله أصح، قال السبكي: وفيه نظر، والذي يترجح عبيد الله لتضافر روايات عبيد بن محمد كلها وبعض روايات ابن سمرة، ولما سيأتي في الحديث الثالث من متابعة مسلمة الجهني لموسى بن هلال، ويحتمل أن موسى سمع الحديث من عبيد الله وعبد الله جميعا، وحدث به عن هذا تارة وعن هذا أخرى وممن رواه عن موسى عن عبد الله مكبرا الفضل بن سهل؛ فإن صح حمل على أنه عنهما، إذ لا منافاة، على أن المكبر روى له مسلم مقرونا بغيره، وقال أحمد:صالح، وقال أبو حاتم: رأيت أحمد بن حنبل يحسن الثناء عليه، وقال يحيى بن معين: ليس به بأس، يكتب حديثه، وقال: إنه في نافع صالح، وقال ابن عدى: لا بأس به، صدوق وقال ابن حبان ما حاصله: إن الكلام عليه لكثرة غلطه لغلبة الصلاح عليه، حتى غلب عن ضبط الأخبار.قال السبكي: وهذا الحديث ليس في مظنة الالتباس عليه، لا سندا ولا متنا؛ لأنه في نافع، وهو خصيص به، ومتنه في غاية القصر والوضوح، والرواة إلى موسى بن هلال ثقات، وموسى قال ابن عدى : أرجو أنه لا بأس به ، وقد روى عنه ستة منهم الإمام أحمد، ولم يكن يروى إلا عن ثقة، فلا يضره قول أبي حاتم الرازي: إنه مجهول، وقول العقيلي:لا يتابع عليه، وقول البيهقي: سواء قال عبيد الله أم عبد الله فهو منكر عن نافع، لم يأت به غيره، فهذا وشبهه يدلك على أنه لا علة لهذا الحديث إلا تفرد موسى به، وأنهم لم يحتملوه له لخفاء حاله، وإلا فكم من ثقة ينفرد بأشياء وتقبل منه .قلت: ولهذا قال بعض الحفاظ ممن هو في طبقة ابن منده: هذا الخبر رواه عن موسى بن هلال محمد بن إسماعيل بن سمرة الأحمسي، ومحمد بن جابر المحاربي، ويوسف بن موسى القطان، وهرون بن سفيان، والفضل بن سهل، والعباس بن الفضل، وعبيد بن محمد الوراق، وبعض هؤلاء قال في حديثه: عن عبيد الله بن عمر، ذكرناه بأسانيده في الكتاب الكبير، ولا نعلم رواه عن نافع إلا العمري، ولا عنه إلا موسى بن هلال العبدي، تفرد به، انتهى .قال السبكي عقب ما تقدم: وأما بعد قول ابن عدى في موسى ما قال ووجود متابع فإنه يتعين قبوله، ولذلك ذكره عبد الحق في الأحكام الوسطى والصغرى، وسكت عليه مع قوله في الصغرى »إنه تخيرها صحيحة الإسناد، معروفة عند النقاد « وقد نقلها الأثبات، وتداولها الثقات، وذكر نحوه في الوسطى المعروفة اليوم بالكبرى، وسبقه ابن السكن إلى تصحيح الحديث الثالث كما سيأتي، وهو متضمن لمعنى هذا، وأقل درجات هذا الحديث الحسن إن نوزع في صحته لما سيأتي من شواهده، وتضافر الأحاديث يزيدها قوة، حتى إن الحسن قد يترقى بذلك إلى درجة الصحيح .وقال الذهبي: طرق هذا الحديث كلها لينة يقوى بعضها بعضا؛ لأنه ما في رواتها متهم بالكذب، قال: ومن أجودها إسنادا حديث حاطب ''من رآني بعد موتي فكأنما رآني في حياتي'' أخرجه ابن عساكر وغيره، انتهى.

ومعنى قوله ''وجبت''أنها ثابتة لا بد منها بالوعد الصادق وقوله ''له'' إما أن يراد بخصوصه فيخص الزائر بشفاعة لا تحصل لغيره، وإما أن يراد أنه تفرد بشفاعة مما يحصل لغيره، والإفراد للتشريف والتنويه بسبب الزيارة،==

== وإما أن يراد أنه بعدم تركه الزيارة يجب دخوله فيمن تناله الشفاعة؛ فهو بشرى بموته مسلما، فيجرى على عمومه، ولا يضم فيه شرط الوفاة على الإسلام، بخلافه على الأولين .وقوله "شفاعتى" فى هذه الإضافة تشريف، فإن الملائكة والأنبياء والمؤمنين يشفعون، والزائر له نسبة خاصة فيشفع هو فيه بنفسه، والشفاعة تعظم بعظم الشافع.

الحديث الثانى:روى البزار من طريق عبد الله بن إبراهيم الغفارى: حدثنا عن عبد الرحمن بن زيد عن أبيه عن ابن عمر رضى اللّٰہ تعالى عنهما عن النبى صلى اللّٰہ عليه وسلم قال:"من زار قبرى حلّت له شفاعتى".

قال البزار: عبد اللّٰہ بن إبراهيم حدث بأحاديث لم يتابع عليها، وإنما يكتب من حديثه ما لا يحفظ إلا عنه، وقال أبو داود:إنه منكر الحديث،قال السبكى: وهذا الحديث هو الأول،ولذلك عزاه عبد الحق للدارقطنى والبزار، إلا أن فى الأول"وجبت" وفى هذا "حلت"فلذلك أفردته، والقصد تقوية الأول به، فلا يضره ما قيل فى الغفارى، وكذا ما قيل فى عبد الرحمن بن زيد، إذ ليس راجعا إلى تهمة كذب ولا فسق،ومثله يحتمل فى المتابعات والشواهد، وقد روى الترمذى وابن ماجه لعبد الرحمن بن زيد، وقال ابن عدى: إن له أحاديث حسانا، وإنه ممن احتمله الناس وصدقه بعضهم، وإنه ممن يكتب حديثه، وصحح الحاكم حديثا من جهته فى التوسل بالنبى صلى الله عليه وسلم.

الحديث الثالث:روى الطبرانى فى الكبير والأوسط، والدارقطنى فى أماليه، وأبو بكر بن المقرء فى معجمه، من رواية مسلمة بن سالم الجهنى قال: حدثنى عبيد اللّٰہ بن عمر عن نافع عن سالم عن ابن عمر رضى اللّٰہ تعالى عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم:"من جائنى زائرا لا تحمله حاجة إلا زيارتى كان حقّا علىّ أن أكون له شفيعا يوم القيامة".

وفى معجم ابن المقرىء عن مسلمة عن عبيد اللّٰہ بن عمر عن نافع عن سالم عن ابن عمر رضى اللّٰہ تعالى عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم "من جائنى زائرا كان له حقا على اللّٰہ عز وجل أن أكون له شفيعا يوم القيامة" فقد تابع مسلمة الجهنى موسى بن هلال فى شيخه عبيد اللّٰہ العمرى، والطرق كلها فى روايته متفقة على عبيد اللّٰہ المصغر الثقة، إلا أن مسلمة بن حاتم الأنصارى رواه عن مسلمة عن عبد اللّٰہ مكبرا، وأورد الحافظ ابن السكن هذا الحديث فى باب "ثواب من زار قبر النبى صلى اللّٰہ عليه وسلم" من كتابه المسمى بالسنن الصحاح المأثورة عن النبى صلى اللّٰہ تعالى عليه وسلم، وهو إمام حافظ ثقة مات بمصر سنة ثلاث وخمسين وثلاثمائة، وكتابه هذا محذوف الأسانيد، ومقتضى ما شرطه فى خطبته أن يكون هذا الحديث مما أجمع على صحته .قلت: ولهذا نقل عنه جماعة منهم الحافظ زين الدين العراقى أنه صححه، فإما أن يكون ثبت عنده من غير طريق مسلمة أو أنه ارتقى إلى ذلك بكثرة الطرق، وتبويبه دال على أنه فهم من هذا الحديث الزيارة بعد الموت، أو أن ما بعد الموت داخل فى العموم، قال السبكى: وهو صحيح.

الحديث الرابع:روى الدارقطنى، والطبرانى فى الكبير والأوسط، وغيرهما من طريق حفص بن داود القارىء عن ليث عن مجاهد عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"من حجّ فزار قبرى بعد وفاتى كان كمن زارنى فى حياتى".

ورواه ابن الجوزى فى مثير الغرام الساكن من طريق الحسن بن الطيب: حدثنا على بن حجر حدثنا حفص بن سليمان عن ليث عن مجاهد عن ابن عمر رضى اللّٰہ عنهما، قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم:"من حج فزار قبرى بعد موتى كان كمن زارنى فى حياتى وصحبه".قال أبو اليمن بن عساكر: تفرد بقوله: "وصحبتى"==

== الحسن بن الطيب عن على بن حجر، وفيه نظر، وهى زيادة منكرة، قال السبكى: ولم ينفرد بها ابن الطيب؛ فقد رواه كذلک ابن عدى فى كامله من طريق الحسن بن سفيان عن على بن حجر بالسند المتقدم، ورواه أبو يعلى من طريق حفص بن سليمان عن كثير بن شنطير عن ليث بن أبى سليم عن مجاهد عن ابن عمر بدون قوله "وصحبنى" قلت: والتشبيه بمن صحبنى لا يقتضى التشبيه به من كل وجه حتى يناقضه قوله:"لو أنفق أحدكم مثل أحد ذهبا" (الحديث)كما زعمه بعضهم وروى بعض الحفاظ المعاصرين لابن منده هذا الحديث من طريق حفص بن سليمان عن ليث بلفظ "من حج فزارنى فى حياتى" قال السبكى: وحفص بن أبى داود وثّقه أحمد، ثم روى ذلک عنه من طريقين، قال: وذلک مقدم على من روى عنه تضعيفه، وضعفه جماعة، وهم حفص بن سليمان القارىء الغاضرى على ما قاله البخارى وابن أبى حاتم وابن عدى وابن حبان وغيرهم، وهو لم ينفرد بهذا الحديث، ودعوى البيهقى انفراده به بحسب اطلاعه؛ فقد جاء فى الكبير والأوسط للطبرانى متابعته؛ فإنه رواه من طريق عائشة بنت يونس امرأة الليث عن ليث بن أبى سليم عن مجاهد عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم "من زار قبرى بعد موتى كان كمن زارنى فى حياتى" قال الهيتمى: فيه عائشة بنت يونس، ولم أجد من ترجمها.

الحديث الخامس:روى ابن عدى فى الكامل من طريق محمد بن محمد بن النعمان حدثنى جدى قال:حدثنى مالک عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"من حج البيت ولم يزرنى فقد جفانى".

قال ابن عدى: ولا أعلم رواه عن مالک غير النعمان بن شبل، ولم أر فى أحاديثه حديثا غريبا قد جاوز الحد فأذكره، وروى فى صدر ترجمته عن عمران بن موسى أنه وثقه وعن موسى بن هارون أنه متهم، قال السبكى: هذه التهمة غير مفسدة، فالحكم بالتوثيق مقدم عليها، والحديث ذكره الدارقطنى فى غرائب مالک بالسند المتقدم وقال: تفرد به هذا الشيخ وهو منكر، والظاهر أن ذلک بحسب تفرده، وعدم احتماله له بالنسبة إلى الإسناد المذكور، ولا يلزم أن يكون المتن فى نفسه منكرا ولا موضوعا، وذكر ابن الجوزى له فى الموضوعات سرف منه.

الحديث السادس:روى الدارقطنى فى السنن فى الكلام على حديث ابن عمر رضى الله تعالى عنهما "من استطاع أن يموت فى المدينة فليفعل".من طريق موسى بن هارون عن محمد بن الحسن الجيلى عن عبد الرحمن بن المبارک عن عون بن موسى عن أيوب عن نافع عن ابن عمر رضى اللّٰه تعالى عنهما، قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"من زارنى إلى المدينة كنت له شهيدا وشفيعا". قيل للجيلى: إنما هو سفيان بن موسى، قال: اجعلوه على بن موسى .قال موسى بن هارون: ورواه إبراهيم بن الحجاج عن وهيب عن أيوب عن نافع مرسلا عن النبى صلى الله عليه وسلم، فلا أدرى أسمعه إبراهيم بن الحجاج أولا؟قلت: والصواب أنه من رواية سفيان بن موسى، وقد ذكره ابن حبان فى الثقات.قيل: وأخطأ راويه فى متنه، والمعروف من حديث ابن عمر رضى اللّٰه تعالى عنهما "من استطاع منكم أن يموت بالمدينة".(الحديث) وفيه نظر.

الحديث السابع:روى أبو داود الطيالسى قال: حدثنا سوار بن ميمون أبو الجراح العبدى قال: حدثنى رجل من آل عمر، عن عمر رضى اللّٰه تعالى عنهما قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول:"من زار قبرى أو قال من زارنى كنت له شفيعا،أو شهيدا،ومن مات فى أحد الحرمين بعثه اللّٰه عز وجلّ فى الآمنين يوم القيامة". ==

== قال السبكى: سوّار بن ميمون روى عنه شعبة، فدل على ثقته عنده، فلم يبق من ينظر فيه إلا الرجل الذى من آل عمر، والأمر فيه قريب، لا سيما فى هذه الطبقة التى هى طبقة التابعين.

الحديث الثامن: روى أبو جعفر العقيلى من رواية سوّار بن ميمون المتقدم عن رجل من آل الخطاب عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ''من زارنى متعمدا كان فى جوارى يوم القيامة، ومن مات فى أحد الحرمين بعثه الله فى الآمنين يوم القيامة''. وفى رواية أخرى عن هارون بن قزعة عن رجل من آل الخطاب مرفوعا نحوه، وزاد عقب قوله فى جوارى يوم القيامة ''ومن سكن المدينة وصبر على بلائها كنت له شهيدا، أو شفيعا، يوم القيامة'' وقال فى آخره: من الآمنين يوم القيامة بدل فى الآمنين. وهارون بن قزعة ذكره ابن حبان فى الثقات، والعقيلى لم يذكر فيه أكثر من قول البخارى: إنه لا يتابع عليه، فلم يبق فيه إلا الرجل المبهم وإرساله. وقوله فيه من آل الخطاب يوافق قوله فى رواية الطيالسى من آل عمر وقد أسنده الطيالسى عن عمر رضى اللّٰه تعالى عنه، لكن البخارى لما ذكره فى التاريخ قال: هارون بن قزعة عن رجل من ولد حاطب عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: ''من مات فى أحد الحرمين''. روى عنه ميمون بن سوار لا يتابع عليه، وقال ابن حبان: إن هارون بن قزعة روى عن رجل من ولد حاطب المراسيل، وعلى كلا التقديرين فهو مرسل جيد، وسيأتى عن هارون بن قزعة أيضا مسندا بلفظ خر فى الحديث التاسع، قاله السبكى.

الحديث التاسع: روى الدارقطنى وغيره من طريق هارون بن قزعة عن رجل من آل حاطب عن حاطب رضى اللّٰه تعالى عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ''من زارنى بعد موتى فكأنما زارنى فى حياتى، ومن مات بأحد الحرمين بعث من الآمنين يوم القيامة''. وفى رواية أحمد بن مروان صاحب المجالسة عن هارون بن أبى قزعة مولى حاطب عن حاطب، والرواية ''عن رجل عن حاطب'' كما سبق أولى الصواب.

الحديث العاشر: روى أبو الفتح الأزدى فى الثانى من فوائده من طريق عمار بن محمد: حدثنى خالى سفيان عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ''من حج حجة الإسلام، وزار قبرى، وغزا غزوة، وصلى فى بيت المقدس، لم يسأله الله عز وجل فيما افترض عليه''. قال السبكى: وعمار هو ابن أخت سفيان، روى له مسلم والحسن بن عثمان الزيادى، ووثقه الخطيب، والراوى عنه ما علمت من حاله شيئا. وصاحب الخبر أبو الفتح من أهل العلم والفضل، وكان حافظا، ذكره الخطيب وابن السمعانى. وأثنى عليه محمد بن جعفر بن علان، وقال أبو النجيب الأرموى: رأيت أهل الموصل يوهّنونه جدا، وسئل البرقانى عنه، فأشار إلى أنه كان ضعيفا، وذكر غيره كلاما أشد من هذا الحديث.

الحديث الحادى عشر: روى أبو الفتوح سعيد بن محمد اليعقوبى فى جزئه رواية إسماعيل المشهور بابن الأنباطى عنه قال فيه من طريق خالد بن يزيد: حدثنا عبد الله بن عمر العمرى قال: سمعت سعيدا المقبرى يقول: سمعت أبا هريرة رضى الله تعالى عنه يقول: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ''من زارنى بعد موتى فكأنما زارنى وأنا حيّ، ومن زارنى كنت له شهيدا، أو شفيعا، يوم القيامة''. وخالد بن يزيد إن كان العمرى فقد قال ابن حبان: إنه منكر الحديث.

الحديث الثانى عشر: روى ابن أبى الدنيا من طريق إسماعيل بن أبى فديك عن سليمان بن يزيد الكعبى عن أنس بن مالك رضى اللّٰه تعالى عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ''من زارنى بالمدينة كنت له شفيعا وشهيدا يوم القيامة'' وفى رواية ''كنت له شهيدا أو شفيعا يوم القيامة'' ورواه البيهقى بهذا الطريق، ولفظه ''من مات فى أحد الحرمين بعث من الآمنين يوم القيامة، ومن زارنى محتسبا إلى المدينة كان فى جوارى يوم القيامة''. ==

== وإسماعيل مجمع عليه،وسليمان ذكره ابن حبان فى الثقات، وقال أبوحاتم: إنه منكر الحديث ليس بقوى، قلت: وزعم ابن عبد الهادى أن روايته عن أنس منقطعة، وأنه لم يدركه، فإنه إنما يروى عن التابعين وأتباعهم.

الحديث الثالث عشر:روى ابن النجار فى أخبار المدينة له، قال: أنبأنا أبو محمد بن على أخبرنا أبو يعلى الأزدى أخبرنا أخبرنا أبو إسحاق البجلى أخبرنا أبو سعيد بن أبى سعيد النيسابورى أخبرنا إبراهيم بن محمد المؤدب حدثنا محمد بن محمد حدثنا محمد بن مقاتل حدثنا جعفر بن هارون حدثنا سمعان بن المهدى عن أنس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"من زارنى ميتا فكأنما زارنى حيا، ومن زار قبرى وجبت له شفاعتى يوم القيامة، وما من أحد من أمتى له سعة ثم لم يزرنى فليس له عذر". قلت: لم يتكلم عليه السبكى، وقال الذهبى: سمعان بن مهدى عن أنس لا يعرف، ألصقت به نسخة مكذوبة، رأيتها، قبح الله من وضعها،انتهى.قال الحافظ ابن حجر:وهى من رواية محمد بن مقاتل عن جعفر بن هارون الواسطى عن سمعان، وهى أكثر من ثلاثمائة حديث، أكثر متونها موضوعة، انتهى.

الحديث الرابع عشر:روى أبو جعفر العقيلى فى الضعفاء فى ترجمة فضالة بن سعيد بن زميل المازنى من طريقه عن محمد بن يحيى المازنى عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"من زارنى فى مماتى كان كمن زارنى فى حياتى، ومن زارنى حتى ينتهى إلى قبرى كنت له يوم القيامة شهيدا، أو قال شفيعا". وذكره ابن عساكر من جهته بإسناده إلا أنه قال:"من رآنى فى المنام كان كمن رآنى فى حياتى". والباقى سواء.وفضالة قال العقيلى: حديثه غير محفوظ، لا يعرف إلا به، قال السبكى:كذا رأيته فى كتاب العقيلى ونقل ابن عساكر عنه أنه قال: لا يتابع على حديثه من جهة تثبت، ولا يعرف إلا به ومحمد بن يحيى المازنى قال ابن عدى: أحاديثه مظلمة منكرة، ولم يذكر ابن عدى هذا الحديث فى أحاديثه، ولم يذكر فيه ولا العقيلى فى فضالة شيئا من الجرح سوى التفرد والنكارة.

الحديث الخامس عشر:روى بعض الحفاظ فى زمن ابن منده قال: حدثنا أبو الحسن حامد بن حماد بن المبارك بسرّ من رأى بنصيبين حدثنا أبو أيوب إسحاق بن يسار بن محمد النصيبى حدثنا أسيد بن زيد حدثنا عيسى بن بشير عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :"من حج إلى مكة ثم قصدنى فى مسجدى كتبت له حجتان مبرورتان".وهو فى مسند الفردوس، ولم يذكره السبكى وأسيد بن زيد هو الجمال، قال الحافظ ابن حجر: هو ضعيف، أفرط ابن معين فكذبه، وله فى البخارى حديث واحد معروف بغيره، انتهى، فهو ممن يستشهد به.وعيسى بن بشير: مجهول، ومن بعده ثقة.

الحديث السادس عشر:روى يحيى بن الحسن بن جعفر الحسينى فى أخبار المدينة له من طريق النعمان بن شبل قال: حدثنا محمد بن الفضل مدينى سنة ست وسبعين عن جابر عن محمد بن على عن على رضى الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"من زار قبرى بعد موتى فكأنما زارنى فى حياتى، ومن لم يزرنى فقد جفانى". ولم يتكلم السبكى عليه،والنعمان بن شبل: تقدم الكلام عليه فى الحديث الخامس، وعن محمد بن الفضل قال: إنه مدينى، فهو غير محمد بن الفضل بن عطية الذى كذبوه، خلاف قول ابن عبد الهادى إنه هو؛ لأن ذاك كوفى، ويقال: مروزى نزل بخارى .وجابر إن كان الجعفى كما قال ابن عبد الهادى فهو ضعيف، ==

روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے حج سے پہلے جانا افضل ہے، یا بعد میں:

سوال: یہاں سے (افریقہ سے) حج کو جانے والے حضرات اکثر قبل رمضان جایا کرتے ہیں؛ تاکہ ماہ مبارک کی برکات مکہ معظّمہ میں حاصل کریں، پھر بعد رمضان زیارت مدینہ منورہ دام شرفہا کو چلے جاتے ہیں، وہاں سے واپسی کے بعد حج سے فائز ہوتے ہیں اور بعد حج پھر مدینہ نہیں جاتے؛ اس لیے مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ قبل حج مدینہ منورہ جانا چاہیے، یا بعد حج افضل کون سا ہے، میں اپنی استطاعت کے مطابق جواب عرض کر دیتا ہوں۔ اب ایک مکرم کے اصرار سے جناب کو تکلیف دی جارہی ہے کہ ''من حج ولم یرانی'' (الحدیث) کی تنبیہ تہدید سے بچنے کے لیے بعد کو جانا افضل ہوگا، یا نہیں؟

اتنا ملحوظ فرمالیں بعد حج جانے والوں کو مدینہ منورہ میں قیام کا موقع ان کا جتنا دل چاہتا ہے، نہیں ملتا اور قبل جانے میں اطمینان سے ماہ دو ماہ کا موقع مل جاتا ہے۔

== فيه كلام كثير وثقة شعبة والثورى .ومحمد بن على إن كان أبا جعفر الباقر فالسند منقطع؛ لأنه لم يدرك جده على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه، وإن كان ابن الحنفية فقد أدرک أباه عليا، وقد قال أبو سعيد عبد الملک بن محمد بن إبراهيم النيسابورى الجركوسى فى شرف المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم: روى عن على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:''من زار قبرى بعد موتى فكأنما زارنى فى حياتى، ومن لم يزر قبرى فقد جفانى''.وعبد الملک هذا توفى سنة ست وأربعمائة بنيسابور، وقبره فيها مشهور يزار، قاله السبكى، قال: وقد روى حديث على من طريق أخرى ليس فيها تصريح بالرفع، ذكرها ابن عساكر من طريق عبد الملک بن هرون بن عنترة عن أبيه عن جده عن على رضى الله تعالى عنه قال: من سأل لرسول الله صلى الله عليه وسلم الدرجة والوسيلة حلت له شفاعته يوم القيامة، ومن زار قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فى جوار رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعبد الملک بن هارون بن عنترة فيه كلام كثير، رماه يحيى بن معين وابن حبان، وقال البخارى: منكر الحديث، وقال أحمد:ضعيف الحديث، آه.قلت: وقد رأيت فى نسخة من كتاب يحيى رواية ابنه طاهر بن يحيى عنه عقب حديث علىّ المتقدم ما لفظه: حدثنا أبو يحيى محمد بن الفصل بن نباتة النميرى قال:حدثنا الجمالى قال: حدثنا الثورى عن عبد الله بن السائب عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، مثله، آه.ولم أر ذلک فى النسخة التى هى رواية ابن ابنه الحسين بن محمد بن يحيى عن جده يحيى.

الحديث السابع عشر :روى يحيى أيضا قال: حدثنا محمد بن يعقوب حدثنا عبد الله بن وهب عن رجل عن بكر بن عبد الله رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:''من أتى المدينة زائرا لى وجبت له شفاعتى يوم القيامة، ومن مات فى أحد الحرمين بعث آمنا''.ولم يتكلم عليه السبكى،ومحمد بن يعقوب هو أبو عمر الزبيرى المدنى، صدوق وعبد الله بن وهب ثقة، ففيه الرجل المبهم وبكر بن عبد الله إن كان المزنى فهو تابعى جليل؛ فيكون مرسلا، وإن كان هو بكر بن عبد الله بن الربيع الأنصارى فهو صحابى.(وفاء الوفاء بأخبار دارالمصطفى، الباب الثامن فى زيارة النبى صلى الله عليه وسلم: ١٦٨/٤ـ١٧٧،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

الجواب

فی المناسک لملا علی قاری:ثم إن کان الحج فرضاً أی علیه فیبدأ بالحج ثم الزیارة إن لم یمر بالمدینة فی طریقه وإن مربها بدأ بالزیارة لامحالة؛لأن ترکها مع قربها یعد من القسادة والشقاوة وتکون الزیارة حیئنذٍ بمنزلة الوسلیة وفی مرتبة السنة القبیلة للصلاة(إلٰی أن قال) وقد روی الحسن عن أبی حنیفة : إذا کان الحج فرضاً فالأحسن للحاج أن یبدأ بالحج ثم یثنی بالزیارة وإن بدأ بالزیارة جاز،انتهٰی.وهوالظاهرإذیجوز تقدیم النفل علی الفرض إذا لم یخش الفوات بالإجماع وإن کان الحج نفلاً فهو بالخیار بین البدائة بالمختارصلی اللّٰه علیه وسلم بالآصال والأسحار و بین أن یحج أولاً فیطهرمن الأوزارفیزورالطاهر،آه.(مناسک لملا علی قاری ص:٦٦٨)

ومثله فی الدرالمختار وحواشیه للشامی(٣٥٣/٢)،قال بحرالعلوم فی رسائل الأرکان :قال مشائخنا:الحج إن کان فرضاً فالأحسن أن یبدأ به ثم یثنی بالزیارة وإن کان الحج تطوعاً فهو بالخیار إن شاء بدأ بالحج وإن شاء بدأ بالزیارة.وعندی إن البداء ة بالحج یرجی أن لایلقی قبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مع الذنوب، لأن الحج ماح للذنوب، وبالبداء ة بالزیارة والاستمداد منه صلی اللّٰه علیه وسلم یرجی کون الحج مبروراً ماحیاً للذنوب فلکل جهة حسن فإلٰی أیهما یمیل یفوز بالسعادة،انتهی.(۱)

عبارت مذکورہ سے مسائل ذیل ثابت ہوئے:

اگر حج کا وقت قریب ہواور زیارت مدینہ طیبہ کے لیے جانے میں حج کوفوت ہونے کا خطرہ ہوتو حج کومقدم کرنا ضروری ہے۔

اگر حج کے وقت میں وسعت اورفوت ہونے کا خطرہ نہ ہواور مدینہ طیبہ راستہ میں پڑے، جیسے اہل شام وغیرہ کوتو زیارت روضۂ اقدس مقدم کرنا چاہیے۔

اگر حج کے وقت میں گنجائش تو ہے؛لیکن مدینہ طیبہ راستہ میں نہیں تو حج فرض میں حج کومقدم کرنا اورزیارت کومؤخر کرنا بہتر ہے؛لیکن اگرکوئی شخص زیارت کومقدم کرے، حج بعد میں کرے تو یہ بھی بلاکراہت جائز ہےاور جوحج نفل میں اختیار ہے، چاہے حج پہلے کرے، یازیارت۔

بناءعلیہ اگرحجاج کو یہ معلوم ہوکہ حج کے بعددل جمعی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں معتد بہ قیام نہیں ہوسکے گااور حج کے وقت میں گنجائش بھی ہوتو زیارت مدینہ طیبہ کومقدم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ کسی قسم کی کراہت ہے۔واللہ سبحانہ تعالیٰ

شب عیدالفطر ۱۳۵۶ ہجری (اضافہ)(امدادالمفتین:۴۲۱/۲)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الحج،باب الهدی،مطلب فی تفضیل قبره المکرم: ٥٤/٤،انیس

جنت البقیع کی مٹی:

سوال: ہمارے پڑوس کے ایک صاحب ریاض میں رہتے ہیں، انہوں نے جنت البقیع کی کچھ مٹی بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ یہ مٹی مرحومین کی قبر پر گڑھا کر کے بھر دیں، جس سے مرحومین کو سکون ملے گا۔ کیا یہ درست ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری)

الجواب

حدیث میں جس مقام کی کوئی فضیلت منقول ہو، اس کا تعلق اس مقام سے ہے، نہ کہ وہاں کی مٹی اور فرش سے، مثال کے طور پر مسجد میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے، اب اگر کوئی شخص مسجد کے فرش کا کچھ حصہ نکال کر اپنے گھر میں لے آئے اور گھر میں اسی فرش پر نماز ادا کرے تو کیا اس سے مسجد کی فضیلت حاصل ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں، اسی سے جنت البقیع کی مٹی کے معاملہ کو سمجھنا چاہیے کہ جنت البقیع کی جو فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، وہ اس جگہ سے متعلق ہے، نہ کہ وہاں کی مٹی سے متعلق، اگر اس کا تعلق وہاں کی مٹی سے ہوتا تو جو صحابہ مدینہ سے نکل کر دوسرے شہر میں آباد ہوئے اور وہیں آسودۂ خواب ہیں، سب سے پہلے انہوں نے یہ عمل کیا ہوتا؛ کیوں کہ ان سے بڑھ کر نہ کوئی شخص منشاءِ شریعت سے واقف ہو سکتا ہے اور نہ اجر وثواب کا طلب گار۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲۰۱/۴)

زیارت روضہ مبارکہ میں پہل افضل ہے، یا حج میں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے سے پہلے زیارت روضہ مبارکہ افضل ہے اور بعض بعد میں افضل کہتے ہیں۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: زرباز خان صوابی، ۲۸/۴/۱۹۸۷ء)

الجواب

جس شخص نے فرض حج نہیں کیا ہو، اس کے لیے افضل یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور حج کے بعد زیارت مدینہ منورہ کو جائے اور اگر یہ حج نفلی ہو تو اسے اختیار ہے کہ ہر ایک پہلے کرے، یا بعد میں اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ پر ہو تو یہ پہلے زیارت کرے گا۔ (شرح لباب)(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۵۹/۴)

(۱) قال العلی بن سلطان محمد: ان كان الحج فرضا عليه فيبدأ بالحج ثم بالزيارة ای ابتداء بالاهم فالاهم ولان الحج حق الله تبارك وتعالىٰ وهو مقدم على حق رسوله ... لكنه مقيد بما قاله ان لم يمر بالمدينة فی طريقه ای كاهل الشام وان مربها بداء بالزيارة لا محالة لان تركها مع قربها يعد من القساوة والشقاوة ... وان كان الحج عليه نفلا فهو بالخيار ای اذا كان آفاقيا بين البداء ة بالمختار ای بزيارته ذصلى الله عليه وسلم،إلخ. (مناسك لملا على قاری، ص: ٣٣٤، باب زيارة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم)

حج، یا عمرہ میں روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے جانا لازمی ہے:

سوال: جو شخص حج یا عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ جائے تو کیا اس پر روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

روضۂ اقدس کی زیارت کے بارے میں فقہاء کرام کے تین اقوال ہیں بعض مندوب کہتے ہیں، بعض واجب اور بعض واجب کے قریب کے قائل ہیں، علامہ شامی اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وشرح المختار أنها قريبة من اوجوب لمن له سعة. (رد المحتار، باب الهدى: ۳۵۲/۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۶/۴)

حج یا عمرہ میں زیارت روضہ نبوی کے لیے جانے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص حج، یا عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ جائے، کیا اس کے لیے زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۱۹۷۴/۳/۱۳ء)

الجواب

زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ منورہ جانے کے بارے میں تین اقوال ہیں: مندوب، قریب الوجوب اور واجب۔ علامہ شامی اور مولانا تھانوی (۲) نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، **خلافا لابن تيمية ومن دان دينهم.** (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۶۰-۳۵۹/۴)

---

(۱) قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي رحمه الله، اذ هي من المندوبات، والمستحبات بل تقرب من درجة الواجبات فإنه صلى الله عليه وسلم حرص عليها وبالغ فى الندب إليها. (الاختيار لتعليل المختار، فصل فى زيارة النبى صلى الله عليه وسلم: ۱۷۵/۱)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: (بل قيل واجبة) ذكره فى شرح اللباب وقال بينته فى الدرة المضية فى الزيارة المصطفوية وذكره أيضا الخير الرملي فى حاشية المنح عن ابن حجر وقال وانتصر له، نعم عبارة اللباب والفتح وشرح المختار انها قريبة من الوجوب لمن له سعة، الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۷۹/۲، قبيل مطلب فى المجاورة بالمدينة ومكة المكرمة)

قال الشاه اشرف علی التھانوی: وفی ردالمحتار عن اللباب والفتح وشرح المختار انها قريبة من الوجوب لمن له سعة، اس سے قول بالوجوب کے معنیٰ واضح ہو گئے؛ یعنی ہے تو مندوب؛ مگر اور مندوبات سے زیادہ مہتم بالشان جس کو قرب وجوب سے تعبیر کیا ہے، پس دونوں قول متطابق ہو گئے۔ (امداد الفتاویٰ ۱۶۹/۲، مسائل منثورہ متعلقہ بالحج)

(۳) رسالۂ مسائل حج' میں فرماتے ہیں: ابن تیمیہ، امام جوینی اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت ==

ویزہ میں قلت ایام کی وجہ سے حاجی مدینہ منورہ نہ جاسکے، حج متأثر نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سعودی عرب کے قانون کی رو سے حج کے ویزے میں وقت کم ہو اور حاجی مدینہ منورہ برائے زیارت قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ جاسکے۔ کیا اس کا حج پورا ہوا ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: سمیع الرحمٰن، بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی)

الجواب

زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارکان حج میں سے نہیں ہے، البتہ زیارت مدینہ منورہ روضہ اقدس کے لیے جانا قریب الی الوجوب ہے۔ قانونی مشکلات اور شرعی اعذار کی بنا پر اگر نہ جاسکے تو یہ وجوب ساقط ہے۔ بہر حال اس سے حج متأثر نہیں ہوتا۔ (قواعد الفقہ)(۱) **وھوالموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۶۱/۴)

== کے لیے سفر ممنوع ہے۔ حدیث ''لاتشد الرحال'' کی وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کیا جائے گا؛ لیکن یہ لوگ خطا ہوئے ہیں؛ کیوں کہ اگر حدیث ''لاتشد الرحال'' کا یہ معنیٰ ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حین حیات میں نبی علیہ السلام کی ملاقات اور زیارت کے لیے سفر نا جائز ہوتا؛ بلکہ تجارت، علم اور جہاد کے لیے بھی سفر نا جائز ہوتا۔ اس حدیث کا معنی حدیث مسند امام احمد بن حنبل سے معلوم ہے کہ سوائے ان تین مساجد کے دیگر مساجد کو نماز کے لیے سفر کرنا مناسب اور افضل نہیں ہے، زیارت القبور وغیرہ کے متعلق یہ حدیث ساکت ہے۔ (شامی وغیرہ) انتہی۔ (مسائل حج: ۲۶)

قلت: علاوہ ازیں زیارت قبر نبوی کی مشروعیت اور استحباب پر خصوصی روایات وارد ہیں، جو بیہقی، دارمی، دارقطنی، مسند ابوداؤد طیالسی، عقیلی، وفاء الوفاء اور موطأ امام محمد میں مروی ہیں، اس کی بعض اسناد میں اگر چہ محدثین کا کلام ہے؛ لیکن کثرت روایات اور کثرت طرق کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور ان میں سے دو روایات صاحب مشکوٰۃ نے بھی روایت کی ہیں۔

اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والاحاديث في هذا الباب كثيرة وفضائل الزيارة شهيرة ومن انكرها انما انكر ما فيها من بدع نكيرة غالبها كبيرة. (مرقاة المفاتيح: ٢٣٦/٥)

اور عبدالوہاب الازہری موطأ امام محمد کی تعلیق میں فرماتے ہیں:

والأحاديث فى فضل زيارة القبر النبوى كثيرة وصحيحة والضعيف منها يرتقى إلى درجة المقبول لتعدد طرقه وكثرة شواهده كما ذكره ابن حجر فى التلخيص الحبير، وما ذكره ابن الجوزى فى التحقيق من أن حديث ''من حج فلم يزرنى فقد جفانى'' موضوع وتابعه ابن تيمية فى ذلك غير صحيح، بل هو أما حسن عند بعض المحدثين، وأما ضعيف كما هو عند بعضهم وانظر فى ذلك شفاء السقام للسبكى والجوهر المنظم لابن حجر الهيتمى ورسائل اللكنوى صاحب التعليق الممجد)

(۱) قال الملا على قارى: أن زيارة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم باجماع المسلمين اى من غير عبرة بما ذكره بعض المخالفين من اعظم القرباتوافضل الطاعات وانجح المساعى لنيل الدرجات قريبة من درجة الواجبات، بل قيل انها من الواجبات كما بينته فى الدرة المضية فى الزيارة المصطفوية لمن له سعة اى وسعة واستطاعة وتركها غفلة عظيمة. (إرشاد السارى، ص: ٣٣٤، باب زيارة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم)

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت افعال:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضہ مبارکہ کی زیارت کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہوتو کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو باب السلام، یا باب جبرئیل سے داخل ہونا مستحب ہے؛(۱) لیکن اگر ازدحام کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچانے، یا خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہوتو ان ابواب سے داخلہ ممنوع ہے، دیگر ابواب سے داخل ہو۔ (قواعد الشرع)

(۲) جب مسجد کو داخل ہوتو اول با قاعدہ تحیۃ المسجد ادا کرے، اگر وقت مکروہ نہ ہو، پھر مواجہ شریفہ کو جائے اور نبی علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھ لے، پھر ایک گز (شرعی) بائیں طرف ہوجائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے، پھر ایک گز اور بائیں طرف ہوجائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے۔ (شرح لباب)

(۳) حجرہ مبارکہ کا بوسہ لینا، ہاتھ رکھنا، زیادہ قریب ہونا سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین کا بوسہ لینا وغیرہ سب ناجائز ہیں۔ (شرح لباب)(۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۶۲/۴)

مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھے، پھر زیارت کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص زیارت روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہوتو وہ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، یا پہلے زیارت کرے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید رازق، ہنگو کوہاٹ)

---

(۱) قال الملا علی قاری: ویدخل من باب جبریل أوغیرہ کباب السلام کما علیه العمل والأفضل أفضل لعل وجهه دخول جبریل علیه من ذلک الباب أولأنه کان الی الحجرات من أقرب الأبواب فإذا دخله قصد الروضة المقدسة،إلخ. (إرشاد الساری، ص:۳۳۷،باب زیارة سید المرسلین صلی اللّٰه علیه وسلم)

(۲) قال الملا علی قاری : ثم یبدأ بتحیة المسجد رکعتین ... فإذا فرغ من ذلک قصد التوجه إلی القبر المقدس... ثم توجه مع رعایة غایة الأدب فقام تجاه الوجه الشریف... مستقبلا للوجه الکریم... مستدبراً للقبلة... ممثلا صورته الکریمة فی خیالک... مستشعراً بأنه علیه الصلاة والسلام عالم بحضورک وقیامک وسلامک... مسلما... مقتصداً من غیر رفع صوت ولا اخفاء بحضور وحیاء السلام علیک أیها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته... ثم یتأخر... إلٰی صوب یمینه أی متوجها إلی جانب یساره قدر ذراع فیسلم علی خلیفة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أبی بکر الصدیق... ثم یتأخرإلٰی یمینه قدر ذراع فیسلم علٰی خلیفة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عمربن الخطاب، إلخ. (المسلک المتقسط،ص:۳۳۸،باب زیارة سید المرسلین صلی اللّٰه علیه وسلم)

الجواب

جب زیارت کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہو تو اول با قاعدہ دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر مواجہ شریفہ کو جائے اور با قاعدہ صلوٰۃ وسلام ادا کرے۔ (شرح اللباب)(۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۶۳/۴)

زیارت قبر اطہر کے وقت خطاب کے صیغے اور حروف نداذ کر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ زیارت روضہ اقدس کے پاس درود شریف کے صیغے "الصلاة والسلام عليك يا رسول الله" وغیرہ؛ یعنی خطاب کے صیغے اور حروف ندا جو کہے جاتے ہیں، ان کا ثبوت احادیث میں نہیں ہے کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ، دارالعلوم عثمانیہ، راول پارک، لاہور، ۱۰/رمضان ۱۴۰۹ھ)

الجواب

یہ خطاب کے صیغے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں مروی ہیں۔ (رواہ ابوحنیفہ)(۲)

وأيضاً أن الخطاب جاز من البعيد في بعض الأحوال(۳) فكيف لايجوز من القريب لأن سماع الموتىٰ حق. (۴) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۶۴/۴)

---

(۱) قال العلامة القاري: ثم يبدا بتحية المسجد ركعتين تعظيما وتقديما لحقه علىٰ حق رسوله كما يقتضي ترتيب حقوق الربوبية والعبودية والأفضل أن تكون أي تلك الصلاة بمصلاه صلى الله عليه وسلم أي في مقامه بمحرابه... فإذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر المقدس... ثم توجه أي بالقلب والقالب مع رعاية غاية الأدب فقام تجاه الوجه الشريف،إالخ.(إرشاد الساري، ص:۳۳۷،باب زيارة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم)

(۲) أبوحنيفة عن نافع عن ابن عمر قال:من السنة أن تأتي قبر النبي صلى الله عليه وسلم من قبل القبلة ويجعل ظهرك إلى القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته،قال الشيخ محمد حسن السنبلي في شرحه: وفي رواية عبد الرزاق ان ابن عمر كان اذا قدم من سفر اتى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال السلام عليك يا رسول الله.(مسند الإمام أبي حنيفة مع شرحه تنسيق النظام،ص:۱۲۶،قبيل كتاب النكاح)ا

(۳) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: (یارسول اللہ گفتن) بارادہ استعانت واستغاثہ، یا باعتقاد حاضر وناظر ہونے کے منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوقاً واستلذاذاً ماذون فیہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۵:۵۸۳، کتاب العقائد والکلام)

وقال العلامة ابن عابدين: يستحب أن يقال عند سماع الأولىٰ من الشهادة صلى الله عليك يارسول الله وعند الثانية منها قرت عيني بك يارسول الله.(ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۹۳/۱،قبيل باب شروط الصلاة)

(۴) قال الشيخ خليل أحمد السهارنفوري:فإن قلت ماوجه الجواب بقوله أن الله حرم على الأرض اجساد الأنبياء فان المانع من العرض والسماع هو الموت وهو قائم قلت لاشك ان حفظ أجسادهم من ان ترم خرق للعادة المستمرة فكما أن الله تعالىٰ يحفظها منه فكذلك يمكن من العرض عليهم ومن الاستماع منهم صلوات الأمة ويؤيده حديث نبي الله حيٌّ يرزق.(بذل المجهود في حل أبي داؤد: ۱۶۰/۲،باب تفريع ابواب الجمعة)

قبر اطہر کے پاس اُردو میں سلام پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اردو میں جولوگ سلام پڑھتے ہیں، اگر یہ سلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس پڑھنا چاہے تو کیا پڑھ سکتے ہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

پڑھ سکتے ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۳/۳/۲۵ھ۔الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل: ۶۴۰/۷)

اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا مستحب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیارت روضہ مقدسہ کے بعد اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا لازمی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: خیر محمد ڈی آئی خان، ۱۹۸۱/۶/۲۵ء)

الجواب ـــــــــــ

مستحب یہ ہے کہ زیارت سے فارغ ہوکر اسطوانہ ابی لبابہ کے قریب دو رکعت نماز ادا کرے، بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور نہ کسی کو تکلیف دینے اور نہ خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہو اور مغفرت کی دعا کی جائے۔(ہندیہ وغیرہ)(۱)

وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۶۵/۴)

مساجد خمسہ اور چہل نماز در مسجد نبوی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد خمسہ جو سرزمین عرب میں ہیں، کہاں ہیں؟ اور کس کتاب میں اس کا ذکر ہے اور چالیس نمازوں کا مسئلہ مسجد نبوی میں کس کتاب میں ذکر ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد قاسم، جلال آباد، افغانستان، ۱۴/رمضان ۱۴۰۸ھ)

---

(۱) قال فی الهندية: ثم يأتی أسطوانة أبی لبابة التی ربط نفسه فيها حتٰی تاب اللّٰه عليه وهی بين القبر والمنبر فيصلی ركعتين ويتوب إلی اللّٰه ويدعو بماشاء.(۲٦٦/۱،خاتمة فی زيارة قبرالنبی صلی اللّٰه عليه وسلم)

قال العلامة عبد اللّٰه بن مودود الموصلی: ثم يأتی اسطوانة أبی لبابة التی ربط نفسه فيها حتٰی تاب اللّٰه عليه وهی بين القبر والمنبر ويصلی ركعتين ويتوب الی اللّٰه تعالیٰ ويدعوبما شاء.(الاختيار لتعليل المختار: ۲۲٦/۱،فصل فی زيارة قبرالنبی صلی اللّٰه عليه وسلم)

قال الملا علی قاری: وجميع سواری المسجد أی المصطفوی فی اصل بنائها يستحب الصلاة عندها لأنها لا تخلوعن النظر النبوی إليها أی إلٰی ماكان فی موضعها وإلا فهی ليست عينها بل غيرها وصلاة الصحابة عندها أی فی أماكنها وقربها.(إرشاد الساری،ص: ۳٤٤، قبيل فصل فی زيارة أهل البقيع)

الجواب

حوالہ مساجد خمسہ نہ یافتم (۱) وحوالہ چہل نماز در مسجد نبوی در طبرانی اوسط و در مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ است۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۶۶/۴)

مسجد قبا کی زیارت بروز ہفتہ مستحب اور اس میں نماز عمرہ کے برابر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حاجی مدینہ منورہ جائے تو بروزہ ہفتہ مسجد قبا کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور اس میں دو رکعت نفل عمرہ کرنے کا برابر ثواب رکھتا ہے۔کیا واقعی یہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی:گل شیر،داوڑ،وزیرستان)

---

(۱) مسجد فتح،یا مسجد احزاب یہ مسجد جبل سلع کے غربی کنارے کی بلندی پر واقع ہے اور خندق کے جنوب مغرب کی جانب قدرے جنوب کی طرف واقع ہے،غزوہ خندق کے دوران میں اس مقام پر جہاں اس وقت مسجد الفتح ہے،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور تین دن متواتر یعنی پیر منگل اور بدھ کو فتح ونصرت کی دعا فرمائی،پس بدھ کے روز بین الصلوٰتین آپ کی دعا قبول ہوئی اور طوفان اور آندھی کے باعث حملہ آور لشکر میں افراتفری پھیل گئی اور وہ بے نیل ومرام پسپا ہوگئے،اسی مقام پر مسجد بنادی گئی،دعائے فتح ونصرت وقبولیت کی مناسبت سے مسجد الفتح کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ احزاب کی وجہ سے مسجد الاحزاب اور بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے مسجد الاعلیٰ بھی کہلاتی ہے۔

مسجد فتح کی جنوبی سمت میں چار مسجدیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اور بھی ہیں،یہ مسجدیں بھی مسجد فتح سمیت مساجد فتح کہلاتی ہیں اور ان کو مساجد خمسہ بھی کہتے ہیں،ان میں سے تین مسجدوں کے یہ نام مشہور ہیں:مسجد سلمان الفارسی،مسجد علی بن ابی طالب،مسجد ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) چوتھی مسجد کا نام مسجد فاطمہ ہے اور ان مذکورہ ناموں کی وجہ تسمیہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے،اکثر زیارت کرانے والے مزور حاجیوں کو زیارات کراتے وقت ان ناموں سے ان مساجد کا تعارف کراتے ہیں؛ کیوں کہ وہ ان کے تاریخی نام نہیں جانتے؛ تاہم مشہور یہ ہے کہ غزوہ خندق کے وقت مسلمانوں کا لشکر اس خطہ میں خیمہ زن تھا اور ان کے لیے اس جگہ نماز کی چند جگہیں بنائی گئی تھیں اور ان چار جگہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے معرکے کے دنوں میں نماز پڑھی ہے۔مسجد سلمان الفارسی یہ مسجد الفتح کے سب سے زیادہ قریب جنوب کی طرف واقع ہے۔مسجد علی بن ابی طالب یہ مسجد سلمان الفارسی کے تقریبا جنوب میں قریب ہی واقع ہے۔مسجد ابوبکر صدیق یہ مسجد علی بن ابی طالب کے قریب اس کے جنوب میں قدرے مائل بہ مشرق واقع ہے؛لیکن ان مسجدوں کے ان ناموں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ متحقق نہیں ہوئی اور ان مساجد اربعہ کی موجودہ عمارتیں عثمانی ترکی عہد کی ہیں انہوں نے نئے سرے سے بنائی ہوں گی،یا ترمیم وغیرہ کی ہوگی۔واللہ اعلم (ماخوذ از زیارۃ الحرمین،فصول وآثار وغیرہا عمدۃ الفقہ)

اب کہتے ہیں کہ ان تمام مساجد کو ہٹا کر اس مقام پر ایک عظیم مسجد بنائی گئی ہے۔

(۲) قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من صلی فی مسجدی أربعین صلاۃ لا تفوتہ صلاۃ کتبت لہ براءۃ من النار ونجاۃ یوم القیامۃ، رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس بن مالک، ولم یروہ عن انس الانبیط تفرد بہ ابن أبی الرجال.(الفقہ الإسلامی وأدلتہ: ۲۳۷۹/۳) وفی عمدۃ الفقہ للزوارحسین: رواہ أحمد فی مسندہ والطبرانی فی معجمہ الأوسط ورجالہ ثقات.(عمدۃ الفقہ ٤: ۷۰۰، کتاب الحج)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

مسجد قبا کی زیارت ہر روز جائز ہے اور بروز ہفتہ مستحب ہے۔(ہندیہ)(۱) اوراس میں دو رکعت نماز عمرہ کا ثواب رکھتا ہے۔(رواہ الترمذی)(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۶۷/۴)

عجوہ کھجور کھانے کا طریقہ اوراس کے فوائد:

سوال: میرے ایک دوست حج کرنے کو گئے تھے،ان کی معرفت میں نے عجوہ کھجور منگوائی؛لیکن اس کے کھانے کا طریقہ مجھے معلوم نہیں کہ کتنی کھجوریں کب اور کس وقت کھاؤں،نیز اس کے کھانے کے کیا کیا فوائد ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

روزانہ صبح کو کوئی چیز کھانے سے قبل سات عدد کھجوریں کھالیا کریں،جس دن کھائیں گے،اس دن سحر وجادو اور کسی زہر کا اثر نہیں ہوگا،دنوں کی کوئی تحدید نہیں ہے،اگر اللہ نے آپ کو توفیق دی ہو،روزانہ کھانے کی تو روزانہ کھائیں۔

من أصطح كل يوم تمرات عجوة لم يضره سمّ ولاسحر ذلك اليوم إلى الليل وقال غيره سبع تمرات؛يعني حديث علي. (صحيح البخاري: ۲/ ۸۵۹) (صحيح البخاري باب الدواء بالعجوة للسحر: ۲/ ۸۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی،۲۱/محرم ۱۴۱۸ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۲۵/۳-۲۲۶)

حرم شریف سے بطور تبرک پتھر لانا:

سوال: کارکنان مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی پتھر کو بطور تبرک حاصل کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

---

(۱) وفي الهندية: ويستحب ان يأتي مسجد قباء يوم السبت كذا ورد عنه عليه السلام ويدعو يا صريخ المستصرخين وياغياث المستغثين يا مفرج كرب المكروبين يا مجيب دعوة المضطرين صل علىٰ محمد وآله واكشف كربي وحزني كما كشفت عن رسولك كربه وحزنه في هذا المقام ... قالوا ليس في هٰذه المواقف دعاء مؤقت فبأى دعاء دعا جاز،كذا في قاضي خان.(الفتاویٰ الهندية: ۲٦۷/۱،قبيل كتاب النكاح)

(۲) عن أبي الأبرد مولى بني خطمة أنه سمع أسيد بن ظهير الأنصاري وكان من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال : الصلاة في مسجد قبا كعمرة، وفي الباب عن سهل بن حنيف.(جامع الترمذي: ٤۳/۱،باب ماجاء في الصلٰوة في مسجد قباء)

(قال الدكتور وهبة الزحيلي : يستحب زيارة المساجد الأخرىٰ مثل مسجد قباء وهو في الجنوب الغربي من المدينة وهوأول مسجد اسس في المدينة وذلك يوم السبت ناوياً التقرب بزيارته والصلاة فيه لحديث الترمذي (صلاة في مسجد قباء كعمرة) وفي الصحيحين عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتي مسجد قباء راكباً وماشياً فيصلي فيه ركعتين، وفي رواية صحيحة كان يأتيه كل سبت ويدعو بما شاء من كشف الكرب و الحزن،الخ. (الفقه الإسلامي وأدلته :۲٤۰۱۵/۳،زيارة أهم المعاملات في المدينة)

الجواب

حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

(مکتوبات:۳۰/۱۰۰) (فتاویٰ شیخ الاسلام،ص:۶۲)

زیارت روضہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کیا کرنا چاہیے:

سوال: جوشخص روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جانا چاہتا ہوتو مدینہ منورہ داخل ہونے سے قبل اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

جوشخص زیارۃ قبرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ کثرت سے درود شریف پڑھے اور جب مدینہ طیبہ کی حدود؛ یعنی شہر کی دیواریں نظر آنے لگیں تو درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگے:

"اللّٰھم ھٰذا حرم نبیک فاجعله وقایة لی من النار وأمانا من العذاب وسوء الحساب".

اورمدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کرکے اچھالباس زیب تن کرکے خوشبولگا کرتواضع اوروقار کے ساتھ داخل ہوکر یہ دعا پڑھے:

"بسم اللّٰه وعلیٰ ملة رسول اللّٰه رب أدخلنی مدخل صدق وأخرجنی مخرج صدق،إلخ".

لما قال العلامة عبد اللّٰه بن مودود الموصلی:ینبغی لمن قصد زیارة قبرالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم أن یکثر الصلاة علیه فقد جاء فی الحدیث أنه یبلغه ویصل علیه عاین حیطان المدینة یصلی علیه ویقول اللّٰهم هٰذا حرم نبیک فاجعله وقایة لی من النار وأمانا من العذاب وسوء الحساب ویغتسل قبل الدخول أوبعده ان أمکنه ویتطیب ویلبس أحسن ثیابه فهوأقرب إلی التعظیم ویدخلها مواضعاً علیه السکینة والوقارویقول: بسم اللّٰه وعلیٰ ملة رسول اللّٰه رب أدخلنی مدخل صدق وأخرجنی مخرج صدق، الخ. (الإختیارلتعلیل المختار،فصل فی زیارة قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ١٧٥/١)(١)(فتاویٰ حقانیہ:۴/۲۸۶)

زیارت روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد نبوی میں داخلہ کے وقت دورکعت پڑھنا:

سوال: جوشخص زیارت روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہوتو کیا وہ دورکعت نماز پڑھے،یانہیں؟

---

(١) وفی الهندیة:اذا توجه الی الزیارة یکثرمن الصلاة والسلام علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مدة الطریق ... وإذا عاین حیطان المدینة یصلی علیه ویقول:اللّٰهم هٰذا حرم نبیک فاجعله وقایة لی من النار وأمانا من العذاب وسوء الحساب ویغتسل قبل الدخول أوبعده إن أمکنه ویتطیب ویلبس أحسن ثیابه فهوأقرب إلی التعظیم ویدخلها مواضعاً علیه السکینة والوقار. (الفتاویٰ الهندیة،کتاب الحج،خاتمة فی زیارة قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ٢٦٥/١)

الجواب

جوشخص زیارت کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہورتو اسے چاہیے کہ پہلے دورکعت نماز اگر ممکن ہوتو منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح پڑھے کہ ستون اس کے دائیں طرف آجائیں، ورنہ جہاں بھی موقع ملے، نماز ادا کرے اور پھر سلام کے لیے روضۂ اطہر پا حاضر ہو۔

لما قال العلامة عبد اللّٰه بن مودود الموصلي: ثم يدخل المسجد فيصلي عند منبره صلى اللّٰه عليه وسلم ركعتين يقف بحيث يكون عمود المنبر بحذاء منكبه الأيمن فهو موقفه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو بين قبره ومنبره. (الإختيار لتعليل المختار، فصل في زيارة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ۱/۱۷۵)(۱)

(فتاویٰ حقانیہ: ۴/۲۸۶)

(۱) وفي الهندية: ويصلي عند منبره ركعتين يقف بحيث يكون عمود المنبر بحذاء منكبه الأيمن وهو موقفه عليه السلام وهو بين قبره ومنبره ثم يسجد شكرا للّٰه تعالىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحج، خاتمة في زيارة القبر النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ۱/۲٦٥)

☆ مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات

مسجد قبا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے آپ نے اسی مسجد کی بنیاد رکھی اور خود اس کی تعمیر میں شریک ہوئے، درحقیقت یہی وہ مسجد تھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو علانیہ باجماعت نماز پڑھائی۔ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص اس مسجد میں آئے اور یہاں دورکعت نماز پڑھے، اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (سنن الترمذی: ۱/۴۷)

مسجد اجابہ: اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھ کر تین دعائیں کی تھیں، ایک دعا یہ کی تھی کہ اے اللہ! میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ فرما، دوسری دعا یہ کی تھی کہ اے اللہ میری امت کو اغیار کے تسلط سے ناکام اور ہلاک نہ فرما۔ مذکورہ دونوں دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیں؛ لیکن ایک یہ کہ میری امت میں آپسی اختلاف نہ ہو، اس دعا کو قبول نہ فرمایا۔

مسجد جمعہ: اس مسجد کو مسجد جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا بستی میں چند دن ٹھہر کر مدینہ منورہ کی طرف چلے تو اسی مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا جمعہ پڑھایا، حضرات صحابہ کرام نے اس جگہ مسجد بنادی۔

مسجد قبلتین: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی سلمہ کے علاقے میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ظہر، یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دورکعتیں ہی پڑھی تھیں کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہی میں بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرلیا، اس مسجد میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف منہ کرکے پڑھی گئی تھی؛ اس لیے اسے مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔

مسجد بنی حارثہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد سے واپسی کے وقت آرام کرنے کے لیے اس جگہ کچھ دیر ٹھہرتے تھے؛ اس لیے اسے مسجد استراح بھی کہا جاتا ہے، یہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں تعمیر کردی گئی تھی۔

مسجد فتح: یہ مسجد مدینہ منورہ کی شمال میں ایک پہاڑ ''سلع'' میں واقع ہے، اس کو مسجد فتح اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ خندق کے دوران اس جگہ نصرت وفتح کی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت وفتح پر خوش ہوجاؤ''۔

==

☆☆☆

== **مسجد غمامہ:** یہ مسجد مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں باب سلام سے نصف کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، یہ اس میدان میں ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید کے لیے منتخب فرمایا تھا، ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ بھی اس جگہ پڑھائی تھی، اسے مسجد غمامہ اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ نماز کے دوران ایک بادل نے آپ کو دھوپ سے سایہ کیے رکھا تھا۔

جبل اُحد: اُحد پہاڑ ایک بڑا پہاڑ ہے، جو مدینہ منورہ کی شمال کی جانب اور مسجد نبوی سے ساڑھے پانچ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، یہ حدود حرم مدنی کے اندر ہے، اس کی لمبائی چھ کیلومیٹر اور رنگ سرخی مائل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ ایک ایسا پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اُحد پہاڑ ہی کے پاس غزوۂ اُحد ہوا تھا، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام شہید ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعی دانت ٹوٹ گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہوا تھا، اس پہاڑ کے دامن میں شہداء اُحد کی قبریں ہیں، جس کی تعداد ستر ہے۔

جنۃ البقیع: یہ مسجد نبوی سے بالکل متصل ایک قبرستان ہے، جس میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار اور ازواج مطہرات بھی یہیں مدفون ہیں۔

مسجد نبوی: مسجد نبوی دنیا کی خوبصورت ترین مسجد ہے، اتنی قیمتی اور خوبصورت مسجد انسانی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں تعمیر کی گئی۔ اس کی تعمیر میں تقریباً ۳۶۰/ارب روپئے صرف ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے کئی بازار، محلے اور باغوں کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے، ان مقامات کے کچھ آثار اب بھی باقی ہیں، جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

(۱) **خاک شفا:** اس مٹی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کا طریقہ بتایا تھا۔

(۲) **قبیلہ بنی بخر کے مکانات:** یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا قبیلہ تھا۔

(۳) **باغ ثمون:** یہ اس یہودی کا باغ ہے، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے۔

(۴) **باغ سلمان فارسی:** اس باغ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔

(۵ **بئر خاتم:** اس کنویں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی سے نکل کر کنویں میں گر گئی تھی اور بہت تلاش وجستجو کے بعد بھی نہ مل سکی۔

(۶) **بئر عثمان:** اس کنویں کو حضرت عثمان نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

(۷) **قبیلہ بنوسلمہ قبرستان:** اس قبرستان میں حضرت جبریل علیہ السلام نے خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گفتگو کی تھی۔

اصحاب صفہ: صفہ سائبان کو اور سایہ دار جگہ کو کہا جاتا ہے، قدیم مسجد نبوی کے شمال مشرقی کنارے پر مسجد سے ملا ہوا ایک چبوترا تھا، یہ جگہ اس وقت باب جبریل سے اندر داخل ہوتے وقت مقصورہ شریف کے شمال میں محراب تہجد کے بالکل سامنے دو فٹ اونچے کٹہرے میں گھری ہوئی ہے، اس کی لمبائی ۴۰×۴۰ فٹ ہے۔ اس کے سامنے خدام بیٹھے رہتے ہیں اور یہاں لوگ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں، اگر آپ یہاں بیٹھ کر تلاوت کرنا چاہیں تو مشکل ہی سے جگہ مل سکے گی، یہاں وہ مسلمان رہتے تھے، جن کا کوئی گھربار نہ تھا، نہ ہی بیوی بچے اور نہ کوئی اور، یہ اہل صفہ کہلاتے تھے؛ اس لیے اس جگہ کو صفہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور وقتاً فوقتاً اسلام کی تبلیغ کے لیے دوسرے مقامات پر جاتے تھے۔

عمرہ کے احکام ومسائل

رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ ادا فرمایا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں ادا فرمایا ہے تو پھر رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: نصیر احمد جدہ، ۱۹۷۹/۳/۲۹ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

نبی علیہ السلام نے چار عمروں کے لیے احرام باندھا ہے،(۱) اور رمضان میں عمرہ ادا نہیں کیا ہے، البتہ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت احادیث میں مروی ہے۔(فلیراجع إلی ردالمحتار: ۳۷٤/۲)(۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۷/۴)

کس مہینہ میں عمرہ کرنا افضل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عمرہ کس مہینہ میں کرنا افضل ہے اور عمرہ کرنے والے کو جانور کی قربانی کرنی پڑتی ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عمرہ رمضان المبارک کے مہینے میں کرنا افضل ہے؛ اس لیے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ رمضان المبارک کا عمرہ حج کا ثواب رکھتا ہے اور عمرہ کے بعد کی قربانی کا حکم نہیں ہے۔

---

(۱) وفی المنھاج: قوله اعتمر أربع عمر أی أحرم بالأربع وکان احرامها فی ذی القعدة وأعمالها أیضاً کانت فی ذی القعدة إلا اللتی کانت مع حجة الوداع وإلا عمرة الحديبية فإنها رفضت قبل التمام.(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی: ۹۰/٤،باب ما جاء کم اعتمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم)

(۲) عن أبی بکر بن عبد الرحمن ... فقالت یارسول اللّٰه إنی امرأة قد کبرت وسقمت فهل من عمل یجزئ عنی من حجتی قال عمرة فی رمضان تجزئ حجة.(سنن أبی داؤد: ۱۷۹/۱، کتاب الحج باب العمرة)

قال العلامة ابن عابدین: قوله وندبت فی رمضان ... أی أنها فیه افضل منها فی غیره واستدل له فی الفتح بما عن ابن عباس عمرة فی رمضان تعدل حجة وفی طریق لمسلم تقتضی حجة أوحجة معی قال: وکان السلف رحمنا اللّٰه تعالیٰ بهم یسمونها الحج الأصغر وقد اعتمر النبی (صلی اللّٰه علیه وسلم)اربع عمرات کلهن بعد الهجرة فی ذی القعدة علی ما هو الحق وتمامه فیه.(ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۱٦٤/۲،مطلب أحکام العمرة)

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی حدیث طویل: فإذا جاء رمضان فأ عتمری فإن عمرة فیه تعدل حجة. (صحیح البخاری: ۲۳۹/۱،صحیح لمسلم،باب فضل العمرة فی رمضان،رقم: ۱۲۵۶)

وعنه مرفوعاً قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :یا أم سلیم عمرة فی رمضان تعدل حجة. (صحیح ابن حبان،رقم: ۳۶۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۷/۲/۱۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۶۳۶/۷)

رمضان المبارک کے عمروں سے حج افضل ہے:

مسئلہ: رمضان (مبارک) کے عمروں سے حج افضل ہے، عمرہ رمضان کا انعام مراد ہے کہ حج نفل کے اصلی ثواب کے برابر، انعام عمرہ رمضان کا ملتا ہے، انعام حج نفل بہت ہے، جیسا یٰسین کے جواب میں گزرا۔ (۱) بعد نماز فجر کے اشراق پڑھ کر جانا بھی حج عمرہ کے برابر ہے، پھر کا ہے کو کوئی حج کو جاوے اور تکلیف اٹھاوے۔ (۲) فقط

(مجموعۂ فرخ آباد، ص: ۲۰) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۳۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ نہیں کیا:

سوال: کیا رمضان شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ ادا فرمایا ہے، اگر ادا فرمایا ہے تو وہ رمضان شریف کی کون سی تاریخ تھی؟

الجواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے، البتہ رمضان شریف میں عمرہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

قال البراء ابن عازب: اعتمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عمرتین قبل أن یحج، فلم یحتسب بعمرة الحدیبیةِ، کذا فی الصحیحین، وکلهن فی ذی قعدة علیٰ ما هو الحق. (فتح القدیر، کتاب الحج، باب العمرة: ۱۳۷/۳) (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۰/۴)

---

(۱) یہ جواب زیر نظر مجموعہ فتاویٰ میں دوسرے مقام پر درج ہوا ہے۔ [نور]

(۲) یہ دلیل ہے: حدیث میں ہے کہ نماز فجر کے بعد اگر کوئی اشراق تک اسی جگہ رہے، اشراق پڑھ کر گھر لوٹے تو اس کو ایک حج کا اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے، یہ اصلی ثواب ہے اور حج اور عمرہ کا انعامی ثواب ہے، حساب ہے، ورنہ لوگ حج اور عمرہ کیوں کرتے۔ (پالن پوری)

(۳) **قال العلامة ابن العابدین: وندب فی رمضان وقد اعتمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أربع عمرات کلهن بعد الهجرة فی ذیقدة علیٰ ما هو الحق وتمام فیه.** (رد المحتار، کتاب الحج، مطب فی أحکام الحج: ۴۷۳/۲)

والحدیئث رواه الإمام أحمد ،رقم الحدیث: ۱۸۶۲۹، وإسناده صحیح علی شرط الشیخین، انیس

کیا شوال میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسا شخص کہ جس پر حج فرض نہ ہوا اور وہ رمضان المبارک میں عمرہ کے لیے جائے اور رمضان میں عمرہ کرنے کے بعد شوال نہ ہوا اور وہ رمضان المبارک میں عمرہ کے لیے جائے اور رمضان میں عمرہ کرنے کے بعد شوال کے مہینہ میں مکہ مکرمہ جا کر اس نے دوبارہ عمرہ کیا اور پھر اپنے وطن واپس آ گیا تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ کیا اس کے اوپر شوال میں عمرہ کرنے کی وجہ سے حج فرض ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اگر وہ اپنا حج فرض پہلے ادا کر چکا تھا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر کوئی ایسا شخص جس پر حج فرض نہ تھا، وہ رمضان میں عمرہ کرنے گیا، پھر عید کے بعد شوال کے مہینہ میں اس نے مکہ معظّمہ جا کر عمرہ کر لیا، تو اس بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے پاس حج کے ایام تک قیام کے مصارف واسباب مہیا ہیں، تو اس پر حج کرنا فرض ہوگا اور اگر اتنے مصارف نہیں ہیں تو اس پر حج فرض نہ ہوگا اور اگر حج رکنے کے مصارف تو ہیں، لیکن حکومت کی طرف سے اجازت نہ ہونے کی بنا پر رکنا مشکل ہے، تو ایسی صورت میں بعض مفتیان کرام نے حج کی فرضیت کا قول کیا ہے۔ (دیکھئے: احسن الفتاویٰ: ۵۲۹/۴) اور جو شخص اپنا حج فرض پہلے کر چکا ہے، اس پر شوال میں عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، اس کا مذکورہ مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مستفاد: والحاصل أن الزاد لابد منه ولولمكی كما صرح به غير واحد كصاحب إلينا بيع و السراج إلخ، الفقير الآفاقی إذا وصل إلىٰ ميقات فهو كالمكی، قال شارحه: أی حيث لا يشترط فی حقه إلا الزاد و(لا) الراحلة. (رد المحتار: ۴۵۸/۴ـ ۴۵۹، زكريا، زبدة المناسک: ۲۱، كما أفاده فی غنية الناسک بحثاً، ص: ۳۳۸ـ ۳۳۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۹۷/۷)

کن ایام میں عمرہ کرنا منع ہے:

سوال: سال کے کون کون سے دنوں میں عمرہ کرنا جائز نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

احناف کے ہاں عمرہ سال بھر میں صرف پانچ دن کرنا مکروہ ہے، یوم عرفہ، یوم النحر اور عید الاضحیٰ کے بعد تین دن۔

قال الشيخ عبد الرحمن الخزائری، قال الحنفية: يكره الاحرام بالعمرة تحريماً فی يوم عرفة قبل الزوال وبعده علی الراجح وكذا يكره الاحرام بها فی يوم عيد النحر وثلاثة أيام بعده. (كتاب الفقه علی المذاهب الأربعة، كتاب الحج، أركان الحج: ۶۸۵/۱)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۴/۴)

(۱) قال العامة حسن بن عمار الشرنبلالی: العمرة سنة وتصح فی جميع السنة، وتكره يوم عرفة ==

عمرہ کے لیے ممنوع ایام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

میں نے سنا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا چاہیے اور شوال، ذی قعدہ میں عمرہ ممنوع ہے؛ کیوں کہ اشہر حج میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا چاہیے۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ، ۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ)

الجواب

ایام تشریق، عرفہ اور عید کے دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۸/۴-۳۲۹)

ایام تشریق میں عمرہ کرنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص ایام تشریق میں عمرہ کرے تو کیا اس کا عمرہ ادا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اگر چہ عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا شرعاً ممنوع؛ یعنی مکروہ تحریمی ہے؛ تاہم اگر ایام تشریق، یا یوم النحر میں عمرہ کیا جائے تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گا۔

قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: تكره يوم عرفة والنحر وأيام التشريق ... ولو أداها جاز مع الكراهية كصلاة التطوع في الأوقات الخمسة المكروهة. (الإختيار لتعليل المختار، فصل في العمرة: ۱۵۷/۱) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۴/۴)

ایام حج میں عمرہ کرنا:

سوال: ہم لوگ سعودی عربیہ میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں، حج کے لیے چھ سات دن کی چھٹی ملتی ہے، ہم لوگ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ پہنچے اور اس روز عمرہ کیا، اس کے بعد تیرہویں ذی الحجہ کو واپس لوٹنا ضروری ہے تو نویں ذی الحجہ سے لے کر ۱۲/ذی الحجہ کے درمیان عمرہ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

== ویوم النحر وأیام التشریق. (مراقی الفلاح علیٰ نور الایضاح، کتاب الحج فی فصل العمرة: ۶۰۸)

(۱) وفی الهندية: ووقت العمرة جميع السنة إلا خمسة أيام تكره فيها العمرة لغير القارن وهي يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۳۷/۱، الباب السادس في العمرة)

(۲) وفي الهندية: جميع السنة إلا خمسة أيام تكره فيها العمرة لغير الفارق وهي يوم عرفة والنحر وأيام التشريق والأظهر من المذهب ما ذكرنا ولكن مع هٰذا لو أداها في هٰذه الأيام صح.

الجواب

ایام حج (یعنی ۹/ذی الحجہ سے لے کر۱۳/ذی الحجہ تک) میں عمرہ کا احرام باندھ کرعمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، چھٹی نہ ملنے کا عذر معتبر نہیں ہے۔

معلم الحجاج میں ہے: ''عمرۃ تمام سال میں کرنا جائز ہے، صرف پانچ روز (۹/ذی الحجہ سے۱۳/ذی الحجہ تک) میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر ان ایام میں احرام نہیں باندھا؛ بلکہ پہلے سے احرام بندھا ہوا تھا تو پھر مکروہ نہیں، مثلاً کوئی شخص پہلے سے احرام باندھ کر آیا اور اس کو حج نہیں ملا اور اس نے ان ایام میں عمرہ کرلیا تو مکروہ نہیں؛ لیکن اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ ان پانچ روز کے بعد عمرہ کرے''۔ (معلم الحجاج، ص:۲۲۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۵/۸)

ایام حج میں نفلی عمرہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: آپ کی کتاب ''مسائل حج'' (گجراتی ایڈیشن) پڑھی، ماشاء اللہ بہت مفید ہے۔ (جزاکم اللہ خیراً) پڑھتے پڑھتے صفحہ:۹۶-۹۷ (۱) پر یہ مسئلہ نظر سے گزرا کہ حج کے ایام میں متمتع حاجی، حج کے عمرہ کے سوا ''نفل عمرہ'' نہیں کرسکتا ہے اور ہندوستانی حاجی مکی کے حکم میں ہوتا ہے اور مکی کو ایام حج میں عمرہ کرنا جائز نہیں۔

جب کہ فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد دو صفحہ: ۲۷ کے ایک سوال کے جواب میں، جس کا عنوان ہے: ''ایام حج میں عمرہ کرنا'' لکھا ہے کہ: ''ایام حج میں متمتع آفاقی کے لیے یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق کے علاوہ ایام میں نفل عمرہ جائز ہے اور جاہل معلم ان ایام میں لوگوں کو عمرہ سے روکتے ہیں، یہ غلط ہے، غریب ناواقف حجاج ایسی عبادت سے محروم رہتے ہیں، جس کو وہ لوگ اپنے وطن میں نہیں کرسکتے، وہ ایک بڑی عبادت سے محروم رہتے ہیں''۔ (۲)

تو اس طرح ''مسائل حج'' کے مسئلہ میں اور ''فتاویٰ رحیمیہ'' کے مسئلہ میں صاف تضاد ہے، جس سے حجاج کرام کے لیے ایک الجھن پیدا ہوسکتی ہیں، ہمارے یہاں دیولہ سے ۱۱/حجاج روانہ ہوگئے ہیں اور ۴/حجاج ۴/۹/۱۹۸۳ء میں سے جانے والے ہیں؛ اس لیے جلد جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

(مستفتی: یوسف دیولہ، ۲۹/۸/۱۹۸۳ء)

---

(۱) مسائل حج اردو ایڈیشن میں یہ مسئلہ ان الفاظ کے ساتھ رقم ہے:

مسئلہ نمبر (۴۱۰): حج کے مہینوں میں ایک عمرہ کرلینے کے بعد دوسرا عمرہ کرنا مکروہ ہے، یہ حکم اس کے لیے ہے، جو حج کا ارادہ رکھتا ہو؛ لیکن جو صرف عمرہ کی نیت سے آیا ہو، اس کے لیے متعدد عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (مسائل حج، مفتی بیات، ص:۴۴۱، ط: کرمالی

(۲) ایام حج (۹/ذی الحجہ سے لے کر۱۳/ذی الحجہ تک) میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، چھٹی نہ ملنے کا عذر معتبر نہیں ہے۔ معلم الحجاج میں ہے: عمرہ تمام سال میں کرنا جائز ہے، صرف پانچ روز (۹/ذی الحجہ سے۱۳/ذی الحجہ تک) میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر ان ایام میں احرام نہیں باندھا، بل کہ پہلے سے احرام بندھا ہوا تھا، تو پھر مکروہ نہیں، لیکن اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ ان پانچ روز کے بعد عمرہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۴/۸، کتاب الحج، باب العمرۃ، ایام حج میں عمرہ کرنا، ط: دار الاشاعت- کراچی/معلم الحجاج، ص: ۱۲۲، مسائل تمتع، متمتع ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کرسکتا ہے، ط: دار الکتاب دیوبند)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مذکور مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، زبدۃ المناسک کے مصنف حضرت مولانا شیر محمد صاحب ’جن کے متعلق حضرت مولانا بدر عالم صاحب فرماتے ہیں کہ مسائل حج میں ان کو میں امام مانتا ہوں‘ نے اپنی کتاب میں دوسری جلد کے صفحہ:۱۹ سے صفحہ:۲۴ تک اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں۔(۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ مکی ہو یا آفاقی، ایام حج میں جو شخص مکہ میں قیام کرلے، اس کو ایک بار عمرہ کرنے کے بعد دوسری بار عمرہ نہیں کرنا چاہیے، البتہ جو شخص عمرہ کر کے مدینہ شریف چلا جائے تو اس کو وہاں سے حج کا احرام باندھ کر آنا بہتر ہے؛ لیکن اس کے لیے عمرہ کا احرام باندھ کر آنا بھی جائز ہے۔ اسی بنا پر میں نے اپنی کتاب میں مذکورہ کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے اور لوگوں کا عمل بھی آج اسی پر ہے۔ رہا سوال عمرہ جیسی عبادت سے محرومی کا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ طواف ہمیشہ کرنے کی اجازت ہے اور طواف بھی ایک عبادت ہے، پس جس قدر چاہے، طواف کرے؛ لیکن عمرہ ایک سے زیادہ کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ حج کے ایام میں صرف حج کی اجازت ہونی چاہیے، حج کے اکرام و تعظیم کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ایام حج کو صرف ارکان حج کے لیے ہی خاص کردیا جائے، البتہ آنے والوں کی مجبوری ولاچاری کے پیش نظر ایک عمرہ کی اجازت دے دی گئی ہے؛ تاکہ عمرہ کر کے احرام کھول سکے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ فلاحیہ:۴/۴۹۳-۴۹۴)

---

(۱) متمتع آفاقی، جب مکہ مکرمہ میں آ کر عمرہ کر کے حلال ہو اور وہاں رہے تو حج سے پہلے مکہ مکرمہ سے نفلی عمرہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے، یا نہ؟ اس میں اختلاف ہے۔ رحمت اللہ سندھی نے المناسک المتوسط میں لکھا ہے کہ ”یہ معتمر حج سے پہلے دوسرا عمرہ نہ کرے“ اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ”یہ صحیح نہیں ہے“؛ کیوں کہ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ مکی کو مفرد عمرہ بھی اشہر حج میں ممنوع ہے، جیسا کہ ابن الہمام کا مذہب ہے۔ چوں کہ ملا رحمت اللہ ان کے تلمیذ ہیں، اس لیے ان کی اتباع کی وجہ سے مکروہ فرمایا ہو، حالاں کہ مکی کو تمتع وقران ممنوع ہے اور یہ متمتع آفاقی ہے، اس کو عمرہ کرنا منع نہیں؛ بلکہ تکرار عمروں کا اس کو جائز ہے؛ کیوں کہ یہ مستقل عبادت ہے، مثل طواف کے، انتہی۔

جو آفاقی اشہر حج میں میقات سے احرام عمرہ کا باندھ کر ادا کرتا ہے، باوجود اس کے کہ اس سال میں حج بھی کرے گا تو اس کو دونوں عبادتیں حج اور عمرہ ایک سال میں جمع کرنا مشروع و جائز ہے، بخلاف مکی اور جو مکی کے حکم میں ہوگیا ہو اور یہ آفاقی جب عمرہ سے حلال ہو کر مکہ میں رہا تو بعض احکام میں اب مکی کا حکم رکھتا ہے، اب اگر اس کے بعد حج سے پہلے دوسرا عمرہ کرے گا، باوجود اس کے کہ اس سال حج بھی کرے گا تو اب یہ دوسرا عمرہ اشہر حج میں کرنا اس لیے ممنوع ہوگا کہ اس نے مکہ والوں کے حکم میں ہو کر اشہر حج میں، باوجود حج کا ارادہ رکھتے ہوئے عمرہ کیا ہے، پس اس کو مفرد عمرہ نہ کہا جائے گا، اگرچہ اس سے صحیح تمتع بھی منعقد نہ ہوا ہو؛ کیوں کہ اس کا تمتع تو پہلے عمرہ سے بہ طریق مشروع میقات آفاقی سے منعقد ہو چکا ہے اور ثانی عمرہ کو مکی ہو کر اشہر حج میں کرنے کی نیت رکھتے ہوئے کیا ہے تو صورتاً متمتع ہوا۔ گویا مکی ہو کر اشہر حج میں عمرہ اور حج دو عبادتوں کو جمع کیا، پس اس ثانی عمرہ کو مفردہ قرار دیکر اشہر حج میں مفردہ عمرہ کرنے کو عدم جواز والی روایت پر مبنی کرنا بعید از قیاس ہے، اگرچہ صاحب اللباب اپنے استاذ ابن الہمام کی اتباع کی وجہ سے مفرد عمرہ کو اشہر حج میں ممنوع جانتے ہوں اور غالب یہی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اسی وجہ سے اس کی ممانعت کو اس پر مبنی جان کر تعاقب کیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک،:۲/۱۹-۲۰، تحقیق اس مسئلے کہ کہ آیا یہ متمتع آفاقی، الخ، ط: الجمعیۃ پریس دہلی/ **مناسک الملا علی القاری مع حاشیه ارشاد الساری، ص: ٦٥٥، باب العمرة، فصل فی وقتها، ت: محمد طلحه بلال منیار، ط: المکتبة الامدادیه، مکه مکرمه/ بدائع الصنائع: ١٦٩/٢، کتاب الحج، فصل بیان ما یحرم به المحرمون، ط: دار الکتب العلمیة بیروت)**

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک:۲/۱۹-۲۴، مطبوعہ: الجمعیۃ پریس، دہلی

سعودی میں مقیم حضرات کے لیے اشہر حج میں عمرہ کرنا:

سوال: سعودی میں جولوگ مقیم ہیں، ان کے متعلق ایسا سننے میں آیا ہے کہ رمضان کے بعد (اشہر حج) وہ (مقیم) عمرہ نہیں کرسکتے، اگر عمرہ کریں گے تو حج کرنا ضروری ہوگا، اگر حج نہیں کرے گا تو قربانی کرنا ضروری ہوگا۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا یہ بات (جو ہم نے سن رکھی ہے) صحیح ہے؟ سعودی میں مقیم شخص اشہر حج میں عمرہ کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر عمرہ کرنے کے بعد حج بدل، یا حج افراد ا کرلے، یا رمضان کے بعد مقیم نے صرف عمرہ کیا ہو تو اس کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مذکورہ مسئلہ میں مکی (مکہ مکرمہ کا رہنے والے) اور میقاتی (یعنی میقات کے اندر رہنے والا) اگر حج کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان کے لیے عمرہ کرنا جائز نہیں ہے؛ (۱) اس لیے کہ میقاتی کے لیے تمتع اور قران جائز نہیں ہے، بنابریں مکی، یا میقاتی ایام حج میں عمرہ کرنے کے بعد حج کریں گے تو ان پر دم جنایت لازم ہوگا۔ (۲)

اگر کوئی سعودی میقات کے باہر کا رہنے والا ہے، تو اس کے لیے تمتع وقران جائز ہے اور جائز تمتع اور قران والوں کے ذمہ دم شکر واجب ہوگا۔ (۳) تمام سعودی کے لیے یکساں حکم نہیں ہے۔

مکی؛ یعنی مکہ مکرمہ کے رہائشی کے لیے حج کے مکمل دنوں (یکم شوال تا ۱۳/ ذی الحجہ) میں عمرہ کرنا مکروہ ہے؛ کیوں

---

(۱) ویکره فعلها فی أشهر الحج لأهل مکة و من بمعناهم،أی من المقیمین و من فی داخل المیقات.(مناسک الملا علی القاری مع حاشیة إرشاد الساری، ص: ٦٥٦، باب العمرة،ط: المکتبة الإمدادیة مکة المکرمة/ بدائع الصنائع:١٦٩/٢، کتاب الحج، بیان ما یحرم به المحرمون، ط: دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط) ولوقرن أو تمتع جاز وأساء، وعلیه دم جبر.(الدر المختار)قال ابن عابدین:(قوله ولو قرن أو تمتع جاز وأساء إلخ) أی صح مع الکراهة للنهی عنه،وهٰذا ما مشی علیه فی التحفة وغایة البیان والعنایة والسراج وشرح الإسبیجابی علی مختصر الطحاوی.(رد المحتارعلی الدرالمختار: ٥٣٩/٢، کتاب الحج، باب التمتع، ط: دار الفکر بیروت/ الهدایة: ١٥٥/١، کتاب الحج، باب التمتع، ت: ط: دار إحیاء التراث العربی بیروت/اللباب فی شرح الکتاب لعبد الغنی بن طالب بن حمادة بن إبراهیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی: ٢٠١/١،کتاب الحج، باب التمتع،ت: محمد محیی الدین عبد الحمید،ط: المکتبة العلمیة بیروت)

(۳) ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾(سورة البقرة:١٩٦)

ویجب الدم علی القارن والمتمتع شکرا لما أنعم اللّٰه تعالی علیه بتیسیر الجمع بین العبادتین.(قاضی خان علی هامش الهندیة: ٣٠٤/١، کتاب الحج، فصل فی التمتع، ط: زکریا دیوبند/ الفتاوی الهندیة: ٢٩٣/١، کتاب المناسک، الباب السابع فی القران والتمتع،ط: دار الفکر بیروت/الفقه الإسلامی وأدلته: ٢٦٢/٣، الباب الخامس: باب الحج و العمرة،المبحث الثامن: ثالثا کیفیة القران، ط: مکتبة تهانوی–دیوبند/مناسک الملا علی القاری مع حاشیة إرشاد الساری،ص:٣٦٨،باب القران، فصل فی هدی القارن و المتمتع، ط: المکتبة الإمدادیة مکة المکرمة)

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے رہائشی اور باشندے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ باہر سے آنے والوں کو موقع دیں اور ان دنوں میں عمرہ سے توقف کرکے ان کے لیے کچھ قربانی پیش کریں۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ فلاحیہ:۴/۴۹۷-۴۹۸)

عمرہ سے متعلق چند مسائل:

سوال: (الف) کیا کسی زندہ، یا مرحوم مرد، یا عورت کی جانب سے عمرہ کیا جا سکتا ہے؟

(ب) کیا مرد عورت کی طرف سے عمرہ کرسکتا ہے؟

(ج) اپنا عمرہ کرنے والا حلق کے فوری بعد احرام کھولے بغیر دوسرے کی طرف سے عمرہ کرسکتا ہے یا دوسرا احرام پہننا ضروری ہوگا؟

(د) کیا مرحوم شرابی شخص کی جانب سے بھی عمرہ کرنے کی گنجائش ہے؟

(ہ) اپنا عمرہ کرنے کے بعد دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنے والا حرم سے ہی احرام باندھ سکتا ہے؟ یا حل جا کر ہی احرام باندھنا ہوگا؟

(و) اگر دو عمروں کے درمیان ۱۲/ یا ۱۳/ دن کا وقفہ ہو اور سر پر تھوڑا سا بال ہو تو کیا اسے بھی منڈانا ہوگا؟

(حافظ غلام احمد مصطفیٰ، بیدر)

الجواب ــــــــــــــــــــ

(الف) ایصال ثواب کے طور پر عمرہ کرنا درست ہے اور ایصال ثواب زندہ کے لیے بھی ہوسکتا ہے اور مردہ کے لیے بھی۔(۲)

(ب) مرد عورت اور عورت مرد کی طرف سے بھی عمرہ کرسکتے ہیں۔

(ج) جب اس نے اپنے عمرہ کے افعال مکمل کرلیے اور بال بھی منڈالیا تو چاہے وہ احرام کا لباس پہنے ہوا ہو،

---

(۱) مکی اور ان حضرات کے لیے، جو مکی کے حکم میں ہیں، ''ایام حج'' (شوال تا ختم ایام حج) میں عمرہ کرنا کیسا ہے؟ صاحب فتح القدیر علامہ کمال الدین، ابن الہمامؒ نے ان کے لیے عمرہ کو مکروہ لکھا ہے، خواہ ان کا اس سال حج کا ارادہ ہو، یا نہ ہو۔ حضرت مفتی بیمات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہی ہے، جب کہ دیگر علما فرماتے ہیں کہ حج کے صرف پانچ ایام میں ایسے مکی کے لیے عمرہ مکروہ ہے، جو اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں۔ یہی رائے اکثر علماء کی ہے، علامہ شامیؒ نے علامہ ابن الہمام کے شاگرد، علامہ قاسم بن قطلو بغا کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ مکی کے لیے عمرہ کی کراہت کا قول ہمارے کسی امام؛ بلکہ ائمہ اربعہ کا نہیں ہے، گویا انہوں نے اس قول کو ابن الہمام کا تفرد قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الـدر المختار مع رد المحتار: ۴۷۳/۲، كتـاب الحج، مطلب فی أحكام العمرة، ط: دار الفكر/ البحر الرائق: ۶۳/۳، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ط: دار الكتاب الإسلامی)

(۲) مـن صـام أوصـلـى أوتـصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة وبهٰذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أوحياً. (رد المحتار، كتاب الحج: ۱۵۲/۳)

اب اس کا احرام ختم ہو چکا ہے، اب احرام کا نیا لباس پہنے بغیر اسی لباس میں وہ دوسرے عمرہ کی نیت کر سکتا ہے، عمرہ کے لیے ہمیشہ نیا لباس احرام پہننا، یا پہلے پہنے ہوئے کو بدل دینا ضروری نہیں۔

(د) ہر مسلمان کے لیے دعاء اور ایصال ثواب درست ہے؛ جس کی موت حالتِ ایمان پر ہوئی ہو، خواہ وہ کیسا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔

(ہ) عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے حل تک جانا ضروری ہے، آج کل مقام تنعیم (مسجد عائشہ) میں احرام کے لیے بہترین انتظام موجود ہے، مکہ سے حج کا احرام تو باندھا جا سکتا ہے، عمرہ کا نہیں۔

(و) عمرہ کی تکمیل کے لیے بال منڈانا، یا بال کٹانا ضروری ہے، اگر ۱۲، یا ۱۳/دنوں میں بال اس لائق ہو گئے ہوں کہ انہیں تراشا جا سکے، تو بال تراشا بھی سکتا ہے، ورنہ منڈانا ضروری ہوگا اور بہتر تو بہر حال بال منڈانا ہے۔(۱)

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۷۵-۷۶)

عمرہ کا طریقہ اور اس کے متعلقات:

سوال: الحمد للہ حج کے متعلق تو ہمیں کافی کچھ علم ہے؛ لیکن عمرہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا، یہ عمرہ کون سی عبادت ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ تفصیلاً بیان فرما کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

''عمرہ'' زندگی میں ایک بار سنت مؤکدہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (سورة البقرة: ۱۹۶)

عمرہ کا کوئی وقت معین نہیں پورے سال میں کبھی بھی کر سکتے ہیں،(۲) البتہ ذی الحجہ کے پانچ دن: ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳/تاریخ کو عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں فقط عمرہ کی نیت سے احرام باندھنا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ حج کے مخصوص

---

(۱) إذا جاء وقت الحلق و لم يكن علىٰ رأسه شعر بأن حلق قبل ذلك أوبسبب آخر ذكر في الأصل أنه يجرى الموسىٰ علىٰ رأسه ؛لأنه لو كان علىٰ رأسه شعر كان المأخوذ عليه إجراء الموسى و إزالة الشعر فما عجز عنه سقط، ومالم يعجز عنه يلزمه،ثم اختلف المشايخ في إجراء الموسى أنه واجب أومستحب والأصح أنه واجب. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحج : ۱/۲۳۱)

(۲) (والعمرة)فى العمر (مرة سنة مؤكدة) على المذهب...(وجازت فى كل السنة)(الدر المختار)

قال ابن عابدين:(قوله:والعمرة فى العمر مرة سنة مؤكدة) أى إذا أتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهى عنها فيه إلا أنها فى رمضان أفضل، هذا إذا أفردها فلا ينافيه أن القران أفضل لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة.(رد المحتارعلى الدرالمختار: ۲/۲۷۳-۲۷۴، كتاب الحج، مطلب أحكام العمرة،ط: دار الفكر/مجمع الأنهر: ۱/۲۶۵، كتاب الحج، حكم العمرة،ط:دارإحياء التراث العربى)

ایام ہیں؛ لیکن اگر کوئی حج قران کرتا ہے؛ یعنی حج کے احرام کے ساتھ عمرہ کا بھی احرام باندھتا ہے تو اس کے لیے ان ایام میں بھی اجازت ہے۔(۱) مکی یعنی مکہ مکرمہ کے رہائشی کے لیے حج کے مکمل دنوں (یکم شوال تا ۱۳/ذی الحجہ) میں عمرہ کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے رہائشی اور باشندے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ باہر سے آنے والوں کو موقع دیں اور ان دنوں عمرہ سے توقف کر کے ان کے لیے کچھ قربانی پیش کریں۔(۲)

رمضان شریف میں عمرہ کا بہت ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ رمضان شریف میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: اس کو اتنا ثواب ملے گا، گویا اس نے میرے ساتھ حج کیا۔ (شامی: ۱۵۱/۲)(۳)

---

(۱) (وكرهت) تحريماً (يوم عرفة وأربعة بعدها) أى كره إنشاؤها بالإحرام حتى يلزمه دم وإن رفضها لا أداؤها فيها بالإحرام السابق. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۷٤/۲، كتاب الحج، مطلب فى أحكام العمرة، دار الفكر/ الفتاوى الهندية: ۲۳۷/۱ الباب السادس فى العمرة، دارالفكر بيروت/مجمع الأنهر: ٥٦٢/۱، حكم العمرة، دارإحياء التراث العربى/ تبيين الحقائق: ۸۲/۲، العمرة حكمها وأركانها، ط: المطبعة الكبرى الأميرية بولاق، القاهرة)

(۲) مکی اور ان حضرات کے لیے، جو مکی کے حکم میں ہیں، ''ایام حج'' (شوال تا ختم ایام حج) میں عمرہ کرنا کیسا ہے؟ صاحب فتح القدير علامه كمال الدين، ابن الهمام نے ان کے لیے عمرہ کو مکروہ لکھا ہے، خواہ ان کا اس سال حج کا ارادہ ہو، یا نہ ہو۔ حضرت مفتی بیمات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہی ہے، جب کہ دیگر علماء فرماتے ہیں کہ حج کے صرف پانچ ایام میں ایسے مکی کے لیے عمرہ مکروہ ہے، جو اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں۔ یہی رائے اکثر علماء کی ہے، اس سلسلے میں حضرت مفتی صاحبؒ کے یہاں ایک تفصیلی استفتا بھی موصول ہوا تھا، جس میں انہوں نے اپنی رائے کی وضاحت کی ہے اور اپنی دلیل بھی تحریر کی ہے، استفتا اور جواب آئندہ صفحات میں درج ہوں گے، ذیل میں علامہ شامیؒ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں، جس میں علامہ شامیؒ نے علامہ ابن الہمام کے شاگرد، علامہ قاسم بن قطلو بغا کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ مکی کے لیے عمرہ کی کراہت کا قول ہمارے کسی امام؛ بل کہ ائمہ اربعہ کا نہیں ہے، گویا انہوں نے اس قول کو ابن الہمام کا تفرد قرار دیا ہے:

يزاد على الأيام الخمسة ما فى اللباب وغيره من كراهة فعلها فى أشهر الحج لأهل مكة، ومن بمعناهم أى من المقيمين، ومن فى داخل الميقات؛ لأن الغالب عليهم أن يحجوا فى سنتهم، فيكونوا متمتعين، وهم عن التمتع ممنوعون، وإلا فلا منع للمكى عن العمرة المفردة فى أشهر الحج، إذا لم يحج فى تلك السنة، ومن خالف فعليه البيان شرح اللباب، ومثله فى البحر، وهورد على ما اختاره فى الفتح من كراهتها للمكى، وإن لم يحج ونقل عن القاضى عيد فى شرح المنسك أن ما فى الفتح قال العلامة قاسم: إنه ليس بمذهب لعلمائنا ولا للأئمة الأربعة، ولاخلاف فى عدم كراهتها لأهل مكة، آه. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۷٤/۲، كتاب الحج، مطلب فى أحكام العمرة، ط: دار الفكر/البحر الرائق: ٦۳/۳، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ط: دار الكتاب الإسلامى)

(۳) عن عطاء، قال: سمعت ابن عباس رضى الله عنهما، يخبرنا يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لامرأة من الأنصار سماها ابن عباس فنسيت إسمها: ما منعك أن تحجين معنا؟، قالت: كان لنا ناضح، فركبه أبو فلان وابنه، لزوجها وابنها، وترك ناضحا ننضح عليه، قال: فإذا كان رمضان اعتمرى فيه، فإن عمرة فى رمضان حجة، أو نحوا مما قال. (صحيح البخارى: ۲۳۹/۱، رقم الحديث: ۱۷۸۲، باب عمرة فى رمضان، ط: ديوبند/الصحيح لمسلم: ٤۰۹/۱، رقم الحديث: ۱۲۲ (۱۲٥٦)، كتاب الحج، باب فضل العمرة فى رمضان، ط: ديوبند)

عن عطاء، عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: لما رجع النبى صلى الله عليه وسلم من حجته قال لأم سنان الأنصارية: ما منعك من الحج؟ قالت: أبو فلان، تعنى زوجها، كان له ناضحان حج على أحدهما، والآخر يسقى أرضا لنا، قال: فإن عمرة فى رمضان تقضى حجة أو حجة معى (صحيح البخارى: ۲٥۰/۱، رقم الحديث: ۳٦۸۱، باب حج النساء، ط: ديوبند/الصحيح لمسلم: ٤۰۹/۱، رقم الحديث: ۲۲۲ (۱۲٥٦)، باب فضل العمرة فى رمضان، ط: ديوبند) ==

عمرہ کا طریقہ:

میقات سے احرام باندھ کر شریعت کے بتاہوئے مخصوص طریقہ کے مطابق، بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی کرے، اس کے بعد بال منڈوا کر (یا انگلی کے ایک پور کے بہ قدر کٹوا کر) احرام کھول دے۔ (شامی: ۱۵۱/۲)(۱)

پس عمرہ کے چار افعال ہیں: (۱) احرام، (۲) بیت اللہ کا طواف، (۳) صفا مروہ کی سعی، (۴) حلق، یا قصر کرنا۔ ان میں احرام عمرہ کی شرط ہے، بیت اللہ کا طواف رکن ہے اور سعی وحلق اس کے واجبات میں سے ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۴۹۲/۴-۴۹۵)

عمرہ:

عمرہ سنت ہے، واجب نہیں اور ہر سال چند مرتبہ ادا ہوسکتا ہے۔ عمرہ کا وقت تمام سال ہے؛ مگر ایام حج میں مکروہ

== دوسری روایت میں ''أو حجة معي'' کا اضافہ ہے، اسی وجہ سے اس روایت کو نقل کیا گیا ہے۔

(قولہ وندبت فی رمضان) أی إذا أفردها کما مرعن الفتح ثم الندب باعتبار الزمان لأنها باعتبارذاتها سنة مؤکدة أوواجبة کما مرأی أنها فیه أفضل منها فی غیره واستدل له فی الفتح بما عن ابن عباس عمرة فی رمضان تعدل حجة وفی طریق لمسلم تقتضی حجة أوحجة معی قال وکان السلف رحمنا اللّٰه تعالٰی بهم یسمونها الحج الأصغر وقد اعتمر صلی اللّٰه علیه وسلم أربع عمرات کلهن بعد الهجرة فی ذی القعدة علی ما هوالحق وتمامه فیه.(الدر المختار مع رد المحتار: ۳۷٤/۲، کتاب الحج، مطلب فی أحکام العمرة، ط: دارالفکر)

(۱) (وهی إحرام وطواف وسعی) وحلق أوتقصیر فالإحرام شرط، ومعظم الطواف رکن وغیرهما واجب هو المختارویفعل فیها کفعل الحاج.(الدرالمختار)قال ابن عابدین:(قوله ویفعل فیها کفعل الحاج) قال فی اللباب: وأحکام إحرامها کإحرام الحج من جمیع الوجوه وکذا حکم فرائضها وواجباتها وسننها ومحرماتها ومفسدها ومکروهاتها وإحصارها وجمعها أی بین عمرتین، وإضافتها أی إلٰی غیرها فی النیة ورفضها کحکمها فی الحج: وهی لا تخالفه إلا فی أمورمنها أنها لیست بفرض وأنها لا وقت لها معین؛ولا تفوت ولیس فیها وقوف بعرفة)

ولا مزدلفة ولا رمی فیها ولا جمع أی بین صلاتین ولا خطبة ولا طواف قدوم ولا صدر ولا تجب بدنة بإفسادها ولا بطوافها جنبا: أی بل شاة وأن میقاتها الحل لجمیع الناس بخلاف الحج فإن میقاته للمکی الحرم، آه.(الدرالمختار مع رد المحتار: ٤۷۳/۲، کتاب الحج، مطلب فی أحکام العمرة، ط: دارالفکر)

(۲) وهی فی الشرع زیارة البیت والسعی بین الصفا والمروة علٰی صفة مخصوصة وهی أن تکون مع الإحرام، هٰکذا فی محیط السرخسی...(وأما رکنها) فالطواف... (وأما واجباتها) فالسعی بین الصفا والمروة والحلق أوالتقصیر، کذا فی محیط السرخسی ... (وأما شرائطها) فشرائط الحج إلا الوقت هٰکذا فی البدائع ... (وأما سننها وآدابها) فما هو سنن الحج وآدابه إلی الفراغ من السعی.(الفتاوی الهندیة: ۲۳۷/۱، الباب السادس فی العمرة، دارالفکر/مجمع الأنهر: ۳۰۷/۱، باب الإحصار والفوات، دار إحیاء التراث العربی/تبیین الحقائق: ۸۲/۲، العمرة حکمها وأرکانها، المطبعة الکبری الأمیریة)

زیادہ تفصیل کے لیے کتاب: ''مسائل حج'' کو دیکھنا چاہیے۔ (دیکھئے، ص: ۴۱۱، مسئلہ نمبر: ۳۲۳، رمضان شریف میں عمرہ کرنے کا بیان، ط: دارالعلوم مدنی دارالتربیت، کرمالی)

یہ کتاب پہلے گجراتی زبان میں تھی، اب الحمد للہ ''مسائل حج'' کے نام سے صاحب زادہ محترم حافظ اسجد بیمات صاحب کے زیر اہتمام، اردو زبان میں شائع ہوچکی ہے، مترجم: مولانا ومفتی اسامہ پالن پوری۔

ہے۔ایام حج کے روز عرفہ اور روز نحر اور ایام تشریق ہیں۔ایام حج میں بھی عمرہ اس کے حق میں مکروہ ہے کہ وہ قارن نہ ہو،عمرہ میں احرام اور طواف ہوتا ہے۔عمرہ میں دو چیزیں واجب ہیں:

(۱) سعی کرنا درمیان صفا اور مروہ کے۔

(۲) دوسرے بال منڈانا، یا کتروانا، حج میں جو شرائط میں ہیں، وہی عمرہ میں بھی ہیں اور حج میں جو سنتیں اور آداب ہیں، وہی عمرہ میں بھی ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی، ص:۵۱۱)

عمرہ اور مزدوری:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے ویزہ سے سعودی عرب جانا چاہتا ہے،عمرہ کے بعد اگر وہ مزدوری کرے تو کیا اسلام میں یہ اقدام جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ طریقہ کار قانونی جرم تو ہے،اسلامی جرم نہیں، جیسا کہ حج وعمرہ کے لیے جاتے وقت تجارت کا ارادہ کرنا اسلامی جرم نہیں؛اس لیے زید کا عمرہ کے ویزے سے سعودی عرب جانے کے بعد وہاں مزدوری کرنا درست ہے۔

کما فی قولہ تعالیٰ:﴿لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم﴾(۱)

قال ابن العربی:أی فی مواسم الحج المسئلة الثانیة فی ھٰذا دلیل علیٰ جواز التجارة فی الحج للحاج مع أداء العبادة .(أحکام القرآن: ۱/۱۳٦،سورة البقرة)(فتاویٰ حقانیہ:۴/۲۷۹)

ابتداءحج کے لیے رقم جمع کرنی چاہیے، یا عمرہ کو ترجیح دے:

سوال: کیا کوئی شخص عمرہ پر اکتفا کرسکتا ہے، یا حج ہی کے لے روپیہ جمع کرے؟ کیا وہ عمرہ کو ترجیح دے سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جس شخص نے حج نہیں کیا، اسے حج ہی کے لیے رقم جمع کرنی چاہیے؛لیکن اگر حج فرض کر چکا ہے تو اب عمرہ پر اکتفا کرنا درست ہے۔واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ،۲/۱۲/۱۳۹٦ھ۔(فتاویٰ عثمانی:۲/۲۱۳)

حج کے بجائے عمرہ ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے؛لیکن اس نے حج کے بجائے عمرہ ادا کیا،اس سے فریضہ حج ساقط ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) سورة البقرة:۱۹۸،انیس

الجواب

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے، جو خاص وقت میں مخصوص مقامات کی زیارت وافعال کا نام ہے؛ اس لیے عمرہ کرلینے سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا؛ بلکہ ایسا کرنے والے کو حج کرنا ضروری، ورنہ مستحق وعید ہے۔

عن علی قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ومن ملک زاد أوراحلة تبلغه إلٰی بیت اللّٰہ ولم یحج فلا علیه أن یموت یهودیا أو نصرانیاً. (مشکاة، کتاب الحج: ۲۲۲/۱) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۰/۴)

فرض حج کی ادائیگی سے قبل عمرہ کرنا:

سوال: میں اور میری والدہ نے اب تک حج ادا نہیں کیا ہے اور ہم عمرہ کے لیے جانا چاہتے ہیں تو فرض حج باقی ہوتے ہوئے ہمارا عمرہ ادا ہوگا؟ یا پہلے فرض حج ادا کرنے کے بعد عمرہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حج کی ادائیگی سے پہلے آپ کا عمرہ ادا کرنا جائز ہے؛ لیکن اگر آپ پر حج فرض ہے تو بلا کسی عذر کے اُس کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں؛ کیوں کہ اِس بارے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں؛ اِس لیے پہلے حج ادا کرنا بہتر ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۵۱۰/۴)

سعودی عرب میں ملازمت کرنے والوں کا عمرہ وحج:

سوال: جو لوگ نوکری کے لیے جدہ، یا سعودی عرب کی دُوسری جگہ جاتے ہیں، وہاں سے ہوکر وہ حج، یا عمرہ ادا

---

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی التغلیظ فی ترک الحج، رقم الحدیث: ۸۱۲، انیس/قال ابن الهمام: بشرائط نوعان ولوملکه مسلماً فلم یحج حتٰی افتقر حیث یتقرر الحج فی ذمته دینا علیه). (فتح القدیر، کتاب الحج: ۳۲۰/۲)

(۲) عن علی قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "من ملک زادا وراحلة تبلغه إلٰی بیت اللّٰہ ولم یحج فلا علیه أن یموت یهودیا، أونصرانیاً، وذلک أن اللّٰہ یقول فی کتابه: ﴿وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیه سبیلا﴾ (آل عمران: ۹۷) (سنن الترمذی: ۱۶۷/۱، رقم الحدیث: ۸۱۲، أبواب الحج، باب ما جاء فی التغلیظ فی ترک الحج، ط: دیوبند)

وأما کونه علی الفور، فهو قول أبی یوسف وأصح الروایتین عن أبی حنیفة، وعند محمد یجب علی التراخی و التعجیل أفضل کذا فی الخلاصة، وتحقیقه أن الأمر إنما هوطلب المأموربه ولا دلالة له علی الفور ولا علی التراخی فأخذ به محمد وقواه بأنه علیه السلام حج سنة عشر وفرضیة الحج کانت سنة تسع فبعث أبا بکر حج بالناس فیها ولم یحج هو إلی القابلة. وأما أبو حنیفة وأبو یوسف فقالا: الاحتیاط فی تعیین أول سنی الإمکان؛ لأن الحج له وقت معین فی السنة والموت فی سنة غیر نادر فتأخیره بعد التمکن فی وقته تعریض له علی الفوات فلا یجوز وبهذا حصل الجواب عن تأخیره علیه الصلاة والسلام إذ لا یتحقق فی حقه تعریض الفوات وهو الموجب للفور؛ لأنه کان یعلم أنه یعیش حتٰی یحج ویعلم الناس مناسکهم تکمیلا للتبلیغ وبهٰذا التقریر علم أن الفوریة ظنیة؛ لأن دلیل الاحتیاط ظنی ومقتضاه الوجوب فإذا أخره وأداه بعد ذلک وقع أداء ویأثم بالتأخیرلترک الواجب. (البحرالرائق: ۳۳۳/۲، کتاب الحج، واجبات الحج، ط: دار الکتاب الإسلامی)

کرتے ہیں۔حدیث کی رُو سے اس کا ثواب کیا ہے؟ جب کہ دُور سے لوگ پاکستان سے ہوکر حج، یا عمرہ ادا کرنے جاتے ہیں، یا غریب آدمی جو پیسہ پیسہ جمع کرتا رہتا ہے اور نیت بھی ہوتی ہے کہ میں حج، یا عمرہ کی سعادت حاصل کروں گا۔دُوسرا آدمی جب کہ نوکری کے سلسلے میں گیا تھا، اس نے بھی یہ سعادت حاصل کی، کیا دونوں صورتوں میں کوئی فرق تو نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جولوگ ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب گئے ہوں اور حج کے دنوں میں بیت اللہ شریف پہنچ سکتے ہوں، ان پر حج فرض ہے،(۱) اوران کا حج وعمرہ صحیح ہے۔اگر اِخلاص ہواور حج وعمرہ کے اَرکان بھی صحیح ادا کریں تو ان شاء اللہ ان کو بھی حج وعمرہ کا اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا کہ وطن سے جانے والوں کو اور جو غریب آدمی پیسہ پیسہ جمع کرکے حج کی تیاری کرتا رہا؛ مگر اتنا سرمایہ میسر نہ آسکا کہ حج کے لیے جائے، ان شاء اللہ اس کو اس کی نیت پر حج کا ثواب ملے گا۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۴۵/۵)

قرض لے کر حج اور عمرہ کرنا:

سوال: میرا ارادہ عمرہ ادا کرنے کا ہے، میں نے ایک ''کمیٹی'' ڈالی تھی، خیال تھا کہ اس کے پیسے نکل آئیں گے: مگر وہ نہیں نکلی، اُمید ہے کہ آئندہ مہینے تک نکل آئے گی، میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا میں کسی سے رقم لے کر عمرہ کرسکتا ہوں؟ واپسی پر ادا کردُوں گا تو آپ یہ بتایئے کہ قرضِ حسنہ سے عمرہ ادا ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر قرض بہ سہولت ادا ہوجانے کی توقع ہو تو قرض لے کر حج وعمرہ پر جانا صحیح ہے۔(۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۴۷/۵)

عمرہ، حج کا بدل نہیں ہے:

سوال: اسلام کا پانچواں رُکن (صاحبِ استطاعت کے لیے) فریضۂ حج کی ادائیگی کرنا فرض ہے؛ مگر اکثر

---

(۱) وَفِي الْيَنَابِيعِ يَجِبُ الْحَجُّ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَمَنْ حَوْلَهُمَا مِمَّنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَكَّةَ أَقَلُّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِذَا كَانُوا قَادِرِينَ عَلَى الْمَشْيِ، وَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الرَّاحِلَةِ، وَلَكِنْ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ مِنَ الطَّعَامِ مِقْدَارُ مَا يَكْفِيهِمْ وَعِيَالَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ إِلَى عَوْدِهِمْ كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ.(الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الاول فی تفسير الحج: ۲۱۷/۱، دار الفكر بيروت)

(۲) وقد روى عن أيضا من حديث أبي موسى الأشعرى رضى الله عنه: نية المؤمن خير من عمله ان الله عزوجل ليعطى العبد على نيته ما لا يعطيه على عمله وذلك أن النية لا رياء فيها والعمل يخالطه العياء.(اتحاف السادة: ۱۵/۱۰، دار الفكر بيروت)

(۳) وَلِذَا قُلْنَا لَا يَسْتَقْرِضُ لِيَحُجَّ إِلَّا إِذَا قَدَرَ عَلَى الْوَفَاءِ كَمَا مَرَّ.(ردالمحتار على هامش الدر المختار، كتاب الحج: ۴۶۲/۲-۴۶۳، دار الفكر بيروت)

بزنس پیشہ حضرات جب وہ اپنا بزنس ٹرپ یورپ یا امریکہ وغیرہ کا کرتے ہیں تو وہ لوگ واپسی میں یا جاتے ہوئے مکۃ المکرّمہ جا کر عمرہ ادا کرتے ہیں اور یہی حال پاکستان کے اعلیٰ افسران کا ہے، جو حکومت کے خرچ پر یورپ وغیرہ برائے ٹریننگ، یا حکومت کے کسی کام سے جاتے ہیں تو وہ حضرات بھی واپسی میں عمرہ ادا کر کے آتے ہیں؛ مگر فریضۂ حج ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ غالبًا ان کا خیال ہے کہ عمرہ ادا کرنا حج کانعم البدل ہے۔ عرض کرنے کا مقصد ہے کہ عمرہ ادا کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا عمرہ ادا کرنا حج کانعم البدل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یورپ وامریکہ جاتے آتے ہوئے اگر عمرہ کی سعادت نصیب ہو جائے تو عمرہ تو کر لینا چاہیے، لیکن عمرہ، حج کا بدل نہیں ہے۔ (۱) جس شخص پر حج فرض ہو، اس کا حج کرنا ضروری ہے، محض عمرہ کرنے سے فرض ادا نہیں ہوگا۔ (۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵/۲۶۳)

عمرہ اور قربانی کے لیے عقیقہ شرط نہیں:

سوال: کیا وہ شخص عمرہ کر سکتا ہے جس کا عقیقہ نہیں ہوا ہو؟ اور اس طرح کیا وہ شخص قربانی کر سکتا ہے جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو؟ کیوں کہ ہم گزشتہ چار سالوں سے اللہ کے فضل وکرم سے قربانی کر رہے ہیں، جب کہ ہم میں سے کسی کا بھی عقیقہ نہیں ہوا اور میرے بڑے بھائی پچھلے سال سعودی عرب نوکر پر گئے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور خانۂ کعبہ کی زیارت سے مع عمرہ کے اسی عید الفطر پر مشرف فرمایا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

عقیقے کا ہونا قربانی اور عمرہ کے لیے کوئی شرط نہیں؛ اس لیے جس کا عقیقہ نہیں ہوا، اس کی قربانی اور عمرہ صحیح ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵/۲۶۳)

جس نے حج نہ کیا ہو، کیا وہ عمرہ کے لیے جا سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس شخص نے حج نہ کیا ہو، وہ عمرہ کے لیے جا سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) إِنَّ الْعُمْرَةَ وَاجِبَةٌ، وَلَكِنَّهَا لَيْسَتْ بِفَرِيضَةٍ وَتَسْمِيَتُهَا حَجَّةً صُغْرَى فِي الْحَدِيثِ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ فِي حُكْمِ الثَّوَابِ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِحَجَّةٍ حَقِيقَةً أَلَا تَرَى أَنَّهَا عُطِفَتْ عَلَى الْحَجَّةِ فِي الْآيَةِ، وَالشَّيْءُ لَا يُعْطَفُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْأَصْلِ، وَيُقَالُ: حَجَّ فُلَانٌ وَمَا اعْتَمَرَ عَلَى أَنَّ وَصْفَهَا بِالصِّغَرِ دَلِيلُ انْحِطَاطِ رُتْبَتِهَا عَنِ الْحَجِّ، فَإِذَا كَانَ الْحَجُّ فَرْضًا فَيَجِبُ أَنْ تَكُونَ هِيَ وَاجِبَةً؛ لِيَظْهَرَ الِانْحِطَاطُ إِذِ الْوَاجِبُ دُونَ الْفَرْضِ. (بدائع الصنائع، العمرة: ۲/۲۲۶-۲۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (سورة آل عمران: ۹۷)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ایسا شخص عمرہ کے لیے جاسکتا ہے؛ لیکن استطاعت کے بعد پہلے فریضہ حج کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہیے۔

إن وقت العمرة يتسع فى جميع السنة. (البحرالعميق: ٢٠٢٥/٤)

العمرة سنة وتصح فى جميع السنة. (مراقى الفلاح، ٧٤٠، الفتاوىٰ الهندية: ٢٣٧/١، الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣٠١/١)

ومقتضاه الوجوب فإذا أخره وأداه بعد ذلك وقع أداء ويأثم بالتا خيرالترك الواجب و ثمرة الاختلاف تظهر فيما إذا أخره فعلى الصحيح يأثم ويصير فاسقاً مردود الشهادة. (البحر الرائق: ٣١٠/٢، ایضاح المناسک: ١٧٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۱۰/۱۴۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل: ۶۳۵/۷)

جس نے حج نہیں کیا، وہ عمرہ کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جن لوگوں نے حج نہیں کیا وہ عمرہ کے لیے جانا چاہتے ہوں تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

حامداً ومصلياً ومسلماً:

جاسکتے ہیں؛ لیکن اگر شوال وہیں شروع ہوگیا، یا شوال شروع ہونے کے بعد عمرہ کے لیے جانا ہوا تو اگر حج کے بھی مصارف اس کے پاس ہوں تو حج بھی اس پر فرض ہوجائے گا، اگر حکومت کی طرف سے حج تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ہو تو فرضیت حج میں اختلاف ہے۔ احوط یہ ہے کہ حج بدل کروادے، مکہ مکرمہ ہی سے حج بدل کرادے، بعد میں اگر حج کی استطاعت ہوجائے تو دوبارہ کرے۔ (کمافی احسن الفتاویٰ: ۲۹/۵)

وفى الدر: وكرهت تحريماً يوم عرفة وأربعة بعدها.

وفى الرد: يزاد على الأيام الخمسة ما فى اللباب وغيره من كراهة فعلها فى أشهرالحج لأهل مكة ومن بمعناهم أى من المقيمين ومن فى داخل الميقات؛ لأن الغالب عليهم أن يحجوا فى سنتهم فيكونوا متمتعين وهم عن التمتع ممنوعون. (ردالمحتار: ٤٧٧/٣، مكتبه زكرياديوبند) **والله أعلم بالصواب**

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۳/۱۱/۱۴۲۱ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۲/۳)

کیا رمضان میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہوجاتا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص رمضان میں عمرہ کرے تو کیا اس پر اسی سال حج فرض ہوجاتا ہے؟ یا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے پر حج فرض ہوتا ہے؟ (نظام الدین قاسمی، بھریاہی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

حج کے فرض ہونے، یا نہ ہونے کا عمرہ کے ادا کرنے سے کوئی تعلق نہیں، خواہ حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کریں، یا حج کا مہینہ شروع ہونے کے بعد، اگر کسی وجہ سے زمانۂ حج تک مکہ میں رک نہیں سکتے تو حج فرض نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص عمرہ کے لیے حرم شریف پہونچ جائے، واپس آنے کے بعد دوبارہ سفر کی استطاعت اس کے اندر نہ ہو اور وہ زمانۂ حج تک مکہ میں قیام کرسکتا ہو تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض ہو جائے گا؛ کیوں کہ حج فرض ہونے کے لیے اخراجات سفر مہیا ہونے کی شرط اس شخص کے لیے ہے، جو مکہ سے دور رہتا ہو، جو خود مکہ پہنچ جائے، اس کے لیے اخراجات کی کوئی شرط نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۷۳)

کیا عمرہ سے حج فرض ہو جاتا ہے:

سوال: عمرہ کرنے کی صورت میں کیا حج فرض ہو جاتا ہے؟ (سید حفیظ الرحمٰن، نظام آباد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

حج فرض ہونے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں: مکہ مکرمہ اور مقامات حج تک پہنچنے کی استطاعت اور دورانِ سفر اس کے اخرجات اور جن متعلقین کا نفقہ اس کے ذمہ ہے ان کی مالی ذمہ داری کو ادا کرنے کی گنجائش، اگر کوئی شخص عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور متعلقین کی ضروریات کے لیے وہ کوئی انتظام کر گیا ہو، یا کوئی انتظام ہو جانے کی قوی توقع ہو تو دونوں شرطیں اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہیں؛ اس لیے اگر زمانۂ حج تک اس کے رُکے رہنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو اس پر حج فرض ہو جائے گا، اگر زمانہ حج تک اس کا رُکا رہنا ممکن نہ ہو، جیسے ویزا قانون کے تحت اسے اس کی اجازت نہ ہو اور واپس ہو کر دوبارہ آنے کی استطاعت نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مقاماتِ حج تک پہنچنے کی استطاعت سے زمانۂ حج کی استطاعت مراد ہے، اگر کوئی شخص ان ایام سے پہلے آنے کی قدرت رکھتا ہو؛ لیکن خاص ان ایام تک رُک نہیں سکتا تو وہ سفرِ حج سے عاجز ہی سمجھا جائے گا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۷۴-۷۵)

کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے:

سوال: کسی آدمی نے حج کی ادائیگی سے پہلے عمرہ کرلیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا عمرہ کرنے کی وجہ سے حج فرض ہو جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

ایسا آدمی جس پر پہلے سے حج فرض نہیں ہے وہ جب عمرہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ اور کعبۃ اللہ شریف جا پہنچا تو اس پر فرضیت حج متعین ہو جاوے گی؛ لیکن یہ فرضیت حج بالاتفاق تب ہوگی، جب حج کے مہینوں میں آکر کعبۃ اللہ شریف میں

پہنچا ہوا اور اگر کعبۃ اللہ شریف میں حج کے مہینوں میں نہیں پہنچا تو سب علما کے نزدیک مشہور اور راجح قول میں اس پر حج فرض نہ ہوگا؛ کیوں کہ حج کے واجب ہونے کے لیے وقت بھی شرط ہے۔(زبدۃ المناسک،ص:۱۴-۱۵)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(محمود الفتاویٰ:۲/۳۰۲)

عمرہ ادا کرنے سے حج کے فرض ہونے کا شبہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو صاحب استطاعت نہ ہو، وہ سعودی عرب جا کر عمرہ ادا کرے، خواہ عمرہ کی غرض سے گیا ہو، یا عمرہ کی غرض سے نہ گیا ہو، کیا اس پر عمرہ کی وجہ سے حج فرض ہوا ہے، یا نہیں؟

براہ کرم قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔(فجزاکم اللہ أحسن الجزاء)

(المستفتی: (مفتی) مختار اللہ جہانگیروی کان اللہ لہ (مرتب فتاویٰ حقانیہ) ۱۹۸۹/۸/۱۷ء

الجواب

جو شخص شوال داخل ہونے کے بعد عمرہ کے لیے جائے تو اس پر حج فرض ہوا اور وہ وقت جو وجوب حج کے لیے شرط ہے، یا استطاعت اور دیگر شرائط کا وقت ہے، یا قافلوں کی روانگی کا وقت ہے (یعنی جن بلاد بعیدہ سے شوال سے قبل قافلے روانہ ہوئے ہوں) یا اشہر حج کے دخول کا وقت ہے۔(فلیراجع إلٰی شرح اللباب وغیرہ)(۱)وھو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۳۰)

عمرہ کرنے والے پر حج کی عدم فرضیت کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودی عرب گیا تھا، اس نے شوال میں

---

(۱) قال الملا علی قاری:ومن شرائط الوجوب الوقت وھوأشھرالحج أووقت خروج أھل بلدہ إن کانوا یخرجون قبلھا فلا یجب إلا علی القادرفیھا أوفی وقت خروجھم فإن ملکہ المال قبل الوقت أی قبل الأشھرأوقبل أن یتأھب أھل بلدہ فلہ صرفہ حیث شاء ولاحج علیہ أی وجوباً؛لانہ لا یلزمہ التأھب فی الحال ... واقتصرفی الینا بیع علی الأول وما ذکرناہ أولٰی لأن ھٰذا أی ما ذکرفی إلینا بیع یقتضی أنہ لوملک فی أوائل الأشھر وھم یخرجون فی أواخرھا جازلہ اخراجھا ولایجب علیہ الحج إلخ. (إرشاد الساری ۳۳ مبحث فی تحقیق الراحلة وکونھا علی الآفاقی وغیرہ)/وفی الھندیة:ومن الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغیرذلک یعتبر وجودھا وقت خروج أھل بلدہ إلٰی مکة.(الفتاویٰ الھندیة:۱/۲۱۹،کتاب المناسک)

وقال العلامة علاء الدین السمرقندی: ثم ھٰذہ الشرائط التی ذکرنا إنما تعتبرعند خروج أھل بلدة إلی الحج؛لأن ذلک وقت الوجوب فی حقہ حتٰی أنہ إذا کان عندہ دراھم قبل خروج أھل بلدہ واشترٰی بھا المسکن والخادم و أثاث البیت ونحو ذلک فعند خروج أھل بلدہ لایجب علیہ أن یبیع ذلک ولایجب الحج علیہ فأما إذا کان لہ دراھم وقت الخروج مقدارالزاد والراحلة ولم یکن لہ مسکن ولا خادم ولا زوجة فاراد أن یصرفھا إلٰی ھٰذہ الأشیاء فانہ یأثم ویجب علیہ الحج ویلزمہ الخروج معھم.(تحفة الفقھاء ۱/۲۹۵، کتاب الحج)

چند عمرے بھی کئے، پندرہ شوال کو کاغذات کی وجہ سے حکومت سعودیہ نے اسے گرفتار کر کے واپس وطن بھیج دیا اور حج کی سعادت سے محروم رہا۔ کیا اب اس شخص پر حج باقی ہے یعنی اس پر فرضیت آئی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سلطان محمود غفرلہ، ۲۵/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ)

الجواب ــ

چوں کہ اس شخص نے نہ احرام باندھا ہے اور نہ اہل جدہ کے حج کے روانگی کے وقت تک رہا ہے، لہٰذا اس شخص پر حج فرض نہیں ہوا ہے۔

کما فی الهندية (۲۳۳/۱): ثم ما ذكر من الشرائط لوجوب الحج من الزاد و الراحلة وغير ذلك يعتبر وجودها وقت خروج أهل بلده إلىٰ مكة حتىٰ إلخ. (الفتاویٰ الهندية: ۲۱۹/۱، بحث ومنها عدم قيام العدة فی حق المرأة) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۳۱/۴)

عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوگا:

سوال: کیا عمرہ کر کے حج فرض ہو جاتا ہے؟ اس سے پہلے حج فرض نہیں ہوتا، میں عمرہ کر کے جب واپس ہوا تو ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ تم پر حج فرض ہو گیا، اب تم نے حج نہیں کیا تو دوزخ میں جاؤ گے، پھر میں اس پر پریشان ہوا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

محض عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا؛ بلکہ حج کی فرضیت، **لقوله تعالىٰ: ﴿من استطاع إليه سبيلاً﴾** (۱) سے ہوتی ہے کہ جس کو بیت اللہ تک جانے کی استطاعت ہونے سے متحقق ہوتا ہے، **لقوله تعالىٰ: ﴿الحج أشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث﴾ إلخ.** (۲) جیسے نماز پنجگانہ کی نفس فرضیت عقل وبلوغ کے تحقق سے ہو جاتی ہے اور سبب وجوب صلوٰۃ اوقات صلوٰۃ سے متحقق ہوتا ہے کہ جب وقت صلوٰۃ آ گیا۔ سبب وجوب متحقق ہو گیا کہ اگر بسبب وجوب (اوقات صلوٰۃ) پا کر نماز ادا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، پس اس طرح چوں کہ عمرہ طواف وسعی ہوتا ہے، پس جب کوئی شخص اشہر حج میں سعی وطواف بیت اللہ کرے گا تو وجوب کا سبب اشہر حج پائے جانے کی وجہ سے اب حج نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، نہ کہ محض عمرہ کرنے سے، پس اشہر حج سے قبل کوئی عمرہ کرے تو سبب وجوب حج متحقق نہ ہونے سے وجوب حج نہیں ہوگا؛ کیوں کہ سبب وجوب کے پائے جانے سے پہلے وجوب نہیں ہوتا، جیسا کہ نماز کے بیان کردہ مسائل سے واضح ہو چکا۔

(۱) سورۃ آل عمران: ۷۹

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۹۷

پس اگر اشہر حج میں عمرہ کرے گا تو حج بھی ادا کرنا اسی سال فرض ہوجائے گا اور اگر اشہر حج سے قبل عمرہ کرے گا تو وجوب کا سبب (اشہر حج) نہ پائے جانے کی وجہ سے اسی سال حج فرض نہ ہوگا، بلکہ اصل فرضیت ﴿**فمن حج البیت من استطاع إلیه سبیلاً**﴾ (۱) کے حکم کے مطابق جس سال بھی ادا کرے گا حج ادا ہوجائے گا؛ کیوں کہ اگرچہ بعض ائمہ کے نزدیک استطاعت ہوتے ہی پہلے ہی سال ادائے گی بھی فرض ہوجاتی ہے؛ مگر مفتیٰ بہ قول میں پہلے ہی سال ادائیگی لازم نہیں رہتی؛ بلکہ بعد میں بھی جس سال ادا کرے گا حج ہوجائے گا، قضا کرنا نہ کہا جائے گا، خلاصہ یہ کہ اشہر حج سے قبل محض عمرہ کرلینے سے اسی سال حج کا ادا کرنا فرض نہ ہوگا، پورا مسئلہ ذہن میں نہ آنے سے اس قسم کا خلط پیدا ہوجاتا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۳۰/۱/۱۴۰۱ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۳۷-۳۸)

کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہوجائے گا:

سوال: ایک غیر مستطیع شخص ایام حج کے علاوہ کے دنوں میں عمرے کے واسطے چلا جائے، کیا اس پر حج فرض ہوجائے گا؟ یہ مشہور ہے کہ جس نے خود حج نہ کیا ہو، وہ حج بدل کے لیے نہ جائے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

غیر ایام حج میں عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، جب تک کہ اَشہر حج میں اسے حج کرنے کی استطاعت پیدا نہ ہو، (۲) اور یہ صحیح ہے کہ جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو، اسے دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا درست نہیں، البتہ ایسا شخص اگر حج بدل کی نیت سے حج کرلے تو اس سے حج بدل ہی ادا ہوگا، اس کا اپنا حج نہیں ہوگا۔ (۳) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۱۴/۲/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۰۵-۲۰۶)

---

(۱) سورۃ آل عمران:۹۷

(۲) و فی الغنیة (ص:۸، طبع ادارۃ القرآن) السابع الوقت أی وجود القدرۃ فیه، وھو أشھر الحج، أووقت خروج أھل بلدہ إن کانوا یخرجون قبلھا، فلا یجب إلا علی القادر فیھا أوفی وقت خروج أھل بلدہ فإن ملک المال قبل الوقت فله صرفه حیث شاء، إلخ.

وفی إرشاد الساری (ص:۳۳، طبع مصطفی محمد مصر) السابع من شرائط الوجوب، الوقت وھوأشھر الحج أو وقت خروج أھل بلدہ ... فإن ملکه أی المال قبل الوقت أی قبل الأشھر أوقبل أن یتاھب أھل بلدہ فله صرفه حیث شاء ولا حج علیه.

و فی الغنیة (ص:٤، طبع إدارۃ القرآن کراتشی) (السادس) الاستطاعة، وھی القدرۃ علی زاد یلیق بحاله، إلخ.

فیھا أیضا (ص:٦) والراحلة شرط فی حق الآفاقی فقط قدرعلی المشی أو لا، أما المکی ومن حولھا وھومن کان داخل المواقیت إلی الحرم فلا یشترط فی حقه الراحلة إذا کان قادراً علی المشی بلا مشقة زائدۃ ولا فکا لأفاقی وما الزاد فشرط لا بد منه قدر ما یکفیه وعیاله فی أیام اشتغاله بنسک الحج...إلخ. ==

کیا عمرہ کرنے کے بعد حج فرض ہوجاتا ہے:

سوال(۱) کیا عمرہ کرنے کے بعد حج کرنا فرض ہوجاتا ہے، جب کہ اس پر حج فرض نہ ہوا ہوا؟

اگر کوئی شخص بڑھاپے میں غنی ہوجائے تو کیا اس پر حج فرض ہوگا:

(۲) اگر کوئی شخص زیادہ عمر ضعیفی کے زمانے میں تونگر ہوجائے تو کیا اس پر حج فرض ہوجاتا ہے، جب کہ اس کی لاغری مانع ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

(۱) عمرہ اگر ایام حج کے علاوہ دوسرے ایام میں کیا جائے تو اس سے حج فرض نہیں ہوتا، البتہ ایام حج میں مکہ مکرمہ پہنچنے سے حج فرض ہوجاتا ہے۔ (کذا فی عمدۃ المناسک مع زبدۃ المناسک :۱۳)

(۲) اگر صحت وقوت کی حالت میں حج فرض نہیں تھا اور جب اتنا بوڑھا ہوگیا کہ سواری پر بغیر شدید مشقت کے سوار نہیں ہوسکتا اور اس وقت حج کرنے کے لائق رقم حاصل ہوئی تو اس کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے شخص پر حج بالکل فرض نہیں، نہ خود کرنا فرض ہے اور نہ کسی دوسرے سے کرانا؛ لیکن صاحبین کے نزدیک ایسے شخص پر خود حج کرنا فرض نہیں؛ لیکن کسی دوسرے سے کرانا فرض ہے، مشائخ حنفیہ میں سے بعض حضرات نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور بعض نے دوسرے کو، احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا شخص صاحبین رحمہ اللہ

== وفی رد المحتار (۴۰۶/۲، طبع سعید) والحاصل أن الزاد لا بد منه ولو لمکی کما صرح به غیر واحد کصاحب الینابیع والسراج وما فی الخانیة والنهایة من ان المکی یلزمه الحج ولو فقیرا لا زاد له، نظر فیه ابن الهمام إلا أن یراد ما إذا کان یمکنه الاکتساب فی الطریق ... و بعد أسطر ...(تنبیه) فی اللباب: الفقیر الأفاقی إذا وصل إلٰی میقات فهو کالمکی قال شارحه أی حیث لا یشترط فی قه إلا الزاد والراحلة ...إلخ. (وراجع للتفصیل إلیها)

اور زبدۃ المناسک، ص:۱۲، میں ''ضروری فائدہ'' کے تحت ہے:

جب مکہ مکرمہ میں آکر داخل ہوا اور کعبۃ اللہ شریف میں آپہنچا تو اب اس پر فرضیت حج متعین ہوجائے گی بالاتفاق۔۔۔ لیکن اس فقیر پر یہ فرضیت حج بالاتفاق تب ہوگی جب اشہر حج میں آکر کعبۃ اللہ شریف میں پہنچا ہو اور ایام حج کا خرچہ کھانے کا بھی رکھتا ہو اور عرفات پر پیادہ جانے کی قدرت بھی رکھتا ہو، الخ۔ (نیز دیکھئے: حیات القلوب، ص:۲۶-۲۷)

(۳) و فی التاتارخانیة (۶۴۵/۲، طبع إدارة القرآن) والأفضل للإنسان إذا أراد أن یحج رجلاً عن نفسه أن یحج رجلاً قد حج عن نفسه فإن الذی لم یحج عن حجة الإسلام عن نفسه لم یجز حجته عن غیره عند بعض الناس، ومع هٰذا لو أحج رجلاً لم یحج عن نفسه حجة الإسلام یجوز عندنا، إلخ۔ نیز ''حج ضرورۃ'' سے متعلق حضرت والا دامت برکاتہم کا تفصیلی فتویٰ آگے صفحہ: ۲۱۵-۲۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

حاشیة صفحه هذا:

(۱) عمدۃ المناسک مع زبدۃ المناسک، ص:۱۲

کے قول پر عمل کرے اور کسی دوسرے شخص سے اپنی طرف سے حج کروائے، یا کم از کم اس کی وصیت کردے کہ میری طرف سے حج کیا جائے۔

فی رد المحتار: فلا يجب علىٰ مقعد ومفلوج وشيخ كبير لا يثبت على الراحلة بنفسه ...لا بأنفسهم ولا بالنيابة فی ظاهر المذهب عن الإمام وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما وجوب الاحجاج عليهم... وظاهر التحفة اختيار قولهما، وكذا الا إسبيجابی وقواه فی الفتح...وحكی فی اللباب اختلاف التصحيح. (ردالمحتار: ۱٤۲/۲)(۱) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۲/۲/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/ ۲۰۷-۲۰۸)

عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے؛ مگر وہ حج نہیں کرتا، صرف وہاں جاکر عمرہ ادا کرکے واپس آتا ہے۔ اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالودود، پائمال شریف، بٹ گرام، ۱۹/ شوال ۱۴۰۲ھ)

الجواب

اس شخص پر ضروری ہے کہ حج ادا کرے، ورنہ مستحق وعید ہے۔ (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/ ۲۳۸)

حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج تمتع کرنے والا تھا، اس نے ناسمجھی

---

(۱) ٤٥٩/۲، ط: ايچ ايم سعيد)

و فی غنية الناسک (ص: ۹، مطبع إدارة القرآن كراتشی): وأما شرائط وجوب الأداء فخمسة على الأصح الأول: الصحة ... فلا يجب الحج على المقعد والزمن المفلوج، ومقطوع الرجلين أو اليدين، أو الرجل الواحدة، والأعمى والمريض والمعضوب وهوالشيخ الكبير الذی لايثبت على الراحلة بنفسه وان ملكوا مابه الاستطاعة، فليس عليهم الاحجاج أو الايصاء، وعندهما يجب الحج عليهم إذا ملكوا الزاد والراحلة، ومؤنة من يرفعهم ويعضعهم ... ولٰكن ليس عليهم الأداء بانفسهم فعليهم الاحجاج أولا يصاء به عند الموت، وصححه قاضی خان واختاره كثيرمن المشائخ، منهم ابن الهمام، وأما ظاهر المذهب فصححه فی النهاية، وقال فی البحر العميق: هوالمذهب الصحيح فقد اختلف التصحيح، وإن ملكوا الزاد والراحلة، و لم يجدوا مؤنة من يقودهم لا يجب عليهم الحج فی قولهم ،الخ، وكذا فی الهندية: ۲۱۸/۱، طبع رشيدية كوئٹه)

(۲) عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ملک زادا وراحلة تبلغه إلٰى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديا أونصرانيا وذلک إن الله تبارک وتعالىٰ يقول "ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا". (رواه الترمذی ومثله رواه الدارمی)(مشكاة المصابيح: ۲۲۲/۱، الفصل الثانی كتاب المناسک)

اور غلطی کی وجہ سے کراچی سے حج کی نیت کی؛ یعنی ''اللّٰھم إنی أرید الحج، إلخ''، حالاں کہ اسے ''اللّٰھم إنی أرید العمرة، إلخ'' پڑھنا چاہیے تھا، وہاں حرم میں جا کر طواف وسعی کر کے بال منڈوا لیے؛ یعنی حج کی نیت کر کے عمرہ کیا، آٹھویں ذی الحجہ کو پھر حج کی نیت کی، کیا اس کا یہ عمرہ اور حج ادا ہوئے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: زاہد الرحمٰن، خانہ صواتی، کلے کرک، ۲۳/۴/۱۹۸۴ء)

الجواب

نیت ارادۂ قلبی کا نام ہے، نہ کہ الفاظ کا۔(۱) پس اس شخص پر دم وغیرہ واجب نہیں ہوا ہے اور نہ اس پر اعادہ حج وعمرہ ہے۔(۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۳/۴-۲۱۴)

ایک عمرہ چند آدمیوں کی طرف سے کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص نفل عمرہ چند آدمیوں کی طرف سے ان کے نام لے کر کرے تو سب کی طرف سے وہ عمرہ کافی ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نفل عمرہ نفل نماز کے مانند ہے۔ ایک عمرہ کے ثواب میں ایک سے زیادہ کو شامل کیا جا سکتا ہے؛ لیکن اگر چند لوگوں نے عمرہ کرنے کی درخواست کی ہو کہ ہماری طرف سے عمرہ کرنا؛ تب تو ہر ایک کے لیے علاحدہ علاحدہ عمرہ کرنا ہوگا۔(۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۴/۸)

---

(۱) قال العلامة الشرنبلالی: النية فی اللغة مطلق القصد وفی الشريعة قصد كون الفعل لما شرع له ... وقال شيخ الإسلام الديری: النية هی الارادة الجازمة؛ لأن النية فی اللغة العزم والعزم هو الارادة الجازمة القاطعة، وقال الشيخ الخطابی: معنی النية قصدک الشيیء بقلبک وتحرک الطلب منک، وقال البيضاوی: النية عبارة عن انبعاث قلبک نحو ما تراه موافقا لفرض من جلب نفع أو دفع ضر حالاً أو مآلا والشرع خصصها بالارادة للتوجه نحو الفعل ابتغاء لوجه اللّٰه تعالٰی وامتثالاً لحكمه ... وقال الكمال النية قصد الفعل ... وقال عبد الواحد: إذا علم أی صلاة يصلی قال محمد بن سلمة هٰذا القدر نية والأصح أنه لا يكون نية؛ لأن النية غير العلم بها، إلخ. (إمداد الفتاح شرح نور الايضاح، ص: ۲۳٤، باب شروط الصلاة وأركانها)

(۲) قال فی الشامية: فيصح الحج بمطلق النية أی بالنية المطلقة عن التقييد بالحج بأن نوی النسک من غير تعيين حج أو عمرة ثم إن عين قبل الطواف فبها والاصرف للعمرة، قال فی اللباب وتعيين النسک ليس بشرط فصح مبهما وبما أحرم به الغير ثم قال فی موضع آخر ولو أحرم بما أحرم به غيره فهو مبهم فليزمه حجة أو عمرة ... وكذا لو اطلق نية الحج صرف للفرض. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۷۱/۲، قبيل مطلب فيما يصير به محرما)

(۳) ماذا حرم بحجة عن اثنين أمره كل منهما بأن يحج عنه، وقع عنه ولا يقدر علی جعله لأحدهما وان أحرم عنها بغير أمرهما صح جعله لأحدهما أو لكل منهما. (ردالمحتار، باب الحج عن الغير: ۳۳٦/۲)

حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ نہ کرسکا تو حج میں نقص آئے گا، یا نہیں:

سوال: امسال بندہ حج کے لیے گیا تھا، حج کے تمام ارکان الحمدللہ ادا کر لیے۔حج کے بعد مدینہ منورہ جانا ہوا۔ واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا؛ لیکن سوء اتفاق کہ اسی روز حرم شریف میں ہنگامہ ہوا، جس کی وجہ سے میں طواف نہ کرسکا اور نہ سعی کرسکا؛ کیوں کہ پورا حرم بند تھا، چار روز تک انتظار کیا، مجبوراً حرم نہ کھلنے کی وجہ سے حرم میں ایک دم ذبح کر کے احرام سے حلال ہوگیا۔کیا میرے اس عمل کی وجہ سے حج، یا عمرہ میں کچھ خلل آیا؟ اگر کچھ خلل آیا ہو تو اب اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــ

عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حرم شریف میں ہنگامہ کی وجہ سے آپ عمرہ کے افعال ادا نہ کرسکے اور ایک دم حرم میں ذبح کر کے حال ہوگئے۔آپ کا یہ فعل صحیح ہے اور مجبوری تھی؛ اس لیے گناہ بھی نہ ہوگا اور اس سے حج میں کچھ خلل نہیں آیا۔ہاں آپ پر اس عمرہ کی قضا ضروری ہے، جب بھی موقع ملے عمرہ کی قضا کر لی جائے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

۱۲ر جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۵/۸)

کیا عمرہ حج کے ارکان میں شامل ہے:

سوال: ''عمرہ'' حج کے ارکان میں شامل ہے یا الگ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

''عمرہ'' ایک مستقل عبادت ہے، لہٰذا اس کے ارکان الگ ادا کرنے پڑیں گے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ فلاحیہ: ۵۰۱/۴)

عمرہ کی کثرت:

سوال: بعض لوگ جو حج میں جاتے ہیں، وہ کثرت سے عمرہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ایسے لوگ دیکھے

---

(۱) ويجب عليه إن حل من حجه) ولو نفلاً (حجةً) بالشروع (وعمرة) للتحلل إن لم يحج من عامه (وعلى المعتمر عمرة) أى على المعتمر إذا أحصر قضاء عمرة،إلخ.(الدرالمختارمع الشامي: ۲۳۲/۲)

(۲) وهى فى الشرع زيارة البيت والسعى بين الصفا والمروة على صفة مخصوصة وهى أن تكون مع الإحرام، هٰكذا فى محيط السرخسى ...(وأما ركنها) فالطواف ... (وأما واجباتها) فالسعى بين الصفا والمروة والحلق أوالتقصير كذا فى محيط السرخسى ... (وأما شرائطها) فشرائط الحج إلا الوقت هٰكذا فى البدائع ... (وأما سننها وآدابها) فما هوسنن الحج وآدابه إلى الفراغ من السعى .(الفتاوى الهندية: ۲۳۷/۱،كتاب المناسک، الباب السادس فى العمرة، ط: دارالفكر/مجمع الأنهر: ۳۰۷/۱،باب الإحصار والفوات، قبيل:باب الحج عن الغير،دار إحياء التراث العربى/تبيين الحقائق:۸۲/۲، العمرة حكمها وأركانها، ط: المطبعة الكبرى الأميرية بولاق، القاهرة)

گئے، جو روزانہ عمرہ کیا کرتے ہیں تو کیا سفر حج میں عمرہ کی کثرت مسنون ہے؟ (محمد راشد، نل گنڈہ)

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے ایک سفر میں ایک ہی عمرہ ادا فرمایا ہے؛ اس لیے فقہا نے لکھا ہے کہ بار بار عمرہ کرنے کے مقابلہ طواف کی کثرت افضل ہے۔ احکام حج پر ایک مشہور کتاب مولانا محمد حسن صاحب کی ''غنیۃ الناسک'' ہے، وہ فرماتے ہیں:

''وإکثار الطواف أفضل من إکثار الاعتمار''. (۱) (یعنی زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرہ کرنے سے افضل ہے۔)

عمرہ کی کثرت سے بعض اوقات پاؤں پھول جاتے ہیں اور دوسری عبادتوں میں کوتاہی ہونے لگتی ہے؛ اس لیے اعتدال کے ساتھ عمرہ کرنا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۷)

عمرہ فرض ہے، یا واجب، یا سنت:

سوال: عمرہ فی نفسہ کیا حکم رکھتا ہے، فرض، یا واجب، یا سنت ہے؟

الجواب

احناف کے ہاں زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، فرض نہیں۔

قال الشیخ عبد الخزائری: المالکیة والحنفیة قالوا: العمرة سنة مؤکدة فی العمر مرة لا فرض، لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم: الحج مکتوب، والعمرة تطوع. (کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة، مبحث فی العمرة: ۱/۶۸٤) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۲۸۳)

عمرہ کے کتنے ارکان ہیں:

سوال: اگر کوئی شخص عمرہ کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے کیا کیا کرنا ضروری ہے؛ یعنی عمرہ کے ارکان کیا ہیں؟

الجواب

احناف کے ہاں عمرہ کے لیے ایک رکن (طواف) ایک شرط (احرام) اور سعی بین الصفا والمروہ اور حلق، یا قصر واجبات میں شامل ہیں، عمرہ کرنے والے کے لیے ان امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

---

(۱) غنیة الناسک، ص: ۱۰۷

(۲) وفی الهندیة: العمرة عندنا سنة ولیست بواجبة ویجوز تکرارها فی السنة الواحدة (ووقتها) جمیع السنة إلا خمسة أیام وتکره فیها العمرة لغیر القارن کذا فی فتاویٰ قاضیخان، وهی یوم عرفة ویوم النحر وأیام التشریق والا ظهر من المذهب ما ذکرنا ولٰکن مع هٰذا لو أداها فی هٰذه الأیام صح ویبقٰی محرما بها فیها کذا فی الهدایة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب السادس فی العمرة: ۱/۲۳۷)

قال الشیخ عبد الرحمن الخزائری: الحنفیة قالوا للعمرة رکن واحد هو معظم الطواف أربعة أشواط أما الاحرام فهو شرط لها وأما السعی بین الصفا والمروة فهو واجب کما تقدم فی الحج مثل السعی، الحق أو التقصیر فهو واجب. (کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة، کتاب الحج، أرکان العمرة: ۶۸۵/۱) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۴/۴)

عمرہ کا احرام باندھتے ہی حیض آ گیا:

سوال: ایک عورت ہندوستان سے عمرہ کا احرام باندھ کر چلی اور فوراً اسے حیض شروع ہو گیا اور سات دن کی اس کی عادت ہے تو اب چوں کہ وہاں پہنچ کر عمرہ کا طواف نہیں کرے گی اور دو تین دن کے بعد حج کا احرام باندھنے کا وقت آ گیا تو اب عورت کیا کرے گی؟

اور اگر حج کا احرام بھی اس نے وقت پر باندھ دیا اور حج کے سارے ارکان بھی پورے کر دیے تو اب سوال یہ ہے کہ طوافِ زیارت پہلے کرے، یا عمرہ کا طواف کرے، یا پھر ایک ہی طواف وسعی میں دونوں ادا ہو جائیں گے۔ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

ایسی عورت عمرہ کا احرام چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لے۔ (اوجز المسالک: ۸/ ۷۸)

عمرہ کا احرام چھوڑنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ اپنا سر کھول کر کنگھا کرے، یا ناخن تراش لے، یا بال کترے۔

(شامی: ۲/ ۲۷۴)

اب چونکہ اس نے عمرہ کا احرام چھوڑا تھا؛ اس لیے حج کی ادائیگی سے فارغ ہو کر وہ اپنے اس عمرہ کی قضاء کرے گی اور اس پر دم بھی واجب ہوگا، ایک بکری یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ بطور دم ذبح کرے۔ (شامی: ۲/ ۲۷۴، زبدة المناسک: ۲/ ۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم.

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، یکم ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۳۰۳-۳۰۴)

عمرہ کے بعد سر منڈانے کا حکم:

سوال: عمرہ ادا کرنے کے بعد سر کو منڈانا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر سر نہ منڈائے تو کیا گنہ گار ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

عمرہ میں باقاعدہ حلق، یا قصر واجب ہے، اس کو ترک کرنا، یا حرم سے باہر جا کر حلق کرنا موجب دم ہے۔

---

(۱) لما قال العلامة قاضی خان رحمه الله: ورکن العمرة، شیئان الاحرام والطواف بالبیت وواجبها شیان السعی بین الصفا والمروة والحلق ولیس علیه ما سوی من رمی الجمار. (فتاویٰ قاضیخان علیٰ هامش الهندیة، فصل فی العمرة: ۳۰۱/۱)

كذا في الهندية: أما واجباتها فالسعي بين الصفا والمروة والحلق والتقصير. (۲۳۷/۲)

وقال أيضاً: وتجب شاة بتاخير النسک عن مكانه كما إذا خرج من الحرم وحلق رأسه سواء كان الحلق للحج والعمرة. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثالث من فى الجنايات، الفصل الخامس: ۲۴۷/۲)(۱)

(فتاویٰ حقانیہ: ۲۷۳/۴)

عمرہ میں بال قصر کرانے کی مقدار (سر کے ایک طرف کا بال کٹانا درست نہیں):

سوال(۱) جدّہ سعودی عرب میں مقیم اکثر حضرات فرصت اور چھٹی کے دنوں میں بیت اللہ شریف جا کر ایصال ثواب کے لیے اپنے خاندان کے مرحومین کی طرف سے عمرہ ادا کرتے ہیں، عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد بالوں کو ترشوانے، یا قصر کروانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ کتنی مقدار میں بال نکلوانے چاہئیں، جب کہ حسب ذیل صورتیں واقع ہوں:

(۱) ایک شخص کے کافی لمبے بال ہوں۔

(۲) ایک شخص کے مختصر سے بال ہوں

(۳) ایک شخص کے مکمل صاف ہوں

مندرجہ بالا صورتوں میں ایک ہی حکم کا اطلاق ہوگا، یا علاحدہ صورتیں ہیں؟

(۲) کیا ایک شخص مسلسل عمرہ کر کے 1/4 کے حساب سے چار عمروں میں اپنا سر صاف کرواسکتا ہے؟ جب کہ بعض فقہ کی کتب میں یہ بات درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے عمل کو سخت ناپسند فرمایا ہے اور بجائے مسلسل عمرہ کے طواف کی فضیلت بتلائی ہے۔ براہ کرم اس سلسلہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

(۳) سعودی، مصری، سوڈانی، اور یمنی حضرات بعد سعی کے چاروں طرف سے مختصر سے بال قینچی سے نکال لیتے ہیں، ان میں اکثر شافعی مسلک کے ہیں، اگر ایسی سہولت دوسرے مسلک میں ہو تو کیا اسے حنفی مسلک والے اپنا سکتے ہیں یا نہیں؟ براہ کرم اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائیں۔

(محمد نور اللہ شریف، پوسٹ بکس: ۲۰۹، جدہ، سعودی عرب)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱) قرآن پاک میں ہے: ﴿**محلقين رؤسكم ومقصرين لا تخافون**﴾ (۲) محلقین رؤس پورے

---

(۱) قال الحصكفي وغيرهما واجب وفي رد المحتار أراد بالغير من المذكورات هنا وذلک من أقل أشواط الطواف والسعي والحلق والتقصير. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في أحكام العمرة ۴۷۳/۲) ومثله في التاتارخانية، الفصل الثامن في بيان وقت الحج والمعرة: ۵۲۶/۲)

(۲) ﴿لقد صدق اللّٰه رسوله الرؤيا بالحق، لتدخلن المسجد الحرام إن شآء اللّٰه اٰمنين محلقين رؤوسكم ومقصرين لاتخافون ط فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذٰلک فتحا قريباً﴾ (سورة الفتح: ۲۷)

سر کے بال کٹانے والے کو کہتے ہیں۔ نیز حدیث پاک میں مثلاً مسلم شریف میں سر کا کچھ حصہ مونڈانا اور کچھ چھوڑ دینا اس طرح کچھ حصہ کا بال کٹانا اور کچھ حصہ کا بال چھوڑ دینا منع ہے؛(۱) اس لیے آیت کریمہ اور احادیث کی روشنی کے بعد یہی حکم دیتے ہیں کہ یا تو پورے سر کا حلق کرائے، یا پورے سر کا قصر کرائے اور اگر سر پر بال ہی نہ ہوں، خواہ مونڈا لینے سے یا بال پیدا نہ ہونے، یا جھڑ جانے سے تو سر پر ہلکے ہاتھ سے محض استرا پھیروالیں، اس طرح پر کہ جلد کو نقصان نہ پہنچے۔ (۲) غرض آیت کریمہ اور احادیث مرفوعہ کی متابعت میں تینوں صورتوں کا یہی حکم ہے، البتہ عورت کو مردوں کی مشابہت جائز نہیں ہے؛(۳) اس لیے عورتوں کا بال مونڈ دینا، یا سارے بال منڈا دینا جائز نہیں؛ بلکہ چوٹی کی انتہا سے صرف دو تین انگل بال کٹوالینا کافی ہے۔ (۴)

(۲) حنفیہ کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں ہے۔ آیت کریمہ اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے؛ بلکہ وہ طریقہ ہے، جو اوپر مذکور ہوا۔ طواف وعمرہ میں کون زیادہ افضل ہے، اس میں تفصیل ہے، عمرہ تو عمر میں صرف ایک مرتبہ بشرط استطاعت وقدرت واجب ہے،(۵) اور طواف زیارت فرض عین ہے؛ اس لیے یہ طواف تو یقیناً عمرہ سے افضل ہے۔

---

(۱) نافع عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن القزع، قال: قلت لنافع: وما القزع؟ قال: یحلق بعض رأس الصبی ویترک بعض. (صحیح لمسلم، کتاب اللباس باب کراهیة القزع ۲۰۲/۲، مطبع أصح المطابع/سنن ابن ماجة، ص: ۹۵۲، مکتبه التهانوی)

(۲) فأما إذا کان لم یکن (أی الشعر) أجری الموسیٰ علی رأسه؛ لأنه إذا عجز عن تحقیق الحلق فلم یعجز عن التشبه بالحالقین وقد قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (بدائع، کتاب الحج، بیان الحلق والتقصیر: ۱٤٠/۲، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۳) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المتشبهات بالرجال من النسآء والمتشبهن بالنساء من الرجال". (جامع الترمذی أبواب الاستیذان والأدب باب ما جاء فی کراهیة المتشبهات بالرجال من النساء: ۱۰٦/۲، مکتبة أشرفی بک دپو)

(۴) عن عائشة رضی اللّٰہ عنه أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی ان تحلق المرأة رأسها. (الجامع للترمذی، أبواب الحج، باب ماجاء فی کراهیة الحلق للنساء: ۱۸۲/۱)

وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لیس علی النساء حلق إنما علی النساء التقصیر، وقال فی البذل وقدر التقصیر فإنه بقدر أنملة. قال الشوکانی فیه دلیل علی ان المشروع فی حقهن التقصیر وقد حکی الحافظ الاجماع علی ذلک. (بذل المجهود فی حل أبوداؤد، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر: ۱۸٤/۳، مکتبة أشرفیه)

قال فی البدائع: لأن الحلق فی النساء مثلة ولهٰذا لم تفعله واحدة من نساء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و لٰکنها تقصر فتأخذ من أطراف شعرها قدر أنملة. لکن اصحابنا قالوا: یجب أن یزید فی التقصیر علیٰ قدر الأنملة؛ ل أن الواجب هٰذا القدر من أطراف جمیع الشعر وأطراف جمیع الشعر لایتساوی طولها عادة بل تتفاوت، فلو قصر قدر الأنملة لایصیر مستوفیا قدر الأنملة من جمیع الشعر بل من بعضه، فوجب أن یزید علیه حتیٰ یستیقن باستیفاء قدر الواجب فیخرج عن العهدة بیقین. (بدائع الصنائع، کتاب الحج باب حکم الحلق: ۳۲۹/۲ـ ۳۳۰، مکتبة زکریادیوبند)

(۵) وعند أبی حنیفة یکره العمرة فی خمسة أیام، یوم عرفة، والنحر وأیام التشریق. (عمدة القاری شرح البخاری، کتاب العمرة: ۱۰٤/۷، مکتبة زکریادیوبند)

باقی نفلی طواف اور نفلی عمرہ میں بعض علما نے کہا ہے کہ طواف افضل ہے؛ مگر قول محقق آفاقی کے لیے یہ ہے کہ عمرہ میں جتنا وقت لگتا ہے اگر اس تمام وقت کو طواف نفلی میں مشغول رکھے تو یہ طواف بے شک عمرہ سے افضل ہے، ورنہ عمرہ افضل ہے اور پانچ دنوں (۹/ذی الحجۃ تا ۱۳/ذی الحجہ) میں عمرہ کرنا ممنوع اور مکروہ ہے۔(۱)

باقی اور تمام سال ان میں حنفیہ کے نزدیک عمرہ کرنا آفاقی کے لیے مستحب ہے، جب موقع ملے اور جتنا موقع ملے عمرہ کرسکتا ہے اور افضل ہے، البتہ حضرت امام مالکؒ کے نزیک سال میں صرف ایک مرتبہ عمرہ کرسکتا ہے،(۲) اور حنفیہ کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک کچھ بحث ہے۔

كما أشار الله هٰذه العبارة: أجاب العلامة التافي إبراهيم بن ظهيره المكي حيث سئل، هل الأفضل الطواف أوالعمرة من أن الأرجح تفضيل الطواف على العمرة إذا شغل به مقدارزمن العمرة.(۳)

باقی امام ابوحنیفہ کا مسلک اوپر لکھ دیا گیا کہ پانچ مذکورہ دنوں کے علاوہ ہمیشہ عمرہ کرنا مستحب ہے۔

(۳) سعودی مصری سوڈانی وغیرہ جو کرتے ہیں کہ مختصر بال چاروں طرف سے کٹوا لیتے ہیں، پورے سر کا نہ تو حلق کراتے ہیں، نہ قصر کراتے ہیں۔ آیت کریمہ اور احادیث کے مطابق نہیں ہے؛ بلکہ حنفیہ کے نزدیک وہی طریقہ ہے کہ اگر منڈانے کے بعد سر پر بال نہ رہیں تو بار بار نرمی سے استرہ پھیروالیں اور بس۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲/۵۰-۵۳)

عمرہ کے بعد باقاعدہ حلق، یا قصر واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کرے، لیکن جب عمرہ ختم کرے تو کیا اس کیلئے سر منڈانا ضروری ہے؟ اگر سر نہ منڈائے تو گنہگار رہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

(المستفتی: نامعلوم، ۲۲/جولائی ۱۹۷۹ء)

الجواب

عمرہ میں باقاعدہ حلق، یا قصر واجب ہے، اس کو ترک کرنا، یا حرم سے باہر ادا کرنا موجب دم ہیں۔

قال في الخانية: واجبها شيئآن: السعي بين الصفا والمروة والحلق. (هامش الهندية: ۱/۳۰۱)(۴)

---

(۱) وعند أبي حنيفة يكره العمرة في خمسة أيام، يوم عرفة، والنحروأيام التشريق. (عمدة القاري شرح البخاري، كتاب العمرة: ۷/۱۰۴، مكتبه زكريا ديوبند)

(۲) وقال مالك وأصحابه: يكره أن يعتمر في السنة الواحدة أكثر من عمرة واحدة. (عمدة القاري شرح البخاري، كتاب العمرة: ۷/۱۰۴، مكتبه زكريا ديوبند)

(۳) رد المحتار، كتاب الحج، تحت مطلب العمرة أفضل من الطواف وهوأفضل من العمرة: ۳/۵۱۷، انيس

(۴) فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۳۰۱، فصل في العمرة

وفی الهندية (۲٤٧/١): وتجب شاة بتأخير المناسک عن مكانه، كما إذا خرج من الحرم وحلق رأسه سواء كان الحلق للحج أوالعمرة. (۱)**وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۳۳۲/۴)

متعدد عمرے کرنے کی صورت میں حلق کیسے کیا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عمرہ کرنے کے بعد حلق کرلیا، اس کے بعد جب دوسرا عمرہ کیا تو چوں کہ اس کا سے پہلے سے محلوق تھا، اب یہ شخص کیا کرے، سر پر استرہ پھیرلے، یا ویسے ہی چھوڑ دے؟

الجوابـــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب ایک عمرہ کرنے کے بعد حلق کرلیا جائے تو دوسرے اور تیسرے عمرے کی ادائیگی کے بعد سر پر صرف استرہ ہی پھیر دے، جوکہ قائم مقام حلق کے ہوگا۔

قال العلامة عالم ابن العلاء الأنصاری رحمه اللّٰه تعالیٰ: وإذا جاء وقت الحلق ولم يكن علیٰ رأسه شعر بأن كان حلق قبل ذلک أوسبب آخر ذكر فی الأصل أنه يجری موسیٰ علیٰ رأسه. (الفتاویٰ التاتارخانية، الفصل الرابع عشر فی الحلق والقصر) (۲) (فتاویٰ حقانیہ:۲۷۳/۴)

والدین کا نابالغ اولاد کی طرف سے عمرہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا ہم اپنے نابالغ بچوں کی جانب سے بھی بیت اللہ جاکر کر عمرہ ادا کرسکتے ہیں؟

(المستفتی: سید رفیق ماسٹر نزد درگاہ مسجد قاضی پورہ چمن گاؤں سواجی نگر، ضلع امراوتی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجوابــــــــــــــ **وباللّٰه التوفيق**

اگر بچے آپ کے ساتھ سفر میں موجود نہ ہوں تو جائز ہے، اس کا ثواب بھی بچوں کو ملے گا۔

إن الصبی يثاب علیٰ طاعته، وتكتب له حسنات، سواء كان مميزاً أوغير مميز. (إعلاء السنن: ٤٦١/١٠)

واستدل به بعضهم علی أن الصبی يثاب علی طاعته، ويكتب له حسناته، وهو قول أكثر أهل العلم. (عمدة القاری، كتاب جزاء الصيد، باب حجة الصبيان، زكريا ديوبند: ٥٥٣/٧، تحت رقم الحديث: ١٨٥٨، دار إحيات التراث العربی بيروت: ٢١٨/١٠)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ٢٤٧/١، قبيل الباب التاسع فی الصيد

(۲) قال فی الهندية: وذا جاء وقت الحلق ولم يكن علیٰ رأسه شعر بأن كان حلق قبل ذلک أوسبب آخر ذكر فی الأصل أنه يجری موسیٰ علیٰ رأسه. (الفتاویٰ الهندية، الباب الثالث فی الاحرام: ٥٤٣/٢)

وقد قالوا: حسنات الصبی له لا لأبویه، بل لهما ثواب التعلیم. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، زکریا دیوبند: ۱۱٤/۳، کراتشی: ۲۱۵/۲، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، قدیم: ۳۲۲، دارالکتاب دیوبند: ٥۸۷) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ رصفر ۱۴۰۹ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۵/۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۱۶/۱۲)

بیوی کی طرف سے عمرہ کرنا:

سوال: کیا صحت مند آدمی کی طرف سے عمرہ کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ بیوی کی طرف سے خاوند کے عمرہ ادا کرنے کا کیا حکم؟

الجواب

عمرہ اور نفلی حج ہر شخص چاہے صحت مند ہو، یا غیر صحت منداور بیوی، یا کسی اور خاتون کی طرف سے ادا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

قال ابن عابدین: بعبادة ماله جعل ثوابها لغیره (أی سواء کانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراء ة أو ذکرا أو طوافاً أو عمرة وغیر ذلک. (رد المحتار، کتاب الحج، باب اهداء ثواب الأعمال للغیر: ۵۹۵/۲) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۲/۴)

زندہ آدمی کے لیے طواف اور عمرہ کرنا:

سوال: عمرہ اور طواف کا ثواب اگر کسی زندہ آدمی کو بخشا جائے تو کیا شرعا یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زندہ آدمی کے لیے عمرہ اور طواف کا ثواب بخشنا جائز ہے، اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں۔

قال ابن العابدین: تحت هٰذه العبارة بعبادة ماله جعل ثوابها لغیره أی سواء کانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراء ة أو ذکراًأو طوافاً أو حجا أو عمرة أو غیر ذلک. (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی اهداء ثواب الأعمال للغیر) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۸۱/۴)

حالت حیض میں عورت ارکان عمرہ ادا کر کے حلال ہوگی تو دم لازم ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت اپنے شوہر کے

---

(۱) قال ابن نجیم: فان من صام أو صلی أو تصدق وجعل ثوابه لغیره من الأموات والأحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند أهل السنة والجماعة، کذا فی البدائع. (البحر الرائق، باب الحج عن الغیر: ۵۹/۳)

(۲) قال ابن نجیم: فإن من صام أو صلی أوتصدق وجعل ثوابه لغیره من الأموات والأحیاء جاز ویصل ثوابها إلیهم عند أهل السنة والجماعة، کذا فی البدائع. (البحر الرائق، باب الحج عن الغیر: ۵۹/۳)

ساتھ حج کرنے کے لیے گئی، میقات سے احرام باندھ کر مکہ پہنچ گئی اور اسے حیض آ گیا، مسئلہ معلوم نہیں تھا، اس نے سب لوگوں کے ساتھ اسی حالت میں طواف وسعی کر لی اور بال بھی کٹوا کر حلال ہوگئی، بعد میں اسے پتہ چلا کہ ماہواری کی حالت میں ارکان عمرہ ادا کرنا جائز نہیں۔ اب اس کی تلافی کی کیا شکل ہے؟ کیا بعد میں میقات جا کر دوبارہ عمرہ کرنے سے دم ساقط ہوجائے گا، یا دم ہی دینا لازم ہے۔ شریعت کا اس سلسلہ میں کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جو عورت بحالت حیض عمرہ کر کے حلال ہوگئی ہو تو اس پر ایک بکرا، یا بکری بطور دم کے واجب ہوگئی، اب اعادۂ عمرہ سے بھی تلافی نہیں ہوگی؛ کیونکہ اس کا عمرہ نقصان یسیر کے ساتھ درست ہوگیا۔

فإن رجع إلٰى أهله قبل أن يعيد فعليه دم لترك الطهارة فيه، ولا يؤمر بالعود دلوقوع التحلل بأداء الركن. (الفتاویٰ الهندية، الفصل الخامس فى الطواف والسعي، والرمل، ورمي الحمار، زكريا قديم: ۲۴۷/۱، جديد: ۳۱۱/۱، الهداية أشرفيه ديوبند: ۲۷۵/۱)

وإن رجع إلى أهله ولم يعد يصير حلالا، وعليه الدم لإدخال النقصان فى طواف العمرة. (المحيط البرهاني، مكتبه رشيدية كوئٹه: ۶۵/۳، جديد المجلس العلمي: ۴۵۴/۳، رقم: ۳۳۷۳)

أو طاف لعمرته وسعى محدثا ولم يعد، أى تجب شاة لتركه الواجب، وهو الطهارة، ولا يؤمر بالعود إذا رجع إلٰى أهله لوقوع التحلل بأداء الركن مع الحلق، والنقصان يسير. (البحر الرائق، زكريا: ۳۸/۳، كوئٹه: ۲۲/۳)

طاف لعمرته وسعى علٰى غير وضوء وحل وهو بمكة أعاد الطواف والسعي، وإن رجع إلٰى أهله ولم يعد يصير حلالا، وعليه دم. (الفتاویٰ التاتاخانية زكريا: ۶۱۱/۳، رقم: ۵۱۷۴، المحيط البرهاني، المجلس العلمي: ۴۰۳/۳، رقم: ۳۳۷۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/۱۱/۱۴۳۴ھ (الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۱۷) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۱۷-۴۱۸)

حج سے پہلے عمرہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کئی سال سے حج کا ارادہ رکھتا ہے؛ لیکن رقم پوری نہیں ہو پاتی ہے اور دل میں تمنا ہے کہ بیت اللہ اور مسجد نبوی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرلوں تو اس صورت میں عمرہ کی نیت سے حج سے پہلے آدمی جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اور عمرہ اس کا ہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: سعید الرحمٰن محلّہ سرائے پختہ، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر حج فرض نہیں ہوا ہے اور عمرہ کرنا چاہتا ہے تو حج سے قبل عمرہ کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ مگر ماہ شوال

سے پہلے پہلے عمرہ کر کے واپس آجانا چاہیے، ورنہ حج کر کے واپس ہونا چاہیے اور عمرہ کے لیے حج کی تقدیم شرط نہیں ہے؛ بلکہ جب چاہے عمرہ کرسکتا ہے۔

العمرة فی العمرمرة سنة مؤکدة، وتحته فی الشامية: وأنها لا وقت لها معين. (الدرالمختار مع الشامية، كتاب الحج، مطلب أحكام العمرة، كراتشي:۲/۴۷۲-۴۸۳، زكريا ديوبند:۳/۴۷۵،۴۷۶)

والعمرة سنة مؤكدة فی العمر إلٰی والمراد أنها سنة فی العمر مرة واحدة، فمن أتی بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ماثبت النهی عنها فيه. (مجمع الأنهر، مصری قديم: ۱/۲۶۵، دارلكتب العلمية بيروت: ۱/۳۹۰، وهٰكذا فی حاشية الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، دارالكتاب ديوبند: ۷۴۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶/شوال ۱۴۱۴ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۶۶۰/۳۱) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۱۸-۴۱۹)

اشہر حج میں بار بار عمرہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں حج کی نیت کرنے کے بعد عمرہ کرنے کے بعد پھر نفل عمرہ کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(المستفتی: خدا بخش گووندوپر، ۲۴/ پرگنہ)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

حج سے پہلے اشہر حج یعنی شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں بار بار عمرہ کرنا راجح اور تصحیح قول کے مطابق بلا کراہت جائز اور درست ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں؛ لہٰذا جو شخص حج کی نیت کرنے کے بعد عمرہ کر چکا ہو، اس کے لیے نفل عمرہ کرنا جائز ہے۔

ويعتمر قبل الحج ماشاء ... ولأن العمرة جائزة فی جميع السنة بلا كراهة إلا فی خمسة أيام لا فرق فی ذلك بين المكی والآفاقی، إلخ. (غنية، باب التمتع، فصل فی كيفية أداء التمتع المسنون، كراتشي جديد: ۶۱۵، قديم: ۱۱۵)

المتمتع آفاقی غير ممنوع من العمرة، فجاز له تكرارها؛ لأنها عبادة مستقلة كالطواف. (منحة الخالق، زكريا: ۲/۶۴۲، كوئٹه: ۲/۳۶۶)

اتفقوا علٰی جوازها فی جميع الأيام لمن لم يكن متلبساً بأعمال الحج إلا ما نقل عن الحنفية أنه يكره فی يوم عرفة، ويوم النحر، وأيام التشريق. (أوجز المسالك: ۶/۵۸۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳/رجب ۱۴۳۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۵۰/۳۹)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۷/۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۱۹-۴۲۰)

عمرہ کرنے کی وجہ سے حج کی فرضیت:

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتاین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید پر حج فرض نہین ہے اور نہ ہی اس کو اتنی استطاعت ہے کہ وہ حج کرسکے، بہت کوشش کرکے اتنا روپیہ اکٹھا کرسکا ہے کہ انتہائی کفایت شعاری کے ساتھ خرچ کرکے عمرہ کی سعادت حاصل کرسکے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے فی الحال ایسے آثار بھی نہیں ہیں کہ حج کے روپئے اکٹھے کرسکے اور زیارت حرمین شریفین اور روضہ اطہر کی حاضری کی تڑپ نے دل کا چین وسکون ختم کررکھا ہے، کیا شریعت مطہرہ ایسے حالات میں عمرہ کے لئے منع کرتی ہے؟ کیا زید پر عمرہ کرنے سے حج فرض ہوجائے گا؟ کیا زید پر عمرہ کرنے سے کوئی گناہ لاحق ہوگا؟ برائے کرم تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔ والسلام

(المستفتی: محمد عامر دولت باغ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر اس پر حج فرض نہیں ہے اور حج کی تمام شرائط نہیں پائی جاتی ہیں اور اسباب بھی اس کے پاس موجود نہیں ہیں تو ایام حج اور اشہر حج کے علاوہ دیگر ایام میں عمرہ کرے گا تو اس پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہوگا اور نہ ہی عمرہ کرنے کی وجہ سے اس پر حج لازم ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح المناسک:۴۹)

﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً﴾ (آل عمران:۹۷)

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال: یا رسول اللّٰه! ما یوجب الحج؟ قال: الزاد والراحلة. (سنن الترمذی، الحج، باب ما جاء فی إیجاب الحج بالزاد والراحلة، النسخة الهندیة: ۱/۱۶۸، دارالسلام، رقم:۸۱۳)

الحج واجب على الأحرار البالغین العقلاء الأصحاء إذا قدروا على الزاد والراحلة فاضلاً عن المسكن وما لابد منه، وعن نفقة عیاله إلٰی حین عوده، إلخ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الحج، أشرفیه دیوبند: ۱/۲۳۱-۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۴ر صفر ر ۱۴۱۷ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۸۳)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۴/۲/ ۱۴۱۷ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/ ۴۲۰-۴۲۱)

کیا عمرہ کی قضا ضروری نہیں:

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: خرجنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولا نرى إلا الحج، فقدم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فطاف بالبیت وبین الصفا

والمروة ولم يحل وكان معه الهدى،فطاف من كان معه من نسائه وأصحابه وحل منهم من لم يكن معه الهدى،فحاضت هى،فنسكنا مناسكنا من حجنا،فلما كان ليلة الحصبة ليلة النفر قالت: يا رسول اللّٰه! كل أصحابك يرجع بحج وعمرة غيرى،قال:ماكنت تطوفين بالبيت ليالى قدمنا،قلت: بلى، قال:فاخرجى مع أخيك إلى التنعيم، فأهلى بعمرة وموعدك مكان كذا وكذا، فخرجت مع عبدالرحمن إلى التنعيم،فأهللت بعمرة،و حاضت صفية بنت حيى، فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم:عقرى حلقى إنك الحابستنا أما كنت طفت يوم النحر، قالت:بلى،قال: فلا بأس انفرى فلقيته مصعداً علىٰ أهل مكة،وأنا منهبطة أوأنا مصعدة وهو منهبط،وقال مسدد: قلت: لا تابعه جرير عن منصور فى قوله:لا. (صحيح البخارى: ۲۳۷/۱، رقم:۱۷۲۸، ف:۱۸۶۲)

خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عذر شرعی میں آ گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کا احرام باطل کر کے حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا، چناں چہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی حال میں حج کے سارے مناسک انجام دیئے اور جب پاک ہوگئیں تو طواف زیارت کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴/ذی الحجہ کو مدینہ واپسی کا حکم دے دیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے واقعہ کا علم تھا اور آپ کے کہنے ہی پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باطل کر کے حج کا احرام باندھا تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کیوں عمرہ کی قضا کرنے کا حکم نہیں دیا؟ جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ لوگ تو عمرہ اور حج دونوں کر کے لوٹ رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے لوٹ رہی ہوں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خواہش کی تکمیل کروائی اور مکہ مکرمہ سے کچھ ہی فاصلہ پر معابدہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی عنہا کا انتظار فرمایا، اس واقعہ سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ خواہش نہ فرماتیں تو بغیر عمرہ کی قضا کئے مدینہ منورہ واپسی ہوتیں۔ از راہ کرم اس اشکال کو دور فرمائیں؟

(المستفتی: میر سعادت علی حیدرآبادی، مقیم حال: نل کنڈہ)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزارش کے بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے مقام تنعیم جا کر قضا کا حکم فرمایا تھا؛ مگر اس سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزارش نہ ہوتی تو عمرہ کی قضا کئے بغیر مدینہ واپس ہوجاتے؛ اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزارش کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مقام محصب میں (جس کو اس زمانہ میں معابدہ کہا جاتا ہے) پیش آیا ہے، جو منیٰ سے حرم شریف آتے وقت راستہ میں پڑتا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے واپسی پر دوبارہ

حرم شریف ابھی تک نہیں پہنچے تھے اور حرم شریف لے جا کر طواف وداع وغیرہ کرنا ابھی باقی تھا، ایسا ممکن ہے کہ حرم شریف پہنچنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صادر نہیں ہوا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیش قدمی سے گزارش فرمادی۔سوال نامہ میں جو شبہ ظاہر کیا گیا ہے، یہ شبہ اس وقت درست مانا جاسکتا تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم شریف پہنچ کر طواف وداع بھی کرلیا ہوتا، لہٰذا گہرائی سے دیکھنے کے بعد یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے اور مقام محصب اور مقام معابدہ منی سے حرم شریف آنے کا راستہ میں ہے، مدینہ جاتے وقت مدینہ کے راستہ پر انتظار کیا ہو۔ نیز یہ بات متعین ہے کہ مقام محصب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا؛ لیکن روایات دونوں طرح کی ہیں، بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گنجائش کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فرمانا ثابت ہے، جیسا کہ بخاری شریف: ۲۱۲/۱ پر دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔ (ملاحظہ ہو: حدیث: ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ف: ۱۵۶۰، م: ۱۵۶۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۲/رجب ۱۴۳۰ھ (الف فتویٰ نمبر: ۹۷۶۵/۳۸)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۷/۱۴۳۰ھ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۲۱-۴۲۳)

عمرہ کی سعی اور حج میں رمی وقربانی کے بعد حلق کا حکم:

سوال: عمرہ میں سعی کے بعد اور حج میں رمی وقربانی کے بعد (الف) حاجی خود اپنا حلق کرسکتا ہے، یا کسی دوسرے ہی سے (جس نے خود بھی حلق نہیں کرایا ہے) حلق کرا سکتا ہے؟

(ب) اپنے حلق سے پہلے کسی دوسرے حاجی کا حلق کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

عمرہ میں سعی اور حج میں رمی وقربانی کے بعد جب کہ حلق کے ذریعہ صرف حلال ہونا ہی باقی رہ گیا ہو تو ایسی صورت میں حاجی خود بھی اپنا حلق کرسکتا ہے اور کسی دوسرے حاجی سے حلق کرا سکتا ہے، خواہ دوسرے حاجی نے اپنا حلق کرایا ہو یا نہ کرایا ہو، اسی طرح وہ اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے حاجی کا بھی حلق کرسکتا ہے۔

(وإذا حلق) أی المحرم (رأسه) أی رأس نفسه (أو رأس غيره) أی ولو كان محرماً (عند جواز التحلل) أی الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسک (لم يلزمه شئ). (إرشاد الساری: ص: ۱۵۴)

ولو حلق رأسه أو رأس غيره من حلال أو محرم جاز له الحلق ولم يلزمها شئ. (غنية الناسک، ص: ۱۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۱/۶/۱۴۲۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۴۵)

حج کے ۵/دنوں کے علاوہ میں عمرہ کرنا:

سوال: کوئی شخص حج کے ۵/دنوں کے علاوہ عمرہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اور کسی حاجی کے لیے جو یہاں

سے حج کے ارادہ سے گیا ہو تو حج کے علاوہ دنوں میں طواف کرنا افضل ہے، یا عمرہ کرنا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

کوئی شخص حج کے ۵/دنوں (۹/تا۱۳/ذی الحجہ) کے علاوہ عمرہ کرنا چاہے تو احناف کے مسلک کی رو سے کرسکتا ہے۔

(والعمرة)في العمر مرة(سنة مؤكدة)...(وجازت في كل السنة)وندبت في رمضان (وكرهت) تحريماً(يوم عرفة وأربعة بعدها).(الدرالمختار:٤٧٢/٢)(۱)

جولوگ حج کے ارادہ سے باہر ملکوں سے مکہ جاتے ہیں اگرانہوں نے میقات سے حج کا احرام باندھا ہے (یعنی وہ مفرد یا قارن ہیں) تو حج سے قبل وہ عمرہ نہیں کرسکتے، حج کا احرام ان کے لیے عمرہ سے فراغت کے بعد حج سے قبل مکہ معظّمہ میں رہتے ہوئے مزید عمرے کریں، البتہ کچھ علماء اس کے لیے حج سے قبل عمرہ کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، چونکہ بعض احکام میں وہ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اہل مکہ کی طرح ہوجاتے ہیں، جن میں علامہ ابن ہمام بھی ہیں۔

"بل إختار أيضاً منع المكي من العمرة المجرّدة في أشهر الحج وإن لم يحج وهو ظاهر عبارة البدائع".(رد المحتار،باب التمتع:١٩٧/٢)

رہ گئی بات طواف کے جواز اوراس کی فضیلت کی تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے حج سے قبل عمرہ کے مقابلہ میں طواف افضل ہوگا اور حج سے فراغت کے بعد تمام حاجیوں کے لیے عمرہ کی اجازت ہوگی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی،۲۴/۱۱/۱۴۱۸ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۴۶/۳)

حج سے پہلے نفلی عمرہ کرنا:

سوال: حج سے پہلے نفل عمرہ کرسکتے ہیں، یانہیں؟ آپ کی کتاب ''مسائل حج'' صفحہ نمبر:۹۶، ۹۷ اور مسئلہ نمبر:۳۲۲، ۳۲۳ پرآپ نے لکھا ہے کہ ''نفل عمرہ کرنا جائز نہیں ہے'' جب کہ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب کی کتاب ''فتاوی رحیمیہ'' کی پانچویں جلد میں حضرت نے خود لکھا ہے کہ نفلی عمرہ کرنا جائز ہے تو دونوں مسئلوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔تفصیل سے جواب مطلوب ہے؟ (آپ کا خادم:محمد اعظم)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

نفلی عمرہ کرنا جائز ہے۔دراصل مسئلہ نمبر:۳۲۲ میں ایک جملہ چھوٹ گیا ہے، پورا مسئلہ یوں ہے:''عید کا چاند دیکھنے کے بعد حنفی مکی کے لیے عمرہ کرنا جائز نہیں ہے''۔

البتہ اس مسئلہ میں کہ ''ایام حج میں مکی کے لیے عمرہ کرنا جائز ہے، یانہیں؟'' علمائے کرام کا اختلاف ہے؛ میں نے ناجائز لکھا ہے، جب کہ دیگر کتابوں میں جائز لکھا ہوا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۴۹۵/۴-۴۹۷)

---

(۱) الدرالمختار على هامش رد المحتار،مطلب في أحكام العمرة:١٥٢/٢،طبع بيروت

عمرہ ادا کر کے بعد میں محنت مزدوری کے لیے قیام کرنا اسلامی جرم نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ عمرہ کے ویزے سے سعودی عرب جا کر عمرہ ادا کرنا چاہتا ہے۔ عمرہ کے بعد بندہ کا ارادہ وہاں پر محنت مزدوری کرنے کا ہے۔ کیا اسلام میں یہ جائز ہے کہ آدمی عمرہ کے لیے جا کر وہاں محنت مزدوری کے لیے قیام کرے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی عطا محمد اضاخیل نوشہرہ، ۱۲/رمضان ۱۴۱۰ھ)

الجواب

یہ رویہ صرف قانونی جرم ہے، (۱) اسلامی جرم نہیں ہے، جیسا کہ حج عمرہ کے لیے جاتے وقت تجارت کا ارادہ رکھنا اسلامی جرم نہیں ہے۔ (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۲/۴)

متمتع حاجی کا متعدد عمرے کرنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج کے لیے جا رہا ہے، جب ایک عمرہ ادا کرے اور پھر حج کا بھی ارادہ ہے۔ کیا وہ اس عمرہ سے حج تک دیگر عمرے ادا کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابوظہبی، ۱۴۰۱/۵/۳ھ)

الجواب

راجح یہ ہے کہ یہ شخص جتنے عمرے ادا کرنا چاہتا ہے، کر سکتا ہے۔ (۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/ ۳۲۸)

تندرست آدمی کا عمرہ بدل کرانا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی ہے خود عمرہ نہیں کرتا؛ بلکہ

---

(۱) گو کہ یہ حکومت سعودیہ کے قانون کی خلاف ورزی ہے اور یہ انتہائی غیر مناسب رویہ ہے؛ کیوں کہ پھر حکومتی کارروائی کی وجہ سے فضیحت اٹھانا پڑتا ہے، عزت نفس مجروح ہونے اور تذلیل وتحقیر کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔

(۲) عن أبی أمامة التیمی قال قلت لابن عمر: إنا نکریٰ فهل لنا من حج؟ قال الیس تطوفون بالبیت،وتأتون المعرف،وترمون الجمار،وتحلقون رؤوسکم؟ قال قلنا: بلٰی، فقال ابن عمر: جاء رجل إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فسأله عن الذی سألتنی،فلم یجبه،حتٰی نزل علیه جبریل بهذه الآیة "لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم" فدعاه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال:أنتم حجاج.(تفسیر ابن کثیر: ۴۸٦/۱،سورة البقرة: ۱۹۲)

(۳) قال العلامة الشامی: فالحاصل أن من أراد الاتیان بالعمرة علٰی وجه أفضل فیه فبان یقرن معه عمرة فتح فلا یکره الاکثار منها خلافاً لمالک بل یستحب علٰی ماعلیه الجمهور وقد قیل:سبع أسابیع من الأطوفة کعمرة،شرح اللباب. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۱٦٤/۲،قبیل مطلب فی المواقیت)

وقال الملا علی قاری: وهٰذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها؛لأنها عبادة مستقلة أیضاً کالطواف.(إرشاد الساری: ۱۹۳،مطلب مهم فی أن المتمتع الآفاقی غیر ممنوع من العمرة،إلخ)

دوسرے آدمی سے عمرہ کراتا ہے۔کیا یہ دوسرا آدمی اس کی طرف سے عمرہ کرسکتا ہے اور اس دوسرے آدمی کو اس کا ثواب مل سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی:عبداللہ،۲۹/۳/۱۹۷۹ء)

الجواب

حج بدل کی طرح عمرہ بدل بھی درست ہے۔

لأن هذا الباب بناء على إيصال الثواب(۱)وهو صحيح في العمرة، كما في ردالمحتار (۲/۵۹۵، طبع مصطفى الحلبي)**:(قوله: لعبادة ما) أى سواء كانت صلاة أوصوما أوصدقة أو قراءة أو ذكراً أوطوافاً أوحجاً أوعمرة أوغير ذلك.**(۲)

ويقتضيه ما في الخانية على هامش الهندية (۱/۳۱۰)**:ولوأمر غيره بالعمرة فاعتمرثم حج بمال نفسه لايكون مخالفا،فافهم.**(۳)**وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۲۹)

ارکان عمرہ میں تقدیم وتاخیر کا حکم:

سوال: اگرکوئی شخص عمرہ کے طواف اورسعی کے بعد حلق کرنے کے بجائے پہلے زیرناف بالوں کی صفائی کرے اور پھر حلق کرے تو کیا اس پر دم لازم ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

جس طرح حج کے ارکان ووجبات میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے اور تقدیم وتاخیر کی وجہ سے دم لازم آتا ہے تو اسی طرح عمرہ میں بھی ترتیب کا خیال رکھا جائے،اگرکہیں ترتیب ساقط ہوجائے تو دم دینا لازم ہوگا۔

مولانا عبدالرحیم لاجپوریؒ فرماتے ہیں:

”ہاں دم واجب ہوگا، پہلے سرمنڈا کر پھر مونچھ، یا دیگر مواضع کے بال کٹوانا چاہئیں،الٹا کرنے سے دم لازم آئے گا۔فتاویٰ اسعدیہ میں ہے:

(سوال)في رجل أهل بعمرة وطاف وسعى وحلق أحد إبطيه ثم حلق رأسه وحلق إبطيه الآخرما ذا يجب عليه افترنا؟(الجواب)يجب عليه دم والصورة ما شرح. (فتاویٰ رحیمیہ،کتاب الحج:۲/۵۲)

(فتاویٰ حقانیہ:۴/۲۸۵)

---

(۱) ويدل عليها ما في ردالمحتار:(قوله وشرط العجز) قد علمت مما قدمناه عن اللباب ان الشروط كلها شروط للحج الفرض دون النفل فلا يشترط في النفل شيىء منها إلا الإسلام والعقل والتميز... لاتساع بابه أى أانه يتسامح في النفل مالايتسامح في الفرض قال في الفتح أما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز،إلخ.(ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲/۲۶۱،قبيل مطلب في حج الصرورة)

(۲) ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲/۶۵۲،مطلب في إهداء ثواب الاعمال للغير

(۳) فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الهندية: ۱/۳۱۰، قبيل فصل في محظورات الحرم

فقیر آدمی عمرہ ادا کرکے واپس آجائے تو حج کا کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض نہیں ہے اور عمرہ کے لیے بیت اللہ شریف جا کر عمرہ ادا کرکے واپس آجائے۔ کیا اس شخص پر اب حج فرض ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالودود پائمال شریف ہزارہ، ۱۹/شوال ۱۴۰۲ھ)

الجواب

قواعد کی رو سے اس پر حج اس وقت فرض ہوگا، جب کہ اس نے عمرہ ان ایام میں ادا کیا ہو، جب یہ میقاتی لوگ (مکہ مکرمہ وغیرہ کے لوگ) حج کی تیاری کررہے ہوں۔

یدل علیه ما فی شرح التنویر: والعبرة لوجوبها أی العدة المانعة من سفرها وقت خروج أهل بلدها وکذا سائر الشرائط. (۱) **فافهم ولم أجده صریحاً وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۲۹-۳۳۰)

کیا حج عن الغیر کی صورت میں حج تمتع کیا جاسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح نہیں، صرف حج کی نیت کی جائے گی، جب کہ صرف حج کی نیت کی صورت میں طوالت احرام مشکل بھی ہے، لہٰذا اگر حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح ہو تو تحریر فرما کر ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی شیر علی جمال گڑھی مردان، ۲۱/شعبان ۱۴۰۳ھ)

الجواب

یہ حکم تب ہے، جب کہ یہ حاجی بدل حج افراد پر مامور ہو اور ہمارے بلاد میں چوں کہ افراد تمتع اور قران تینوں کو حج کہا جاتا ہے اور آمر کی طرف سے بھی تینوں کی اجازت ہوتی ہے، لہٰذا یہ مامور تمتع کرسکتا ہے، (۲) خصوصاً جبکہ افراد میں یہ حرج مذکور بھی ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۳۲)

جدہ میں رہنے والا اشہر حج میں عمرہ کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ہم جدہ میں بغرض ملازمت مقیم ہیں اور یہاں والوں کے قول کے مطابق ہم حلی ہیں اور بعض آدمی کہتے ہیں کہ حلی اشہر حج میں عمرہ نہیں کرسکتا، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر عمرہ کرنا ناجائز ہو اور کرلیا تو دم لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) **الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۱۵۹، قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباته**

(۲) **قال العلامة فخر الدین الأوزجندی الفرغانی: إذا أمر غیره بأن یحج عنه ینبغی أن یفوض الأمر إلی المامور فیقول حج عنی بهٰذا المال کیف شئت إن شئت حجة وإن شئت حجة وعمرة وإن شئت قراناً.** (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۳۰۷، فصل فی الحج عن الغیر)

الجواب

اگراسی سال حج کاارادہ ہےتو عمرہ کرنامکروہ ہے،اگرحج کاارادہ نہیں تو مکروہ نہیں۔

شامی میں ہے:

(تنبیه)یزاد علی الأیام الخمسة ما فی اللباب وغیره من كراهة فعلها فی أشهرالحج لأهل مكة ومن بمعنا هم أی من المقیمین ومن فی داخل المیقات؛لأن الغالب علیهم أن یحجوا فی سنتهم فیكونوا فتمتعین وهم عن التمتع ممنوعون وإلا فلا منع للمكی عن المفردة فی أشهر الحج إذا لم یحج فی تلك السنة ومن خالف فعلیه البیان شرح اللباب ومثله فی البحر. (رد المحتار، قبیل مطلب فی المواقیت:۲/۲۰۸)

زبدۃ المناسک میں ہے:

مسئلہ: مکہ والوں کواور جوشخص مکہ والوں کے حکم میں یعنی داخل میقات رہنے والا (یاعین میقات پر رہنے والا)اور جو شخص کہ پہلے اشہرحج سے مقیم مکہ ہے(جیسے کہ آفاقی اشہرحج سے پہلے حلال ہوکرمکہ میں رہا ہوپھراس پراشہرحج آگئے) ان کوعمرہ کرنااشہرحج میں مکروہ ہے جوکہ اسی سال حج کرناچاہےاوراگراس سال حج نہ کرےتو عمرہ اشہرحج میں کرناان سب کومکروہ نہیں (زبدۃ المناسک ج اص۵۵۲)اسی سال حج کاارادہ ہوتے ہوئے عمرہ کیاتودم جبرلازم ہوگا۔

درمختار میں ہے:

(والملكی ومن فی حكمه یفرد فقط)ولوقرن أوتمتع جازوأساء وعلیه دم جبر. (الدرالمختارمع الشامی:۲/ ۲۰۷،باب التمتع) فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۹/رمضان المبارک۱۳۹۹ھ۔(فتاویٰ رحیمیہ:۱۴۴/۸)

بقصد تجارت سعودیہ جاکرعمرہ کرنے کاحکم:

سوال: کچھ لوگ عمرہ کا پاسپورٹ بنواتے ہیں اوران کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہاں رہ کرکام کریں گے،لہذاوہ وہاں عمرہ کرکے کسی دوکان میں روپوش ہوجاتے ہیں اورچھپ چھپ کرکام کرتے ہیں۔حکومت سعودیہ کا قانون ہے کہ صرف ۳۰یا۳۵/دن تک ایسے لوگ ہمارے ملک میں رہ سکتے ہیں۔اگروہ لوگ گرفتارہوجاتے ہیں توجیل میں بند کرکے فوراًاس کو ہندوستان واپس کردیاجاتاہےاورجب تک پکڑے نہیں جاتے،خوب کمائی کرتے ہیں۔

دریافت طلب امریہ ہے کہ ایسے لوگوں کاعمرہ قبول ہوتاہے،یانہیں؟اوران کی کمائی ہوئی رقم جائزہے،یاناجائز؟ بینواتوجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: مال کمانے کی غرض سےعمرہ کاپاسپورٹ بنواکرجانے والوں کاعمرہ مقبول ہوگیا؛لیکن عمرہ

کے سفر کا ثواب نہ ملے گا اور وہاں خلافِ قانون قیام کی حالت میں کمائی ہوئی رقم حلال اور جائز ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۶/۲/۱۴۱۲ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/۳۳۴-۳۳۵)

تجارت کی غرض سے جانے والے کے لیے عمرے کا شرعی حکم:

سوال: میں نے حج فرض ادا کرلیا ہے، اب تجارت کے لیے دبئی اور جدہ جانا چاہتا ہوں تو میں صرف عمرہ کرلوں اور حج نہ کروں تو اس کی گنجائش ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے، پورا سال اس کا وقت ہے، صرف حج کے پانچ دنوں (ذی الحجہ کی نو، دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ) میں صرف عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) اس لیے آپ ان دنوں کے علاوہ میں اگر مکہ مکرمہ جارہے ہیں، تو عمرے کا احرام باندھ کر جائیں اور عمرہ کرکے اپنے وطن واپس لوٹیں، یا تجارت کے لیے کسی اور ملک کا رخ کریں؛ کیوں کہ مکہ مکرمہ کی عظمت واحترام کی خاطر وہاں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں، اس لیے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ جانا جائز نہیں۔ (۲) رہی بات حج فرض کی، سو آپ نے اسے ادا کرلیا ہے؛ اس لیے آپ پر حج فرض نہیں ہوگا۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۴/۴۹۹-۵۰۰)

---

(۱) (والعمرة) فی العمر (مرة سنة مؤكدة) علی المذهب ... (وجازت فی كل السنة) وندبت فی رمضان (وكرهت) تحريماً (يوم عرفة وأربعة بعدها) أی كره إنشاؤها بالإحرام حتٰی يلزمه دم وإن رفضها لا أداؤها فيها بالإحرام السابق.(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۷۲-۷۳، كتاب الحج، دار الفكر/مجمع الأنهر: ۱/۵٦٥، كتاب الحج، حكم العمرة، ط: دار إحياء التراث العربی/الفتاوی الهندية: ۱/۲۳۷، الباب السادس فی العمرة، دار الفكر)

(۲) ولا يجوز للآفاقی أن يدخل مكة بغير إحرام نوی النسک أو لا ولو دخلها فعليه حجة أوعمرة كذا فی محيط السرخسی فی باب دخول مكة بغير إحرام.(الفتاوی الهندية: ۱/۲۲۱، كتاب المناسک، الباب الثانی فی المواقيت، ط: دار الفكر/ عمدة القاری: ۱۰/۲۰۵، كتاب الحج، باب دخول الحرم و مكة بغير إحرام، ط: دار إحياء التراث العربی بيروت/ بدائع الصنائع :۲/۱٦٤، فصل بيان مكان الإحرام، ط: دار الكتب العلمية بيروت/ الفتاوی التاتارخانية:۳/۵۵۱، كتاب الحج، الفصل الرابع فی بيان مواقيت الإحرام، ط: زكريا ديوبند)

(۳) البتہ آفاقی کے دخول مکہ کی وجہ سے عمرہ یا حج کرنا ضروری ہوتا ہے؛ اس لیے عمرہ کرنا لازم ہوگا، خود حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی کتاب ''مسائل حج'' میں اس کی صراحت کی ہے، حضرتؒ رقم طراز ہیں: آفاقی، یعنی میقات سے باہر رہنے والا، مکہ مکرمہ میں پانچوں میقاتوں میں سے کسی بھی میقات سے گزرے گا تو اس پر حج، یا عمرہ کرنا لازم ہوجائے گا، انتہی۔

ثم إذا دخل الآفاقی مكة بغير إحرام، وهو لا يريد الحج، ولا العمر، فعليه لدخول مكة إما حجة و إما عمرة، فإن أحرم بالحج أو العمرة من غير أن يرجع إلی الميقات فعليه دم لترک حق الميقات، وإن عاد إلی الميقات وأحرم و هٰذا علٰی وجهين: إن أحرم بحجة الإسلام أو عمرة عما لزمه خرج عن العهدة، و إن أحرم بحجة الإسلام أو عمرة كانت عليه إن كان ذلک فی عامه أجزأه عما لزمه لدخول ملة بغير إحرام استحسانا.(الفتاوی التاتارخانية: ۳/۵۲-۵۵۱، كتاب الحج، الفصل الرابع فی بيان مواقيت الإحرام، ط: زكريا ديوبند)

اِحرام باندھنے کے بعد اگر بیماری کی وجہ سے عمرہ نہ کرسکے تو اس کے ذمہ عمرہ کی قضا اور دَم واجب ہے:

سوال: عمرہ کے لیے میں نے ۲۷/رمضان المبارک کوجدہ سے اِحرام باندھا؛ لیکن میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی، میں بالکل چل نہیں سکتا تھا اور مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا کہ میں ۲۷/رمضان المبارک کو عمرہ ادا نہ کرسکا اور میں نے وہ اِحرام عمرہ ادا کرنے کے بغیر کھول دیا۔ میں نے مجبوری سے عمرہ ادا نہیں کیا، اس گناہ کی بخشش کس طرح ہوسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

آپ کے ذمہ اِحرام توڑ دینے کی وجہ سے دَم بھی واجب ہے،(۱) اور عمرہ کی قضا بھی لازم ہے۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵/۲۶۴)

ذی الحجہ میں حج سے قبل کتنے عمرے کیے جاسکتے ہیں:

سوال: ایامِ حج سے قبل (مراد یکم تا ۸/ذی الحجہ ہے) لوگ جب وطن سے اِحرام باندھ کر جاتے ہیں تو ایک عمرہ کرنے کے بعد فارغ ہوجاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ اس دوران مزید عمرے کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

حج تک مزید عمرے نہیں کرنے چاہئیں، حج سے فارغ ہوکر کرے، حج سے پہلے طواف جتنے چاہے کرتا رہے۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵/۲۶۴)

---

(۱) وإذا أحصر المحرم بعدو أو أصابه مرض فمنعه من المضی جاز له التحلل وقال الشافعی رحمه الله لا يكون الإحصار إلا بالعدو لأن التحلل بالهدی شرع فی حق المحصر لتحصيل النجاة وبالإحلال ينجو من العدو لا من المرض،ولنا أن آية الإحصار وردت فی الإحصار بالمرض بإجماع أهل اللغة فإنهم قالوا الإحصار بالمرض والحصر بالعدو والتحلل قبل أوانه لدفع الحرج الآتی من قبل امتداد الإحرام والحرج فی الاصطبار عليه مع المرض أعظم، وإذا جاز له التحلل يقال له ابعث شاة تذبح فی الحرم وواعد من تبعثه بيوم بعينه يذبح فيه ثم تحلل.(الهداية،كتاب الحج،باب الاحصار: ۱/۱۷۵،داراحياء التراث العربی بيروت)

(۲) وعلى المحصر بالعمرة القضاء.(الهداية،باب الاحصار: ۱/۱۷۵،داراحياء التراث العربی بيروت)

(۳) (وَأَمَّا) شَرَائِطُ الرُّكْنِ فَمَا ذَكَرْنَا فِی الْحَجِّ إلَّا الْوَقْتَ، فَإِنَّ السَّنَةَ كُلَّهَا وَقْتُ الْعُمْرَةِ، وَتَجُوزُ فِی غَيْرِ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَفِی أَشْهُرِ الْحَجِّ لَكِنَّهُ يُكْرَهُ فِعْلُهَا فِی يَوْمِ عَرَفَةَ وَيَوْمِ النَّحْرِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيقِ،أَمَّا الْجَوَازُ فِی الْأَوْقَاتِ كُلِّهَا فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾(البقرة: ۱۹۶) مُطْلَقًا عَنْ الْوَقْتِ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ «مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً إلَّا شَهِدْتُهَا وَمَا اعْتَمَرَ إلَّا فِی ذِی الْقَعْدَةِ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ مَعَ طَائِفَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فِی عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ فَدَلَّ الْحَدِيثَانِ عَلَى أَنَّ جَوَازَهَا فِی أَشْهُرِ الْحَجِّ وَمَا رُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنْهَا فِی أَشْهُرِ الْحَجِّ فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى نَهْیِ الشَّفَقَةِ عَلَى أَهْلِ الْحَرَمِ لِئَلَّا يَكُونَ الْمَوْسِمُ فِی وَقْتٍ وَاحِدٍ مِنْ السَّنَةِ بَلْ فِی وَقْتَيْنِ لِتَوَسُّعِ الْمَعِيشَةِ عَلَى أَهْلِ الْحَرَمِ.(بدائع الصنائع، سنن العمرة: ۲/۲۲۷،دارالكتب العلمية بيروت)

عمرہ کا ایصالِ ثواب:

سوال: اگر کوئی شخص عمرہ کرتے وقت دِل میں یہ نیت کرے کہ اس عمرہ کا ثواب میرے فلاں دوست یا رشتہ دار کو مل جائے؛ یعنی میرا یہ عمرہ میرے فلاں رشتہ دار کے نام لکھ دیا جائے تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

الجواب

جس طرح دُوسرے نیک کاموں کا ایصالِ ثواب ہوسکتا ہے، عمرہ کا بھی ہوسکتا ہے۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۶۴/۵-۲۶۵)

ملازمت کا سفر اور عمرہ:

سوال: ہم لوگ نوکری کے سلسلے میں سعودی عرب آئے اور جدہ میں اُترے اور پھر ایک ہزار میل دُور کام کے لئے چلے گئے۔ اس میں ہمیں پہلے عمرہ کرنا چاہیے تھا، یا کہ بعد میں؟

الجواب

چوں کہ آپ کا یہ سفر عمرہ کے لیے نہیں تھا؛ بلکہ ملازمت کے لیے تھا؛ اس لیے آپ جب بھی چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں، پہلے عمرہ کرنا آپ کے لیے ضروری نہیں تھا، خصوصاً جب کہ اس وقت آپ کو مکہ مکرّمہ جانے کی اجازت ملنا بھی دُشوار تھا۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۶۵/۵)

کیا حج کے مہینے میں عمرہ کرنے والا اور عمرے کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے اَشہرِ حج میں جا کر عمرہ ادا کیا، اب وہ حج تک وہاں ٹھہرتا ہے تو کیا اس دوران وہ مزید عمرے کرسکتا ہے؟

الجواب

متمتع کے لیے حج وعمرہ کے درمیان اور عمرے کرنا جائز ہے۔(۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۶۵/۵)

---

(۱) اَلْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ أَتَى بِعِبَادَةٍ مَا، لَهُ جَعْلُ ثَوَابِهَا لِغَيْرِهِ. (الدر المختار)
أَيْ سَوَاءٌ كَانَتْ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ قِرَائَةً أَوْ ذِكْرًا أَوْ طَوَافًا أَوْ حَجًّا أَوْ عُمْرَةً. (ردالمحتار، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، دارالفکر بیروت)

(۲) ووقتها أی العمرة جمیع السنة إلا خمسة أیام، الخ. (الفتاویٰ الهندیة، الباب السادس فی العمرة: ۲۳۷/۱، دارالفکر بیروت)

(۳) العمرة ... وجازت فی کل سنة ... وکرهت تحریما یوم عرفة وأربعة أیام بعدها، الخ. (الدر المختار، کتاب الحج: ۴۷۳/۲، ایچ ایم سعید کمپنی)

مکہ والوں کے لیے طواف افضل ہے، یا عمرہ:

سوال: مکۃ المکرّمہ میں زیادہ طواف کرنا افضل ہے، یا عمرہ جو کہ مسجدِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اِحرام باندھ کر کیا جاتا ہے؟ کیوں کہ ہمارے امام کا کہنا ہے کہ طواف مکہ مکرّمہ میں سب سے زیادہ افضل ہے اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا حکم ہے، نہ کہ عمرہ کا؛ اس لیے مقیم مکہ مکرّمہ کے لیے طواف افضل ہے، عمرہ سے اور ساتھ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ مدینہ منوّرہ سے عمرہ کا اِحرام باندھ کر ضرور آنا چاہیے۔ پوچھنا ہے کہ کیا یہ باتیں امام کی ٹھیک ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــ

زیادہ طواف کرنا افضل ہے؛ مگر شرط یہ ہے کہ عمرہ کرنے پر جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اتنا وقت یا اس سے زیادہ طواف پر خرچ کرے، ورنہ عمرہ کی جگہ ایک دو طواف کر لینے کو افضل نہیں کہا جا سکتا۔(۱)

جو لوگ مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرّمہ جانے کا قصد رکھتے ہیں، ان کو ذوالحلیفہ سے (جو مدینہ شریف کی میقات ہے) اِحرام باندھنا لازم ہے اور ان کا اِحرام کے بغیر میقات سے گزرنا جائز نہیں،(۲) اور اگر مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرّمہ جانے کا قصد نہیں بلکہ جدہ جانا چاہتے ہیں تو ان کے اِحرام باندھنے کا سوال ہی نہیں۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۳۰/۵-۲۳۱)

عمرہ کے پیسوں سے کسی محتاج کی شادی کرانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سائل نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اور رقم جمع کی تھی اور تیاری بھی کر لی تھی؛ لیکن مجھے ہارٹ اٹیک (دل کا دورہ) ہوا اور زبردست قسم کا حملہ ہوا تھا ڈاکٹر حضرات نے سفر کرنے سے روکا ہے، لہٰذا اگر میں یہ رقم کسی یتیم لڑکی کی شادی اور کسی مسجد میں لگوا دوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے، لہٰذا میرے گھر والے یہ چاہتے ہیں کہ شرعی مسئلہ معلوم کرنے کے بعد یہ رقم خرچ کریں؟

---

(۱) وَنَظِيرُهُ مَا أَجَابَ بِهِ الْعَلَّامَةُ الْقَاضِي إبْرَاهِيمُ بْنُ ظَهِيرَةَ الْمَكِّيُّ حَيْثُ سُئِلَ هَلْ الْأَفْضَلُ الطَّوَافُ أَوْ الْعُمْرَةُ مِنْ أَنَّ الْأَرْجَحَ تَفْضِيلُ الطَّوَافِ عَلَى الْعُمْرَةِ إذَا شَغَلَ بِهِ مِقْدَارَ زَمَنِ الْعُمْرَةِ إلَّا إذَا قِيلَ إنَّهَا لَا تَقَعُ إلَّا فَرْضَ كِفَايَةٍ فَلَا يَكُونُ الْحُكْمُ كَذَلِكَ. (ردالمحتار، کتاب الحج، فصل فی الاحرام وصفة المفرد: ۵۰۲/۲، دارالفکر بیروت)

(۲) والمواقيت التي لا يجوز أن يجاوزها الإنسان إلا محرما خمسة لأهل المدينة ذو الحليفة ولأهل العراق ذات عرق ولأهل الشام الجحفة ولأهل نجد قرن ولأهل اليمن يلملم هكذا وقت رسول الله عليه الصلاة والسلام هذه المواقيت لهؤلاء. (الهداية، فصل في المواقيت: ۱۳۳/۱، داراحياء التراث العربي بيروت)

(۳) وَلَوْ جَاوَزَ الْمِيقَاتَ وَيُرِيدُ بُسْتَانَ بَنِي عَامِرٍ دُونَ مَكَّةَ؛ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ. الفتاوىٰ الهندية، الباب العاشر في مجاوزة الميقات بغير احرام: ۲۵۳/۱، دارالفکر بیروت)

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر آپ عمرہ کریں گے تو اس کا فائدہ صرف آپ کی ذات کو ہوگا اور اگر آپ ان پیسوں سے کسی محتاج کی شادی کرادیں گے یا مسجد میں لگادیں تو اس کا نفع متعدی ہوگا آپ کو بھی اس کا فائدہ ہوگا اور دوسروں کو بھی پھر خاص طور پر جب کہ آپ کو بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر نے عمرہ کا سفر کرنے سے روک دیا ہے تو بجائے اس کے کہ آپ کے پیسے کہیں دوسری جگہ صرف ہوجائیں، آپ ان کو مسجد میں لگادیں، یا کسی غریب محتاج کی اعانت کرلیں تو آپ کے لیے بہتر اور باعث ثواب ہوگا۔

لما فی المحيط البرهانی (۴۹۹/۳):فالمختار:أن الصدقة أفضل له؛لأن نفع الصدقة يعود إلى الغيرونفع الحج يقتصر عليه.

وفى الولوالجية(۳۰۰/۱): رجل حج مرة فأراد أن يحج مرّة أخرىٰ فالحج أفضل أم الصدقة فالمختارأن الصدقة أفضل؛لأن الصدقة تطوع يعود نفعها إلىٰ غيره والحج لا.

وفى الدر المختار(۶۲۱/۲): بناء الرباط أفضل من حج النفل واختلف فى الصدقة ورجح فى البزازية أفضلية الحج لمشقته فى المال والبدن جميعاً قال وبه أفتىٰ أبوحنيفة حين حج وعرف المشقة.

وفى الشامية تحته (قوله:ورجح فى البزازية أفضلية الحج) حيث قال: الصدقة أفضل من الحج تطوعاً كذا روى عن الإمام لكنه لما حج وعرف المشقة أفتىٰ بأن الحج أفضل ومراده أنه لوحج نفلاً وأنفق ألفاً فلو تصدق بهٰذه الألف على المحاويج فهو أفضل لا أن يكون صدقة فليس أفضل من انفاق ألف فى سبيل اللّٰه تعالىٰ والمشقة فى الحج لما كانت عائدة إلى المال و البدن جميعاً فضل فى المختارعلى الصدقة،آه؟

قال الرحمتي:والحق التفصيل فما كانت الحاجة فيه أكثر والمنفعة فيه أشمل فهوأفضل كما ورد ”حجة أفضل من عشر غزوات“ وورد عكسه فيحمل علىٰ ماكان أنفع فإذا كان أشجع و أنفع فى الحرب فجهاده أفضل من حجه أوبالعكس فحجه أفضل،وكذا بناء الرباط إن كان محتاجاً إليه كان أفضل من الصدقة وحج النفل،وإذا كان الفقيرمضطراً أومن أهل الصلاح أو من آل بيت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط. (نجم الفتاویٰ:۴۲۲/۳)

☆☆☆

متفرقات حج، احکام ومسائل

پاسپورٹ وصول کرنے کے لیے رشوت لینا دینا کیسا ہے:

سوال: ایک آدمی پر حج فرض ہے اور وہ حج کے پاسپورٹ کے وصول یابی کے لیے رشوت دے سکتا ہے، یا نہیں؟ چوں کہ اس کے لیے قرعہ اندازی سسٹم ہے، تقریباً تین سال تک وصول یابی ممکن نہیں، جس بنا پر اس کے جلد حصول کے لیے رشوت دے سکتا ہے؟ دوسرا یہ کہ آئندہ اس کے پاس سفر خرچ (حج کا) نہ رہا، یا صحت نہ رہی تو کیا از روئے شرع گنہگار ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

دفع ظلم اور اپنے جائز حق حاصل کرنے کے لیے رشوت دینی پڑے تو گنجائش ہے؛ مگر دوسرے کی حق تلفی نہ ہو، جس کی رعایت ضروری ہے۔

"ولو بالرشوة". (الدرالمختار مع الشامي: ۱۹۸/۲، کتاب الحج)

پاسپورٹ کے وصول یابی میں تاخیر ہوجائے اور حج کی رقم ضروری کام میں خرچ ہوجائے تو گنہگار نہیں ہے؛ مگر اس کے ذمہ حج باقی رہے گا، خود حج ادا نہ کرسکا تو حج بدل کی وصیت ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۶/۸-۱۳۷)

حاجیوں کا داخلی میں کچھ دینا رشوت ہے:

سوال: خدامِ کعبہ بلا کچھ لیے خانہ کعبہ کے اندر نہیں جانے دیتے تو ایسی صورت میں ان کو کچھ دینا کیسا ہے، یہ رشوت تو نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ رشوت ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۸/۱۰-۴۴۹)

---

(۱) ومثله فيما يظهر دفع الرشوة علىٰ دخوله،لقوله في شرح اللباب:ويحرم أخذ الأجرة ممن يدخل البيت، أويقصد زيارة مقام إبراهيم عليه السلام بلا خلاف بين علماء الإسلام وأئمة الأنام،كما صرح به في البحر وغيره،آه، وقد صرحوا وبأن ماحرم أخذه،حرم دفعه إلا لضرورة؛لأن دخول البيت ليس من مناسك الحج. (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الهدى،مطلب في دخو ل البيت: ۶۲۴/۲،دارالفكر،بيروت،انيس)

فيستبيح أخذ الأجرة علىٰ دخول البيت الحرام،أوزيارة مقام إبراهيم عليه السلام،فإنه لاخلاف بين علماء الإسلام وأئمة الأنام في تحريم ذلك،كما صرح به في البحرالزاخروغيره.(قوله:فإنه لاخلاف،إلخ) ==

رباط میں جگہ کے لیے رشوت:

سوال: مکہ اور مدینہ میں نظام حیدرآباد کی طرف سے بہت پہلے سے رباطیں بنی ہوئی ہیں، اب چوں کہ حجاج کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے اور رباط میں سیٹ حاصل کرنے کے لیے بعض حضرات حیدرآباد میں رشوت دیتے ہیں اور اس طرح سیٹ حاصل کرکے کرایہ مکان سے بچ جاتے ہیں۔اس میں ان کو کافی بچت ہوتی ہے۔کیا یہ صورت جائز ہے؟
(حافظ محمد نثار، نرساپور)

الجواب

حج وعمرہ کے لیے جانا ایک مبارک اور مسعود سفر ہے، جس کا مقصد اجر وثواب حاصل کرنا ہے، رشوت جس طرح لینا حرام ہے، اسی طرح دینا بھی حرام ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے؛ اس لیے رشوت دینا تو عام حالات میں بھی گناہ ہے، چہ جائے کہ سفر حج وعمرہ؛ اس لیے ایسے مبارک سفر میں تھوڑی سی سہولت اور رعایت حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا ناجائز ہے اور نہ سفر کی حیثیت اور اس کی عظمت کے شایان شان۔(کتاب الفتاویٰ:۱۱۴/۴-۱۱۵)

بینک کی تنخواہ سے حج:

سوال: ایک صاحب بینک ملازم ہیں اور ان کی آمدنی کا اہم ذریعہ یہی ہے، وہ حج کرنے کے خواہش مند ہیں تو کیا ان کا حج صحیح ہوگا؟ (سید نوید عزیز، کٹکی)

الجواب

بینک کا کاروبار سود پر مبنی ہے اور بینک کی ایسی ملازمت جس میں سودی کاروبار لکھنے یا پیسے لینے دینے پڑتے ہوں، جائز نہیں۔یہی اکثر علماء کی رائے ہے اور جو پیسہ جائز ذریعہ سے حاصل نہیں ہوا ہو، اس سے حج کرنا درست نہیں؛ بلکہ فقہا نے مال حرام سے حج کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے؛ کیوں کہ اس میں حج جیسی عبادت کی اہانت کا پہلو پایا جاتا ہے۔
"وقد يتصف بالحرمة كالحج بمال حرام".(ردالمحتار: ۴۵۳/۳)
ان صاحب کو چاہیے کہ اگر کسی اور ذریعہ سے حلال آمدنی میسر ہو، یا کوئی آبائی جائیداد ہو، جس کو فروخت کرنا ممکن ہو تو ان ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی کے ذریعہ فریضۂ حج انجام دیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ ثواب کے بجائے جوابدہی کا باعث ہوجائے۔(کتاب الفتاویٰ:۱۱۵/۴-۱۱۶)

== قال في هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك: وأنه من أشنع البدع وأقبح الفواحش، وهٰذه اللفظة وإن صحت فيستدل بها علىٰ إقامة الحرمة؛ لأن أخذ الأجرة ليس من المعروف ... (قوله: في تحريم ذلك، إلخ). (إرشاد الساري إلىٰ مناسك الملا علي القاري، فصل: يستحب دخول البيت، ص:۵۴۶، دار الفكر، بيروت، انيس)

رشوت لینے والے کا حلال کمائی سے حج:

سوال: میں جس جگہ کام کرتا ہوں اس جگہ اُوپر کی آمدنی بہت ہے؛ لیکن میں اپنی تنخواہ جو کہ حلال ہے، علاحدہ رکھتا ہوں۔ کیا میں اپنی اس آمدنی سے خود اور اپنی بیوی کو حج کرواسکتا ہوں، جب کہ میری تنخواہ کے اندر ایک پیسہ بھی حرام نہیں؟

الجواب

جب آپ کی تنخواہ حلال ہے تو اس سے حج کرنے میں کیا اِشکال ہے؟ ''اُوپر کی آمدنی'' سے مراد اگر حرام کا روپیہ ہے تو اس کے بارے میں آپ کو پوچھنا چاہیے تھا کہ ''حلال کی کمائی تو میں جمع کرتا ہوں اور حرام کی کمائی کھاتا ہوں، میرا یہ طرزِ عمل کیسا ہے''؟

حدیث شریف میں ہے کہ ''جس جسم کی غذا حرام کی ہو، دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے''۔(۱)

ایک اور حدیث ہے کہ ''ایک آدمی دُور دراز سے سفر کر کے (حج پر) آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ''یا رَبّ! یا رَبّ!'' کہہ کر گڑگڑا کر دُعا کرتا ہے، حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا، غذا حرام کی، اس کی دُعا کیسے قبول ہو''؟(۲) الغرض حج پر جانا چاہتے ہیں تو حرام کمائی سے توبہ کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۴۹/۵-۲۵۰)

تحفہ، یا رشوت کی رقم سے حج کرنا:

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ میں ایک مقامی دفتر میں ملازم ہوں، میری آمدنی اتنی نہیں ہے کہ میں اور میری اہلیہ پس انداز کر کے رقم جمع کریں اور حج پر جاسکیں، ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے؛ بلکہ فرض ہے، ہم حج فریضہ جلد از جلد ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میرے پاس کچھ رقم جمع ہو جائے جو مجھے دفتر میں تھوڑی تھوڑی کر کے بطور تحفہ ملی ہو تو کیا ہم اس میں سے حج پر وہ رقم خرچ کر کے اس فرض کو ادا کر سکتے ہیں؟ یقین جانئے کہ میں نے کبھی حکومت سے کوئی بے ایمانی، یا دھوکا دے کر رقم نہیں لی؛ بلکہ زبردستی رقم دی گئی ہے بطور تحفہ۔ کیا ایسی رقم سے حج ادا کرنا جائز ہے؟ برائے مہربانی مجھے اس مسئلے سے آگاہ کریں؟

---

(۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نبتَ منَ السُّحتِ وكلُّ لحمٍ نبتَ منَ السُّحتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَان) (مشكاة المصابيح، ص: ۲۴۲، طبع قديمى)

(۲) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَأَنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أمرَ بِهِ المرسلينَ فَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ واعْملوا صالحا) وَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟ (رَوَاهُ مُسْلِم) (مشكاة المصابيح، ص: ۲۴۱، باب الكسب وطلب الحلال، طبع قديمى)

الجواب

حج ایک مقدس فریضہ ہے؛ مگر یہ اسی پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔(۱) آپ کو جو رقم تحفے میں ملی ہے، اگر آپ ملازم نہ ہوتے، کیا تب بھی یہ رقم آپ کو ملتی؟ اگر جواب نفی میں ہے تو یہ تحفہ نہیں رشوت ہے اور اس سے حج کرنا جائز نہیں؛ بلکہ جن لوگوں سے لی گئی ان کو لوٹانا ضروری ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۵۳/۵)

غصب شدہ رقم سے حج کرنا:

سوال: کسی کی ذاتی چیز پر دُوسرا آدمی قبضہ کرلے، جس کی قیمت پچاس ہزار روپے ہو اور وہ اس کا مالک بن بیٹھے تو کیا وہ حج کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارے میں کیا فرمان ہے؟

الجواب

دُوسرے کی چیز پر ناجائز قبضہ کرکے اس کا مالک بن بیٹھنا گناہِ کبیرہ اور سنگین جرم ہے۔(۳) ایسا شخص اگر حج پر جائے گا تو حج سے جو فوائد مطلوب ہیں، وہ اس کو حاصل نہیں ہوں گے۔ حج پر جانے سے پہلے آدمی کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اس کے ذمہ جو کسی کا حق واجب ہو، اس سے سبکدوش ہوجائے، کسی کی امانت اس کے پاس ہو تو اس کو ادا کردے، اس کے بغیر اگر حج پر جائے گا تو محض نام کا حج ہوگا۔(۴)

حدیث میں ہے کہ ''ایک شخص دُور سے (بیت اللہ کے) سفر پر جاتا ہے، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، بدن میل کچیل سے اَٹا ہوا ہے، وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ کو ''یا ربّ! یا ربّ!'' کہہ کر پکارتا ہے، حالاں کہ اس کا کھانا حرام کا، لباس حرام کا، اس کی غذا حرام کی، اس کی دُعا کیسے قبول ہو۔۔۔!(۵) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۴۹/۵)

---

(۱) وهو واجب أی فرض فی العمر مرة علی الأحرار البالغین العقلاء الأصحاء إذا قدروا علی الزاد ذهابا وإیابا والراحلة ...فاضلة أی زائدا ذلک عن مسکنه وما لا بد له منه کالثیاب وأثاچ المنزل والخادم ونحو ذلک...عن نفقته عیاله...إلی حین عوده،الخ.(اللباب فی شرح الکتاب: ۱/۱٦٤، کتاب الحج،طبع قدیمی)

(۲) عَنْ أَبِی أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ شَفَعَ لِأَحَدٍ شَفَاعَةً فَأَهْدَی لَهُ هَدِیَّةً عَلَیْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ أَتَی بَابًا عَظِیمًا مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا.(رَوَاهُ أَبُو دَاوُد)(مشکاةالمصابیح،ص:۳۲٦،باب رزق الولاة وهدایاهم)

(۳) وَعَنْ أَبِی حُرَّةَ الرَّقَاشِیِّ، عَنْ عَمِّهِ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ إِلَّا بِطِیبِ نَفْسٍ مِنْهُ.(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی شُعَبِ الْإِیمَانِ، وَالدَّارَقُطْنِیُّ فِی الْمُجْتَبَی)(مشکاة المصابیح،ص:۲۵۵،باب الغضب والعاریة،طبع قدیمی)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ قَالَ:لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا شِغَارَ فِی الْإِسْلَامِ، وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَیْسَ مِنَّا.(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)(مشکاة المصابیح،ص:۲۵۵،طبع قدیمی)

(۴) کما لو صلی مرائیا أو صام واغتاب فإن الفعل صحیح لکنه بلا ثواب،واللّٰه تعالیٰ أعلم.(ردالمحتار:۲/۲۵٦)

(۵) وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ إِلَّا طَیِّبًا ==

بونڈ کی اِنعام کی رقم سے حج کرنا:

سوال: ٹی وی کے ایک پروگرام میں پروفیسر حسنین کاظمی صاحب میزبان کی حیثیت سے، پروفیسر علی رضا شاہ نقوی صاحب اور مولانا صلاح الدین صاحب جرنلسٹ سے چند مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ من جملہ چند سوالوں کے ایک سوال یہ تھا کہ آیا پرائز بونڈ پر اِنعام حاصل کردہ رقم سے ''عمرہ یا حج'' کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب پروفیسر علی رضا شاہ نقوی صاحب نے یہ دیا کہ پرائز بونڈ کی اِنعام حاصل کردہ رقم سے عمرہ اور حج جائز ہے۔ اس کی تشریح انہوں نے اس طرح فرمائی:

''اگر دس روپے کا ایک پرائز بونڈ کوئی خریدتا ہے تو گویا اس کے پاس دس روپے کی ایک رقم ہے جس کو جب اور جس وقت وہ چاہے کسی بینک میں جا کر اس پرائز بونڈ کو دے کر مبلغ دس روپے حاصل کرسکتا ہے۔'' مزید یہ تشریح فرمائی کہ: ''مثلاً ایک ہزار اَشخاص دس روپے کا ایک ایک پرائز بونڈ خریدتے ہیں، قرعہ اندازی کے بعد کسی ایک شخص کو مقرّر کردہ اِنعام ملتا ہے؛ مگر بقیہ ۹۹۹ اَشخاص اپنی اپنی رقم سے محروم نہیں ہوتے؛ بلکہ ان کے پاس یہ رقم محفوظ رہتی ہے اور اِنعام وہ ادارہ دیتا ہے جس کی سرپرستی میں پرائز بونڈ اسکیم رائج ہے، لہٰذا اس اِنعامی رقم سے عمرہ، یا حج کرنا جائز ہے''۔

اس پروگرام کو کافی لوگوں نے ٹی وی پر دیکھا اور سنا ہوگا، مولانا صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن وحدیث کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس مسئلے پر روشنی ڈالیں کہ آیا پرائز بونڈ کی حاصل کردہ اِنعامی رقم سے ''عمرہ، یا حج'' کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

پرائز بونڈ پر جو رقم ملتی ہے، وہ جوا ہے اور سود بھی، جوا اس طرح ہے کہ بونڈ خریدنے والوں میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کو اس بونڈ کے بدلے میں دس روپے ہی ملیں گے، یا مثلاً پچاس ہزار اور سود اس طرح ہے کہ پرائز بونڈ خرید کر اس شخص نے متعلقہ ادارے کو دس روپے قرض دیئے اور ادارے نے اس روپے کے بدلے اس کو پچاس ہزار دس روپے واپس کئے، اب یہ زائد رقم جو انعام کے نام پر اس کو ملی ہے، خالص ''سود'' ہے،(۱) اور خالص سود کی رقم سے عمرہ اور حج کرنا جائز نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۵۷/۵)

== وَأَنَّ اللّٰهَ أَمَرَ المؤمنينَ بِمَا أمرَ بِهِ المرسَلينَ فَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ واعْمَلوا صَالحا)وَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ)ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟(رَوَاهُ مُسْلِم)(مشكاة المصابيح، ص: ۲٤۱،باب الكسب وطلب الحلال،طبع قديمي)

(۱) كل قرض جر نفعا فهو ربا.(ردالمحتار: ۱٦٦/٥. أيضا: ۳۹٤/٦)

(۲) يجتهد في تحصيل نفقة حلال فإن الله لا يقبل الحج بالنفقة الحرام.(الفتاوىٰ الهندية: ۲۲۰/۱،كتاب المناسک)

بینک ملازمین سے زبردستی چندہ لے کر حج کا قرعہ نکالنا:

سوال: ہم مسلم کمرشل بینک کے ملازم ہیں۔ہماری یونین نے ایک حج اسکیم نکالی ہے اور ہر اسٹاف سے ۲۵/روپے ماہوار لیتے ہیں، اس پیسے سے قرعہ اندازی کر کے دو اسٹاف کو حج پر جانے کو کہا ہے۔کیا اس چندے سے وہ بھی ۲۵/روپے ماہوار ایک سال تک، اس پیسے سے حج جائز ہے؟ کافی اسٹاف دِل سے یہ چندہ دینا نہیں چاہتا؛ مگر یونین کے ڈر اور خوف سے ۲۵/روپے ماہوار دے رہا ہے، کیا اس طرح جب دِل سے کوئی کام نہیں کرتا، کسی کے ڈر اور خوف کے چندے سے حج جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس طرح حج پر جانا جائز نہیں۔اوّل تو بینک سے حاصل ہونے والی تنخواہ ہی حلال نہیں،(۱) اور پھر زبردستی رقم جمع کرانا اور اس کا قرعہ نکالنا یہ دونوں چیزیں ناجائز ہیں۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۵/۲۵۷-۲۵۸)

حج کے لیے ڈرافٹ پر زیادہ دینا:

سوال: آج کل حج کے واسطے ڈرافٹ منگواتے ہیں، کسی دلال کے ذریعہ، وہ ہوتا ہے تیس ہزار کا؛ لیکن اس منگوانے والے کو پانچ ہزار اُوپر دیتے ہیں؛ یعنی پینتیس ہزار کا پڑ جاتا ہے۔پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس کو یہ پانچ ہزار کمیشن، یا اس کی مزدوری کے طور پر دے سکتے ہیں، یا نہیں؟ آیا یہ لین دین حلال ہے، یا حرام؟ اسی طرح اگر اس کو بجائے پاکستانی روپے، یا ڈالر، یا دُوسرے ملک کی رقم دے دیں تو آیا یہ جائز ہے، یا ناجائز؟ کیوں کہ اس میں تو جنسیت بدل چکی ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

ڈرافٹ منگوانے کی جو صورت آپ نے لکھی ہے، یعنی ۳۵/ہزار دے کر ۳۰/ہزار روپے لینا یہ تو سمجھ میں نہیں آتی، البتہ اگر پانچ ہزار روپے ایجنٹ کو بطور اُجرت دیئے جائیں تو کچھ گنجائش ہوسکتی ہے، روپے کے بدلے ڈالر، یا کوئی اور کرنسی لی جائے تو جائز ہے۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۵/۲۵۵)

---

(۱) عن جابر قال:لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم آکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال:هم سواء.(رواه مسلم)(مشکاۃالمصابیح،ص:۲۴۴،باب الربا،طبع قدیمی کتب خانه)

(۲) وَعَنْ أَبِی حُرَّةَ الرَّقَاشِیِّ، عَنْ عَمِّهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ إِلَّا بِطِیبِ نَفْسٍ مِنْهُ.(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی شُعَبِ الْإِیمَانِ، وَالدَّارَقُطْنِیُّ فِی الْمُجْتَبَی)(مشکاۃ المصابیح،ص:۲۵۵،باب الغصب والعاریة،طبع قدیمی)

(۳) وفی التحفة:وأما أجرة السمسار فی ظاهر الروایة تلحق برأس المال،الخ.(البنایة:۱۰/۳۵۵)

مال حرام کے ذریعہ آدمی صاحب نصاب ہوجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: رشوت، یا سود، یا زنا وغیرہ سے اگر روپیہ جمع کیا، حج زکوٰۃ وغیرہ فرض ہوتا ہے، یانہیں؟

الجواب

اس کا سارے کا نکالنا فرض ہے، اہل حقوق کو واپس کردے، جو نہ معلوم ہوں تو صدقہ محتاجوں پر کردے۔ حج وغیرہ اس پر سے ادا نہیں ہوتا۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۷۹)

فکس رقم سے حج:

سوال: ڈاک خانہ، یا بینک میں رقم فکس کی گئی، جو چند سال میں ڈبل ہوگئی، کیا ایسی رقم سے حج کرنا جائز ہے؟

(ڈاکٹر کلیم خاں، بہادر پورہ)

الجواب

جو زائد رقم آپ کو مل رہی ہے، وہ سود ہے اور مالِ حرام کا حج میں استعمال کرنا درست نہیں، لہٰذا جتنی رقم جمع کی گئی تھی، وہ رقم تو حج میں استعمال کی جاسکتی ہے؛ لیکن بینک، یا پوسٹ آفس سے جو زائد رقم اس پر ملتی ہے، اس کا تو یوں بھی استعمال جائز نہیں اور حج میں استعمال تو گناہ بالائے گناہ ہے، اس میں ایک عبادت کی اہانت کا پہلو بھی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۱۱۶/۴۔۱۱۷)

فلم کے ذریعہ کمائی ہوئی رقم سے حج:

سوال: کوئی مسلمان فلمی اداکار فلم کے ذریعہ پیسے کمائے اور اس رقم سے حج کرے تو اس کا حج ہوگا، یانہیں؟

(محمد نثار احمد)

الجواب

حج ایک عظیم عبادت اور اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے اور فلمی اداکاری کو کسبِ معاش کا ذریعہ بنانا یقیناً حرام طریقہ پر مال کمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور حلال مال ہی کو قبول فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے مالِ حرام کا انتخاب گویا اس عبادت کی اہانت ہے؛ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مالِ حرام سے صدقہ درست نہیں ہے۔

''لاصدقة من غلول''. (۱)

اس لیے مالِ حرام کے ذریعہ کیا جانے والا حج اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہوگا، اس بات کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے کہ حج جیسی اہم عبادت مالِ حلال ہی کے ذریعہ ادا کی جائے، البتہ فقہی اعتبار سے چوں کہ اس نے حج کے افعال

(۱) الجامع للترمذی، رقم الحدیث: ۱، باب ما جاء لا تقبل صلاة بغير طهور

وارکان کوادا کرلیا ہے؛ اس لیے حج ادا ہوجائے گا، جیسا کے کوئی شخص ریا اور دکھاوے کی غرض سے حج کرے تو فریضۂ حج ادا ہوجائے گا؛ لیکن اس کی نیت میں بگاڑ کی وجہ سے حج مقبول نہیں ہوگا۔(۱)(کتاب الفتاویٰ:۴/۱۱۶-۱۱۷)

سرمایہ جب ناجائز آمدنی میں مخلوط ہوجائے تو کیا کرے:

سوال: میرے پاس جو سرمایہ حج کے لیے رکھا ہوا تھا، وہ رقوم میں نے تنخواہ سے جمع کی تھی، وہ رقم ناجائز آمدنی میں مخلوط ہوگئی۔ کیا صورت اس کے پاک کرنے کی کی جائے؟

الجواب

اس قدر روپیہ جو تنخواہ سے جمع کیا گیا تھا، علاحدہ کرلیا جائے، علاحدہ کرلینے سے وہ رقم حلال وپاک اور صاف ہوجائے گی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۵۸۲)

G.P.F. فنڈ کے پیسے سے بھی بلاتکلف حج کیا جاسکتا ہے:

سوال: زید سرکاری اسکول میں ماسٹر تھا، زید چاہتا ہے کہ G-P-F یعنی فنڈ والے پیسہ سے حج خانہ کعبہ کرلے؛ لیکن بکر کہتا ہے کہ فنڈ والے پیسہ سے حج خانہ کعبہ جائز نہیں ہے، آپ کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل ومفصل تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: فنڈ کے اس روپیہ سے حج کرنے میں ذرہ برابر خرابی اور کراہت نہیں ہے، جب زید حج پر قادر ہے تو اس پر حج کرنا فرض ہے اور بکر جاہل ہے۔ نیم ملا خطرہ ایمان۔ **واللّٰہ أعلم بالصواب**

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۰/۲/۱۴۱۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم:۳/۳۳۳)

کمیشن سے حاصل ہونے والی آمدنی سے حج:

سوال: کیا کمیشن سے حاصل ہونے والی آمدنی سے حج جیسا اہم فرض انجام دیا جاسکتا ہے؟

(نثار احمد، مشیر آبادی)

الجواب

کمیشن کا کاروبار بھی عام کاروبار کی طرح ہے، شرعی نقطۂ نظر سے جو کاروبار حلال اور جائز ہے، اس میں کمیشن کا معاملہ بھی درست ہے، بشرطیکہ اسے شرعی طریقہ سے انجام دیا جائے، دھوکہ دہی سے اجتناب کیا جائے، لہٰذا اس پر حاصل ہونے والا نفع حلال ہے اور اس سے حج ادا کرنا اور اس طرح کی دوسری مالی عبادتیں انجام دینا درست ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۱۱۸)

---

(۱) البحر الرائق، کتاب الحج: ۲/۳۰۹، ردالمحتار، کتاب الحج: ۳/۴۵۳

رباط میں مرفہ الحال لوگوں کا قیام:

سوال: ایک کھاتا پیتا اور مرفہ الحال شخص، یا خاتون کا رباط میں ٹھہرنا جائز ہے؟ کیا معمول، یا رشوت دے کر رباط کا حاصل کرنا درست ہے؟ (محمد سراج الدین، جدہ)

الجواب ــ

یہ رباط بنانے والے اور وقف کرنے والے کی نیت پر منحصر ہے، اگر صرف نادار اور ضرورت مند لوگوں پر وقف کیا گیا ہو تو مرفہ الحال لوگوں کا اس میں قیام کرنا جائز نہیں اور اگر واقف کی طرف سے ایسی کوئی شرط نہ ہو تو ایسے لوگ بھی ٹھہر سکتے ہیں، البتہ جو لوگ مرفہ الحال ہوں ان کو چاہیے کہ نسبتاً اپنے سے کم معاش لوگوں کے لیے ایثار سے کام لیں، اس طرح ان شاء اللہ وہ اجر کے مستحق ہوں گے، رباط میں رشوت دے کر قیام کی اجازت حاصل کرنا ناجائز اور گناہ ہے اور اس کے لیے رشوت لینا تو آخری درجہ کی بدنصیبی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۲۴/۴-۱۲۵)

رواجی شرکت کی صورت میں شرکا کی اجازت کے بغیر اپنی کمائی سے حج کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والدین زندہ ہیں اور بھائی بھی زندہ ہیں اور تمام مال شریک ہے، زید مزدوری کرتا ہے اور کماتا ہے، سعودی عرب میں مقیم ہے۔ کیا والدین اور بھائیوں کی اجازت کے بغیر زید نفلی حج ادا کرسکتا ہے؟ اور کیا اپنے دادا، والد، والدہ وغیرہ کے لیے حج بدل ان کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عزیز الرحمٰن ریاض سعودی عرب، ۴/۷/۱۴۰۱ھ)

الجواب ــ

زید کا والدین اور برادران کے ساتھ شراکت رواجی شراکت ہے، شرعی شراکت نہیں ہے۔ یہ شرکت فقہائے کرام کے ذکر کردہ اقسام میں داخل نہیں ہے۔ پس بہر حال زید زکوۃ، خیرات اور حج کرنے میں خود مختار ہے، (۱) البتہ

(۱) ہمارے ہاں جو شرکت اموال وکمائی وغیرہ رائج ہے کہ گھر کے افراد میں سے کچھ کماتے ہیں اور کچھ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کرتے ہیں اور بھائی بندی کے ساتھ باہم رہتے ہیں اور والد یا بڑا بھائی سرپرستی کرتا ہے، اب اس صورت میں جب اختلاف پیدا ہو جائے تو عموماً ایسا کیا جاتا ہے کہ تمام سرمایہ باہم تقسیم کرتے ہیں اور ہر ایک برادر اپنا اپنا حصہ لیتا ہے؛ لیکن اگر ایک بھائی جو محنت ومزدوری کرتا ہے، یا بیرون ملک ملازمت کرکے کماتا ہے اور وہ دعویٰ کرے کہ یہ کمائی میری ہے، لہٰذا یہ مال سب کے سب میرا ہے تو اس صورت میں اس کا سب بھائی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؛ لیکن یہ اس صورت میں کہ والد اور بیٹے، یا بھائیوں کی صنعت ایک نہ ہو اور دونوں کا سابق مال نہ ہو۔ نیز یہ بیٹا والد کی عیالداری میں نہ ہو، كما صرح به في فتاویٰ الخيرية (۹۲/۲) (سئل) في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالاً ومات هل هي لوالده خاصة أم تقسم بين ورثته (أجاب) هي للابن تقسم بين ورثته علىٰ فرائض اللّٰه تعالىٰ حيث كان له كسب مستقل بنفسه وأما قول علمائنا اب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما==

دوسرے شخص (والد وغیرہ) کی طرف سے حج بدل کو بغیر اجازت کے کرنا بے سود ہے،(۱) اور انہیں نفلی حج کا ایصال ثواب مشروع ہے۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۲۲/۴)

دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راقم الحروف نے دو سال سے حج بیت اللہ کی درخواستیں دے رکھی ہیں؛ مگر منظور نہ ہوئیں، اب حج کی رقم بینک میں جمع ہے اور دوسری طرف کفار کے ساتھ جنگ بھی شروع ہے تو کیا میں یہ روپیہ بجائے فریضہ حج ادا کرنے کے دفاعی فنڈ میں دیدوں، یا فریضہ حج افضل ہے، میری عمر بہتر سال ہے، زندگی کا بھروسہ نہیں، اگلے سال تک زندہ رہوں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حافظ محمد نعیم صاحب، لالہ رخ واہ کینٹ،۳۰/۱۲/۱۹۷۱ء)

الجواب

دفاعی فنڈ میں رقم دینے کا بہت بڑا اجر ہے؛ لیکن اس میں رقم دینے سے فریضہ حج کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے،(۳) جیسا کہ اس فنڈ میں رقم دینے سے سرکاری بل اور ٹیکس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا اہم فالاہم کو مقدم کرے۔(۴) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۲۸/۴)

== شیء ثم اجتمع لهما مال يكون كله للأب إذا كان الإبن في عياله فهومشروط كما يعلم من عبارتهم بشروط منها اتحاد الصنعة وعدم مال سابق لهما وكون الابن في عيال أبيه فإذا عدم واحد منها لا يكون كسب الابن للأب وانظرإلى ما عللوا به المسئلة من قولهم لان الابن إذا كان في عيال الأب يكون معينا له فيما يصنع فمدار الحكم على ثبوت كونه معينا له فيه.(الفتاوىٰ الخيرية على هامش تنقيح الحامدية: ۹۲/۲)

(۱) قال العلامة الحصكفي:وبشرط الأمر به أى بالحج عنه فلا يجوزحج الغير بغيرإذنه إلا إذا حج أو احج الوارث عن مورثه لوجود الأمر دلالة.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲۵۹/۲،قبيل شروط الحج عن الغير عشرون)

(۲) قال العلامة ابن عابدين:فلا يشترط في النفل شيىء منها (أى من الشروط) إلا الإسلام والعقل و التمييز وكذا عدم الاستئجار لا تساع باب النفل أنه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض قال في الفتح أما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز؛لأنه لم يجب عليه واحدة من المشقتين أى مشقة البدن ومشقة المال فإذا كان له تركهما كان له أن يتحمل إحداهما تقرباً إلى ربه عزوجل فله الاستنابة فيه صحيحاً.(ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۶۲/۲،قبيل مطلب في حج الصرورة)

(۳) قال الملا على قاري:وإن ملكه فيه أى في الوقت فليس له صرفه إلى غيرالحج فلوصرفه لم يسقط الوجوب عنه وهذا تصريح بما علم ضمنا ومنطوق لما عرف مفهوماً.(إرشاد الساري: ۳۳/۱،باب شرائط الحج)

(۴) قال العلامة النووي: (قوله:فقال رجل يارسول الله صلى الله عليه وسلم إن امرأتي خرجت حاجة وإني اكتتبت في غزوة كذا وكذا قال انطلق فحج مع امرأتک) فيه تقديم الأهم من الأمورالمتعارضة؛لأنه لما تعارض سفره في الغزو وفي الحج معها رجح الحج معها؛لأن الغزو يقوم غيره في مقامه عنه بخلاف الحج معها.(شرح النووي في ذيل مسلم: ۴۳۴/۱، قبيل باب ما يقول إذا رجع من الحج)

حج کرانے کی نذر سے صاحب نصاب کو حج کرانے سے نذر ادا نہ ہوگی:

سوال: ایک شخص نے حج کرانے کی نذر کی تھی، ایک صاحب نصاب مولوی صاحب کو دیکر حج کرایا، بوجہ مسکین نہ ہونے کے اگر حج ادا نہ ہو، نذر پوری نہ ہو، اس کو دوسری دفعہ خرچ دے کر حج کرانا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

نذر ادا نہیں ہوئی، بقدر زاد حج کے مساکین کو دینا چاہیے، خواہ وہ حج کرے، یا نہ کرے، نذر ادا ہو جائے گی۔

یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولی، ص:۷۲) (امداد الفتاویٰ:۲/۱۷۱)

اور اس صاحب نصاب پر روپیہ کی واپسی واجب نہیں:

سوال: اور مولوی صاحب کو وہ روپیہ واپس دینا ضرور ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

نہیں۔ (تتمہ اولی، ص:۷۲) (امداد الفتاوی:۲/۱۷۱)

حج نذر سے حج فرض ادا ہوگا، یہ نہیں:

سوال: مولوی صاحب نے حج کیا، ان کا حج فرض ادا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

نیت کیا کی۔(۱)

یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولی، ص:۷۲) (امداد الفتاوی:۲/۱۷۱)

حج کی فلم بنانے کے متعلق:

سوال: حج کی فلم بنانا اور سینما کے ذریعہ بتلانا جائز ہے، یا نہیں؟ حج فلم میں چند فوائد ہیں:

(۱) حج کی ادائیگی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

(۲) حج کیسے ادا ہوتا ہے اس کا طریقہ آتا ہے اور حج کرنے والے کو آسانی ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

الجواب

حج کی فلم بنانا جس میں جانداروں کی تصویریں بھی بیسیوں ہوتی ہیں، جائز نہیں، حرام ہے اور اس کو سنیما کے ذریعہ

---

(۱) آزاد بالغ صاحب استطاعت شخص پر حج فرض مقدم ہے، پھر اس حج کی قضا کا درجہ ہے، جسے حالت وقوف میں فاسد کیا ہو، پھر نذر کا حج، پھر دوسرے کی نیابت میں حج کرنا اور اس کے بعد نفلی حج ہے، یہ ترتیب ضروری ہے اور حج اسی ترتیب سے واقع ہوگا، اگر چہ اس کے خلاف نیت ہو؛ اس لیے مذکورہ مولوی صاحب کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ انیس

تماشہ کے طور پر پیش کرنا اور کمانے کا ذریعہ بنانا گناہ کا کام ہے اور اسلامی عبادت، شعائر اسلام، مناسک حج، شواہد مکہ معظّمہ، نیز تلاوت قرآن وغیرہ کی توہین کے مرادف ہے۔ خداوند کریم فرماتے ہیں:

﴿ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه﴾(سورة الحج: ۳۰)

(ترجمہ: اور جو کوئی خدا کی محترم چیزوں کی تعظیم کرے گا وہ اس کے لئے اس کی پروردگار کے نزدیک بہتر ہے۔)

اور فرماتے ہیں:

﴿ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوىٰ القلوب﴾(سورةالحج: ۳۲)

(ترجمہ: اور جو شخص خدائی یادگاروں کی تعظیم کرے گا تو یہ دلی پرہیزگاری کی بات ہے۔)

فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مالک دوکان خریدار کے سامنے مال پیش کرتے وقت تسبیح (سبحان اللہ) اور درود شریف پڑھے کہ خریدار پر اثر پڑے اور اس کی نظر میں مال کی رونق بڑھے تو یہ جائز نہیں ہے، اس میں ذکر اللہ کی بے حرمتی ہے؛ اس لیے کہ مقصد دنیا ہے، ثواب نہیں، سینما وغیرہ تماشوں میں قرأت اور دعا وغیرہ ذکر اللہ کا بھی یہی حکم ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يسئلو نک عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما﴾

(سورة البقرة: ۲۱۹)

(ترجمہ: (اے نبی) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں (کے استعمال) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے (بعض) فوائد بھی ہیں اور ان کے گناہ ان کے فوائد سے بڑے ہیں۔)

شریعت کا مشہور حکم ہے کہ اگر کسی کام میں فائدہ اور نقصان دونوں ہوں اور وہ کام ضروری نہ ہو (جیسے حج فلم) تو نقصان دیکھتے ہوئے اس کو ترک کر دینا ضروری ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ ”ایک شخص مجلس رقص منعقد کرے اور کہے کہ اگرچہ رقص فی نفسہ ممنوع وحرام ہے؛ لیکن میری غرض اس مجلس سے لوگوں کو جمع کرنا ہے؛ تاکہ جمع ہو جانے کے بعد میں اپنی وجاہت سے کام لے کر ان کو نماز پڑھنے پر مجبور کروں اور اسی طرح ان کو نماز پڑھنے کی عادت ہو جائے تو دیکھئے بظاہر اس مجلس کی غایت کس قدر خوبصورت ہے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالی جاتی ہے؛ لیکن چوں کہ اس مجلس میں ایک مصلحت کے ساتھ بہت سے مفاسد بھی ہمدوش ہیں اور مجلس رقص بالذات، یا بالغیر مطلوب نہیں، جیسا کہ ظاہر ہے؛ اس لیے شریعت اس مصلحت مذکورہ کی وجہ سے اس کی اجازت نہ دے گی؛ بلکہ اس کے مفاسد پر نظر کر کے اس مجلس کے انعقاد سے باز رکھے گی۔ (الرفیق فی سواء الطریق: ۵۹/۲)

ہمارے جلیل القدر بزرگ حضرت پیران پیر غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں:

(۱) اگر کوئی کہے کہ مجھے ناجائز گانا بجانا سننے سے یاد الٰہی میں کشش اور رغبت بڑھتی ہے یہ بالکل غلط ہے؛ اس لیے کہ شارع نے گانے بجانے کی نہی کے لیے فرق نہیں کیا ہے۔

(۲) اگر ایسے اعذار اور بہانے قابل قبول ہوتے تو طوائف کا گانا سننا اس کے لیے جائز ہوتا جو دعویٰ کرتا کہ میں اس سے بدمست نہیں ہوتا۔

(۳) اور ایسے شخص کے لیے شراب جائز ہوتی، جو دعویٰ کرتا کہ میں اس کے پینے سے نشہ میں نہیں آتا اور بہت سے حرام کاموں سے محفوظ رہتا ہوں۔

(۴) اگر کوئی کہے کہ جب میں حسین وخوبصورت لونڈے اور پرائی عورتوں کو دیکھتا ہوں اور ان کے ہمراہ تنہا بیٹھتا ہوں اور خوبصورتی سے عبرت حاصل کرتا ہوں تو اس کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس کا ترک کرنا واجب ہے اور حرام چیزوں کے استعمال سے نصیحت وموعظمت حاصل کرنا حرام کاری سے بدتر ہے اور وہ شخص خدا کی راہ میں حرام خواری اور حرام کاری کرنا چاہتا ہے اس کے سواء اور کچھ نہیں ہے، ایسے لوگ اپنی خواہش اور ہویٰ (آرزو) کے مطابق چلتے ہیں۔ یہ قابل قبول اور قابل توجہ نہیں ہے۔

وإن قال قائل أسمعها علىٰ معان اسلم فيها عند الله تعالىٰ كذبناه؛لأن الشرع لم يفرق بين ذلك ولو جاز لأحد جاز للأنبياء عليهم السلام ولو كان ذالأعذار لا جزنا سماع القيان لمن يدعى أنه لايطربه وشرب المسكرلمن ادعى أنه لا يسكره فلوقال عادتى إنى متىٰ شربت الخمر كففت عن الحرام لم يبح له ولوقال عادتى إذا شهدت المرد والأجنبيات وخلوت بهم اعتبرت فى حسنهم لم يجوز له ذلك وأجيب أن الا عتبار بغير المحرمات أكثرمن ذلك وإنما هٰذه طريقة من أراد الحرام بطريق الله عزوجل فيركب هوا فلا نسلم لأصحابها ولا نلتفت إليهم. (غنية الطالبين ص: ۵۲)

خلاصہ یہ کہ حج کی فلم بنانا اور بذریعہ سینما دیکھنا اور دکھلانا، اس میں کسی بھی طرح کی اعانت کرنا نیز اسے بڑھانا ترقی دینا جائز نہیں ہے، ممنوع ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿**ولا تعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب**﴾ (المائدة: ۲)

(ترجمہ: اور گناہ وظلم کے کام میں مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک (شرعی احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو) اللہ تعالیٰ سخت سزا کرنے والا ہے۔)

حج فلم میں جو فوائد بتلائے جاتے ہیں، انہیں حاصل کرنے کے لیے دوسرے طریقے کم نہیں ہیں؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۴/۸-۱۳۶)

مقامات مقدسہ کے ماڈلوں سے مناسک حج کی تعلیم دینا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آسانی پیدا کرنے کے لیے اگر کوئی شخص خانہ کعبہ اور دیگر مقامات مقدسہ کے ماڈلوں کے ذریعہ مناسک حج کی تعلیمات دینا چاہے۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: پروفیسر محبوب گل اکوڑہ خٹک، ۲/شوال ۱۴۰۲ھ)

الجواب

اس طریقہ سے یعنی طریقہ تمثیل سے تعلیم دینا مفید اور مؤثر ہوتا ہے، اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں بہت سی تمثیل ذکر کئے گئے ہیں، **کالتمثیل بالکلب** (۱) **وبیت العنکبوت** (۲) **وتشبیک الأصابع** (۳) **والخط المحیط بالخطوط وغیر ذلک.** (۴) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۴/۴)

وی سی آر وغیرہ کے ذریعے مساجد میں مناسک حج وعمرہ دکھلانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے اندر وی سی آر وغیرہ فلم کے ذریعے مناسک حج وعمرہ کی تربیت دینا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(**المستفتی**: ڈاکٹر ریاض الرحمٰن، سٹیلائٹ ٹاون راولپنڈی، ۷/رمضان ۱۴۰۵ھ)

الجواب

چوں کہ یہ بصری تربیت جاندار کی تصویر کشی پر موقوف ہے، (۵) لہٰذا یہ طریقہ تربیت بہرحال ناجائز ہے، خواہ مسجد میں ہو، یا مسجد سے باہر کسی مکان میں ہو، دینی امور کی تعلیم کو غیر دینی طریقہ سے دینا جائز نہیں اور قابل اعتراض ہے۔ (۶) تعجب ہے کہ تاریک زمانہ کے اعراب سمعی طریقہ سے تربیت حاصل کر سکتے تھے اور روشن زمانہ کے دانشمند اور

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فمثله کمثل الکلب أن تحمل علیه یلهث أوتترکه یلهث﴾ (سورة الأعراف: ۱۷۶)

(۲) قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿مثل الذین اتخذوا من دون اللّٰہ أولیاء کمثل العنکبوت﴾ (العنکبوت: ۱۰)

(۳) عن أبی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: فیلتأم علیه حتی یلتقی علیه وتختلف أضلاعه، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بأصابعه فأدخل بعضها فی جوف بعض، الخ. (سنن الترمذی: ۶۹/۲، بعد باب ماجاء فی صفة أوانی الحوض)

(۴) عن عبد اللّٰہ قال خط النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم خطا مربعاً وخط خطا فی الوسط خارجا منه وخط خططا صغاراً إلٰی هٰذا الذی فی الوسط من جانبه الذی فی الوسط فقال هٰذا الانسان وهٰذا أجله محیط به وهٰذا الذی هو خارج أمله وهٰذ الخطط الصغار الأعراض فإن أخطأه هٰذا نهسه هٰذا وإن اخطأه هٰذا نهسه هٰذا، وعن أنس قال خط النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم خطوطا فقال هٰذا الأمل وهٰذا أجله فبینما هو کذلک إذ جاء ه الخط الأقرب. (رواهما البخاری) (مشکاة المصابیح: ۴۴۹/۲، باب الأمل والحرص الفصل الأول)

(۵) وفی المنهاج: اعلم أن صناعة صور الحیوانات حرام مطلقاً صغیرةً کانت أو کبیرة لورود اللعنة علی المصور، رواه البخاری ولورود تعذیبه بنفخ الروح فیها رواه البخاری، وفرق الصورة من العکس واضح؛ لأن الصورة تکون باقیة والعکس لایبقی بعد زوال المحاذاة کعکس الرای فی المرآة والماء وبالصناعة الجدیدة یبقی ویقال له الصورة فحکمه حکم الصورة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی: ۲۱۵/۵، باب ماجاء فی الصورة)

(۶) حج کے فلم سنانے اور بنانے میں جو فوائد بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً حج کا شوق پیدا ہونا اور طریقہ حج میں آسانی وغیرہ؛ لیکن دوسری طرف ان کے گناہ ان کے فوائد سے زیادہ ہیں، مثلاً تصاویر جاندار، غیر محرمات، اور شعائر حج کو بطور تماشہ پیش کرنا وغیرہ سب حرام ہیں؛==

دانشور یہ تربیت حاصل نہیں کرسکتے ہیں۔بہرحال مناسب یہ ہے کہ حکومت بجائے سرکاری ملازمین کے ہرسوآدمیوں کے لیے ایک مستند عالم امیر اور معلم مقرر کرتا رہے اور اس کی ہدایات کے موافق حج ادا کرواتا رہے۔وھوالموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۲۶۵/۴)

ٹیلی ویژن پر مرد وعورت کو حج کے مسائل واحکام سکھانا:

سوال: کیا عمرہ، حج وزیارت مدینہ کے تربیتی پروگرام کو صرف تربیتی ہال میں کلوز سرکٹ ٹی، وی سسٹم پر دکھانا مناسب ہے۔تاریخی مقام اورنگ آباد میں ایک ادارہ بنام ''مرکز خدمات حجاج'' پچھلے آٹھ برسوں سے قائم ہے، ہرسال رجب تا شوال آٹھ تربیتی نشستوں کا اہتمام کرتا ہے، جن میں پہلی نشست ایک یوم تعارف حج وفضیلت حج وعمرہ وزیارت پر، ۵/نشستیں تیاری سفر، احرام، عمرہ، حج کے پانچ دن اور زیارت مدینہ منورہ، عینی مشاہدات اور آخری دو یومیہ نشستیں اعادہ، مزید تفصیل سوال وجواب پر منعقد کی جاتی ہیں، ان میں ہم جن ذرائع تربیت کا استعمال کرتے ہیں، ان میں حرم مکہ مکرمہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، روضہ اطہر کی جالی کے بڑے پردے، حرم مکہ اور جمرات کے ماڈل وغیرہ شامل ہیں۔

عازمین حج مرد وخواتین کی تعداد پچاس، ساٹھ سے بڑھ کر اب چھ سو، تا ایک ہزار ہوتی ہے۔تربیتی نشستوں کا انتظام انتہائی معقول پردہ کے بندوبست کے ساتھ مرد وخواتین عازمین حج کے لیے بیک وقت ہی کیا جاتا ہے۔ہم نے محسوس کیا کہ تربیتوں کا مکمل استفادہ عازمین کو اسی وقت ہوسکتا ہے، جب وہ دوران تربیت پردوں اور ماڈلوں کو بغور دیکھیں، ان میں دیکھائے گئے مختلف مقامات کا مشاہدہ کریں۔ٹی، وی سسٹم کا استعمال کرتے ہیں، جو محدود پیمانہ پر محدود وقت کے لیے کرایہ پر حاصل کردہ ٹی، وی کے ذریعہ ممکن ہوتا ہے۔

امسال چند مقامی حضرات نے ہماری توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ اللہ کے مہمانوں کی ایسی عظیم خدمت بے حد اجروثواب کا باعث ہے؛ مگر ٹی وی کا استعمال مناسب نہیں ہے۔

== بلکہ یہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس قول کا مصداق ہے، قال الشيخ عبد القادر الجيلاني: لوقال عادتي إني متىٰ شربت الخمر كففت عن الحرام لم يبح له ولوقال عادتي إذا شهدت المرد والأجنبيات وخلوت بهم اعتبرت في حسنهم لم يجوز له ذلک واجيب أن الاعتبار بغير المحرمات أكثرمن ذلک وإنما هذه طريقة من أرادة الحرام بطريق الله عز وجل فيركب هواه فلا نسلم لأصحابها ولانلتفت إليهم. (غنية الطالبين:۲۰)

بہرحال! حج کے فلم بنانے میں ضرر عام ہے اور حج کے احکامات سے کسی حاجی کی عدم واقفیت ضرر خاص ہے، جو کئی جائز ذرائع سے دور کیا جاسکتا ہے اور اس قسم کے حالات میں فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، وقال الشيخ محمد خالد الآتاسي: وهٰذه قاعدة مهمة من قواعد الشرع مبنية على المقاصد الشرعية في مصالح العباد استخرجها المجتهدون من الاجماع ومعقول النصوص، فقد ذكر حجة الإسلام الإمام الغزالي في المستصفىٰ ما ملخصه أن الشرع إنما جاء ليحفظ على الناس دينهم وأنفسهم وعقولهم وأنسابهم وأموالهم فكل ما يكون بعكس هٰذا فهومضرة يجب إزالتها ما أمكن. (شرح المجله للآتاسي: ٦٦/١، الماده:٢٦)

لہٰذا یہ ادارہ آپ کی خدمت میں مذکورہ بالا سوال پیش کر کے آپ کی رہنمائی کا طالب ہے اور ملتمس ہے کہ اپنی اولین فرصت میں جواب سے نوازیں؛ تاکہ مرکز کو حج ۱۹۹۹ء کے پروگرام کو قطعیت دینے میں سہولت ہو، جواب بحوالہ کتب دے کر مشکور فرمائیں گے۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جن چیزوں کو بغیر ٹیلی ویژن کے دیکھنا جائز ہے، ان کو ٹیلی ویژن پر بھی دیکھنا جائز ہے اور جن چیزوں کو بغیر ٹیلی ویژن کے دیکھنا حرام ہے، ان کو ٹیلی ویژن پر بھی دیکھنا حرام ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مرد وعورت کا حرم مکہ مکرمہ، منیٰ، عرفات،، مزدلفہ، روضہ اطہر کی جالی کے بڑے پردے اور جمعرات کے ماڈل کو ٹیلی ویژن پر دیکھنا فی نفسہٖ جائز ہے، بشرطیکہ عورتوں کے لیے الگ انتظام ہو اور پردہ شرعی کی مکمل رعایت کی گئی ہو، مزید کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، البتہ ٹیلی ویژن سے جہاں کچھ فائدے ہیں، اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں، جو کسی انسان پر مخفی نہیں ہیں اور یہ ﴿اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ (۱) کا مصداق ہے اور اصول فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے: "**درأ المفاسد أولى من جلب المصالح**" (۲) مفاسد کا دور کرنا بہت رہے مصالح ومنافع کے حاصل کرنے سے۔ نیز چونکہ یہ زمانہ فتنہ وفساد کا ہے، عورتوں اور مردوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جماعت کے ساتھ حاضر ہو کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ (۱) لہٰذا مذکورہ امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہتر یہی ہے کہ مذکورہ پروگرام ٹیلی ویژن پر دکھانے سے احتراز کیا جائے۔ حج وغیرہ کے مسائل واحکام سیکھنے کے لیے بہت ساری کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان سے استفادہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۳؍۶؍۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۲۲/۳)

حج پر بنائی گئی فلم کا بھی دیکھنا حرام ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۱۳؍فروری ۱۹۳۹ء)

سوال: ایک فلم "حج فلم" کے نام سے تیار کی گئی ہے، جس میں خانہ کعبہ کے گرد حاجیوں کو طواف کرتے دکھایا گیا ہے، اس فلم کا دیکھنا دکھانا کیسا ہے؟

(المستفتی: شبیر حسن، عبد الوہاب محمد رفیق)

---

(۱) سورة البقرة: ۲۱۹

(۲) الأشباه والنظائر: ۱٤۷

(۳) (ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً)...(على المذهب) المفتى به لفساد الزمان. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۳۸۰/۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

چلتی پھرتی تصویریں فلم پر دیکھنا محض لہو ولعب کے طور پر ہوتا ہے، تصویر سازی حرام ہے اور تصویر بینی اور تصویر نمائی اعانت علی الحرام؛ اس لیے فلم خواہ حج کے منظر کی ہو، بنانی اور دیکھنی دکھانی سب ناجائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۵۴/۴)

حاجیوں کو خلافِ قانون سامان لانا:

سوال: بہت سے لوگ حج سے واپسی پر سستے ہونے کی وجہ سے سونا وغیرہ خرید کر لاتے ہیں؛ جب کہ سعودی حکومت کے قانون کے مطابق بہت سی چیزیں ایک خاص مقدار سے زائد ملک سے باہر لے جانے کی ممانعت ہے۔ کیا اس قانون کی رعایت نہ کرنے سے گنہ گار ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب سعودی حکومت میں کوئی شخص داخل ہو تو اس کو سعودی قانون کی پابندی لازم ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۸/۱۰)

اگر حج کے دوران اپنے عزیزوں سے بچھڑ جائے:

سوال: دوران حج بھائی بہن سے، یا شوہر بیوی سے بچھڑ جائے تو ان کے حصول کا آسان طریقہ کیا ہے؟

(محمد سراج الدین، جدید ملک پیٹ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ ایک انتظامی مسئلہ ہے نہ کہ شرعی؛ لیکن چوں کہ بہت سے حجاج اس صورت حال سے دوچار ہوتے ہیں؛ اس لیے وضاحت کی جارہی ہے۔ حجاج کے سلسلے میں سعودی عرب کا نظام بہت مستحکم ہے اور مقامات حج کے گرد غیر محسوس طور پر پولیس کی ایسی گھیرابندی ہوتی ہے کہ کوئی حاجی ان حدود سے باہر نہیں جاسکتا؛ اس لیے اگر کوئی مرد، یا عورت اپنے عزیز سے بچھڑ جائیں تو دو تین باتوں کا خیال رکھیں:

اول یہ کہ گھبرائیں بالکل نہیں اور اپنے حواس کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوئے یکسوئی کے ساتھ افعال حج کو انجام دیتے رہیں۔

دوسرے اگر منیٰ، عرفات وغیرہ میں کوئی شخص گم ہو جائے اور مکہ میں اپنی جگہ کی شناخت اس کو ہو تو ان مقامات کے

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم ... وإنما أشار لهم بذلك إلى أن طاعة الأمير واجبة. (فتح الباري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للامام ما لم تكن معصية: ۱۲۳/۱۳، دار المعرفة بيروت، انيس)

تمام ہی راستے حرم مکی کی طرف آتے ہیں،خود چلتے ہوئے، یا لوگوں سے پوچھتے ہوئے حرم مکی تک پہنچ جائے، اس طرح بہ آسانی وہ اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

تیسرے اپنے معلم کا نام اور اس کے دفتر کا نمبر یاد رکھیں۔ نیز مکہ پہنچتے ہی معلم کا پٹہ ہاتھ میں پہنا دیا جاتا ہے، اسے محفوظ رکھیں۔ آپ مکہ میں ہوں، یا مدینہ میں، اس پٹہ کی مدد سے اپنے معلم کے دفتر تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہاں تمام حجاج کی قیام گاہ کا ریکارڈ محفوظ رہتا ہے، اس ریکارڈ کی مدد سے آپ اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے، یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر چہ دوران حج بہت سے لوگ گم ہوتے ہیں؛ لیکن شاید ہی ایسا ہوتا ہو کہ بچھڑنے کے بعد ایک دوسرے سے نہ مل پائیں ؛ کیوں کہ یہ امن وعافیت اور طمانینت کا شہر ہے۔(بارک اللہ فیهما وزاد فی شرفهما) (کتاب الفتاویٰ:۴/۸۶۔۸۷)

سوال کر کے حج کو جانا:

سوال: ایک شخص پر حج فرض نہیں ہے؛ مگر وہ لوگوں سے سوال کر کے حج کو جانے کا ارادہ کرتا ہے اور حج کرتا ہے تو اس کا حج ادا ہوگا، یا نہیں؟ اس طرح سوال کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جس کے پاس ایک دن کھانے کی مقدار موجود ہو، اس کو سوال کرنا درست نہیں۔

"**لایحل أن یسأل شیئاً من القوت مَن له قوت یومه بالفعل أوبالقوة**". (طحطاوی، ص:۳۹۳)(۱)

اور ایسے شخص کو دینا بھی درست نہیں۔

"**ویأثم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرم**". (طحطاوی)(۲)

اس طرح حج کرنے سے حج ادا ہو جائے گا؛ مگر سوال کرنے کا گناہ بھی ہوگا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۶/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۶/۳۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۵۰۔۴۵۱)

---

(۱) حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، قبیل باب صدقة الفطر، ص:۷۲۲، قدیمی)

(ولا) یحل أن (یسأل) شیئاً من القوت (مَن له قوت یومه) بالفعل أوبالقوة کالصحیح المکتسب، ویأثم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرم. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی الحوائج الأصلية، باب المصرف: ۲/۳۵۴، سعید)

(۲) حاشية الطحطاوی، کتاب الزکاة، قبیل باب صدقة الفطر، ص:۷۲۲، قدیمی

(۳) کذا فی رد المحتار: ۲/۱۰۴

کوشش کے باوجود اس قسم کی عبارت رد المحتار میں نہیں ملی ؛ بلکہ بدائع میں ہے: "ثم إذا حج بالسوال من الناس، یجوز ذلک عن حجة الإسلام، حتیٰ لو أیسر لایلزمه حجة أخری؛ لأن الاستطاعة بملک الزاد والراحلة، ومنافع البدن شرط الوجوب؛ لأن الحج یقام بالمال والبدن جمیعاً". (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط فرضیته: ۳/۴۵، دار الکتب العلمية بیروت)

تبلیغی جماعت کے ساتھ حج کرنا:

سوال: زید کا خیال ہے کہ جب حجِ بیت اللہ کو روانگی ہوتو کسی تبلیغی جماعت میں شامل ہوں۔عمر نے جب یہ سنا کہ زید کا خیال یہ ہے کہ ”جماعت میں شامل ہوجاؤں“ تو انہوں نے یہ فرمایا کہ جماعت میں شامل ہونے سے بیت اللہ شریف میں جو نمازیں پڑھو گے، اس سے محروم ہوجاؤ گے، اس وجہ سے کہ جماعت تو محلّہ درمحلّہ مسجدوں میں گشت کرے گی اور وہیں نماز پڑھے گی تو ظاہر بات ہے کہ اس ثواب سے محروم رہو گے تو زید نے یہ جواب دیا کہ دوسروں کو دین کی بات پہنچانا ہی بڑی چیز ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے، یہ بات یہاں آکر ٹھہری کہ فتوی منگالیا جائے، جیسے مفتی صاحبان کی رائے ہو، اس پر عمل کیا جائے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت میں جا کر اصول کے موافق کام کرنے سے نیت کی درستی کا اہتمام ہوتا ہے، قلب میں اخلاص پیدا ہوتا ہے، نماز باجماعت کی پابندی ہوتی ہے، تہجد کی توفیق ہوتی ہے، ذکر سے زبان، قلب کو انس پیدا ہوتا ہے، حج کے زمانے کی جماعت میں حج کے موافق سنت ادا کرنے کی تعلیم ہوتی ہے، حرم محترم اور اہلِ حرم کے حقوق معلوم ہوتے ہیں، لایعنی باتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

اگر یہ سب چیزیں میسر آئیں تو پھر حج کی قیمت بہت زیادہ ہوجاتی ہے اور جب حج کو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جاوے تو جماعتوں کے ساتھ جانا بھی حج ہی کے لیے جانا شمار ہوگا؛ اس لیے مناسب یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کی معیت میں حج ادا کیا جائے،(۱) اور وہاں بھی جماعت کے ساتھ شریک ہوکر کام کیا جائے، تبلیغ کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بڑی تعداد میں حرمین شریفین سے باہر سفر فرمائے ہیں، وہ حضرات بھی جانتے تھے کہ نماز حرم کا مقام کس قدر بلند ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱/۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۵۱-۴۵۲)

---

(۱) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وللّٰه علی الناس حج البیت من استطاع إلیه سبیلاً﴾ (آل عمران: ۹۷)

”عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، قال: خطبنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فقال: "یا أیها الناس! قد فرض اللّٰه علیکم الحج فحجوا، فقال رجل: أ کل عام یا رسول اللّٰه ؟ فسکت حتی قالها ثلاثاً، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لو قلت: نعم، لوجبت ولما استطعتم، الخ“. (مشکاة المصابیح، کتاب المناسک، الفصل الأول، ص: ۲۲۰، قدیمی) (صحیح لمسلم، باب فرض الحج مرة، رقم الحدیث: ۱۳۳۷، انیس)

”شروط الوجوب وهی التی إذا وجدت بتمامها، وجب الحج، وإلا فلا“. (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام: ۲/۴۵۸، سعید)

مطاف پر چھت بنانا:

سوال: ایک شخص چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ میں طواف کی جگہ پر وہاں کے بادشاہ کی اجازت سے چھت بناؤں، اس میں کوئی شرعی ممانعت تو نہیں ہے؟

(المستفتی: ۱۵۸۷، موسیٰ یعقوب مایت، جوہانسبرگ، ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق: ۱۲/ جولائی ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

مطاف (طواف کی جگہ) پر چھت بنانے کی ممانعت کی کوئی دلیل تو ہماری نظر میں نہیں؛ مگر میری طبیعت اور وجدانی کیفیت اس کی اجازت کی طرف مائل نہیں ہوتی کہ ساڑھے تیرہ سو برس سے جو ہیئت مطاف کی قائم ہے، اس کو بدل دیا جائے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۵۳/۴-۳۵۴)

حج میں تجارت:

سوال: ایک شخص نفع کی غرض سے کچھ تجارتی سامان لے کر حج کو جاتا ہے، اسی طرح وہاں سے بھی لاتا ہے۔ ایسا کرنے سے حج کے ثواب میں کوئی خلل تو نہ ہوگا، جب کہ ان چیزوں کو لے جانے اور لانے کی ممانعت بھی نہ ہو؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ثواب میں تو کمی نہیں ہوگی؛ لیکن یہ سفر مبارک اگر تجارت سے بالکل ہی خالی رہے تو زیادہ اچھا ہے۔

"وتجريد السفر عن التجارة أحسن، ولو اتجر، لاينقص ثوابه"، آه. (۲)

"وتجريد السفر عن التجارة أحسن، ولو اتجر، لاينقص ثوابه كالغازى إذا اتجر، وهٰذا محمول علىٰ ما إذا لم تحمله التجارة على السفر". (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۲/۱۰)

سفر حج میں سامان تجارت ساتھ لے جانا:

سوال: حج کے لیے جو رقم کا تبادلہ گورنمنٹ کرتی ہے، وہ محدود ہے؛ اس لیے حاجی مدراسی لنگی، عطر، صندل، لکھنوی کُرتے وغیرہ لے جاسکتے ہیں، یا نہیں؟ ان پر حکومت کی کوئی پابندی نہیں ہے؛ تاکہ ان سے تجارت کر کے

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ بنانے کی گنجائش ہے۔

(۲) البحر الرائق، كتاب الحج: ۵٤١/۲، رشيدية

(۳) حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الحج: ٤٧٩/۱، دار المعرفة بيروت

اطمینان سے خرچ کرسکیں، یا وہاں سے وہ سامان حج جس پر حکومتِ سعودیہ کی کوئی پابندی نہیں ہے، مثلاً: لونگ، جائفل، دارچینی اور دوسری جڑی بوٹیاں، یہاں پر سونے چاندی کا سوال نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس سامان کے یہاں سے لے جانے اور وہاں سے لانے پر کوئی پابندی نہیں، اس کا یہاں سے لے جانا اور وہاں سے لانا حاجی وغیرہ حاجی سب کے لیے جائز ہے۔(۱) ایسا کرنے سے حج کرنے کے ثواب میں کمی نہیں آتی؛ لیکن اتنا ضروری ہے کہ حاجی کا دھیان پھر تجارت میں اٹکا رہتا ہے؛(۲) اس لیے افضل یہ ہے کہ تجارت کی نیت نہ ہو اور روپیہ کی کمی کو دور کر کے فرائض کو سہولت سے ادا کرنا اور خیرات کرنا مقصود ہو تو اس نیت میں اجر وثواب بھی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۷/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۵۳۔۴۵۴)

عمرہ کے ویزہ پر سعودی عرب جاکر مزدوری کرنا شرعاً ممنوع نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کیلئے جائے پھر اس ویزہ سے وہاں مزدوری کرتا ہے اس کیلئے یہ مزدوری کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

(المستفتی: محمود خان ترناب فارم پشاور، ۱۸/ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

مسلمان پر کسی اسلامی مملکت کو آمد ورفت ممنوع قرار دینا ایک کافرانہ نظام ہے، جو کہ بعض مصالح کی وجہ سے مسلمان بادشاہوں نے اپنایا ہے۔ پس اس قانون کی مخالفت کرنا قانونی جرم ہے، اسلامی جرم نہیں ہے اور جائز ملازمت کی کمائی بہرحال حلال ہے۔(۴) اور اگر یہ رہنا بالفرض شرعاً ممنوع ہو، تب بھی کمائی میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۶۲)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم﴾ فجعل ذلک رخصة فی التجارة فی الحج، و قد ذکرنا ماروی فیه. (البقرة)(أحکام القرآن للجصاص، سورة الحج، باب التجارة فی الحج: ۳/۳٤۵، قدیمی)

"وککراهیتهم فی التجارة موسم الحج ظناً منهم أنها تخل بإخلاص العمل للّٰہ، فنزل: ﴿لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم﴾ (حجة اللّٰہ البالغة)(من أبواب الحج: ۲/۸۸، دارالجیل بیروت، انیس)' ﴿فضلاً﴾ رزقاً ﴿فضلاً من ربمک﴾: أی تبتغوا رزقا بالتجارة فی الحج، و قد نزلت هٰذه الآیة ردا علیٰ کراهیتم ذلک". (حاشیة حجة اللّٰہ البالغة، باب من أبواب الحج، باب کره الجاهلون التجارة فی موسم الحج: ۲/۱۹۳، مکتبة حجاز دیوبند، انیس)

(۲) (والبیع والشراء والحدیث إذا کان یشغله) قید للثلاثة، والمعنی: یشغله عن الحضور، ویدفعه عن الذکر والدعاء، أویمنعه عن الموالاة. (إرشاد الساری إلیٰ مناسک الملا علی القاری، باب السعی بین الصفا والمرة، فصل فی مکروهاته، الرکوب من غیرعذر، ص: ۱۲۱۔۲۲۱، مصطفیٰ محمد صاحب المکة بمصر)

(۳) عن رافع بن خدیج قال: قیل یارسول اللّٰہ! أی الکسب اطیب قال عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور. (رواه أحمد)(مشکاة المصابیح: ۱/۲٤۲، باب الکسب وطلب الحلال الفصل الثالث)

حاجی کے لیے سعودی سے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حج پر جائے اور واپسی پر وہ اپنے ساتھ چھپکے سے سونا لائے، پھر یہاں اس کا کاروبار کر کے منافع کمائے اور اس منافع سے وسیع کاروبار شروع کرے۔ یہ حلال ہے، یا حرام؟ آپ حضرات اس پر دلائل پیش کریں اور مسئلہ پر دارالعلوم کا مہر اور دستخط ہونی چاہیے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: اشتیاق حسین بازار طورورو ڈ ہوتی مردان، ۱۹۶۹/۴/۸ء)

الجواب

سعودی عرب سے حاجی کے لیے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ مقصود بالذات حج ہو۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم﴾ (الآیة)(۱)

بے شک اگر ایک شخص ایسا ہو کہ اس کا مقصود سونا ہو؛ یعنی اگر سونا لانے کی امید نہ ہو، پھر حج کے لیے نہیں جاتا ہو، اس صورت میں یہ شخص سفر حج کے ثواب سے محروم ہوگا۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۳/۴)

تبرکات وغیرہ کی بیع:

سوال: اشیاء مذکورہ بصورت خرید، یا ہدیہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہر دو حنفیہ کے ہاں درست ہے۔(۳)

(مکتوبات: ۱۰۰/۳)(فتاویٰ شیخ الاسلام، ص: ۶۲)

سفر معاش میں حج:

سوال: ہندوستان سے کئی لوگ روزی کمانے کی خاطر کمپنی کی جانب سے اور کچھ قرض کر کے بھی سعودی عرب

---

(۱) قال العلامة الخلوتی الصاوی المالکی: فلا بأس بالتجارة بالحج إذا کانت لا تشغله عن أفعاله واختلف هل التجارة تنقص ثواب الحج أولا، قال بعضهم إن کانت التجارة أکبرهمه ومبلغ علمه سقط الفرض عنه ولیس ثوابه کمن لا قصد له إلا الحج، وإن استویٰ الامران فلا یذم ولا یمدح وإن کانت التجارة تبعا للحج فقد حاز خیر الدنیا والآخرة.(حاشیة الصاوی علی الجلالین: ۱۵۳/۱، سورة البقرة: ۱۹۸)

(۲) قال العلامة ابن نجیم: وتجرید السفر عن التجارة أحسن لوز اتجر لا ینقص ثوابه کالغازی اذا اتجر کما ذکره الشارح فی السیر وأما عن الریاء والسمعة والفخر ظاهراً أو باطناً ففرض وخلط التجارة بهٰذا القسم کما فی فتح القدیر مما لاینبغی.(البحر الرائق: ۳۰۹/۲، کتاب الحج قبیل فرض مرة علی الفور)

(۳) ثم لا بأس بان یشتری منهم.(الفتاویٰ الهندیة: ۲۶۴/۱، ردالمحتار: ۲۲۴/۲)

جاتے ہیں اور ذی الحجہ کے ماہ میں حج کرتے ہیں، کیا ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چوں کہ وہ حج کی نیت سے نہیں گیا؛ اس لیے حج نہیں ہوا۔ دوسرے وہ صاحب نصاب بھی نہیں ہے، بلکہ وہ قرض لے کر گیا تھا؟

(شاہد علی، پپرا)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

(الف) کسب معاش کے لیے جانے والے لوگ اگر وہاں جا کر حج کرلیں تو حج ادا ہو جائے گا؛ بلکہ قرآن نے تو خود حجاج کو بھی اس کی اجازت دی ہے کہ وہ موقع حج کے اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ تجارت کر سکتے ہیں،(۱) البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو آدمی یہاں سے خاص مقصد حج ہی کے لیے سفر کرے گا، اس کا اجر زیادہ ہوگا اور اس کی عند اللہ قبولیت کا امکان زیادہ ہوگا، اس کو اعمال حج کا بھی ثواب ملے گا، اس کے لیے سفر کا بھی اور سفر کی مشقتوں کا بھی اور جو کسب معاش کے لیے گیا اور وہیں حج بھی کرلیا، اس کو صرف اعمال حج کا ثواب ملے گا۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۸۵-۸۶)

کیا ہر حج میں نو لاکھ، ننانوے ہزار، نو سو، ننوانے آدمی شریک ہوتے ہیں:

سوال: عوام میں یہ بھی مشہور ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کا جب حج ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ نو لاکھ، ننانوے ہزار، نوسو، ننانوے) (۹،۹۹،۹۹۹) آدمی اس میں شامل ہوتے ہیں، اگر کمی ہوتی ہے تو فرشتے پوری کر دیتے ہیں۔ آیا یہ بات صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ عدد میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۶۱-۴۶۲)

حج ایک ہی بار کیوں فرض ہے:

سوال: مال ہونے کے باوجود حج ایک ہی مرتبہ کیوں فرض ہے؟ جب کہ دوسرے اعمال جیسے زکوٰۃ، روزہ ہر سال فرض ہوتے ہیں؟

(محمد یوسف اللہ، حافظ بابا نگر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اولاً تو یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ حج جیسی عبادت کی مشقت اور اخراجات سفر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عمر میں ایک ہی بار حج فرض قرار دیا ہے، البتہ جو لوگ صاحب استطاعت ہوں، ان کو نفل حج

---

(۱) ﴿لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۹۸)

"في هٰذا دليل علىٰ جواز التجارة في الحج مع أداء العبادة ... ولايخرج به المكلف عن رسم الإخلاص المفترض عليه". (أحكام القرآن لإبن العربي : ۱/۱۳۶)

کی ترغیب دی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اگر کوئی شخص باوجود استطاعت کے چار سال تک حج نہ کرے تو وہ محروم ہے"۔(۱)

بعض روایتوں میں پانچ سال کا بھی ذکر آیا ہے۔(۲) ظاہر ہے کہ یہ محرومی جس پر اللہ کے سب سے سچے بندے کی زبان گواہ ہے، صاحب استطاعت بندہ کو تڑپا دینے کے لیے کافی ہے۔

فقہا نے اپنی قانونی اصطلاح اور اصول کی روشنی میں بھی اس فرق پر روشنی ڈالی ہے کہ روزہ فرض ہونے کا سبب رمضان کا مہینہ ہے اور رمضان کا مہینہ تکرار کے ساتھ ہر سال آتا رہتا ہے؛ اس لیے روزہ کا فریضہ بھی ہر سال بندہ سے متعلق ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے واجب ہونے کا سبب مال ہے اور ہر سال انسان کے پاس دولت آتی رہتی ہے؛ اس لیے یہ گویا ایک سالانہ شرعی ٹیکس ہے، جو ہر سال ادا کیا جاتا ہے۔ حج کا سبب بیت اللہ شریف ہے، جو ایک ہے، اس میں تعدد اور تکرار نہیں؛ اس لیے حج کی فرضیت بھی ایک بار ہوتی ہے، متعدد بار نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۹۷/۴-۹۸)

اپنے حج سے پہلے والد صاحب کو حج کرانا:

سوال: کیا مجھے اپنا حج کرنے سے پہلے والد صاحب کو حج کرانا ضروری ہے؟

الجواب

اگر والد صاحب پر حج فرض ہو چکا ہو تو بہتر ہے کہ ان کو فریضہ حج ادا کرا دیجئے اور اگر ان پر فرض نہ ہوا ہو، (۳) تو آپ خود جائیں۔

(مکتوبات: ۱۶۲/۴) (فتاویٰ شیخ الاسلام، ص: ۶۳)

اولاد کا والدین سے پہلے حج کرنا:

سوال: بعض حضرات ملازمت، یا کسی اور غرض سے مدینہ جاتے ہیں اور وہاں جا کر حج بھی کر لیتے ہیں، جب کہ ابھی ان کے والدین نے حج نہیں کیا ہے۔ سنا ہے کہ جب تک والدین حج نہیں کر لیتے، لڑکوں کا حج نہیں ہوتا۔ کیا یہ بات درست ہے؟ (سید حفیظ الرحمٰن، نظام آباد)

الجواب

یہ غلط ہے کہ جب تک والدین حج نہ کر لیں اولاد کا حج کرنا درست نہیں۔ اولاد اور والدین دونوں سے مستقل طور پر احکامِ شریعت متعلق ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اولاد پر حج فرض ہو جائے، والدین پر نہ ہو؛ اس لیے حجاز جانے والوں کا

(۱-۲) مجمع الزوائد: ۲۰۶/۳

(۳) یعنی کوئی زمانہ ایسا نہ آیا ہو کہ وہ ایامِ حج میں اتنے مال کے مالک ہوئے، جس سے اس وقت فرض حج ادا کر سکتے، یا انہوں نے فریضہ حج ادا کر لیا ہو۔

والدین کے حج کئے بغیر خود حج کر لینا درست ہے؛ بلکہ ان کو جلد سے جلد حج کر لینا چاہیے؛ کیوں کہ حج ان پر فرض ہو چکا اور نہ معلوم کہ ایک دفعہ غفلت کے بعد دوبارہ یہ موقع حاصل رہے، یا نہ رہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۹۹/۴)

اولاد کے پیسوں سے حج:

سوال: کیا اولاد کے پیسوں سے حج کرنا جائز ہے؟ (ایک قاری، یاقوت پورہ)

الجواب

اولاد کے پیسوں سے حج کرنا جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اولاد کی کمائی بھی تمہاری کمائی ہے''۔(۱)

ایک روایت میں ہے:

''تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے؛ کیوں کہ تمہاری اولاد بھی تمہاری بہترین کمائی ہے''۔(۲)

یوں تو حج کسی کے بھی دیئے ہوئے حلال پیسوں سے جائز ہے؛ لیکن اولاد کے پیسوں سے بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔
(کتاب الفتاویٰ:۱۱۳/۴)

بیٹی داماد کی رقم سے حج:

سوال: کیا کسی ماں باپ کو اپنی بیٹی داماد کی رقم سے حج کرنا جائز ہے؟ یا کیا وہ غیر شادی شدہ لڑکی کی کمائی اور تنخواہ سے حج ادا کر سکتے ہیں؟ (کنیز زہرہ، کالا پتھر)

الجواب

اگر بیٹی، یا داماد اپنے ماں باپ اور ساس سسر کو حج کے لیے رقم دیں تو اس رقم سے حج کرنا جائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس پیسے کا قبول کرنا واجب نہیں۔

''فلو كان رجل وهب لأبيه مالا ... قال مالك وأبو حنيفة: لا يلزمه قبوله''.(۳)(کتاب الفتاویٰ:۱۱۲/۴)

نابالغ لڑکے کا خود، یا والدین کو حج کرانا:

سوال: نابالغ لڑکا والدین کی حیات رہتے ہوئے کیا خود حج کر سکتا ہے؟ (رشید احمد خاں، بھینسہ)

الجواب

نابالغ پر چوں کہ حج فرض نہیں ہوا ہے؛ اس لیے اگر وہ حج کر لے تو بالغ ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے

---

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحديث:۳۵۲۸، باب في الرجل يأكل من مال ولده

(۲) سنن أبي داؤد، رقم الحديث:۳۵۳۰، باب في الرجل يأكل من مال ولده

(۳) تفسير القرطبي: ۱۵۳/٤

کی صورت میں حج کی فرضیت اس کے ذمہ باقی ہے؛ تاہم زمانۂ نابالغی کا بھی حج معتبر ہے اور اس کا ثواب حج کرانے والوں کو ہوگا، اگر نابالغ کو کسی اور شخص نے حج کرا دیا اور والدین کے حج کرنے سے پہلے اس نے حج کرلیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر حج میں اخراجات ہوں، جیسے ہندوستان سے حج تو نہ وہ خود حج کرسکتا ہے، نہ والد کو کرا سکتا ہے؛ کیوں کہ نابالغ کو اپنے مال میں اس طرح کے تصرفات کا حق حاصل نہیں ہے۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۹۹/۴-۱۰۰)

والدین کی اجازت کے بغیر سفر حج:

سوال: جو لوگ دوسرے ملکوں، خاص کر عرب ممالک میں رہتے ہوں۔ کیا ان کے لیے اپنے والدین سے اجازت لے کر ہی حج کرنا ضروری ہے، یا بغیر اجازت حج کرسکتا ہے؟ (محمد مجاہد حسین، جگتیال)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

حج ایک شرعی فریضہ اور عظیم الشان اسلامی عبادت ہے۔ نیز ان لڑکوں کے حج کرنے کی وجہ سے ان کے والدین کی حق تلفی نہیں ہوتی؛ اس لیے والدین کی اجازت لینا ضروری نہیں۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۰/۴)

باپ کا قرض ادا نہ کرنے والے کا حج صحیح ہے:

سوال: ایک شخص اپنے باپ کے پاس سے قرضہ کے طور پر پیسے لے کر سعودیہ ملازمت کرنے کے لیے گیا، پھر ایک سال کے بعد باپ اپنے بیٹے سے دیے ہوئے پیسے طلب کرتا ہے، تو بیٹا جواب میں کہتا ہے کہ میں حج کرنے کے بعد دوں گا اور اس نے حج کیا تو اس لڑکے کا حج صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً ومسلماً

حج صحیح ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، یکم محرم الحرام ۱۴۰۸ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲۹۹/۲)

پہلے والد کا حج بدل، یا بھائی کے قرض کی ادائیگی:

سوال: ہم کل چھ بھائی ہیں: دو انڈیا میں، دو انگلینڈ میں، ایک سعودیہ میں اور ایک زامبیا میں رہتے ہیں، ہمارے والد کا انتقال آج سے ۳۴/ سال قبل ہوا تھا، انہوں نے کوئی حج نہیں کیا ہے، ان پر حج فرض تھا، یا نہیں؟ ہمیں معلوم نہیں۔ اب باہر رہنے والے بھائیوں نے مل کر یہ طے کیا ہے کہ والد کی طرف سے حج بدل کیا جائے اور اس کا خرچ وہ

---

(۱) و ينبغي له تحصيل رضا من يكره له السفر بغير رضاه فإنه إذا أراد أن يخرج إلى الحج و أحد أبويه كاره لذلك ، فإن كان محتاجا إلى خدمته يكره، و إن كان مستغنيا فلا بأس به إذا كان الغالب على الطريق السلامة، وأما عند غلبة الخوف فلا يحل أن يخرج إلا بإذنهما و إن كانا مستغنيين عنه. (غنية الناسک، ص: ۳٤)

سب مل کر اٹھائیں گے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ انڈیا میں جو دو بھائی رہتے ہیں، ان کو کسی وجہ سے قرض ہو گیا ہے، دوسرے بھائی بھی ان کی وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی مدد کرتے رہتے ہیں؛ لیکن فی الحال ان کا قرض کچھ زیادہ ہو گیا ہے تو اب ان مقروض بھائیوں کا قرض پہلے ادا کیا جائے، یا والد صاحب کی طرف سے حج بدل کیا جائے؟ اس سلسلہ میں آپ جناب سے شریعت کی صحیح رہنمائی چاہتے ہیں، امید ہے کہ جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

آپ کے سوال میں دو باتیں ہیں:

(۱) والد کی طرف سے حج کی ادائیگی۔

(۲) بھائی کا قرض ادا کرنا۔

تو جاننا چاہیے کہ آج سے ۳۴؍ سال قبل عموماً جہالت کی وجہ سے حج فرض ہونے کے باوجود بھی لوگ حج نہیں کیا کرتے تھے؛ اس لیے زیادہ امکان ہے کہ آپ کے والد پر حج فرض ہو گیا ہو اور والد کا حق مقدم ہے۔ پس اپنی رضامندی سے کسی بھی بھائی کو، یا سب کو مل کر ان کی طرف سے حج کروانا چاہیے۔ (۱)

اگر باہر رہنے والے تمام بھائی مل کر خرچ اٹھاتے ہیں اور مقروض بھائیوں کے پاس سے کچھ نہیں لیا جاتا ہے تو ان مقروض بھائیوں کو اس سلسلہ میں روکنے کا کوئی حق نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کے پاس سے کچھ رقم نہیں لی گئی ہے اور اگر وہ بھی ساتھ دیتے ہیں اور کچھ رقم دیتے ہیں تو اس کی اجازت ہے۔

مقروض وغریب بھائیوں کی جانب سے مدد نہ آئے اور صاحب مال حج بدل کرائے، یہ زیادہ بہتر ہے، اس میں زیادہ ثواب ہے۔ حج بدل کرانے کے بعد بھی غریب بھائیوں کی مدد کی جائے اور ان کا خیال رکھا جائے کہ یہ ضروری ہے۔ البتہ یہاں ملک (انڈیا) میں رہنے والے بھائیوں کو بھی چاہیے کہ اپنی حالت بدلنے کی خود بھی کوشش کریں،

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما، أن امرأة من جهينة، جائت إلى النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، فقالت: إن أمی نذرت أن تحج فلم تحج حتٰی ماتت، أفأحج عنها؟ قال: نعم حجی عنها، أرأیت لو كان علٰی أمک دین أكنت قاضیة؟ اقضوا اللّٰہ فاللّٰہ أحق بالوفاء. (صحیح البخاری: ۱/ ۲۴۹-۲۵۰، رقم الحدیث: ۱۸۵۲، كتاب الحج، باب الحج والنذور عن المیت، والرجل یحج عن المرأة، ط: دیوبند)

إن من مات، وعلیه فرض الحج، ولم یوص به لم یلزم الوارث أن یحج عنه، وإن أحب أن یحج عنه حج، وأرجو أن یجزئه إن شاء الله، هٰكذا ذكر القدوری فی شرحه؛ لأن رسول اللّٰہ علیه السلام شبه دیون اللّٰہ تعالٰی بدیون العباد فی الحج فی حدیث الخثعمیة، ثم فی دیون العباد من قضی دین غیره بغیر أمره یجوز، ولكن موقوفاً علٰی مشیئة رب الدین، فكذا فی دین اللّٰہ تعالٰی. (المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی: ۲/ ۴۸۷، كتاب المناسک، الفصل السادس عشر فی الوصیة بالحج، دار الكتب العلمیة بیروت/ الفتاوی التاتارخانیة: ۳/ ۶۶۷، كتاب الحج، الفصل السادس عشر فی الوصیة بالحج، زكریا دیوبند/ بدائع الصنائع: ۲/ ۲۲۱، فصل بیان حكم فوات الحج عن العمرة، دار الكتب العلمیة بیروت/ الفتاوی الهندیة: ۱/ ۲۵۸، كتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج، دار الفكر بیروت)

سودی نظام کا سہارا لے کر اور غلط راستہ اپنا کر یہاں بیٹھے موج و مستی نہ کریں (جیسا کہ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں اور باہر کے رشتہ داروں سے امید لگائے رہتے ہیں) اگر وہ یہاں صحیح طریقہ سے رہتے ہوں اور مالی مشکلات کو دور کرنے کے لیے کوشاں ہو؛ لیکن کام یابی نہ ملتی ہو تو بلاشبہ ان کی مدد کرنے میں بھی بہت بڑا ثواب ہے؛(۱) لیکن والد کا حق بھائیوں سے زیادہ ہے، اس کا خیال رکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۵۱۱/۴-۵۱۲)

فرض حج کے ذریعہ ایصال ثواب:

سوال: مسئلہ یہ پیش آیا ہے کہ ناچیز کی پھوپھی نے ماہِ ذی الحجہ میں یہ نیت کی تھی کہ میں اپنے بھتیجے خالد کو آئندہ سال اس کے والد مرحوم کے حج بدل میں بھیجوں گی (ان شاء اللہ) (یہ بھی یاد رہے کہ والدِ مرحوم پر اپنی حیات میں حج فرض نہیں ہوا تھا)۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ اسی سال والد مرحوم کے بھانجی داماد نے والد مرحوم کی طرف سے حج ادا کر دیا، جو انہوں نے حج کی ادائیگی کے بعد ظاہر کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا پھوپھی کی نیت کا پورا کرنا ضروری ہے؟ یا یہ کہ پھوپھی یہ رقم ناچیز کو ہدیہ کر دیں اور ناچیز اپنا حج پڑھ لے۔ کیا اس کی گنجائش ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ پھوپھی یہ کہہ رہی ہے کہ میں تو اپنی نیت کے مطابق یہ رقم تیرے حوالہ ضرور کر دوں گی، اب مفتی صاحب سے یہ معلوم کرلیں کہ والد صاحب کی طرف سے حج پڑھا جائے گا، یا ناچیز اپنی طرف سے پڑھ سکتا ہے؟

اخیراً اپنی مستجاب دعاؤں میں ناچیز کو یاد فرما کر کرم فرمائیں۔ فقط والسلام

(ناچیز: خالد کاپودروی عفی عنہ)

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

چونکہ آپ کے والد مرحوم پر حج فرض نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے اپنی طرف سے حج بدل کرانے کی کوئی وصیت کی تھی، ایسی صورت میں آپ کی پھوپھی صاحبہ کا ان کی طرف سے ان کے بیٹے کو حج بدل کے لیے بھیجنے کا حاصل صرف اتنا ہی ہے کہ اس حج کا ثواب ان کو پہنچے؛ اس لیے اگر ان کی دی ہوئی رقم سے آپ اپنا فرض حج ادا کریں اور بعد میں اپنے اس فرض حج کا ثواب والد مرحوم کو بخش دیں تو دونوں مقصد حاصل ہو جائیں گے، فقہاء نے فرائض کا ثواب دوسروں کو پہنچانے کے درست ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد خانپوری۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، ۳۰/ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۳۰۱/۲-۳۰۲)

---

(۱) عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن يسر على معسر، يسر الله عليه في الدنيا والآخرة، ومن ستر مسلماً، ستره الله في الدنيا والآخرة، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه، الخ. (صحيح لمسلم: ۳۴۵/۲، رقم الحديث: ۳۸(۲۶۹۹)، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، ط: ديوبند)

ایصال ثواب کے لیے حج:

سوال: مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے حج کرنے کا ارادہ ہے، پس حج کی نیت کیسے کریں؟ کیا نفل حج کے لیے پہلے سے حج کئے ہوئے رہنا ضروری ہے؟

(سید شاہ نواز ہاشمی، احمد نگر)

الجواب

ایصال ثواب کے لیے حج کرنا درست ہے، حج کی نیت عام حاجیوں کی طرح کریں، البتہ اس کے ساتھ یہ بھی کہیں کہ اس کا اجر وثواب فلاں مرحوم کو پہونچے، اس طرح افعال حج کا ثواب مرحوم کو پہونچے گا اور سفرِ حج کا خود اس شخص کو، اور ممکن ہے اللہ اپنی رحمت سے خود حج کے ثواب میں بھی اسے شریک کردیں، اگر اپنی طرف سے حج نفل کررہا ہو تو اس کو حج فرض ادا کرنا چاہیے، اگر نفل کی نیت سے حج کرے گا تو نفل حج کا ثواب تو ہوگا؛ لیکن حج فرض ادا نہ کرنے کا گناہ باقی رہے گا، اگر دوسرے شخص کی طرف سے حج نفل کررہا ہو تو اگر اس پر حج فرض نہیں تھا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر خود اس پر حج فرض ہے، تو پہلے اپنا حج فرض ادا کرنا چاہیے، اگر حج فرض ادا کئے بغیر دوسرے کی طرف سے حج نفل کرتا ہے تو حج ادا ہوجائے گا؛ لیکن وہ خود ادائے فرض میں تاخیر کی وجہ سے گنہگار رہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۸۴-۸۵)

مردہ کی جانب سے طواف کرنا:

سوال: مردہ کی طرف سے صرف طواف کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردہ کی طرف سے زندہ آدمی بدنی، مالی عبادت کر کے ثواب پہنچا سکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ فلاحیہ: ۴/۵۲۴-۵۲۵)

میت کی طرف سے حج کے لیے رقم الگ کر کے استعمال کرلینا اور سعودیہ سے حج کرانا، ترکہ کی جمع رقم پر زکوٰۃ کا حکم:

سوال: ۱۹۸۰ء میں ہم نے اپنے خسر کی وراثت میں تہائی حصہ (جس کی کل رقم پندرہ ہزار ہوتی ہے) الگ نکال کران کی طرف سے حج کرنے کے لیے بینک میں جمع کرادی، اس رقم کا سود آتا رہتا ہے۔

(۱) والأصل فیه أن الإنسان له أن سیجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غیر ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة. (البحر الرائق: ۶۳/۳، كتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ط: دار الكتاب الإسلامی/حاشیة الطحطاوی، ص: ۲۲۶، فصل فی زیارة القبور/رد المحتار: ۲۳۳/۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور/الهداية: ۲۷۶/۱، كتاب الحج، باب الحج فی الغیر، ط: مكتبة الاتحاد دیوبند)

ہمارے ایک ہم زلف کا لڑکا سعودی عرب میں رہتا ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ وہ لڑکا ہمارے خسر؛ یعنی اپنے نانا کی طرف سے وہاں سے حج کرلے اور یہ رقم یہاں سب لڑکیاں اوران کی ماں آپس میں تقسیم کرلیں؟ کیوں کہ ان کو یہاں ایک مسافر خانہ میں تعاون کرنا ہے تو کیا وہ ایسا کرسکتی ہیں؟ اسی طرح یہ رقم جواب تک بینک میں جمع رہی، اس کی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

آپ کے خسر نے حج کے متعلق وصیت نہیں کی ہے؛ بلکہ لڑکیوں اوران کی ماں نے اپنی خوشی سے حج کے لیے ترکہ میں سے ۱۵۰۰۰/ الگ کئے تھے؛ لیکن سوال کے انداز سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ آپ کی ساس اوران کی لڑکیوں کی نیت خراب ہوگئی ہے اوران میں سے کوئی اب انڈیا سے ''جمع شدہ رقم'' سے حج کرانے کے لیے تیار نہیں ہے، بلکہ جدہ سے حج کرانا چاہتے ہیں، اس وجہ سے آپ کی بیوی وغیرہ وہ تہائی مال واپس لینا چاہتی ہیں، شرعاً ان کو یہ مال لینے کا حق ہے، وہ لے سکتی ہیں؛ کیوں کہ وہ اس مال کی شرائط کے تحت مالک ہیں؛ اس لیے وہ اس رقم کو لے کر مسافر خانہ میں بھی لگاسکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

اور جہاں تک زکوٰۃ کا سوال ہے تو اس رقم کی گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ آپ کی بیوی وغیرہ (جو اس مال کی اصل مالک ہیں) کے ذمہ ادا کرنا ضروری ہے،(۲) اور اس پر سود کی جو رقم آئی ہے، وہ غربا کو بغیر ثواب کی نیت کے دے دینا ضروری ہے۔(۳) فقط اللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۵۱۸/۴-۵۱۹)

---

(۱) لأن الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص .(رد المحتار على الدر المختار :۵۱/۵،باب البيع الفاسد،مطلب في تعريف المال،ط:دارالفكر)

والحاصل أن القياس في جنس هٰذه المسائل أن يفعل المالک ما بدا له مطلقاً لأنه متصرف في خالص ملكه.(المصدر السابق: ۴۴۸/۵،كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي، ط:مسائل متفرقة،مطلب اقتسموا داراً وأراد كل منهم فتح باب لهم ذلک،ط:دارالفكر/ فتح القدير: ۳۲۶/۷،كتاب أدب القاضي،باب التحكيم، مسائل شتى من كتاب القضاء،ط:دار الفكر بيروت)

(۲) إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول،وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلک الباقي،وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلىٰ حوائجه الأصلية وقت حولان الحول.(رد المحتار على الدر المختار:۲۶۲/۲،أول كتاب الزكاة، ط: دار الفكر)

(۳) والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم،وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له و يتصدق به بنية صاحبه (رد المحتار على الدر المختار:۹۹/۵،باب البيع الفاسد،مطلب فيمن ورث مالا حراماً،ط: دارالفكر)

وعلىٰ هٰذا لومات مسلم وترک ثمن خمر باعه مسلم لا يحل لورثته كما بسطه الزيلعي.(الدر المختار)

و في حاشية ابن عابدين:وقال في النهاية: قال بعض مشايخنا: كسب المغنية كالمغصوب لم يحل أخذه، وعلىٰ هٰذا قالوا لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أوالظلم أو أخذ الرشوة يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئا وهو أولىٰ بهم ويردونها علىٰ أربابها إن عرفوهم،وإلا تصدقوا بها لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه، آه.(رد المحتارعلى الدرالمختار: ۳۸۵/۶،كتاب الحظروالإباحة، فصل في البيع، ط: دارالفكربيروت)

زندہ آدمی کو حج، عمرہ کا ثواب پہنچانا:

سوال: زندہ کی طرف سے عمرہ، یا فقط طواف کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مرحوم کو ثواب پہنچتا ہے؛ اس لیے حج، عمرہ یا فقط طواف کر کے ثواب (زندہ آدمی کو) پہنچانا جائز ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۴/۵۲۵)

افعال حج وعمرہ کی تکمیل پر اپنا، یا دوسرے کا بال کاٹنا:

سوال: آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ محرم جب حج وعمرہ کے افعال مکمل کرلے تو وہ اپنے بال بھی کاٹ سکتا ہے اور دوسرے ایسے شخص کا بال بھی کاٹ سکتا ہے، جو ان افعال کو مکمل کر چکا ہو، یہ بات تو بعض کتابوں میں آئی ہے کہ ایسا شخص اپنے بال کاٹ سکتا ہے؛ لیکن یہ بات کہ دوسرے کے بال بھی کاٹ سکتا ہے، کہیں نظر سے نہیں گزری۔ براہ کرم اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں؟ (وحیدالدین قاسمی، عثمان آباد)

الجواب ـــــــــــــــــــ

یہ بات درست ہے کہ محرم افعال عمرہ، یا افعال حج کو پورا کرنے کے بعد جیسے اپنے بال کاٹ سکتا ہے، ان افعال کی تکمیل کرنے والے دوسرے محرم کے بال بھی اپنے بال کاٹنے سے پہلے کاٹ سکتا ہے، چنانچہ مسائل حج پر ملا علی قاریؒ کی مشہور کتاب ''لباب المناسک'' کی شرح میں ہے:

''إذا حلق أی المحرم رأسه نفسه أو رأس غیره أی ولو کان محرماً عند جوازالتحلل أی الخروج من الإحرام بأداء افعال النسک لم یلزمه شیء الأولٰی لم یلزمهما شیء، وهٰذا حکم یعم کل محرم فی کل وقت فلا مفهوم لتقیید المصنف فی الکبیر بقوله عند جوازالحلق یوم النحر''. (لباب المناسک)

(جب محرم سر منڈے یعنی اپنا سر، یا دوسرے کا، حالاں کہ وہ احرام کی حالت میں ہو، اس وقت جب کہ اس کے لیے حلال ہونا؛ یعنی احرام سے نکلنا افعال حج وعمرہ کی ادائیگی کی وجہ سے جائز ہو جائے تو اس پر کچھ لازم نہیں؛ بلکہ بہتر تعبیر

(۱) اعلم أن الأصل فی هٰذا أن للإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره من الأموات والأحیاء حجا أوصلاة أو صوماً أو صدقة أو غیرها کتلاوة القرآن و سائر الأذکار، فإذا فعل شیئا من هٰذا وجعل ثوابه لغیره جاز بلا شبهة، و یصل إلیه عند أهل السنة والجماعة .(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط،ص: ٦٠٩، باب الحج عن الغیر/البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ٦٣/٣، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر،ط: دار الکتاب الإسلامی/حاشیة الطحطاوی، ص: ٦٢٢،کتاب الجنائز،فصل فی زیارة القبور/رد المحتار: ٢٤٣/٢، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور/ الهدایة: ٢٧٦/١،کتاب الحج، باب الحج فی الغیر، ط: مکتبة الاتحاد دیوبند)

یہ ہے کہ ان دونوں ہی پر کچھ لازم نہیں اور یہ حکم ہر محرم کے لیے ہر وقت پر عام ہے، لہٰذا مصنف کے یوم نحر کی قید لگانے کا مفہوم مخالف مقصود نہیں۔)

یہ عبارت صراحت کے ساتھ اپنے اور دوسرے محرم کے بال کاٹنے یا مونڈنے کے جواز کو بتاتی ہے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۹۳-۹۴)

حج وعمرہ میں عورت کے بال کاٹنے کا مسئلہ:

سوال: بوقت عمرہ یا حج عورت، یا بالغ لڑکی کے بال کاٹے جائیں، یا نہیں؟ کٹنگ کی مقدار کتنی ہو، بالوں کی کٹنگ محرم کرے، یا نا محرم؟ (قاری محمد سراج الدین خان، جدید ملک پیٹ)

الجواب

عورت کے بال مونڈے تو نہ جائیں؛ لیکن احرام کھولتے وقت خواتین اور لڑکیوں کے بال کاٹے جائیں گے، سر کے پورے بال ایک جگہ جوڑ کر انگلی کے ایک پور کی بقدر تراش دیا جائے، بہتر ہے کہ پورے سر کا بال تراشنے میں شامل ہو، یوں اگر سر کے چوتھائی حصہ کے بال بھی کاٹ لیے جائیں تو حنفیہ کے نزدیک کافی ہے۔

درمختار میں ہے: "يأخذ من كل شعرة قدر الأنملة وجوباً وتقصير الكل مندوب، والربع واجب". (۱)

تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے سر کے بال کٹانا یا مونڈانا ہی ثابت ہے؛ اس لیے پورے سر کے بال ہی کٹانا چاہیے؛ تاکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹنے نہ پائے۔

بال حصہ ستر میں داخل ہے، غیر محرم کا تو بال دیکھنا بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ اس کا کاٹنا اور تراشنا؛ اس لیے یا تو محرم، یا شوہر بال کاٹے، یا حج وعمرہ کے افعال پورے کرنے کے بعد خود ہی اپنے بال کاٹ لیں، دونوں ہی صورتیں جائز ہیں، غیر محرم سے کٹوانا ہرگز جائز نہیں؛ بلکہ گناہ ہے، عام طور پر آج کل مروہ کے پاس نوجوان لڑکے قینچیاں لے کر کھڑے رہتے ہیں اور چند ریال لے کر بال کاٹتے ہیں، مرد حضرات دو چار بال ان سے کٹوا کر گویا نجات پانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ غلط ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک چوتھائی اور بعض فقہاء کے نزدیک پورے بال کا کٹوانا ضروری ہے، خواتین بھی ان سے بال کٹواتی ہیں، یہ غیر محرم کو نہ صرف قابل ستر حصہ کو دیکھنے کی؛ بلکہ ہاتھ لگانے کی بھی اجازت دینا ہے، گویا گناہ بالائے گناہ ہے؛ اس لیے اس سے خوب احتیاط کرنی چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۹۵-۹۶)

حج میں سر منڈانے کی حکمت:

سوال: حاجی حضرات حج کے دوران جو سر منڈاتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش الرد، كتاب الحج: ۳/۵۳٤

الجواب

اصل یہ ہے کہ شریعت نے جس موقعہ پر جو حکم دیا ہو، بے چون وچرا اس پر عمل کیا جائے اور انسان اس کی حکمت اور مصلحت کی تلاش میں غلو سے کام نہ لے، بغیر حکمت سمجھے ہوئے ہی احکام شریعت کو قبول کرنا اور عمل کرنا کمال طاعت وفرماں برداری ہے اور یہی مسلمانوں کے لیے صحیح طریقۂ کار ہے۔ یوں شریعت کا کوئی حکم مصلحت سے خالی نہیں، جیسے نماز سے نکلنے کا طریقہ سلام ہے، اسی طرح احرام کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نکلنے کے لیے شریعت نے بال منڈانے کا طریقہ رکھا ہے کہ اس کے بعد طواف زیارت کرنا ہے، طواف زیارت سے پہلے حاجی بال منڈا کر سر کا میل کچیل اور بال کے بکھراؤ کو دور کرتا ہے؛ تاکہ صاف ستھری حالت میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو سکے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے یہی مصلحت لکھی ہے، (حجۃ اللہ البالغہ مترجم: ۱۴۳/۲) نیز غور کیا جائے تو اس میں نیک فالی کا پہلو بھی ہے کہ جیسے سر بال اور میل وکچیل سے صاف ہو گیا ہے، گویا اسی طرح حاجی اپنے گناہوں کی آلائشوں سے پاک صاف ہو گیا ہے اور اسے اب نئی زندگی شروع کرنی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۹۶/۴)

نس بندی کرانے والے کا حج:

سوال: کیا ایسے مرد وعورت کا حج قبول ہو سکتا ہے، جس نے اولاد نہ ہو کے لیے نس بندی کرائی ہو؟

(مظہر حسین بابر، باکارم)

الجواب

اگر مرد، یا عورت نے کسی طبی عذر کے بغیر محض پرورش اولاد کے خوف سے نس بندی کرائی تو یہ گناہ ہے اور اسے اس سے توبہ کرنی چاہیے؛ لیکن حج کے درست اور مقبول ہونے، یا نہ ہونے کا تعلق اس سے نہیں ہے، حج کے درست ہونے کے لیے افعال حج کو صحیح طریقہ پر انجام دینا ضروری ہے اور حج کا قبول ہونا اور نہ ہونا اللہ تعالی کی مشیت پر ہے، اللہ اپنے جس بندہ کا جو عمل چاہے قبول کرلے اور جس عمل کو چاہے رد کر دے، اگر اللہ تعالی گناہوں کی وجہ سے ہر عمل کو رد فرمادے تو انبیاء کے سوا کون ہے، جو گناہ سے بری ہونے کا دعوی کر سکے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۱/۴-۱۰۲)

نس بندی کرانے والے کا حج صحیح ہے:

سوال: نس بندی کرانے والے کا حج صحیح ہے، یا نہیں؟ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، یا نہیں؟ نیز اس کی امامت کے سلسلے میں کیا مسئلہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: نس بندی کرانے والے کا حج صحیح ہے، اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، توبہ کے بعد

نسبندی کرانے والے کوامام بنانا جائز ہے،لیکن اگر کوئی دوسرا اس سے بہتر امام بننے کی صلاحیت والا موجود ہوتو اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۲۱/۷/۱۴۲۰ھ۔ الجواب صحیح: عبد اللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۲/۳)

ضبط ولادت کا آپریشن کرانے والی کا حج کرنا:

سوال: شوہر وبیوی نے حج کا ارادہ کیا، ایک مسئلہ بیچ میں آکر کھڑا ہوا، وہ یہ کہ بیوی کا نس بندی کا آپریشن کروالیا تو کیا ایسی حالت میں اس کو حج کی اجازت ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا کرے، کیا دوبارہ آپریشن کرواکے رحم کو ولادت کے قابل بنانا ضروری ہے؟ کیا حج ہر طرح کے گناہوں کو دھودیتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بلاضرورت شدیدہ نس بندی کا آپریشن کرانا گناہ کا کام ہے، جس سے اجتناب لازم ہے، اگر کسی نے اس گناہ کا ارتکاب کرلیا تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے، اگر دوبارہ آپریشن کرکے رحم کو ولادت کے قابل کرکے بنایا جاسکتا ہوتو بنالے، ورنہ توبہ سے گناہ معاف ہوجاتا ہے، جب کہ ندامت ہو۔ (۱)

ایسی خاتون کے لیے حج کرنے کی ممانعت نہیں ہے، خوشی سے حج کرے، حج تو گناہوں کو معاف کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے، جب آدمی حج کرتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے، جیسے بچہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے۔ (۲)

ہاں! حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، حج سے بھی معاف نہیں ہوتے، کسی کا مال ذمہ میں باقی ہے، کسی کو گالی دی ہے، کسی کو ستایا ہے، کسی کی غیبت کی ہے اور بہتان والزام لگایا ہے تو اس سے معافی مانگنا اور معاف کرانا ضروری ہے، جب تک معاف نہ کروالیا جائے اور حق دار کو حق نہ پہونچادیا جائے، معاف نہیں ہوگا۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: احمد بن ابراہیم بیمات غفرلہ (فتاویٰ فلاحیہ: ۵۲۳/۴-۵۲۴)

---

(۱) والتوبة ترک الذنب علی أحد الأوجه، وفی الشرع: ترک الذنب لقبحه، والندم علی فعله، والعزم علی عدم العود، ورد المظلمة إن كانت، أو طلب البرائة من صاحبها...وقال القرطبی فی المفهم: اختلفت عبارات المشايخ فيها، فقائل يقول: إنها الندم، وآخر يقول: إنها العزم علی أن لا يعود، وآخر يقول الإقلاع عن الذنب، ومنهم من يجمع بين الأمور الثلاثة، وهو أكملها. (فتح الباری شرح صحيح البخاری: ۱۰۳/۱۱، تحت رقم الحديث: ۶۳۰۷، كتاب الاستئذان، باب التوبة، دار المعرفة بيروت/عمدة القاری: ۲۷۹/۲۲، كتاب الاستئذان، باب التوبة، دار إحياء التراث العربی)

(۲) أبوهريرة رضی الله تعالیٰ عنه، قال: سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يقول: من حج لله فلم يرفث، ولم يفسق، رجع كيوم ولدته أمه. (صحيح البخاری: ۲۰۶/۱، رقم الحديث: ۱۵۲۱ باب فضل الحج المبرور، ديوبند)

(۳) (فی حديث طويل: قال عمرو بن العاص:) فلما جعل الله الإسلام فی قلبی أتيت النبی صلی الله عليه وسلم، ==

اسقاط حمل اور حج:

سوال: جس عورت نے بچہ نہ ہونے کا آپریشن کرالیا ہو، یا اسقاط حمل کرایا ہو۔ کیا اس کا حج مقبول ہوگا؟

(محمد الیاس صدیقی، زیبا باغ، حیدرآباد)

الجواب

کسی میڈیکل مجبوری کے بغیر محض معاشی پسماندگی کے خوف سے، یا ولادت کی تکلیف اور بال بچوں کی پرورش کی الجھن سے بچنے کے لیے، یا اپنی جسمانی کشش کو برقرار رکھنے کی غرض سے اسقاط حمل اور بچہ نہ ہونے کا آپریشن کرانا سخت گناہ ہے اور کسی مسلمان عورت کو قطعاً زیبا نہیں؛ لیکن حج کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور جہاں تک حج کے مقبول ہونے کی بات ہے، اللہ جس عمل کو چاہیں قبول فرمائیں، وہ اپنی رحمت سے گنہگاروں کے عمل کو بھی قبول کر سکتے ہیں، ویسے بھی حج میں گناہوں کا کفارہ بننے کی صلاحیت ہے؛ اس لیے امید ہے کہ اگر کوئی عورت اس غلطی کی مرتکب ہو، وہ توبہ کرے اور حج کرلے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے اس گناہ کو بھی معاف فرما دیں گے۔

واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۲/۴)

غیر مسلم سے ناجائز تعلق رکھنے والی عورت کا حج:

سوال: میں چودہ برس سے ایک ہندو کے ساتھ پردہ میں ہوں، اب ضعیفہ ہوگئی ہوں، صرف اب پرورش کے

== فقلت: أبسط يمينك فلابايعک، فبسط يمينه، قال: فقبضت يدى، قال: ما لک يا عمرو؟ قال: قلت: أردت إن اشترط، قال: تشترط بماذا؟ قلت: أن يغفر لی، قال: أما علمت أن الإسلام يهدم ما كان قبله؟ وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها؟ وأن الحج يهدم ما كان قبله؟ (الصحيح لمسلم: ۷۶/۱، رقم الحديث: ۱۹۲ (۱۲۱) كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، ط: ديوبند)

قال الشيخ التوربشتى من أئمتنا رحمهم اللّٰه: الإسلام يهدم ما كان قبله مطلقا مظلمة كانت أوغيرها، صغيرة أو كبيرة، وأما الهجرة والحج فإنهما لا يكفران المظالم، ولا يقطع فيهما بغفران الكبائر التى بين العبد ومولاه، فيحمل الحديث على هدمهما الصغيرة المتقدمة، ويحتمل هدمهماالكبائر التى تتعلق بحقوق العباد بشرط التوبة عرفنا ذلک من أصول الدين فرددنا المجمل إلى المفصل، وعليه اتفاق الشارحين. وقال بعض علمائنا: يمحو الإسلام ما كان قبله من كفر وعصيان، وما ترتب عليهما من العقوبات التى هى حقوق اللّٰه، وأما حقوق العباد فلا تسقط بالحج و الهجرة إجماعاً، ولا بالإسلام لو كان المسلم ذمياً، سواء كان الحق عليه ماليا أو غيرمالى كالقصاص، أوكان المسلم حربياً وكان الحق ماليا بالاستقراض أوالشراء، وكان المال غيرالخمر وقال ابن حجر: الحج يهدم ما قبله مما وقع قبله وبعد الإسلام ما عدا المظالم، لكن بشرط ما ذكر فى حديث: (من حج فلم يرفث، ولم يفسق خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه) مع ذلک فالذى عليه أهل السنة كما نقله غير واحد من الأئمة كالنووى وعياض أن محل ذلک فى غير التبعات، بل الكبائر، إذ لا يكفرها إلا التوبة، وعبارة بعض الشارحين حقوق المالية لا تنهدم بالهجرة والحج وفى الإسلام خلاف، وأما حقوق العباد فلا تسقط بالهجرة، والحج إجماعاً، آه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۱۰۲/۱، كتاب الإيمان، تحت رقم الحديث: ۸۲، ط: دار الفكربيروت)

خیال سے خرچ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جاؤ حج کرآؤ، لوگ کہتے ہیں کہ تمہارا حج نہیں ہوگا؛ کیوں کہ واپس آکر پھر تم اسی کے تابع ہوگی اور میں چاہتی ہوں کہ اگر اس کے تابع نہ رہی تو پھر کوئی ذریعہ زندگی بسر کرنے کا نہیں ہے۔ ایسی صورت میں حج کے لیے جاؤں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سب سے پہلے اس ناجائز تعلق کو ترک کرنے کی ضرورت ہے (جو بدترین گناہ ہے)، اس کو ترک کیجئے، (۱) اور توبہ کرنے کے بعد اگر حج کے لیے حلال روپیہ ہو تو حج کرنا چاہیے اور روپیہ نہ ہو تو حج فرض نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۴۹/۸/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۱۶/۳)

حج کیمپ سے متعلق:

سوال (الف) عیدگاہ و حج کیمپ میں پولیس ڈاگ کیا رکھا اور لایا جاسکتا ہے، جب کہ اسلام میں کتے پالنے کی ممانعت ہے؟

(ب) عیدگاہ اور حج کیمپ میں محکمۂ ایئر انڈیا کی جانب سے خواتین اناؤنسر بلند و سریلی اور میٹھی آواز میں ہدایات دیتی ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(ج) حج کیمپ میں کیا سودی بینک کا عارضی کاؤنٹر کھولنا جائز ہے؟

(د) حج کیمپ میں غیر مسلم جوان خواتین کو کیا صفائی وغیرہ کے کاموں پر مامور کیا جاسکتا ہے، جب کہ یہ خواتین علی الاعلان بے پردہ پھرتی ہیں؟

(ہ) عیدگاہ اور حج کیمپ میں کیا ایسی لڑکیاں اور خواتین آسکتی ہیں، جو حالت حیض میں ہوں اور کیا وہ مناسک حج وغیرہ کی تعلیم دے سکتی ہیں؟ (قاری ایم، ایس خان جرنلسٹ، اکبر باغ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

(الف) بلاضرورت کتے پالنے کی ممانعت ہے؛ لیکن جائز ضرورت جیسے شکار اور حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی گنجائش حدیث سے بھی ثابت ہے اور فقہا نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔

پولیس کے کتے غالباً حفاظتی مقصد اور مہلک اشیا کی تلاش کے لیے ہوتے ہیں۔ پس اگر ایسے مقاصد کے لیے حج کیمپ میں کتے لائے گئے ہوں تو اس کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ بعض شر پسند عناصر انتشار پیدا کرنے کے لیے مذہبی مقامات

---

(۱) ﴿ولاتقربوا الزنیٰ أنه کان فاحشةً وساء سبیلاً﴾ (سوره بنی إسرائیل: ۳۲)

(۲) (فرض... (علیٰ مسلم)... (ذی زاد)... وراحلة)... (فضلاً عن مالا بد منه). (تنویر الأبصار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحج: ۱۳۹/۲-۱۴۳)

کوبھی استعمال کیا کرتے ہیں، ایسے خطرات کی صورت میں تربیت یافتہ کتوں کالانا ضرورت کے درجہ میں ہے۔

(ب) عورتوں کی آواز بھی قابل ستر ہے؛ اس لیے اگر ایئر انڈیا کا انتظام حج کمیٹی کے قابو میں ہو، یا اس کی کوشش سے ایسا کرنا ممکن ہو کہ اس موقع کے لیے مردانا ؤنسر رکھے جائیں تو اس کی کوشش کرنی چاہیے، یہ پہلا سال تجرباتی ہے، آئندہ اس سلسلے میں حکومت اورارباب مجاز سے بات کی جاسکتی ہے۔

(ج) چوں کہ حجاج کے لیے ڈرافٹ بنوانے کی غرض سے بینک کی ضرورت پڑتی ہے اور محض اس کارروائی سے سود کالین دین نہیں ہوتا۔ دوسرے کوئی ایسا بینک موجود بھی نہیں، جو غیر سودی بنیاد پر چلتا ہو؛ اس لیے ڈرافٹ بنانے اور سکہ تبدیل کرنے کی حد تک حج کیمپ میں عارضی بینک کی سہولت پیدا کرنے کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہ محدود مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے، نہ کہ سودی لین دین کے لیے۔

(د) حج کیمپ میں غیر مسلموں سے کام لینا جائز ہے، اگر خواتین کے حصہ میں خواتین اور مرد کے حصہ میں بھی کام کرنے کے لیے خواتین ہی فراہم ہوں تو مناسب ہوگا کہ حج کمیٹی ان کو ایسا یونیفارم فراہم کرے، جس میں مناسب حد تک ستر کا خیال کیا گیا ہو، ویسے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ بے پردگی خواہ حج کیمپ میں ہو، یا ہمارے گھروں میں، یا کسی اور جگہ، بہرصورت مذموم ہے۔

(ہ) حالت حیض میں مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت ہے، عیدگاہ اور دوسرے مذہبی اور دعوتی مقامات پر جانے کی ممانعت نہیں، ایسی عورتیں عیدگاہ میں جاسکتی ہیں۔ فقہانے اس کی صراحت کی ہے؛ اس لیے جو صورت آپ نے دریافت کی ہے وہ جائز ہے، اسی طرح حالت حیض میں صرف تلاوت کلام مجید کی ممانعت ہے، تلبیہ اوراذ کار واوراد کا یاد دلانا اور مناسک حج کی تعلیم دینا درست ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۸۸-۹۰)

حج کیمپ کے بارے میں:

سوال: کیا حج کیمپ میں خواتین اور مرد حضرات کو یکجا رکھنا اور ساتھ ساتھ کھانا کھلانا درست ہے؟

(ب) حج کیمپ میں جوان خواتین کا بے پردہ گھومنا پھرنا شرعی طور پر درست ہے؟

(ج) کیمپ کے میڈیکل چیک اپ سیکشن میں نوجوان خواتین اور لیڈی ڈاکٹر کا بے پردہ بیٹھنا وعلاج ومعالجہ کرنا ٹھیک ہے؟

(د) حج کیمپ میں مردوزن کا مخلوط اجتماع، ان کا گھومنا پھرنا، پریس کے فوٹو اور ویڈیوگرافرس کی فوٹو اور ویڈیو گرافی شرعی طور پر جائز ہے؟ (ام سعدیہ، سعیدآباد کالونی)

الجوابــــــــــــــــــــــــــــ

حکومت آندھراپردیش، ریاستی حج کمیٹی اور وقف بورڈ کی طرف سے حج کیمپ کا قیام بہت ہی بہتر اور مبارک قدم ہے

اور امید ہے کہ اس سے ان شاء اللہ حاجیوں کو سہولت بہم پہنچے گی اور یہ سفر عبادت ان کے لیے نسبتاً آسان ہو سکے گا۔ نیز اس سے ان کی تربیت کے لیے بھی موقع فراہم ہوگا، البتہ چوں کہ یہ خالص ایک عبادت کا معاملہ اور مذہبی مسئلہ ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ شرعی احکام کی رعایت بھی ملحوظ رکھا جائے، اسی پس منظر میں مذکورہ سوالات کا جواب دیا جاتا ہے۔

(الف) حج کیمپ میں مردوں اور عورتوں کو یکجا رکھنا اور ایک ساتھ کھانا کھلانا بہت ہی ناروا اور نامناسب بات ہے؛ کیوں کہ اسلام میں اجنبی اور غیر محرم عورتوں کے اختلاط کو منع کیا گیا ہے، بہتر ہوگا کہ مردوں اور عورتوں کے حصے الگ الگ کر دیئے جائیں اور ان دونوں کے بیچ پردہ ڈال دیا جائے۔

(ب) خواتین کا بے پردہ گھومنا نہایت ہی نامناسب فعل ہے اور اس کو روکنا ضروری ہے۔ کیمپ میں اس کی تربیت اور ہدایت ہونی چاہیے کہ عورتیں پردہ میں رہیں اور برقع میں چہرہ ڈھک کر رکھیں۔ ہاں جو حصہ عورتوں کے لیے مخصوص ہو اور وہاں مردوں کا آنا جانا نہ ہو، وہاں وہ چہرے وغیرہ کھول سکتی ہیں۔

(ج) میڈیکل چیک اپ میں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ لیڈی ڈاکٹر اور ان کی معاون خواتین کپڑے کے کیبن بنالیں، جن میں خواتین مریض کی تشخیص اور علاج وغیرہ کر سکیں اور اگر ایسی جگہ میسر نہ ہو تو پھر برقع کا اہتمام کریں۔

(د) عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع اور گھومنا پھرنا اور پھر ان کی فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی تو نہایت ہی غیر اخلاقی عمل ہے، کیمپ کے ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں؛ کیوں کہ ان ساری خدمات کا مقصود اجر و ثواب حاصل کرنا ہے، نہ کہ گناہ، تو اگر حجاج کی خدمت بھی کی جائے اور احکام شرعیہ میں کوتاہی کی وجہ سے بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہاتھ آئے تو اس سے زیادہ محرومی اور کم نصیبی اور کیا ہوگی۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۹۰-۹۲)

حج کی ڈیوٹی پر بھیجے جانے والے کا حج:

سوال: حسب ذیل مسئلہ میں شریعت حقہ کا حکم قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرما کر ممنون فرمائیں، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے گا۔

ایک شخص حج کے ایام میں حج کی ڈیوٹی پر حکومت کی طرف سے جاتا ہے، لیکن حکومت کا قانون حج کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے، کیا: وہ شخص بغیر حج کیے ہوئے واپس آ جائے، عند اللہ اس کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور اگر وہ حج کرتا ہے تو اس حج کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ———— وباللہ التوفیق

سوال میں مذکورہ صورت حال اور منسلک ہدایات سے معلومات ہوتا ہے کہ حجاج کی خدمت کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا جاتا ہے، انہیں خود حج کرنے سے روکا گیا ہے اور اس مضمون کا عہد بھی ان سے لکھوایا جاتا ہے، ایسی صورت حال میں عہد کی پابندی لازم ہے اور ایسے شخص کو حج نہیں کرنا چاہیے؛ لیکن وہ بغیر احرام میقات میں داخل نہیں ہو سکتا اور

احرام عمرہ، یا حج سے ہی ختم ہوگا، لہٰذا سرکار کی طرف سے یہ پابندی درست نہیں ہے؛ لیکن جب تک یہ پابندی ہے، شخص مذکورہ احرام باندھ کر داخل ہو اور عمرہ کرے، پھر وہ حجاج کی خدمت میں لگ جائے، یہ بات واضح رہے کہ باوجود اس ممانعت کے اس نے حج کرلیا تو حج صحیح ہوگا۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/)

حج کمیٹی کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ یہاں گھی ملز میں مزدوروں نے متفقہ طور پر ''حج کمیٹی'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہے، جو ہر سال قرعہ اندازی کے ذریعہ منتخب شدہ ورکروں کو حج بیت اللہ کے لیے بھیجتی ہے، جب کہ گھی ملز کے ورکروں کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے طوعاً، یا کرہاً مبلغ دس روپے لازماً کمیٹی کو جمع کرائے گا، بصورت دیگر حج کمیٹی کے دستور العمل میں یونین کی بنیاد پر چندہ نہ دینے والے ورکر کے خلاف تادیبی کارروائی کی سفارش بھی کی گئی ہے۔ اب حضور والا سے استدعا ہے کہ قرآن وحدیث فقہ اور اجماع امت کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں کہ متذکرہ اقدام کہاں تک صحیح ہے؟ کیا اس صورت میں اس عازم حج کا حج ادا ہوجائے گا اور یہ حج نفلی ہوگا، یا فرضی؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حمید الرحمٰن خطیب فضل، وتجیٹبل گھی ملز، اسلام آباد، ۱۴/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ)

الجواب

ایسی تنظیم بنانا بذات خود نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب، البتہ جبری طور سے بلا طیب خاطر کسی سے چندہ لینا ممنوع ہے، لحدیث: ''لایحل مال امریء إلا بطیب نفس منه''. (رواہ البیهقی) (۱) نیز اکثری طور سے قرعہ جوا میں داخل ہے؛ لیکن انتظام قائم رکھنے کے لیے ممنوع نہیں ہے، کما عند القسم والاقتسام وغیرہ. (۲) پس اگر کوئی شخص تمام شرکا کے طیب خاطر سے اس فنڈ سے باقاعدہ مجوزہ رقم حاصل کرکے حج کرے تو حسب نیت اس کا حج ادا ہوگا۔ وهوالموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۴/۲۶۷)

ملازمین کی حج کمیٹی کے لیے شرائط وضوابط اور پالیسی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازمین نے حج کمیٹی تشکیل دی ہے:

(۱) ہر خواہشمند ملازم کے پندرہ روپیہ ماہوار کٹوتی کی جائے گی۔

---

(۱) رواہ البیهقی فی شعب الإیمان: ۱۰۰/۶، والدارقطنی فی المجتبیٰ کما فی المشکاة: ۵۵۲/۱، وفی روایة ابن حبان رقم: ۸۷۹۵، والحاکم: ۷۳۶/۳: لا یحل لامرئ ان یأخذ عصا أخیه بغیر طیب نفس منه، وفی الباب عن ابن عمر وبلفظ لایحلبن أحد ماشیة أحد بغیر إذنه الحدیث متفق علیه. (بلوغ المرام: ۲۸۸/۱، باب الصلح

(۲) قال العلامة الحصکفی: ویکتب أسامیهم و یقرع لتطیب القلوب فمن خرج اسمه أولا فله السهم الأول، إلخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴۸۱/۵، کتاب القسمة)

(۲) اس کٹوتی کی رقم سے ہر سال جمع شدہ رقم کے مطابق ورکروں کو حج پر بھیجا جائے گا۔
(۳) مطلوبہ آدمیوں کا چناؤ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔
(۴) جس کا نام قرعہ میں نکل آئے، اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنا والد، یا بیوی وغیرہ بھیج دے۔
(۵) اگر قرعہ میں ادارہ سے بھی نام نکل آیا اور ورکروں کی طرف سے بھی، اس صورت میں بھی ورکروں کی طرف سے اپنا والد، یا بیوی حج پر لے جاسکتا ہے۔
(۶) ریٹائرمنٹ تک اگر کسی ملازم کا نام قرعہ میں نہیں نکلا، اس صورت میں وہ ملازم اگر چاہے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی کٹوتی پانچ سال تک ہوچکی ہو۔ بینوا توجروا۔
(المستفتی: مرزا الیاس احمد واہ سیمنٹ ورکس راولپنڈی، ۹ر رمضان ۱۴۰۹ھ)

الجواب

(۱) یہ شرط اور ضابطہ خلاف شرع نہیں ہے۔
(۲) دوسری شرط بھی خلاف شرع نہیں ہے۔
(۳) یہ قرعہ جائز ہے، اس میں ہار جیت نہیں ہے۔
(۴،۵) یہ شرائط بھی جائز ہیں۔
(۶) یہ خلاف شرع ہے؛ کیوں کہ یہ کٹوتی ملازم کی ملکیت سے خارج (وقف) نہیں ہے؛ بلکہ کمیٹی کے پاس امانت ہے، ملازم یا اس کے ورثا کی اجازت کے بغیر کوئی کٹوتی خورد برد نہیں کی جائے گی۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۶/۴)

حج کمیٹی کے فنڈ میں غیر مسلم کا چندہ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ پہلے گھی ملز اسلام آباد کے مسلم مزدوروں نے حج کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم بنائی۔ آپس میں یہ طے پایا کہ ہر مسلم ورکرز رضا کارانہ طور پر دس روپیہ ماہانہ حج کمیٹی فنڈ میں چندہ دیا کرے گا؛ تاکہ ہر سال بذریعہ قرعہ اندازی ایک مزدور کو حج بیت اللہ بھیجا جائے۔ اب یہاں غیر مسلم مزدور اصرار کرتے ہیں کہ ہم بھی بغیر کسی قید وشرط کے بطیّب خاطر اس کمیٹی میں چندہ دیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان سے یہ چندہ لینا جائز ہے، یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔
(المستفتی: اصغر علی مغل، وتحیٹیبل گھی ملز، اسلام آباد، ۱۹۸۵/۱۲/۷ء)

الجواب

غیر مسلم سے یہ امداد حاصل کرنا ناجائز نہیں ہے، اس میں اسلام، یا مسلمان کی کوئی ذلت اور توہین نہیں ہے، لہٰذا یہ امداد مسلم ممبر کے چندہ کے مصرف میں صرف کی جائے گی۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۸/۴)

سرکاری اخراجات پرحج:

سوال: ایک صاحب کو جو محکمۂ صحت میں ملازم سرکار ہیں، میڈیکل ٹیم کے ساتھ حاجیوں کی نگہداشت کے لیے سعودیہ بھجوایا گیا، جہاں انہیں تنخواہ کے ساتھ ساتھ سفرخرچ اور بھتہ سفری الاؤنس وغیرہ بھی ملے گا، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ صاحب حج کرلیں تو کیا ان کا فریضۂ حج ادا ہوجائے گا؟ اس طرح سرکاری وفد میں جو سیاسی لیڈر اور عہدہ دار مکہ معظّمہ جاتے ہیں اور بغیر کچھ خرچ کئے حج ادا کرتے ہیں، ان کا بھی فریضۂ حج ادا ہوجاتا ہے، یا اپنے اپنے ذاتی خرچے اور رقم سے حج ادا کرنا ضروری ہے؟ (مبین احمد فلاحی، اعظم گڑھ، یوپی)

الجواب

کوئی شخص، یا ادارہ، یا حکومت کسی حاجی کے اخرجات برداشت کرلے اور حج کرادے تو اس کی گنجائش ہے اور جب اس نے اپنے حج کی نیت کی ہے اور افعال حج کو انجام دیا ہے تو حج اس کی جانب سے ادا ہوجائے گا، جیسے کوئی شخص جامع مسجد جانے کے لیے سواری کا محتاج ہو، کسی شخص نے اسے اپنی سواری سے پہنچادیا اور اس نے وہاں پہنچ کر نماز ادا کرلی تو اس کا جمعہ ادا ہوجاتا ہے اور وہ فریضۂ جمعہ سے سبکدوش قرار پاتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۱۰۳/۴)

حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہوا اور اب تک اس نے ادا نہ کیا ہوا اور حکومت اس کو بوجہ ملازمت سرکار حج کے لیے بھیج دے کہ چوتھائی حصہ خرچ خود کرے اور تین چوتھائی حکومت برداشت کرے تو کیا اس طریقہ سے فریضہ حج اس سے ساقط ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: قاضی سعید احمد چوھڑ ہریال پنڈی، ۲۲/شعبان ۱۴۰۳ھ)

الجواب

اس ملازم سے فریضہ حج ساقط ہوجائے گا اور ذمہ فارغ ہوگا؛ کیوں کہ یہ ملازم کسی سے حج بدل نہیں کرتا، حتی کہ تبرع ضرر رسان ہوجائے۔(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۲۳/۴)

حکومتی اعانت سے نفلی حج کے لیے جانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہے۔ اب اگر

(۱) وفی الهندیة: ومنها القدرة علی الزاد والراحلة بطریق الملک أو الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء کانت الاباحة من جهة من لامنة علیه کالوالدین والمولودین أو من غیرهم کالأجانب، کذا فی السراج الوهاج... الفقیر إذا حج ماشیاً ثم أیسر لاحج علیه هٰکذا فی قاضی خان. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۱۷/۱، کتاب المناسک، الفصل الأول)

حکومت پاکستان ایسے شخص کو حج کے لیے بھیجتا ہے اور حکومت خرچہ برداشت کرے۔ ایسے شخص کے لیے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونا شرعا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد حسن برہانی مدرسہ دارالہدیٰ ٹنڈو آلہ یار حیدر آباد، ۴۲رشعبان ۱۴۰۲ھ)

الجواب

کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے،(۱) اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، حکومت کسی کو خوشامد، یا مداہنت پر مجبور نہیں کرسکتا۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۳/۴)

سرکاری اعانت پر حج کے لیے جانا جائز ہے، جب کہ سیاسی رشوت نہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سرکاری سطح پر حج کیلئے جاتے ہیں۔ کیا شرعاً یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا ناموس خان باڑہ، ۱۹۸۷/۵/۲۳ء)

الجواب

حکومت کی اعانت سے حج کے لیے جانا ناجائز نہیں ہے۔(۳) اگر حکومتی خزانہ لہو ولعب اور ناجائز عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے تو کیا یہ قوم کی خوش قسمتی نہیں کہ اسی خزانہ کا ایک حصہ مدارس اسلامیہ اور حج پر خرچ ہو۔(۴) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۴/۴)

سفر حج میں چھوٹ سے استفادہ:

سوال: حکومت حاجیوں کو مالی امداد دیتی ہے، جس کو حج سبسڈی (Haj Subsidy) کہتے ہیں، ہندو تنظیمیں

(۱) جب کہ یہ سیاسی رشوت نہ ہو، ورنہ پھر اس اعانت کو قبول کرنا جائز نہ ہوگی۔ (سیف اللہ حقانی)

(۲) قال العلامة محمد أمين: قوله ولو وهب الاب لابنه الخ وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع انه لا يمن احدهما على الآخر يعلم حكم الأجنبى بالأولٰى ومراده أفادة أن القدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الاباحة والعارية كما قدمناه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۱۵۶/۲، كتاب الحج)

(۳) وفى الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك اوالاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين أومن غيرهم كالأجانب، كذا فى السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية: ۲۱۷/۱، كتاب المناسك)

(۴) وفى الهندية: ما يوضع فى بيت المال أربعة أنواع ... الثالث الخراج والجزية وما صولح عليه بنو نجران ... وما أخذه العاشر من المستأمنين... وتصرف تلك إلٰى عطايا المقاتلة وسدالثغور... والٰى بناء الرباطات والمساجد... وإلٰى أرزاق الولاة وأعوانهم والقضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين والمتعلمين ويصرف إلٰى كل من تقلد شيأ من أمور المسلمين وإلٰى مافيه صلاح المؤمنين، كذا فى المحيط. (الفتاویٰ الهندية: ۱۹۰/۱-۱۹۱، فصل ما يوضع فى بيت المال كتاب الزكاة)

اس کی مخالفت کرتی ہیں، سرکاری خزانہ میں ہندو مسلمان دونوں کا مال ہوتا ہے؛ لیکن یہ حقیقت ہے کہ سرکاری خزانہ میں مسلمانوں کا حصہ ان کی غربت کی وجہ سے برائے نام؛ بلکہ نہیں کے برابر ہوتا ہے، پھر حج کے لیے یہ امداد کیوں اور کیسی ہے؟ اسی طرح مساجد کی تعمیر میں بھی حکومت کی امداد لینے کا کیا حکم ہے؟

(محمد حبیب الدین، باغ امجد الدولہ)

الجواب

مسلمانوں کی معاشی حالت پست ہو، یا بہتر، ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے اور جمہوری نظام کے تناظر میں ملک کے خزانہ میں وہ برابر کے حقدار ہیں، حکومت مختلف شعبہ ہائے زندگی میں چھوٹ دیتی ہیں، کہیں پر چھوٹ پیشہ وارانہ بنیاد پر ہوتی ہے؛ لیکن معاشی حالات کی رعایت سے اور بعض اوقات مختلف مذہبی اور تہذیبی اکائیوں کو رعایتیں دی جاتی ہیں۔ یہ کچھ مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں؛ بلکہ دوسری اقوام کو بھی احوال ومواقع کے اعتبار سے رعایتیں فراہم کی جاتی ہیں؛ اس لیے فرقہ پرست تنظیموں کا اس کے خلاف آواز اٹھانا قطعاً بے جا ہے اور مسلمانوں کے لیے اس سے استفادہ میں کچھ حرج نہیں۔

جہاں تک حجاج کے کرایہ میں چھوٹ کی بات ہے تو اولاً تو ایئر لائنز کے عام اصول کے اعتبار سے بھی گروپ کی شکل میں چھوٹ حاصل ہوتی ہے، غالباً حجاج کے لیے جو رعایت دی جاتی ہے، وہ اس سے زیادہ نہیں ہوتی؛ اس لیے یہ ایک عمومی نوعیت کی رعایت ہے۔ دوسرے گورنمنٹ کے چھوٹ دینے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ نقصان برداشت کرتی ہے؛ بلکہ صرف اتنا ہے کہ کم نفع کو قبول کرتی ہے اور کسی شخص، ادارہ، یا حکومت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ گاہک اور عوام کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے نفع کی مقدار میں کمی بیشی کرے، یا کسی حد تک نقصان کو قبول کرے؛ اس لیے حکومت کی رعایت کو قبول کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مساجد کی تعمیر وغیرہ کے لیے حکومت جو رقم دیتی ہے، اس کا بھی لینا جائز ہے، جیسے مسلمانوں کو مساجد، یا قبرستان کے لیے رقم دی جاتی ہے، اسی طرح غیر مسلم بھائیوں کو بھی موقع بہ موقع ان کی عبادت گاہوں اور قبرستانوں کے لیے رقم ملتی ہے؛ بلکہ اکثریتی طبقے کو ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کا زیادہ موقع حاصل ہوتا ہے، لہٰذا اس میں کوئی قباحت نہیں؛ کیوں کہ حکومت میں مسلمان بھی برابر کے شریک ہیں، شخصی طور پر بھی اگر کوئی غیر مسلم مسجد کے احترام وتقدس کی نیت سے تعاون کریں اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ آئندہ وہ اپنی عبادت گاہوں کے لیے مسلمانوں سے تعاون طلب کریں گے تو ایسے غیر مسلم بھائیوں کا تعاون لینا بھی جائز ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۱۰۷-۱۰۸)

جھوٹا حلف نامہ داخل کر کے سبسڈی حاصل کرنا جائز نہیں:

سوال (۱) ہر سال حکومت ہند کے بیت المال سے حج کمیٹی کے ذریعہ حج کرنے جانے والوں کے لیے سبسڈی

کے نام پر ہوائی جہاز کے کرایہ میں مخصوص رعایت تقریباً بیس ہزار روپے دی جاتی ہے۔امسال حکومتِ ہند نے یہ قانون بنادیا ہے کہ جوگزشتہ سالوں میں حج کمیٹی کے ذریعے حج کرچکے ہیں اوردوسرے وہ جوانکم ٹیکس بھرتے ہیں (اس زمرے میں تمام سرکاری ملازمین آتے ہیں)، انھیں یہ سبسڈی نہیں دی جائے گی،اس کے لیے خاص طور سے حج کمیٹی ایک حلف نامہ مانگ رہی ہےاوراس کا مضمون صاف الفاظ میں یہی ہے کہ: ''میں (زید) نے اس سے قبل حج ادانہیں کیا'' جب کہ میں حج کرچکا ہوں۔دوسرے یہ کہ میرے دوست عمر کو یہ حلف دیناپڑرہا ہے کہ''وہ انکم ٹیکس ادانہیں کرتے'' جب کہ وہ پابندی کے ساتھ ادا کررہے ہیں تو کیا جہاز کے کرائے میں بیس ہزار روپے بچانے کے لیے ازروئے شرع جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے کی اجازت ہوگی؟اور کیاایساحج قبول ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

قرآن اورحدیث میں جھوٹ بولنےاورجھوٹی قسم کھانے کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہےاوراس پروعیدیں سنائی گئی ہیں اوران کا شمارکبیرہ گناہوں میں کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کبیرہ گناہ یہ ہیں:اللہ کے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرانااورماں باپ کی نافرمانی کرنااورناحق کسی کوقتل کرنااورجھوٹی قسم کھانا۔(مشکوٰۃ:۱۷)

جہاز کے کرایہ میں بیس ہزارروپئے بچانے کے لیے فارم کی خانہ پُری کرتے وقت جھوٹا حلف نامہ داخل کرنا سخت حرام اورکمینہ حرکت ہے،جب وہ آدمی حج کمیٹی کے ذریعہ پہلے حج کرچکا ہےتواس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کا غالباً نفل حج ہےاورسب جانتے ہیں کہ نفل کا مطلب یہ ہے کہ کرے تو ثواب اور نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں؛لیکن یہ شخص اس نفل حج کے لیے کبیرہ گناہ کاارتکاب کررہا ہے،جس سے بچنااس کے لیے ضروری اورفرض تھا،بھلاایساحج کیا قبول ہوگا۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ''اصلاح انقلاب''میں تحریرفرماتے ہیں:

''بعض لوگ حج کو جاتے ہیں اورریل میں یاجہاز میں یااونٹ پرفرض نمازیں بربادکرتے ہیں،سوانہوں نے ایک فرض توادا کیااوراتنے کثیرفرض فوت کیئےاوراگرحج فرض نہیں تھا،نفل تھاتواوربھی غضب ہواکہ ایک نفل کے لیے اتنے فرض گئے گزرے،سوایسے شخص کوحج کرناجائزبھی نہیں''۔(اصلاح انقلاب:۱/۱۶۲)

علماء نے لکھاہے کہ حج مبروروہ ہے جس میں کسی گناہ اورخلاف شرع کام کاارتکاب نہ ہواہو۔جھوٹاحلف نامہ کبیرہ گناہ ہے،لہٰذااس کے بعد یہ حج کہاں مقبول اورمبروررہا،چندکوڑیوں کے لیےایسی شنیع حرکتوں کاارتکاب اوروہ بھی حج جیسی عظیم الشان عبادت کی ادائیگی کے نام پرسراسرایمانی غیرت کے خلاف ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمودالفتاویٰ:۲/۲۵۰-۲۵۲)

حجاج کرام کاحکومت کی سبسڈی سے فائدہ اٹھاکرحج کرنا:

سوال: حج اسلام کاپانچواں رکن ہے،جوصاحب استطاعت اہل ایمان پرفرض ہےاورادائیگیٔ حج کے لیے حاجی

کی ذاتی ملکیت کا زادِراہ ہونا ضروری ہے۔ ہمارے ملک سے جو حجاج حج کمیٹی کے معرفت اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں ان کے سفر کے کرائے میں حکومت ہند ایک حصہ سبسڈی (subsidy) دیتی ہے، جس کی وجہ سے ان کا ہوائی سفر دوسرے ذرائع سے حج کرنے والے حجاج کے مقابلے میں کافی کم میں ہوتا ہے، نیز زرِمبادلہ کی شرح بھی کم ہوتی ہے۔

سال گزشتہ بمبئی کے اخبارات میں سعودی عرب کے علماء سے منسوب یہ بیان شائع ہوا تھا کہ حکومت، یا کسی اور طرح سے سبسڈی (subsidy) سے فائدہ لے کر ادا کیا ہوا حج صحیح نہیں ہوگا، یا ادا نہیں ہوگا۔

برائے مہربانی اس بات کا خلاصہ کریں کہ حکومت کی سبسڈی (subsidy) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا ہوا حج صحیح ہوگا، یا نہیں؟ اور ادا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

کرایہ میں حکومت ہند کی طرف سے دی جانے والی سبسڈی (subsidy) یہ درحقیقت ایک رعایت ہے، جو کرایہ کے سلسلہ میں حاجیوں کو دی جاتی ہے؛ اس لیے کہ حاجیوں کو لے جانے والی ہوائی سروس بھی حکومت کی ملک ہے، اسی طرح زرِمبادلہ کی شرح میں کمی بھی ایک طرح کی رعایت ہے۔ عقد اجارہ میں اجرت پر لے جانے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ کرایہ کی مقررہ مقدار میں کسی فرد، یا جماعت کے لیے کوئی حصہ کم کردے۔ اسی طرح خرید وفروخت میں بائع کو اختیار ہے کہ مبیع کے مقررہ ثمن میں کمی کردے۔ صورت مسئولہ میں چوں کہ اجرت پر حاجیوں کو سفر کے لیے لے جانے والی بھی درحقیقت حکومت ہند ہے؛ اس لیے اس کا یہ اقدام شرح کرایہ میں ایک قسم کی تخفیف کہلائے گا۔ اسی طرح زر مبادلہ میں حکومت ہند بائع کی حیثیت رکھتی ہے اور زرمبادلہ کی شرح میں کمی ایسی ہی ہے، جیسے بائع کی طرف سے مقررہ ثمن میں کی جانے والی تخفیف اور یہ دونوں امور بلاشبہ درست ہیں۔ ہم اس ملک میں رہتے ہوئے بہت سے معاملات میں حکومت کی طرف سے دی جانے والی ایسی رعایتوں سے بلا دریغ فائدہ اٹھاتے ہیں، مثلاً: گیس سلنڈر کی خریداری میں، حکومت کی طرف سے راشن کی دکان پر فروخت ہونے والے غلہ میں وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال اس بنیاد پر یہ کہنا کہ حج صحیح نہیں ہوگا، یا ادا نہیں ہوگا، اصول شرع کے مطابق سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ حج کے لیے جن چیزوں کو شرائط وارکان وواجبات وسنن کا درجہ دیا گیا ہے، ان تمام کے انجام دینے پر حج کے صحیح اور ادا ہونے کا حکم لاگو کیا جاتا ہے۔ حکومت سے ملنے والی سبسڈی کا قبول نہ کرنا ارکان وشرائط وواجبات میں سے نہیں۔

(قوله كالحج بمال حرام) كذا في البحر، والأولى التمثيل بالحج رياء وسمعة فقد يقال إن الحج نفسه الذي هو زيارة مكان مخصوص، إلخ، ليس حراماً بل الحرام هو إنفاق المال الحرام ولا تلازم بينهما كما أن الصلاة في الأرض المغصوبة تقع فرضاً وإنما الحرام شغل المكان المغصوب لا من حيث كون الفعل صلاة؛ لأن الفرض لا يمكن اتصافه بالحرمة، وهنا كذلك فإن الحج في نفسه مأمور به وإنما يحرم من حيث الانفاق وكأنه أطلق عليه الحرمة؛ لأن للمال دخلاً فيه فإن

الحج عبادة مركبة من عمل البدن والمال كما قدمناه ولذا قال في البحر: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه و عدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج، آه، أي لأن عدم الترك يبتني على الصحة وهي الاتيان بالشرائط والأركان و القبول المترتب عليه الثواب يبتني علىٰ أشياء كحل المال والاخلاص، كما لو صلى مرائيا أو صام واغتاب فإن الفعل صحيح لكنه بلا ثواب. والله تعالىٰ أعلم. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج: ۱۵۲/۲)

جولوگ حکومت ہند، یا سعودی حکومت، یا دنیا کی دیگر حکومتوں میں سے کسی حکومت کے مصارف پر پورا حج ادا کرتے ہیں، کیا آج تک ان کے متعلق سعودی عرب کے علماء یا کسی اور عالم نے ایسا بیان دیا ہے کہ ان کا حج صحیح نہیں ہوگا یا ادا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، ۲۱؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲۵۲/۲-۲۵۴)

حج سبسڈی سے استطاعت حج کا تحقق سبسڈی پر شبہ اور مشورہ:

سوال: حج اسلام کا مقدس اہم، بنیادی اور آخری فریضہ ہے، جو ہر صاحب استطاعت پر شرائط کے ساتھ صرف ایک بار فرض ہے؛ یعنی وہ شخص جو مکمل طور پر سفر خرچ، حرمین شریفین میں قیام طعام؛ نیز غیر حاضری میں اہل وعیال اور متعلقین کا نان ونفقہ، اور دیگر ضروریات پوری کرنے کی حیثیت رکھتا ہے، اس پر فریضۂ حج لازم آتا ہے۔ اسلام اس کے لیے تکلفات قرض اور کسی کے احسان کو پسند نہیں کرتا۔

ہمارے ملک ہندوستان سے عازمین حج بڑی تعداد میں مرکزی حج کمیٹی کے ذریعہ سفر کرتے ہیں اور پرائیویٹ ٹورس اور ٹراویلس کے ذریعہ حج کرنے والوں کی بھی خاصی تعداد ہے، سینٹرل حج کمیٹی حکومت ہند کا ایک ادارہ ہے، جس کا کام پلیگریم پاس یعنی عارضی پاسپورٹ بنانا، زرمبادلہ دینا، حرمین شریفین میں قیام کا انتظام کرنا وغیرہ ہے، بحری جہاز میں کرایہ کم تھا، اس وقت سبسڈی Subsidy دی جاتی تھی، یا نہیں؟ اس کا علم نہیں؛ لیکن جب سے وہ بند ہوئے اور ہوائی جہاز سے سفر شروع ہوا تو کرایہ میں بھی زبردست اضافہ ہوگیا، اس وقت مسلمان قائدین کی درخواست پر حکومت ہند نے کرایہ میں Subsidy کے نام سے رعایت دینی شروع کی، ہوائی جہاز ائیر انڈیا کی چارٹر ہو، یا کسی بھی ایئر لائنس کی ہو، حکومت ہر ایئر لائنس کو فی کس 770 ڈالر تقریباً 35,000 روپئے ادا کرتی ہے، جب کہ حاجیوں سے کرایہ صرف 12,000 لیتی ہے، بقیہ 23,000 حکومت اپنی طرف سے ادا کرتی ہے، امسال جو ایک لاکھ حاجی سینٹرل حج کمیٹی کے ذریعہ حج کے سفر پر گئے ہیں، ان کی طرف سے حکومت نے 225 کروڑ روپیہ ادا کیا ہے، یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ وہ رقم کہیں مشکوک تو نہیں؟ حکومت Subsidy آخر کس مد سے دیتی ہے؟ عام طور پر حجاج اس سے

ناواقف ہوتے ہیں؛ لیکن اب یہ بات علم وشعور میں آنے لگی ہے کہ حکومت اس کو احسان سمجھتی ہے اور ملک کے دیگر طبقات میں اس کا اظہار بھی کیا جاتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ مراعات واحسانات میں Subsidy کو گنایا جاتا ہے اور جتلایا جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ حکومت ہم سے بہت سے ٹیکس وصول کرتی ہے اور وہی رقم ہمیں Subsidy کے نام سے دے دیتی ہے، کہاں تک صحیح ہے؟ جب کہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حکومت کی طرف سے بہت سے فلاح و بہبودی کے کام عوام کے لیے بلاتفریق مذہب وملت انجام دیے جاتے ہیں، جیسے اسکول چلانا، ہسپتال چلانا اور سڑکیں بنوانا وغیرہ، اسی طرح یہ کہنا کہ حکومت جب دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو ان کے مذہبی تہواروں میلوں کے لیے رعایتیں دیتی ہے تو مسلمانوں کو بھی وہ رعایتیں حاصل کرنی چاہیے۔ کہاں تک صحیح ہے؟ مسلمانوں کی اپنی ایک شان ہے، اس کا امتیاز ہے، دوسروں کی نقالی کرنا بالخصوص فریضۂ اسلام کی ادائیگی میں اس کو کیا زیب دیتا ہے؟

ملت کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ حج کے لیے مسلمانوں کو شرائط کی روشنی میں خود کفیل ہونا چاہیے۔ تکلفات، احسانات اور بالخصوص حکومت کے زیر احسان حج کرے، یہ امر روح اسلام کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

پتہ نہیں یہ Subsidy صرف ہمارے سیکولر ملک میں ہے، یا دیگر اسلامی ممالک میں بھی اس کی نظیر پائی جاتی ہے؟ حضرات علمائے کرام سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا وتوجروا۔ فقط والسلام

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

حضرات فقہانے حج کے لیے چار قسم کی شرائط بیان کی ہیں:

(۱) شرائط وجوب حج (۲) شرائط وجوب ادا (۳) شرائط صحت ادا (۴) حج کے فرض کی جگہ واقع ہونے کے شرائط۔ (عمدۃ الفقہ: ۴/۲۷)

وهی أنواع أی أربعة: شرط الوجوب، وشرط الأداء، وشرط صحة الأداء، وشرط وقوعه عن الفرض. (مناسک ملا علی قاری، ص: ۲۱)

حج کی شرطوں کی پہلی قسم شرائط وجوب حج ہے اور یہ وہ شرطیں ہیں کہ جب کسی شخص میں وہ سب شرطیں پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہوجاتا ہے اور اگر وہ تمام شرطیں، یا ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس پر حج بالکل فرض نہیں ہوتا، اس پر خود ادا کرنا بھی فرض نہیں ہوتا اور زندگی میں کسی دوسرے سے حج کرانا، یا مرتے وقت وصیت کرنا بھی اس پر واجب نہیں ہوتا۔

(النوع الأول) أی من أنواع شرائط الحج (شرائط الوجوب) وهی التی إذا وجدت جمیعها وجب الحج علیٰ صاحبها، وإذا فقدوا أحد منها لایجب أصلاً، لابالنیابة، ولابالوصایة. (مناسک ملا علی قاری: ۲۱)

ان ہی شرائط وجوب میں سے چھٹی شرط استطاعت ہے۔ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ زادِراہ (توشہ) اور راحلہ (سواری) پر اس طرح قدرت ہو کہ وہ اس کا مالک ہو، یا کرایہ پر لے کر قابض ہو اور اگر مانگ کر، یا اس کے مباح ہونے کی وجہ سے قادر ہوا ہو تو اس سے حج فرض نہیں ہوتا، خواہ وہ اس شخص نے مباح کیا ہو، جس کا اس پر احسان شمار نہیں ہوتا، جیسے: ماں، باپ، اور اولاد، یا ان کے علاوہ کسی اور نے مباح کیا ہو، جیسے اجنبی لوگ۔

(السادس الاستطاعة) وهي شرط الوجوب لاشرط الجواز... (وهي ملك الزاد) أي النفقة في المأتي والمعاد (التمكن من الراحلة) أي الاقتدارعلٰى ركوب المركوب حيث شاء. (مناسک ملا علی قاری، ص:۲۷)

(ولاتثبت الاستطاعة ببذل الغير) أي باعطاء غيره له (مالاً) أي قدر زاد و راحلة، (أوطاعة) أي خدمة لمن يحتاج إليها في الطريق كالزمن، (ملكاً) أي من جهة التمليك في المال والخادم، (أوباباحة) أي بالاعارة في الخادم والراحلة أوبالاجارة في استعمال الزادمن المال، فإن ثقل المنة تدفع حصول الاستطاعة. (مناسک، ص:۳۰)

ولايجب عليه القبول عندنا. (مناسک، ص:۳۱)

(قوله لايجب عليه القبول) لأن شرائط أصل الوجوب لايجب عليه تحصيلهاعند عدمها، قاله في البحرالرائق، آه، حباب، قال العلامة طاهر سنبل: وكذا لاتثبت الاستطاعة ببذل غيره الزاد والراحلة حتٰى لايجب عليه الحج عندنا. (شرح اللباب، ص:۳۱)

منها: ملك الزاد والراحلة في حق النائي عن مكة، والكلام فيه في موضعين. أحدهما في بيان أنه من شرائط الوجوب، والثاني في تفسيرالزاد والراحلة، أما الأول فقد قال عامة العلماء أنه شرط، فلايجب الحج بإباحة الزاد والراحلة، سواء كانت الإباحة ممن له منّة على المباح له، أو كانت ممن لامنة له عليه كالأب. (بدائع الصنائع، کتاب الحج: ۱۲۲/۲)

اگر کسی نے اس کو مال دیا کہ اس سے حج کرلے تو اس پر اس کا قبول کرنا واجب نہیں؛ اس لیے کہ جب وجوب کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کا حاصل کرنا اس پر واجب نہیں۔ (عمدۃ الفقہ: ۳۳/۴)

''فتاوی محمودیہ'' سے ایک سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: حکومتِ ہند موسمِ حج میں حاجیوں کی دیکھ بھال کے لیے ویلفیر آفیسر بنا کر کسی کو منتخب کر کے اس کے تمام مصارف برداشت کرتی ہے اور اس کے لیے بقدرضرورت تمام رقم پیشگی دے دیتی ہے، وہ منتخب آفیسر اپنے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ حج بیت اللہ بھی ادا کرلیتے ہیں، ان کا یہ حج کیسا ہوگا؟ اس کا وہ حج فرضیت حج میں شمار ہوگا یا نفل؟ کیا حکومت نے جب رقم دی اس وقت وہ صاحب نصاب شمار نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جب کوئی شخص خود صاحب نصاب نہیں، جس سے اس پر حج فرض ہو؛ یعنی زادراہ

پر قادر نہیں ؛ مگر وہ پیدل پہنچ جائے ، یا کوئی شخص اس کو اپنے ساتھ لے جائے ، یا کسی نے اس کو روپیہ دے دیا، جس سے وہ وہاں پہنچ گیا اور حج ادا کرلیا تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، پھر غنی ہو جانے پر اس کے ذمہ دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ کسی فرض کی ادائیگی کے لیے جو شرائط ہوں، ان کی تحصیل مقصود نہیں ؛ بلکہ جب ان کا حصول ہو جائے، خواہ کسی طریقہ سے ہو تو بھی کافی ہے، مثلاً نماز کے لیے طہارت شرط ہے، ایک شخص بلا اختیار نہر میں گر گیا، پانی اس کے بدن پر پہنچ گیا اور بہہ گیا، پھر اس نے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو جائے گی، یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے اپنے قصد سے وضو نہیں کیا؛ اس لیے اس کی نماز نہیں ہوئی، اسی طرح یہاں بھی اس کا حج ہو جائے گا۔ (فتاوی محمودیہ: ۲۱۲/۱۷)

ہمارے ملک ہندوستان میں سینٹرل کمیٹی (جو حکومت کا ایک ادارہ ہے) حج کے لیے جانے والوں کے لیے ضروری انتظامات کرتی ہے، اس کے واسطے سے حج کے لیے جانے والے ہر شخص کے کرایہ میں سبسڈی کے نام سے ایک مخصوص رقم ادا کرتی ہے اور اس کی طرف سے ہوائی کمپنی کو جو مجموعی کرایہ ادا کیا جاتا ہے، وہ تقریباً ۳۵/ ہزار روپے ہوتا ہے، جب کہ حکومت کا یہ ادارہ حاجیوں سے کرایہ کے نام پر صرف ۱۲ ہزار روپے وصول کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ بقیہ ۲۳/ ہزار روپے کرایہ کے طور پر حاجی کی طرف سے حکومت ادا کرتی ہے، اس صورت حال کے پیش نظر یہاں پر کئی مسائل کا حل اور وضاحت ضروری ہو جاتی ہے۔

(۱) اگر حج کا ارادہ رکھنے والے کسی شخص کے پاس اتنی رقم موجود ہو کہ حکومت کی مذکورہ مدد کے بغیر وہ زاد اور راحلہ پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وجوب حج کے شرائط میں سے چھٹی شرط استطاعت اس میں پائی نہیں جاتی؛ اس لیے اس پر شرعاً حج فرض نہیں ہوتا؛ لیکن اس کے باوجود اگر وہ حج کمیٹی کے ذریعہ سفر کر کے حج ادا کرلے گا، یعنی حکومت کی طرف سے دی جانے والی اس مدد کو قبول کر کے حج کر لے گا تو اس کا فریضۂ حج ادا ہو جائے گا، بشرطیکہ اس نے احرام کے وقت حج فرض یا مطلق حج کی نیت کی ہو، نفل یا نذر کی نیت نہ ہو، اب اگر اس کے بعد اس کے پاس اتنا مال آ گیا کہ حکومت کی مدد کے بغیر بھی زاد وراحلہ پر استطاعت حاصل ہوگئی، تب بھی دوبارہ حج کے لیے جانا ضروری نہیں، اس صورت میں اگر وہ حج کمیٹی کے واسطہ سے سفر کرنا پسند نہ کرے اور حج نہ کرے، تب بھی گنہگار نہیں اور نہ ہی اس پر بوقت وفات وصیت کرنا ضروری ہے۔

(۲) اگر کسی شخص کے پاس حوائج اصلیہ کو چھوڑ کر اتنی رقم موجود ہو کہ حکومت کی مذکورہ مدد کے بغیر بھی وہ زاد وراحلہ پر قدرت رکھتا ہے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ حج کمیٹی کے ذریعہ سفر کی شکل اختیار کر کے حج ادا کرے گا؛ یعنی حکومت کی طرف سے دی جانے والی اس مدد کو قبول کر کے حج کر لے گا تو اس کا فریضۂ حج ادا ہو جائے گا۔

صورتِ مذکورہ میں اگر وہ شخص حج کمیٹی کے واسطہ سے سفر نہ کرتے ہوئے اپنے طور پر سفر کا انتظام کرتا ہے، تب بھی اس کا فریضۂ حج ادا ہو جائے گا اور اگر یہ سوچ کر کہ حج کمیٹی کی قرعہ اندازی میں نام نہیں نکلا، حج کے لیے نہیں گیا تو

گنہگار ہوگا اور اگر موت تک حج ادا کرنے کا موقع نہ ملا تو اس پر بوقت وفات اپنی طرف سے حج فرض ادا کرنے کی وصیت کر جانا ضروری ہے۔

اوپر کی تفصیلات سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ چاہے حکومت کی امداد کے بغیر اس کے لیے حج کرنا ممکن نہ ہو، یا ہو، دونوں صورتوں میں اگر اس نے حج کمیٹی کے ذریعہ سفر والی شکل اختیار کر کے حج ادا کیا تو بلا شک وشبہ اس کا حج درست ہو جائے گا اور اگر یہ زندگی میں پہلی مرتبہ حج کر رہا ہے اور بوقت احرام حج فرض، یا مطلق حج کی نیت بھی کر رہا ہے تو اس کا فرض حج بھی ادا ہوا سمجھا جاوے گا؛ لیکن یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کے لیے حکومت کی اس امداد کو قبول کرنا مناسب ہے، یا نہیں؟

فقہا نے استطاعت والی شرط وجوب پر کلام کرتے ہوئے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو بطور اباحت زاد وراحلہ دے رہا ہے؛ یعنی اس کو زاد وراحلہ کا مالک نہیں بنا رہا ہے؛ بلکہ ایسی صورت اختیار کی جارہی ہے، جس میں وہ شخص مالک بنے بغیر زاد وراحلہ سے فائدہ اٹھا کر حج کر سکتا ہے تو اس صورت میں اس پر حج فرض نہیں، چاہے وہ شخص جو بطور اباحت زاد وراحلہ دے رہا ہے، وہ ان لوگوں میں سے ہو، جس کا یہ سلوک احسان شمار نہیں ہوتا، مثلاً باپ بیٹے، یا بیٹا باپ کے ساتھ یہ معاملہ کرے اور چاہے وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو، جس کا یہ سلوک احسان شمار ہوتا ہے، مثلاً باپ، بیٹے کے علاوہ اور کوئی اجنبی شخص ایسا سلوک کر رہا ہو۔

اسی طرح فقہا نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو زاد وراحلہ بطور تملیک دے رہا ہو، اس صورت میں اگر اس نے قبول کر لیا تو اس پر حج فرض ہو جائے گا؛ لیکن اس کے لیے اس کو قبول کرنا ضروری نہیں، چاہے دینے والا ان لوگوں میں سے ہو، جس کا دینا احسان شمار نہیں ہوتا اور چاہے ان لوگوں میں سے ہو، جس کا دینا احسان شمار ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے ''مناسک ملا علی قاری'' میں ایک جملہ یہ لکھا ہوا ہے:

فإن ثقل المنة تدفع حصول الاستطاعة. (المناسک لملا علی قاری، ص: ۳۰)

اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے بطور تملیک دینے پر جس کا دینا احسان شمار ہوتا ہو قبول کرنا مناسب نہیں، چہ جائیکہ اس کا یہ دینا بطور اباحت ہو؛ اس لیے حکومت کی طرف سے دی جانے والی یہ امداد جب کہ حکومت غیر مسلمہ ہونے کے ساتھ اس کو اپنے احسان کے طور پر علانیہ بیان کرتی ہے، قبول کرنا غیرت ایمانی کا تقاضہ نہیں؛ البتہ حکومت کی یہ امداد واقعۃً کس درجہ میں احسان بنتی ہے یہ بھی قابل غور ہے، اس سلسلہ میں ایک جانکار کا مضمون جو اردو ٹائمز (بمبئی) کے حوالہ سے ندائے شاہی میں شائع ہوا تھا، ضرور پڑھ لیں۔(۱)

---

(۱) حج سبسڈی کے عنوان سے مرکزی حکومت اور اس کے زیر اقتدار سرکاری ادارے سینٹرل حج کمیٹی کی جانب سے اوندھے سیدھے اقدامات کیے جارہے ہیں، جو مسلمانوں اور خاص طور پر عازمین کے لیے تشویش اور فکر کا باعث ہے، جہاں تک ہوائی جہاز کے کرائے میں سبسڈی کا سوال ہے، حکومت ہند نے بحری جہازوں کے ذریعے ہندوستانی مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ قدیم ذریعۂ سفر حج کو بند کرنے کے عوض ہرجانہ کے طور پر سبسڈی شروع کی تھی۔ ==

اور اس مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کریں کہ امداد کی اتنی بڑی مقدار جو بتلائی جارہی ہے، واقعۃً قابل تسلیم

== اول تو یہ ہے کہ یہ سبسڈی نہیں، بحری جہاز کے ذریعے سفرِ حج ختم کرنے اور عازمین حج کو بذریعہ طیارہ سفرِ حج کرنے پر مجبور کرنے کے لیے حکومت ہند تب سے ہرجانہ ادا کررہی ہے، جب سے ہوائی جہاز سے تمام ہندوستانی عازمین کی روانگی ہورہی ہے۔

دوئم یہ کہ سبسڈی کے نام سے ہندوستانی مسلمانوں اور عوام سے دھوکہ دہی کی جارہی ہے کہ سبسڈی کی رقم اتنی ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جتنی بتائی جارہی ہے، آج پرائیویٹ ٹور آپریٹرس ۲۸؍ہزار روپیوں میں حجاج کرام کو جدہ، ہندوستان۔ جدہ پہنچادیتے ہیں، یہ ٹور آپریٹر ایک آدھ ٹکٹ کا چارج ۲۸؍ہزار روپئے کررہے ہیں، جب کہ ائیر انڈیا جس نے ۲۷؍ہزار عازمین حج کے ائیر ٹکٹوں کو اپنی مونوپولی بنادیا ہے، وہ حکومت ہند سے فی حاجی ۳۲؍ہزار تا ۳۶؍ہزار روپئے چارج کررہی ہے۔ یہ زیادتی ہے، دھوکہ بازی ہے، گھپلہ ہے؛ کیوں کہ ۲۷؍ہزار مسافروں کے ہند، جدہ، ہند واپسی کے ایئر ٹکٹوں کا اگر بین الاقوامی ٹینڈر منگوایا جائے تو اس کرایہ کی رقم پرائیویٹ آپریٹروں کے کرائے (۲۸؍ہزار) سے بھی بہت کم ہوجائے گی، حکومت ہند کا ادارہ (ایئر انڈیا) حجاج کرام کو مارکیٹ سے کہیں زیادہ چارج کرکے کروڑوں روپئے ہر سال منافع کمارہا ہے اور حکومت ہند سبسڈی کا احسان کا خواہ مخواہ بوجھ ہندوستانی حجاج کرام اور ہندوستانی مسلمانوں پر لادرہی ہے، گھی کہاں گیا؟ کھچڑی میں، کھچڑی کون کھارہا ہے؟ مرکزی حکومت کے عہدیداران وافسران۔ روپیہ جارہا ہے حجاج کرام کا، احسان جتایا جارہا ہے ہندوستانی مسلمانوں پر، اب اس ریاکاری کے سلسلہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا ضروری ہے؛ اس لیے ہندوستانی مسلمانوں کو صاف موقف اپنالینا چاہیے کہ حکومت ہند حج سبسڈی (جو کہ اصلاً تو سبسڈی نہیں ہے، اگر سبسڈی مان لی جائے تو بحری جہاز بند کرنے کا جرمانہ ہے) ختم کرنا چاہتی ہے تو پھر تمام ۲۷؍ہزار حجاج کرام کو سبسڈی دینا بند کردے؛ لیکن اس کے عوض مندرجۂ ذیل اقدامات کرنے کے لیے بھی حکومتِ ہند آمادہ ہوجائے:

(۱) عازمین حج کے لیے بحری جہازوں کا سلسلہ پھر سے شروع کیا جائے، یا پھر پرائیویٹ شپنگ کمپنیوں کو حجاج کرام کے لیے سروس شروع کرنے کی اجازت دی جائے، اگر حکومت ہند کراچی سے ممبئی لانچ سروس دوبارہ شروع کرنے پر غور کرسکتی ہے تو پھر ہندوستانی حجاج کرام کے لیے بحری جہاز دوبارہ کیوں شروع نہیں کیے جاسکتے؟ یہاں یہ واضح ہو کہ سعودی حکومت نے بھی بحری جہازوں پر پابندی عائد نہیں کی ہے، اور جدہ کی بندرگاہ پر آج بھی عازمین حج کو لے کر بحری جہازوں کے اترنے کی اجازت ہے۔

(۲) ہوائی سفر سے جدہ جانے والے عازمین کے لیے ایئر انڈیا نے جو مونوپولی کررکھی ہے، اسے ختم کیا جائے، جس طرح زرمبادلہ کا ٹھیکہ ہر سال کھلے عام نیلامی، یا ٹینڈر کے ذریعہ دیا جاتا ہے اور عازمین حج کو دیے جانے والے زرمبادلہ میں اسٹیٹ بینک آف انڈیا کی مونوپولی، یا اجارہ داری ختم کردی گئی ہے، اسی طرح ہوائی سفر میں ایئر انڈیا کی مونوپولی ختم کی جائے۔

(۳) دورانِ حج مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ۲۷؍ہزار رہائشی یونٹوں اور عمارتوں کو کرائے پر لینے کے کام میں ہندوستانی وزارت خارجہ (حج سیل) اور ہندوستانی سفارت خانہ (جدہ) کے افسران نے بھی اجارہ داری (مونوپولی) قائم کررکھی ہے اور یہ معاملہ شفاف نہیں ہے۔ رہائشی عمارتوں کو کرائے پر لینے کی اجارہ داری بھی ختم کی جائے اور اسے شفاف بنایا جائے، بس یہ تین اقدامات ہی کردیے جائیں تو پھر ہندوستانی مسلمانوں کو ایک کوڑی سبسڈی، یا نام نہاد سبسڈی کی ضرورت باقی نہیں رہ جائے گی۔

(۴) ممبئی سمیت ملک کے جتنے شہروں پر سنٹرل حج کمیٹی اور ریاستی حج کمیٹیوں نے غاصبانہ قبضہ کررکھا ہے، اسے فوراً ختم کیا جائے اور ان حج ہاؤسز کو ایک مسلم ٹرسٹ تشکیل دے کر اس کے سپرد کیا جائے، سینٹرل حج کمیٹی اور دیگر تمام صوبوں کی ریاستی حج کمیٹیاں جو اپنے دفاتر ان حج ہاؤسز میں قائم رکھے ہوئے ہیں، اپنے دفاتر کا کرایہ ہندوستانی حجاج ٹرسٹ کو ادا کریں۔

(۵) ہندوستانی حجاج ٹرسٹ کے حوالے حج سیزن کے ذریعہ زرمبادلہ فکسڈ ڈپازٹ عطیات حج ہاؤسز کے کرائے ہونے والی مکمل آمدنی کی جائے اور اس آمدنی سے حاجیوں کو کرائے میں سبسڈی دی جائے۔ سبسڈی کی ہندوستانی مسلمان ازخود سرمایہ کاری (Self Financing) کرسکتے ہیں، حکومت سے مسلمانوں کو سبسڈی کی بھیک مانگنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ (ماہنامہ ندائے شاہی جنوری ۲۰۰۴ء، از قلم سعید احمد، اردو ٹائمز کے خصوصی نامہ نگار)

ہے؟ نیز حکومت نے ہندوستان سے حج کے لیے جانے والے حضرات کو ہوائی سفر کا پابند بنایا، کیا اس کا یہ اقدام ان کے حقوق شہریت کے منافی تو نہیں؟ نیز اگر حاجیوں کے سفر پر سے ایئر انڈیا کا اجارہ اٹھا دیا جائے؛ نیز بحری جہازوں کی بھی اجازت دے دی جائے، تب بھی کیا حکومت کے اس بار احسان کو اٹھانے کی ضرورت رہے گی، آپ حضرات اپنے صوبہ کے ذمہ داروں میں سے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اس احسان کو قبول نہ کرنے کے عنوان سے آپ کے ذریعہ حجاج کرام کو ملنے والی سہولت تو ختم ہو جائے؛ لیکن ان کا جو استحصال حکومت کی طرف سے ہو رہا ہے، اس کا کوئی مداوا نہ ہو۔

آپ نے جو تحریر فرمایا ہے: ''ملت کا ایک طبقہ کہتا ہے: حج کے لیے مسلمان کو شرائط کی روشنی میں خود کفیل ہونا چاہیے، تکلفات، احسانات اور بالخصوص حکومت کے زیرِ احسان حج کرے، یہ امر روح اسلام کے خلاف ہے'' جو طبقہ یہ کہتا ہے، اس کو چاہیے کہ خود کفیل ہونے کے اسباب اختیار کرے، اس میں کامیابی ہونے کے بعد حکومت کے سبسڈی والے احسان کو قبول نہ کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ روح اسلام والے حج کے حصول میں حجاج کرام کی ایک معتدبہ تعداد نفس حج سے محروم ہو جائے۔

دیگر یہ کہ آپ نے سبسڈی کے نام سے دی جانے والی رقم کے متعلق شبہ ظاہر فرمایا کہ یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ وہ رقم کہیں مشکوک تو نہیں؟ حکومت Subsidy آخر کس مد سے دیتی ہے؟ اس سے زیادہ تحقیق طلب؛ بلکہ ذمہ داران حج کمیٹی کا فرض منصبی ہے کہ وہ حکومت کے اس دعویٰ کہ وہ ہر ایئر لائنس کو فی کس 770 ڈالر تقریباً 35000 روپے ادا کرتی ہے، کی صحت وصداقت کو ایئر کمپنیوں کے کرایوں کی شرح اور چارٹر جہازوں میں ملنے والی خصوصی رعایت وغیرہ اصولوں کے مطابق جانچیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۷؍جمادی الاول ۱۴۲۷ھ، مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، نائب مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۲۵۵-۲۶۵)

کمپنی سے اجازت لیے بغیر نفلی حج ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فرض حج کر چکا ہوں اور اب نفلی حج کے لیے مصمم ارادہ کر لیا ہے، چوں کہ میں ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک کمپنی کے ساتھ کام کر رہا ہوں اور کمپنی اجازت نہیں دیتی، لہٰذا اگر چھٹی نہ ملے اور میں بغیر اجازت کمپنی کے حج کروں تو کیا یہ حج درست ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: صوفی فضل دین حائل مدینہ منورہ سعودیہ، ۲۱؍شوال ۱۴۰۳ھ)

الجواب

اگر آپ کمپنی سے چھٹی لینے کی کوشش کریں تو خوب، ورنہ بلا اجازت کمپنی کے یہ نفلی حج ادا کرنا بھی درست ہوگا۔ وھوالموفق (۱) (فتاویٰ فریدیہ: ۴/ ۲۳۷)

---

(۱) مگر غیر حاضری کے ایام کے تنخواہ کا حقدار نہ ہوگا۔ (سیف اللہ حقانی)

حج سے پہلے حقوق کی ادائیگی:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے والدین کے انتقال کے بعد بہ حیثیت بڑے ہونے کے موروثی جائیداد پر قابض ہو اور تنہا استفادہ کرے جب کہ مرحوم کے اور لڑکے اور لڑکیاں بھی موجود ہیں اور یہ سب اس آبائی جائیداد کے ازروئے شرع وقانون وارث اور حق دار ہیں؛ لیکن کسی نہ کسی عذر سے ان سب کو محروم رکھا گیا ہو۔ اب ان حالات میں وہ ادائے حج کرنا چاہیں، جب کہ ان کے ذمہ حقوق ادا طلب ہیں تو ازروئے شرع وحدیث اس تعلق سے کیا احکام ہیں؟
(علاء الدین، دربھنگہ)

الجواب

حج ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ یہ پچھلے ایسے گناہوں کے لیے جو حقوق اللہ سے متعلق ہوں کفارہ ہے، چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

"الحج يهدم ما كان قبله". (۱)

اس لیے حج سے پہلے خاص طور پر اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کے جو حقوق متعلق ہیں، انہیں ادا کر دے؛ تاکہ وہ ہر طرح کے گناہ سے پاک وصاف ہو جائے اور اس کی نئی پاک وصاف زندگی شروع ہو، متروکہ میں ورثہ کا حق اہم ترین حقوق میں سے ہے، اللہ تعالی نے احکام میراث کے ذکر کے بعد فرمایا ہے:

﴿**فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ**﴾(۲)

یعنی یہ اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کئے ہوئے حصص ہیں، جن میں اپنی رائے اور خواہش کو دخل دینے کی گنجائش نہیں۔ ایک اور موقع پر اللہ تعالی نے احکام میراث کو اللہ تعالی کی قائم کی ہوئی حدیں قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سے تجاوز کرنے کی کوشش نہ کرو:

﴿ **تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ ... وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا** ﴾(۳)

اتنے اہم حق سے غفلت برتنا اور وہ بھی ایک ایسے شخص کے لیے جو حج جیسی عبادت پر جا رہا ہو، ہرگز مناسب نہیں؛ اس لیے اگر واقعی جائیداد سے دوسرے ورثا کا حق بھی متعلق ہو اور مورث نے اپنی زندگی میں ہی خاص اس وارث کو ہبہ نہ کیا ہو تو اسے چاہیے کہ دوسرے ورثا کا حق ادا کر دیں اور متعلقین کو بھی از راہ نصح وخیر خواہی ان کو متوجہ کرنا چاہیے کہ وہ اس سخت گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں۔ وباللّٰه التوفيق (کتاب الفتاویٰ: ۴/۱۰۶-۱۰۷)

---

(۱) الصحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۹۲۱، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج

(۲) سورة النساء : ۱۱

(۳) سورة النساء : ۱۳-۱۴

قرضدار کا حج کے لیے جانا:

سوال: اگر کسی شخص کے ذمہ قرض کی ادائیگی باقی ہو، لیکن کچھ رقم اسے مہیا ہوگئی ہو تو کیا وہ سفرِ حج کرسکتا ہے؟

(عبدالقادر، کریم نگر)

الجواب ــــــــــــــــــــ

قرض باقی رہنے کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ قرض باقی ہے؛ لیکن بنیادی ضروریات کے علاوہ اتنی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد موجود ہے کہ اس سے قرض بھی ادا ہوسکتا ہے اور سفر حج کے اخراجات بھی مہیا ہو سکتے ہیں، تب تو اس پر حج واجب ہے، اگر سامان بیچنا نہیں چاہتا تو اسے قرض لے کر حج کرنا چاہیے، جسے بعد میں ادا کر دے؛ کیوں کہ حج اس پر فرض ہے اور قرض محض اس لیے لینا پڑ رہا ہے کہ وہ اپنے سامان کو فروخت کرنا نہیں چاہتا، ورنہ حقیقت میں وہ صاحبِ استطاعت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے اندر قرض ادا کرنے کی فی الحال استطاعت ہی نہیں ہے تو اگر اس بات کا غالب گمان ہو اور کوئی صورت پیش نظر ہو کہ آئندہ اس کے لیے اداء قرض کی سبیل پیدا ہو جائے گی، تب تو بہتر ہے کہ قرض لے کر حج کرلے اور اس سے فریضۂ حج ادا ہو جائے گا؛ کیوں کہ نہ معلوم آئندہ صحت وفا کرے، یا نہ کرے اور اگر بظاہر ادائے قرض کی کوئی صورت سامنے نہ ہو تو قرض لے کر حج کرنا بہتر نہیں؛ کیوں کہ اس سے دوسروں کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور لوگوں کے حقوق ضائع کر کے ایک ایسی عبادت کو انجام دینا جو ابھی فرض نہیں، نہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ عمل ہے اور نہ عقلا یہ عمل مناسب ہے، تاہم اگر کوئی شخص اس طرح حج کرلے تو فریضہ ادا ہو جائے گا، اگر بعد میں صاحبِ استطاعت ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا فرض نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۱۰۹)

بلا مشقت حج:

سوال: کچھ لوگوں کو بڑی کمپنیاں یا دوسرے لوگ میزبان بن کر حج پر آنے کے لیے مدعو کرتے ہیں اور ان کے لیے حج کے دوران رہنے اور دوسری ضروریات کے لیے بڑے عیش وآرام کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں، کیا ایسے حج باضابطہ شمار کئے جائیں گے؛ کیوں کہ ان لوگوں نے حج کرنے کے لیے سفر میں گرمی اور دوسری تکالیف کا سامنا نہیں کیا ہے؟

(نظیر سہروردی، ناندیڑ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

حج، حج کے مقررہ دنوں میں مخصوص افعال، طواف، سعی، وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، قیام منیٰ، رمی اور قربانی وغیرہ کے انجام دینے کو کہتے ہیں، خواہ ان افعال کو مشقت کے ساتھ انجام دیا جائے، یا موسم کے ہلکے ہونے، یا اسباب

سہولت کے فراہم ہونے کی وجہ سے بلا مشقت انجام دیا جائے، ہر صورت میں حج ادا ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجدیں تنگ تھیں، آج کی طرح عمدہ فرش اور پنکھوں کا نظم نہیں تھا تو کیا اس کی وجہ سے موجودہ آرام دہ مساجد میں نمازیں ادا نہ ہوں گی۔ ہاں! ضرور ہے کہ جو حج میں زیادہ مشقت اٹھائے گا، وہ زیادہ اجر کا مستحق ہوگا اور جو نسبتاً کم مشقت اٹھائے گا، اسے اسی نسبت سے اجر حاصل ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۱۴/۴)

حاجی اور الحاج کے القاب:

سوال: حال ہی میں ایک محفل میں ایک صاحب نے فرمایا کہ جو صاحب حج اکبر، یا دو تین حج کریں، وہ اپنے نام سے پہلے الحاج لکھ سکتے ہیں اور اگر کسی شخص نے ایک ہی حج کیا ہو اور وہ حج اکبر نہ ہو تو وہ اپنے نام سے پہلے الحاج نہ لکھیں؛ بلکہ صرف حاجی لکھا کریں، یہ منطق کہاں تک درست ہے؟

(قاری ایم، ایس خان، جدید ملک پیٹ)

الجواب ــ

عربی زبان میں ''حاجی'' اور ''حاج'' دونوں ایک ہی معنی میں ہے، جس کے معنی حج کرنے والے کے ہیں، یہ بات کہ ایک دفعہ حج کرنے والا ''حاجی'' لکھے اور تین بار حج کرنے والا ''الحاج''، بالکل بے اصل بات ہے؛ بلکہ اپنے نام کے ساتھ خود اس طرح کے القاب لکھنے سے گریز کرنا چاہیے؛ کیوں کہ عبادتوں میں ممکن حد تک اخفا مطلوب ہے، نہ کہ ریا اور نمود اور اپنے نام کے ساتھ اس طرح کے القاب لکھنے سے ریا اور نمائش کا احساس ہوتا ہے۔ فقہا، محدثین اور صوفیا و صالحین عام طور پر حاجی ہوا کرتے تھے اور انہیں حج کے لیے موجودہ دور کے بہ نسبت بہت زیادہ مشقت اٹھانی پڑتی تھی، اس کے باوجود ان کے نام کے ساتھ اس طرح کا لقب نہیں لگایا جاتا تھا، یہ بات بھی جو مشہور ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کو پڑ جائے تو حج اکبر ہو جاتا ہے، غلط خیال ہے۔ اصل میں ہر حج بہ مقابلہ عمرہ کے حج اکبر ہے، یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ حجۃ الوداع کے سال جمعہ کو یوم عرفہ آ گیا تھا؛ لیکن اس سے حج کے اکبر اور اصغر ہونے کا تعلق نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۲۵/۴)

کاروبار بڑھانے کے لیے بزرگ شخصیات کو مفت، یا کم معاوضہ میں حج وعمرہ کرانا:

سوال (۱) بہت سارے لوگ حج وعمرہ ٹورس چلاتے ہیں، اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لیے اور زیادہ حاجی وصول کرنے کے لیے دو طریقے اپناتے ہیں۔ کسی ایسے آدمی کو جو کسی علاقہ، یا شہر میں باعزت ہو، ایسے شخص کو یا تو مفت میں حج میں لے جاتے ہیں، یا بہت کم میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت آپ کے ہونے سے لوگوں کو فائدہ ہوگا؛ لیکن دلی مقصد یہ نہیں ہوتا؛ بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اتنا بڑا آدمی ان کے ساتھ جاتا ہے تو ہمیں بھی ان کے ساتھ جانا چاہیے اور حج کے بعد دوسرے سال کے لیے لوگوں سے یوں کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے میرے ساتھ حج کیا تھا اور وہ

بھی اس کے احسان کی وجہ سے لوگوں سے کہتے ہیں کہ اچھی ٹور ہے؛ تا کہ دوبارہ پھر ان کو حج میں لے جائے، حالاں کہ دیگر لوگ جنہوں نے بلا واسطہ کسی کے اس کے ساتھ حج کیا ہوتا ہے، وہ اس ٹور والے کو بہت برا بھلا کہتے ہیں، پھر بھی لوگ بزرگ کی بات پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(حضرت مجھ کو بہت ڈر لگتا ہے کہ میں آپ کے سامنے اتنا سب لکھوں؛ اس لیے گستاخی کی معافی چاہتا ہوں) مجھ کو یہ صرف اس وجہ سے لکھنے کی نوبت آئی ہے کہ بہت سارے ہمارے اپنے مجھ سے کہتے ہیں تو اپنی ٹور چلانے کے لیے ایسا کیوں نہیں کرتا جیسا کہ اور ٹور والے کرتے ہیں؟ (یعنی اوپر والی بات) میں ان کو جواب دیتا ہوں کہ میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ میں ان بزرگوں کو اپنی دنیا کمانے کا ذریعہ بناؤں، میرا مقدر میرے ساتھ ہے اور الحمدللہ خوب چلتا ہے، بس آپ سے صرف یہ جواب مطلوب ہے کہ میرے لیے بھی یہ ترتیب جائز ہے اور ان لوگوں (بزرگوں) کو بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے؟ میرے استاد محترم ہونے کی وجہ سے میری صحیح رہبری فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر باقی رکھے۔آمین

(۲) حضرت استاذی! دوسرا سوال یہ عرض کرنا ہے کہ بہت سے ٹور والے حج میں حاجیوں کو بہت زیادہ پریشان کرتے ہیں، حاجی ان سے ناراض ہوتے ہیں، حج سے آنے کے بعد اس ٹور والے کو یہ فکر ہوتی ہے کہ آئندہ مجھ کو حاجی کیسے ملیں گے، امسال کے تمام حاجیوں نے اپنے اپنے علاقوں میں میری خوب لڑائی ہوگی تو ناراض ہونے والے حاجیوں میں ایسے آدمی کو تلاش کرتے ہیں، جس کا لوگوں میں رسوخ ہو، اس کے پاس جاتے ہیں اور معافی تلافی کرتے ہیں اور چکنی چپڑی باتیں کرکے پھر اس کو کہتے ہیں کہ حاجی صاحب آپ اگر مجھ کو حاجی دلوادو گے تو میں آپ کو ایک حاجی پر مثلاً پانچ ہزار دوں گا، اگر آپ نے دس بیس حاجی کروادیے تو آپ کا گزشتہ سال کا حج کا خرچہ نکل جائے گا، اس لالچ میں آکر وہی آدمی اس کی تعریف کرنے لگتا ہے (اپنے مفاد کے خاطر) اور اس میں رقم بھی زیادہ طے کرتا ہے؛ تا کہ اس کو دینے کے پیسے بھی نکل جائیں۔

(۳) دوسری شکل: بعض ٹور والے ہر جگہ پر اپنے ایجنٹ بناتے ہیں اور ان ایجنٹوں سے کمیشن طے کرتے ہیں اور چوں کہ اس کو کمیشن دینا ہوتا ہے؛ اس لیے زیادہ دام رکھتے ہیں، پھر اس نے جو کام کیا اس کے عوض یا تو اس کو حج میں لے جاتے ہیں، یا نقد اس کو دے دیتے ہیں، مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد ہر حاجی ایک دوسرے سے پوچھتا ہے، تم سے کتنے پیسے لیے تو جو لوگ بغیر ایجنٹ کے ڈائریکٹ ہم سے بک کرواتے ہیں، ان سے ہم کچھ پیسے کم لیتے ہیں تو ایجنٹ کے معرفت آنے والے ٹور والے سے کہتے ہیں کہ تم نے ہم سے پیسے کیوں زیادہ لیے اور ان سے کم لیے؟ تو ٹور والے کو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ تم لوگ ایجنٹ کی معرفت آئے تھے تو مجھ کو ایجنٹ کو کمیشن دینا پڑا تو وہ حاجی ایجنٹ کو بہت برا بھلا کہتے ہیں؛ کہ ہم تو یہ سمجھتے تھے یہ ایجنٹ بزرگ آدمی ہے، یا باعزت باوقار آدمی ہے؛ اس لیے یہ ہمدردی میں ہماری

رہنمائی کرتا ہے، کاش ہم کو معلوم ہوتا تو ہم بھی ڈائریکٹ جاتے، ہم نے ہمارا نقصان کردیا، حج سے واپس آنے کے بعد اگر وہ ایجنٹ کوئی بزرگ، یا کوئی داعی آدمی تھا تو عوام الناس میں اس کے مقام کی وجہ سے لوگ خاموش رہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لیے کسی کے سامنے کچھ کہنا مناسب نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ عرض ہے کہ کوئی آدمی ایجنٹ بن کر کام کرے تو اس کو یہ ظاہر کرنا چاہیے، ہر اس کے پاس آنے والے حاجی کو کہ میرا کمیشن ہے، تاکہ لوگ ناراض نہ ہوں، مکانوں کی دلالی میں عامۃ الناس جانتے ہیں، ان کی دلالی ہوگی تو کوئی جھگڑا ہی نہیں ہوتا۔

حج ٹور کے ایجنٹ کے متعلق اکثر لوگوں کا گمان یہ ہوتا ہے، یہ اچھی ٹور میں حج کرنے کی ہمدردی کے لیے ہمارا تعاون کرتا ہے اور پچھلی باتوں میں جو ٹور والوں کی مکاّریاں بیان کی ہیں یہ طریقہ جائز ہے؟ مجھ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے نہ آپ کے جوابات کا افشاء کر کے اپنا مفاد ڈھونڈوں، بس میرے اپنے علم کے لیے آپ استاذ محترم ہونے کی وجہ سے رہبری فرمائیں، اگر میری بھی کوئی شکایت آپ کے پاس پہنچی ہو تو میری اصلاح فرمائیں میں آپ کا شاگرد ہوں، باپ کے لیے بیٹے کی شکایت کو چھپانا بیٹے کے لیے نقصان ہے اور استاذ کا مقام شاگرد کے لیے باپ سے بھی زیادہ ہے، گستاخی معاف فرمائیں۔ فقط والسلام (محمد الیاس بن فضل کریم احمد آبادی)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) آپ نے اپنے سوال میں جن نکات کو اٹھایا ہے، اس کا خلاصہ دو باتیں ہیں: نمبر ایک یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے لیے ٹور لے جانے والے حضرات کسی ایسی شخصیت کو جو اپنے صلاح اور دین داری کی وجہ سے اپنے علاقہ میں مشہور ہے، بلا معاوضہ یا کم معاوضہ پر اپنے ساتھ حج یا عمرہ کے لیے یہ کہہ کر لے جاتے ہیں کہ آپ کے ہونے سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا؛ لیکن ان کو لے جانے والوں کا دلی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسی بزرگ اور عالم شخصیت کے ہمارے ساتھ ہونے سے بہت سے حج میں جانے والے حضرات ہماری ٹور میں سفر حج کرنے کو ترجیح دیں گے؛ تاکہ ان بزرگ کی برکات اور فیوض سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور اس طرح ہماری ٹور میں حج کے لیے سفر کرنے والوں کی تعداد بڑھ کر ہمیں مالی طور پر فائدہ حاصل ہوگا۔ نیز آنے والے سالوں میں بھی لوگوں کو ہماری ٹور میں سفر کرنے کے لیے آمادہ کرنے کے واسطے ہمیں یہ کہنے کا موقعہ ملے گا کہ فلاں بزرگ شخصیت نے گزشتہ سال ہمارے ساتھ حج کیا تھا۔

نمبر دو یہ ہے کہ خود وہ بزرگ شخصیت جن کو اس ٹور کے چلانے والے نے اپنے ساتھ حج کرایا، وہ باوجود یہ جانتے ہوئے کہ اس ٹور کا نظم وانتظام ٹھیک نہیں ہے اور اس میں سفر کرنے والوں کو وہ سہولتیں مہیا نہیں کی جاتیں، جن کا وعدہ ٹور کے ذمہ داروں کی طرف سے معاملہ کرنے کے وقت کیا جاتا ہے، اس کے باوجود وہ بزرگ لوگوں کے سامنے اس کی تعریف اور اس کے نظم کی تحسین محض اس لیے کرتے ہیں کہ اس نے ان کو بلا معاوضہ حج کا سفر کرنے کی سہولت فراہم کی تھی۔ اب ہر ایک نمبر کا حکم لکھا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بنیادی ہدایتیں امت کو عطا فرمائیں اور قرآن پاک میں بھی جن کی تاکید کی گئی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر عمل خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے انجام دیا جائے۔

﴿وما أمروا إلا ليعبدوا اللّٰه مخلصين له الدين﴾(۱)

"إنما الأعمال بالنيات".(۲)

یہاں تک کہ کسی کے ساتھ محبت، یا بغض بھی اللہ ہی کے واسطہ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے، چناں چہ ارشاد ہے:

"من أعطى للّٰه ومنع للّٰه وأحب للّٰه وأبغض لله وأنكح لله فقد استكمل إيمانه". (سنن الترمذی) (۳) کہ جو شخص کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لیے دے اور کسی کو دینے سے منع کرے تو اللہ کے لیے منع کرے، اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لیے کرے اور اگر کسی سے بغض وعناد رکھے تو اللہ کے لیے رکھے تو اس کا ایمان کامل ہوگیا۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی زید مجدہم فرماتے ہیں کہ تیسری علامت یہ بیان فرمائی کہ اگر محبت کرے تو اللہ کے لیے محبت کرے۔ ایک محبت تو بغیر کسی شائبہ کے خالصۃً اللہ کے لیے ہوتی ہے، جیسے کسی اللہ والے سے محبت ہے، ظاہر ہے کہ اس سے محبت؛ اس لیے نہیں ہوتی ہے کہ اس سے پیسے کمائیں؛ بلکہ اس سے محبت اس نیت سے ہوتی ہے کہ اس سے محبت اور تعلق رکھیں گے تو ہمارے دین کا فائدہ ہوگا اور اللہ تعالی راضی ہوں گے، یہ محبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور بڑی برکت کی اور بڑے فائدہ کی چیز ہے۔

بعض اوقات شیطان اور انسان کا نفس اس محبت میں بھی صحیح راستہ سے گمراہ کر دیتا ہے، مثلاً اولیا سے تعلق کے وقت شیطان یہ نیت دل میں ڈال دیتا ہے کہ اگر ہم ان کے مقرب بنیں گے تو دنیا والوں کی نگاہ میں ہماری قدر و قیمت بڑھ جائے گی۔ (العیاذ باللہ) یا مثلاً لوگ یہ کہیں گے کہ یہ صاحب تو فلاں بزرگ کے خاص آدمی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو محبت خالص اللہ کے لیے ہونی چاہیے تھی، وہ اللہ کے لیے نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ محبت دنیا داری کا ذریعہ بن جاتی ہے، یا بعض لوگ کسی اللہ والے کے ساتھ؛ اس لیے رابطہ جوڑ لیتے ہیں کہ ان کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، صاحب منصب اور صاحب اقتدار بھی آتے ہیں اور بڑے بڑے مالدار لوگ بھی آتے ہیں، جب ہم ان بزرگوں کے پاس جائیں گے تو ان لوگوں سے بھی تعلقات قائم ہوں گے اور پھر اس تعلق کے ذریعہ ان سے اپنی ضروریات اور اپنے مقاصد پورے کریں گے۔ (العیاذ باللہ) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو محبت اللہ کے لیے ہونی تھی وہ دنیا حاصل کرنے کے لیے ہوگئی۔ (اصلاحی خطبات: ۹/۳۱-۳۲)

---

(۱) سورۃ البینۃ: ۵، انیس

(۲) صحیح البخاری، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۲/۱، انیس

(۳) سنن الترمذی، باب، عن سهل بن معاذ بن أنس الجهني، رقم الحديث: ۲۵۲۱، انیس

اللہ تعالی کے نیک بندوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی راحت رسانی بھی اسی محبت کی بنیاد پر ہونی چاہیے، اگر یہ ٹور والے ان بزرگ شخصیتوں کو خالص اللہ کی محبت کی نسبت پر حج کے لیے لے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ عمل اللہ تعالی کی خوشنودی اور اس کی رضا کا ذریعہ تو بنتا ہی، ساتھ ہی ان کے کاروبار میں بھی برکت اور اضافہ ہوتا؛ لیکن نفس اور شیطان نے ان کی ایسی راہ ماری کہ اس عمل میں دنیاوی غرض شامل کر کے اس کے اجروثواب سے بھی محروم کر دیا اور کاروبار کی ترقی کا بھی خدا حافظ۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ بزرگ شخصیت جن کو ٹور والے اس مقصد کے لیے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں، اگر ان کو بھی ٹور والے کی اس بدنیتی کا علم، یا احساس ہے، اس کے باوجود وہ اپنی ذات کو اس مقصد میں استعمال کرنے کی اجازت دے رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنی بزرگی، یا دین داری، یا علم کو بکاؤ مال سمجھ کر اس کی قیمت وصول کر رہے ہیں، جو بہت ہی خطرناک چیز ہے۔

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ ''نور الایضاح'' کے مقدمہ میں طلبہ اور علما کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حذار ثم حذار أن تريد بالعلوم الدينية الدنيا وجاهها ومالها،فإن البهلوان الذى يلعب فوق الجبال خير من العلماء الذين يميلون إلى المال؛لأنه يأكل الدنيا بالدنيا وهؤلاء يأكلون الدنيا بالدين وقال بعض العلماء: استجرار الجيفة بالمعازف أهون من استجرارها بالمصاحف وقال تعالىٰ جده: ﴿ولا تشتروا باٰيٰتى ثمناً قليلاً و اياى فاتقون﴾ (مقدمۂ نور الإيضاح:٦)

(یعنی خبردار پھر خبردار! علوم دینیہ کے ذریعہ سے دنیا اور اس کا جاہ و مال طلب کرنے سے بچو؛ اس لیے کہ وہ پہلوان جو پہاڑوں کے اوپر تماشہ کرتا ہے، وہ ان علما سے بہتر ہے جو مال کی طرف مائل ہوتے ہیں؛ اس لیے کہ وہ دنیا کے ذریعہ سے دنیا کماتا ہے اور یہ لوگ دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرتے ہیں۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ مردار (دنیا) معازف (گانے بجانے کے آلات) کے ذریعہ حاصل کرنا مصاحف (قرآن وحدیث) کے ذریعہ حاصل کرنے کے مقابلہ میں سہل ہے اور ارشاد خداوندی ہے: میری آیتوں کے بدلہ میں ثمن قلیل نہ حاصل کرو۔)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی زید مجدہم حضرت حکیم الأمت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے حوالے سے ان کے کسی استاذ، یا شیخ کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ کسی دوکان پر کوئی چیز خریدنے گئے اور انہوں نے اس چیز کی قیمت پوچھی، دوکان دار نے قیمت بتادی، جس وقت قیمت ادا کرنے لگے تو اس وقت ایک اور صاحب وہاں پہنچ گئے، جو ان کے جاننے والے تھے، وہ دوکان دار ان کو نہیں جانتا تھا کہ یہ فلاں مولانا صاحب ہیں، چنانچہ ان صاحب نے دوکان دار سے کہا کہ یہ فلاں مولانا صاحب ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ رعایت کریں، حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں اپنے مولوی ہونے کی قیمت نہیں لینا چاہتا، اس چیز کی جو اصل قیمت ہے، وہی مجھ سے لے لو؛ اس لیے کہ پہلے جو قیمت تم نے بتائی

تھی، اس قیمت پر تم خوش دلی سے یہ چیز دینے کے لیے تیار تھے، اب اگر دوسرے آدمی کے کہنے سے تم نے رعایت کر دی اور دل اندر سے مطمئن نہیں ہے تو اس صورت میں وہ خوش دلی سے دینا نہیں ہوگا اور پھر میرے لیے اس چیز میں برکت نہیں ہوگی اور اس کا لینا بھی میرے لیے حلال نہیں ہوگا، لہٰذا جتنی قیمت تم نے لگائی ہے اتنی قیمت لے لو۔

اس واقعہ سے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ ''مولویت'' بیچنے کی چیز نہیں کہ بازار میں اس کو بیچا جائے کہ لوگ اس کی وجہ سے اشیا کی قیمت کم کر دیں۔ (اصلاحی خطبات:۱۱/۱۲۸)

پھر ان بزرگ یا عالم صاحب کا اس ٹور کے متعلق یہ جانتے ہوئے کہ اس کا انتظام ٹھیک نہیں ہے؛ نیز گاہکوں سے معاملہ کرتے وقت جن سہولتوں کا وعدہ کرتے ہیں، وہ فراہم نہیں کرتے، اس کے باوجود وہ اس کی تحسین وتعریف کریں، تو یہ ایک طرح کی جھوٹی شہادت ہے اور جھوٹی گواہی اتنی بری چیز ہے کہ حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، صحابۂ کرام سے فرمایا کہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ بڑے بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ضرور بتائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، اس وقت تک آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور پھر فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا اور اس جملے کو تین مرتبہ دہرایا۔ (۱)

آپ اس سے اس کی شناعت کا اندازہ لگائیں کہ ایک طرف تو آپ نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ دوسرے یہ کہ اس کو تین مرتبہ ان الفاظ کو اس طرح دہرایا کہ پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر اس کے بیان کے وقت سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور خود قرآن کریم نے بھی اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا کہ ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾ (سورۃ الحج: ۳۰) (یعنی تم بت پرستی کی گندگی سے بھی بچو اور جھوٹی بات سے بھی بچو۔) اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کتنی خطرناک چیز ہے۔

جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنے سے بھی زیادہ شنیع اور خطرناک ہے؛ اس لیے کہ اس میں کئی گناہ مل جاتے ہیں، ایک جھوٹ بولنے کا گناہ اور دوسرا دوسرے شخص کو گمراہ کرنے کا گناہ؛ اس لیے کہ جب آپ نے جھوٹی گواہی دی اور جھوٹی گواہی کی وجہ سے دوسرا شخص یہ سمجھا کہ یہ آدمی بڑا اچھا آدمی ہے اور اچھا سمجھ کر اس سے کوئی معاملہ کر لے گا اور اگر اس معاملہ کرنے کے نتیجہ میں اس کو کوئی نقصان پہونچے گا تو اس نقصان کی ذمہ داری بھی آپ پر ہوگی۔ (اصلاحی خطبات:۳/۱۴۶-۱۴۷)

یہ تو آپ کے سوال میں اٹھائے گئے نکات کا حکم تھا؛ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ ٹور والا اس بزرگ اور عالم شخصیت کو اپنے کاروبار کو بڑھاوا دینے کے لیے بلا معاوضہ، یا کم معاوضہ پر لے جا رہا ہے؟ اسی طرح وہ بزرگ اس ٹور والے کی (بقول آپ کے) بدنیتی کو جانتے ہوئے اپنی بزرگی سے اس طرح فائدہ اٹھانے کا موقعہ

(۱) صحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الکبائر، رقم الحدیث:۱۴۳

فراہم کرتے ہیں؟ اگر خود ٹوروالے نے آپ کے سامنے اپنے اس اندرونی ارادہ کا اظہار کیا ہے یا ان بزرگ نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے، تب تو اس کا حکم وہی ہے، جو اوپر مذکور ہوا اور اگر ایسی بات نہیں ہے؛ بلکہ آپ اپنے گمان اور قیاس سے یہ بات فرمارہے ہیں تو حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إیاکم والظن، فإن الظن أکذب الحدیث". (۱)

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یأیها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (۲)

ہمیں تو شریعت مطہرہ نے ظاہر کے مطابق معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے اور دلوں کے اندر کا حال خدا کے حوالہ کرتے ہوئے "ظنوا بالمؤمنین خیراً" کی تاکید کی گئی ہے اور دلوں کے اندرونی کیفیات کی ٹوہ میں لگنے کے بجائے ﴿ولا تجسسوا﴾ فرما کر دلوں کے اندر کے حال کو ﴿یوم تبلی السرائر﴾ پر محول کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(۲)　اوپر کے جواب میں اس کا حکم بھی آچکا ہے۔

(۳)　ایجنٹ بن کر کام کرنے والے کو بطور کمیشن جو رقم دی جاتی ہے، وہ دلالی ہے اور فقہا نے دلالی کا جواز ہی عرف کی بنیاد پر دیا ہے؛ اس لیے جس طرح مکانوں کی دلالی میں مکان خریدنے، یا بیچنے والے کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ میرے اس کام میں جو آدمی میری مدد کر رہا ہے، وہ اپنی اس محنت پر دلالی کی شکل میں معاوضہ وصول کر رہا ہے اور دلالی بھی اسی صورت میں جائز ہے، ورنہ نہیں۔

صورت مسئولہ میں حاجی اگر یہ سمجھ رہا ہے کہ ٹوروالے کے ساتھ میرا معاملہ طے کرانے والی یہ شخصیت محض میری خیر خواہی میں نہیں؛ بلکہ اپنی اس محنت پر ملنے والے معاوضہ اور دلالی کی خاطر کام کر رہی ہے، تب تو اس آدمی کے لیے یہ کمیشن لینا جائز اور درست ہوگا، ورنہ اس سے بڑا دھوکا اور کیا ہوسکتا ہے کہ حاجی تو یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ عالم صاحب، یا داعی صاحب میری خیر خواہی کے جذبہ سے یہ ساری مشقت اٹھا رہے ہیں اور اسی بنیاد پر وہ ان کے متعلق اپنے دل کو احساس ممنونیت سے بھرا ہوا پاتا ہے، جب کہ حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے، چنانچہ جب حاجی کے سامنے حقیقت سے پردہ اٹھتا ہے تو وہ اس کے متعلق لعن وطعن کرتا ہے اور اول فول بکنے لگتا ہے، دین کی نسبت پر عزت کے مقام پر فائز شخصیت کے لیے اس سے بڑا المیہ کیا ہوسکتا ہے؟ (العیاذ باللہ) ٹوروالے کو بھی چاہیے کہ وہ حاجی کے سامنے پہلے ہی یہ اظہار کردے کہ آپ کا معاملہ مجھ سے طے کرانے والی شخصیت کو میں ان کی محنت کا معاوضہ ادا کر رہا ہوں، ورنہ تو ٹوروالا بھی اس تزویر اور دھوکہ بازی میں برابر کا شریک ہو کر آخرت میں مسئول ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، ۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۲۴۳-۲۴۳)

---

(۱)　صحیح لمسلم، باب تحریم الظن والتجسس والتنافس، رقم الحدیث: ۲۵۶۳، انیس

(۲)　سورۃ الحجرات: ۱۲، انیس

حج ٹور کے ایجنٹ کی اجرت کا حکم:

سوال: یہ مسئلہ ان ایجنٹ حضرات پر ہے جو حج ٹوروالوں کو حاجی صاحبان کمیشن پر دیتے ہیں اور ان ایجنٹ حضرات کی نیت یہ ہوتی ہے کہ کمیشن بھی مل جائے گا اور حج بھی ہوجائے گا اور یہ حضرات حج کے ارکان بھی حاجیوں کو مکمل کراتے ہیں اور حاجی صاحبان کو لانا اور لے جانا ان کی ذمہ داری ہوتی ہے اور ایسا ہر سال ہوتا ہے، لہٰذا کیا ایسا کرنے سے یعنی کمیشن کی وجہ سے ان لوگوں کا حج اور عمرہ کامل ہوتا ہے؟ اور ثواب کے اعتبار سے اجر بھی پورا کا پورا مل جاتا ہے، یا پھر اس حج اور عمرہ میں کچھ کمی رہ جاتی ہے، اس عمل پر فتویٰ کیا ہے؟ جب کہ ان ایجنٹ صاحبان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ ہمارا حج بھی ہوجائے گا اور کمیشن بھی مل جائے گا۔ نیز ان ایجنٹ صاحبان کا خرچ یعنی آنا جانا اور طعام ومکان کا کرایہ وغیرہ وغیرہ یہ سب خرچ مالکِ ٹور پر ہوتا ہے۔ آپ اس مسئلہ کا مکمل ومدلل جواب عنایت فرمائیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

سوال میں دریافت کردہ صورت دلالی کی ہے، جس کی فقہائے احناف نے تعامل اور لوگوں کی حاجات کے پیش نظر اجازت دی ہے بشرطیکہ اجرت پہلے سے طے کردی گئی ہو؛ اس لیے اگر کوئی آدمی ٹوروالوں کو گاہک لاکر دیتا ہے، اور ٹوروالے اس کو بطور کمیشن پہلے سے مقررشدہ اجرت دیں تو درست ہے؛ لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ٹوروالا کمیشن کی مقدار بڑھا کر وصول نہ کرے؛ بلکہ اپنی طرف سے کمیشن کی رقم ادا کرے۔ (مأخوذ از جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷رمحرم الحرام ۱۴۳۰ھ، مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، نائب مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔

الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی، معین مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۲۴۳-۲۴۴)

ایک حج ٹوروالے کا ملا ہوا اپنا کوٹا دوسرے ٹوروالے کو بیچنا، اس سلسلہ کے چند مسائل:

سوال (۱) ۲۰۰۳ء سے جو ٹور گورنمنٹ آف انڈیا کے فورین افیرس حج سیل میں رجسٹرڈ (Registerd) ہو وہی ٹور حج کے لیے حاجی لے جاسکتا ہے اور جو ٹور حج سیل سے رجسٹرڈ (Registerd) ہے، انہیں حج سیل کی اور سے لائسنس (Licence) اور کوٹا (Quota) یعنی تصریح ایلوٹ کیا جاتا ہے اور جس ٹور کو جتنا کوٹا (Quota) ملتا ہے، اس کے مطابق حاجی لے جاسکتا ہے، (مثلاً جس ٹور آپریٹر کے پاس لائسنس ۱۰۰ کے کوٹا کا ہے، وہ ٹور آپریٹر ۱۰۰ر حاجی لے جاسکتا ہے)۔

(۲) اب ان ٹور آپریٹروں میں کچھ ٹور آپریٹر ایسے ہیں جو گورنمنٹ آف انڈیا (Government of

India) کے فورین افیرس حج سیل میں رجسٹرڈ نہیں ہے؛ یعنی ان کے پاس نہ حج کا ٹور لے جانے کا لائسنس ہے، نہ تو حج کا کوٹا (تصریح) ہے۔ ایسے ٹور آپریٹر رجسٹرڈ (Registerd) ٹور آپریٹر سے کوٹا (تصریح) خرید کر اپنی ٹور لے جاتے ہیں۔ یہ کاروبار گورنمنٹ آف انڈیا کے قانون کے خلاف ہے تو کیا اس طرح کا کاروبار شرعی اعتبار سے درست ہوگا؟

(۳)　ان ٹور آپریٹر میں کچھ آپریٹر ایسے ہیں جو حج کا ٹور لے جاتے ہیں، اب انہیں جو کوٹا (تصریح) گورنمنٹ آف انڈیا کے حج سیل سے ملا ہے، اتنے کوٹا (تصریح) کا بکنگ (Booking) پورا ہوجانے پر جو ٹور آپریٹر اپنا کوٹا (تصریح) بیچتے ہیں، ان سے کوٹا (تصریح) خرید کر جو ٹور کا دام ہوتا ہے + کوٹا (تصریح) کے روپئے (مثلاً ٹور کا دام ۱۰۰۰۰۰+۲۰۰۰۰ کوٹا کے روپئے) پر اپنا بکنگ کرتا ہے تو کیا یہ کاروبار شرعی اعتبار سے درست ہوگا؟

(۴)　ان ٹور آپریٹر میں کچھ ٹور آپریٹر ایسے ہیں، جو حج کا ٹور لے جاتے ہیں، اس ٹور آپریٹر کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پاس جو کوٹا (تصریح) ہے اس سے زیادہ بکنگ (Booking) آئے گا؛ اس لیے وہ ٹور آپریٹر کوٹا (تصریح) بیچنے والے ٹور آپریٹر سے پہلے ہی سے کونٹیکٹ (Contact) کر کے انہیں ایڈوانس (Advance) میں کوٹا (تصریح) کے پورے روپئے دے کر ان سے کوٹا (تصریح) خرید لیتے ہیں اور پھر اپنے اوریجنل (Original) کوٹے کا بکنگ ہوجانے پر (ٹور کا دام + کوٹے کے روپئے) لے کر اپنا بکنگ کرتے ہیں تو کیا اس طرح کا کاروبار شرعی اعتبار سے درست ہوگا؟

(۵)　کچھ ٹور آپریٹر ایسے ہیں جو حج کا ٹور نہیں لے جا کر اپنا کوٹا (تصریح) جو ٹور آپریٹر حج کا ٹور لے جاتا ہے، اسے دیتے ہیں اور اس کے ساتھ پارٹنرشپ (Partnership) کرتے ہیں؛ یعنی کوٹا (تصریح) جو ٹور آپریٹر ٹور نہیں لے جاتا اس کا ہوتا ہے اور محنت جو ٹور لے جاتا ہے، اس کی ہوتی ہے، اس معاملہ میں کوٹا کی خرید وفروخت نہیں ہوتی؛ بلکہ ٹور پورا ہونے پر منافع میں حساب ہوتا ہے اور ٹور کا جو دام ایک مرتبہ طے ہوتا ہے، اس میں بھی فرق نہیں آتا تو کیا اس طرح کا کاروبار شرعی اعتبار سے درست ہوگا؟

(۶)　کچھ ٹور آپریٹر ایسے ہیں، جو حج کا ٹور کا دام شروع میں کم رکھتے ہیں اور حج کمیٹی کی قرعہ اندازی (Draw) ہوجانے پر اور دوسرے ٹور میں جگہ بھر جانے پر ٹور کے دام زیادہ کر دیتے ہیں تو اس طرح کا کاروبار کرنا اور حاجیوں کی مجبوری کا فائدہ اٹھانا شرعی اعتبار سے درست ہوگا؟

(۷)　اب میرا سوال ان حاجیوں کے بارے میں ہے جن کا فرض حج ادا ہوگیا ہوتا ہے، اور وہ حج نفل ادا کرنے جارہے ہیں تو کیا ان کا ان ٹور والوں سے زیادہ قیمت دے کر کوٹا (تصریح) خریدنا شرعی اعتبار سے درست ہوگا؟

نوٹ:　کوٹا (Quota) (تصریح) کا بیچنا یا خریدنا گورنمنٹ آف انڈیا (Government of India) کے قانون کے سخت خلاف ہے۔ اس سوال کا جواب شریعت کی روشنی میں حوالہ کے ساتھ مرحمت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

آپ کے سوالات کے جوابات سے پہلے تمہید کے طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے؛ تاکہ جوابات سمجھنے میں آسانی ہو:

آپ نے لائسنس اورکوٹا (Quota) یعنی تصریح کی جو تفصیل کی ہے، اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا (Government of India) کی طرف سے ان ہی ٹور اینڈ ٹراویلس (Tours&Travels) والوں کو حاجی لے جانے کی اجازت ہوتی ہے، جو گورنمنٹ کے فورین افیرس کے حج سیل میں رجسٹرڈ (Registerd) ہوں، شاید اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حاجیوں کو وہی ٹورس اینڈ ٹراویلس (Tours&Travels) حج کے لیے لے جاسکیں، جو صحیح طریقہ سے اس ذمہ داری کو نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں؛ تاکہ وہاں جاکر حاجیوں کو کسی پریشانیوں کا سامنا نہ ہو۔ نیز سعودی گورنمنٹ کی طرف سے ہر ملک کے واسطے حاجیوں کی ایک مخصوص تعداد مقرر ہوتی ہے، جن کو حج کا ویزا دیا جاتا ہے؛ تاکہ سعودی گورنمنٹ کے لیے حاجیوں کا انتظام کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو، اسی کو حج کے کوٹے کا نام دیا گیا ہے۔ اس کوٹے میں سے ایک بڑا حصہ تو وہ ہوتا ہے، جن کو انڈیا گورنمنٹ (India Government) اپنے ایک شعبہ یعنی حج کمیٹی کی طرف سے انتظام کرکے حج کے لیے بھیجتی ہے اور ایک مخصوص تعداد جو ٹور اور ٹراویلس کمپنیاں حج کے لیے حاجی لے جاتی ہیں، ان کے حوالہ کرتی ہے اور وہ ان حاجیوں کو اپنے انتظام سے حج میں لے جاکر حج کراتی ہیں، اس مخصوص مقدار میں سے ایک مقررہ تعداد ہر ٹور والے کو اس کی گزشتہ سالوں کی کارکردگی کی بنیاد پر لے جانے کی اجازت دیتی ہے، اسی اجازت کو تصریح کے نام سے جانا جاتا ہے اور پھر اسی کے مطابق سعودی کونسیولیٹ (Consulate) کی طرف سے اس ٹور والے کو ویزا جاری کیا جاتا ہے، گویا یہ ایک حق ہے جو اس ٹور والے کو اس کی سابقہ کارکردگی کو سامنے رکھ کر دیا گیا ہے اور اس حق کے اس کو حاصل ہونے میں اس کی سابقہ کارکردگی کو دخل ہے۔ نیز اس تصریح پر کوئی معاوضہ بھی نہیں لیا گیا، شرعی اعتبار سے یہ ایک خالص حق ہے، جس کو صاحب حق خود تو استعمال کرسکتا ہے؛ لیکن کسی کو معاوضہ لے کر اس کا بیچنا شرعاً جائز نہیں، اگر وہ اپنی مجبوری یا حالات کی وجہ سے اس سال حج کے لیے حاجیوں کو لے جانے کی طاقت نہیں رکھتا، یا اس کا ارادہ نہیں تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے اس ارادہ سے گورنمنٹ کو باخبر کردے؛ تاکہ وہ حق گورنمنٹ دوسرے کسی ٹور والے کو جو گورنمنٹ کے اصول کے مطابق یہ انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو دے دے، خود گورنمنٹ نے بھی اس کو بیچنا جائز نہیں رکھا، گویا گورنمنٹ کے مطابق بھی ایسا کرنا قانون کی خلاف ورزی ہے اور اس طرح کے امور میں آدمی جس گورنمنٹ کے ماتحت رہتا ہو، اس کا حکم ماننا ضروری ہوجاتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں چونکہ جیل، یا دنڈ کا اندیشہ ہے؛ اس لیے بھی ایسا کرنا جائز نہیں، وہ کام جس سے جان یا مال کو خطرہ لاحق ہوتا ہو اور شرعی اعتبار سے بھی اس میں کوئی قباحت نہ ہو، اس کا ارتکاب شرعاً جائز نہیں، چہ جائیکہ شرعاً بھی یہ عمل درست نہیں۔ اب آپ کے سوالات کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) اپنی تصریح (Quota) کسی دوسرے ٹور آپریٹر کو بیچنا درست نہیں اور جو رقم اس طرح حاصل کی گئی ہے، وہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے، جس سے لی گئی ہے، اُسی کو لوٹا دی جائے۔

(۲) یہ کاروبار بھی درست نہیں۔

(۳) یہ بھی درست نہیں۔

(۴) یہ بھی درست نہیں۔

(۵) جس ٹور آپریٹر کو کوٹا ملا ہوا ہے وہ خود بھی دوسرے ٹور آپریٹر کے ساتھ جو ٹور لے جارہا ہے جاتا ہے اور حاجیوں کو لے جانے، لانے کی خدمت میں حصہ لیتا ہے، تب تو ایسا کرنا درست ہے، ورنہ یہ بھی عملی طور پر تصریح بیچنے ہی کی طرح ہے، جو درست نہیں۔

(۶) اپنی خدمات کی قیمت موقع اور محل کے اعتبار سے کم یا زیادہ وصول کرنا بشرطے کہ معاملہ کرتے وقت شروع ہی سے اس کی وضاحت کردی گئی ہو، درست ہے، البتہ سامنے والے کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا شرافت ایمانی کے خلاف ہے۔

''احسن الفتاوی'' سے ایک سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے اس سے یہ مسئلہ سمجھ میں آجائے گا:

سوال: ایک شخص ضرورت کی بنا پر اپنی کوئی چیز فروخت کرنا چاہتا ہے اور خریدار اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر بہت کم دام لگاتا ہے، مثلاً ایک گھڑی جس کی قیمتِ خرید ۲۰۰/روپئے ہے اور بحالت موجودہ ۱۰۰/روپئے میں فروخت ہوسکتی ہے؛ لیکن خریدار ۲۵ سے زیادہ پر خریدنے کے لیے تیار نہیں تو کیا خریدار کا یہ عمل جائز ہے؟

جواب: یہ عمل جائز تو ہے؛ مگر خریدار اگر صاحب استطاعت ہے اور بیچنے والا واقعۃً مجبور ہے تو خریدار کو مروّت سے کام لینا چاہیے اور حتی المقدور بائع کو صحیح قیمت ادا کرنا چاہیے، غرض بیع تو بہر صورت صحیح ہے؛ مگر کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا اخلاق و مروّت کے خلاف ہے۔ (احسن الفتاوی ۶/۵۰۲)

(۷) اس کا جواب اوپر آچکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱/۲/۱۴۳۰ھ۔

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ الجواب صحیح: عبد القیوم راجکوٹی۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/۲۴۵-۲۵۰)

حج کے ارکان ومناسک کے بارے میں بعض نئے فتاویٰ:

سوال (۱) سفرحج کے بارے میں نئے دور میں کچھ نئے مسائل سامنے آئے ہیں، جن کے متعلق برصغیر کے معتبر علما ومفتیان نے غور وفکر کرکے احکامات متعین کئے ہیں، ان کا جاننا حنفی حجاج کے لیے بہت ضروری ہے؛ تاکہ پرانی لکھی ہوئی مناسک حج کی کتابوں اور رسائل سے مغالطہ نہ پیش آئے، اس طرح کے مسائل کو نمبر وار تحریر کیا جارہا ہے۔

منیٰ کا مکہ معظّمہ میں شامل ہونا:

(۲) پرانی سب کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ مکہ معظّمہ اور منیٰ دونوں الگ الگ جگہیں ہیں؛ لیکن اس وقت مکہ مکرمہ کی آبادی منیٰ سے بالکل متصل ہو چکی ہے اور ان دونوں جگہوں کی میونسپلٹی بھی ایک ہے۔ مکہ معظّمہ کا بڑا اسپتال بھی خاص منیٰ کے حدود میں قائم ہے، جو سال بھر کھلا رہتا ہے۔ نیز رابطہ عالم اسلامی کا دفتر بھی منیٰ میں واقع ہے؛ اس لیے اب منیٰ پر بھی مکہ مکرمہ کے احکامات جاری کیے جائیں گے اور اس کو مکہ معظّمہ میں شامل کرنے کے حکم سے حجاج کرام کے درج ذیل مسائل وابستہ ہوں گے:

(نمبر:۱) جو شخص ذی الحجہ کی نو تاریخ سے پہلے پہلے تک پندرہ دن مکہ مکرمہ میں مقیم ہو تو اس کو نماز پوری پڑھنی ہوگی، پہلے اس سلسلہ میں آٹھویں تاریخ کا اعتبار تھا، اب نویں تاریخ کا اعتبار ہوگا؛ کیوں کہ اسی دن منیٰ سے عرفات جانا ہوتا ہے۔

(نمبر:۲) جو شخص پہلے سے مقیم نہ ہو اور اسے دس ذی الحجہ سے آگے پندرہ روز، یا اس سے زیادہ تک مکہ مکرمہ میں رہنا ہے تو وہ منیٰ ہی میں دس تاریخ کو ظہر کے وقت سے مقیم شمار ہوگا اور اسے نمازیں پوری ادا کرنی ہوں گی۔

(نمبر:۳) جب ایسا حاجی جو پہلے سے مقیم ہو، یا آئندہ پندرہ دن رہنے کے ارادے سے مقیم ہو گیا ہو تو دس ذی الحجہ کو اقامت کی حالت میں رہنے کی وجہ سے اس کے ذمہ مالی قربانی (جو صاحب نصاب اور مقیم ہونے سے واجب ہوتی ہے، یہ حج کے دم شکر کے علاوہ ہے) بھی واجب ہو جائے گی (اگر چہ اس مالی قربانی کو حدود حرم ہی میں ذبح کرنا واجب نہیں ہے؛ بلکہ اپنے وطن میں بھی ذبح کرایا جا سکتا ہے اور اگر ایسے مقیم نے ایام نحر میں مالی قربانی نہ کی تو بعد میں قربانی کی قیمت کا صدقہ واجب ہے) مذکورہ تین مسائل کے سلسلے میں موسم حج ۱۴۲۰ھ ہند و پاک کے اکابر مفتیان نے درج ذیل فتویٰ کی تصدیق کی، جس کا متن یہ ہے:

اقامت وقصر حاجی، منیٰ کی تحدید وآبادی، مسافر کی قربانی استفتا:

(۱) کیا منیٰ مکہ مکرمہ میں داخل ہے، یا خارج؟

(۲) کیا منیٰ میں حاجی کو قصر کرنا ہے، یا پوری نماز ہوگی؟

(۳) حاجی پر مالی قربانی کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب ______ مبسملا و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

(۱،۲) عام کتب فقہ میں یہ تحریر ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں پہنچا اور ۸/ذی الحجہ تک اس کے پندرہ روز نہیں بنتے تو اس کو قصر نماز ادا کرنی ہوگی؛ کیوں کہ ۸/تاریخ کو اس کو ہر حال میں مکہ مکرمہ چھوڑنا ہے، لہٰذا اس کا پندرہ روز قیام کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب منٰی مکہ مکرمہ سے علاحدہ تھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی آبادی منٰی سے بھی متجاوز ہو چکی ہے اور منیٰ مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ ہے، جیسا کہ مقامی حضرات سے تحقیق کرنے سے اور

مشاہدہ سے معلوم ہوااور دونوں کی بلدیہ بھی ایک ہے، لہٰذا اب ۸ /تاریخ نہیں؛ بلکہ ۹ /کا اعتبار ہوگا۔ نیز اگر حج سے قبل مسافر ہے اور حج کے بعد یعنی ۹ /ذی الحجہ کے بعد اس کو پندرہ روز مکہ مکرمہ رہنا ہے تو ۱۰ /ذی الحجہ کو ظہر کی نماز سے مقیم ہوگا اور نمازیں پوری ادا کرنا ہوں گی اور جو پہلے سے مقیم ہے وہ تو ہر حال میں منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں نماز پوری ادا کرے گا؛ کیوں کہ عندالاحناف قصر سفر کی وجہ سے ہے، نہ کہ حج کی وجہ سے۔

(۳) جب حاجی ۱۰ /ذی الحجہ کو مقیم ہوگیا تو دیگر شرائط پوری ہونے پر اس کے ذمہ مالی قربانی بھی واجب ہوگی، اور پہلے اگر مال نہیں تھا، ایام نحر میں مال آ گیا اور بقدر نصاب ہے تو قربانی واجب ہوتی ہے، اس پر حولان حول شرط نہیں ہے اور اگر آخری دن مال آ گیا، پہلے مسافر تھا آخری دن مقیم ہوگیا اور قربانی نہیں کی، تو بعد گذرنے ایام نحر کے اس پر قربانی کی قیمت کا تصدق واجب ہے اور درمیانی درجہ کے بکرے کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ شیر محمد علوی، دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

تصدیق مفتیان کرام واردین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ موسم حج ۳ /ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ، مطابق ۲۰۰۰ء، نزیل مکہ معظمہ:

(۱) محمد فاروق غفرلہ، جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، نزیل مکہ مکرمہ

(۲) مشرف علی تھانوی، دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک اقبال ٹاون لاہور، نزیل مکہ مکرمہ

(۳) العبد احمد خانپوری، مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات انڈیا، ۱۴۲۰/۱۲/۲۲ھ۔

(۴) مبین احمد غفرلہ، خادم جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ ۱۹ /ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ، نزیل مکہ مکرمہ۔

(۵) شبیر احمد عفی اللہ عنہ، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، یوپی، انڈیا، نزیل مکہ مکرمہ، ۱۴۲۰/۱۲/۲۰ھ۔

(۶) احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد، نزیل مکہ المکرّمۃ ۱۴۲۰/۱۲/۲۱ھ۔

(۷) رئیس الدین غفرلہ، مدرس جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور، یوپی، انڈیا۔

(۸) رشید احمد غفرلہ، خادم دارالافتاء دارالعلوم عبدیہ ہتھین ضلع: فرید آباد، انڈیا۔

منیٰ میں نماز جمعہ کا قیام:

(نمبر:۴) منیٰ کے مکہ معظّمہ میں شامل ہونے سے چوتھا مسئلہ یہ متعلق ہے کہ اگر منیٰ کے ایام (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ /ذی الحجہ) میں جمعہ کا دن پڑ جائے تو وہاں جمعہ قائم کرنا ضروری ہوگا، اگر مسجد میں نماز جمعہ قائم نہ ہو تو خیموں میں الگ الگ جماعتوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی؛ اس لیے کہ یہ بھی مکمل شہر کے درجہ میں ہو چکا ہے۔ حجاج کرام اس کا خاص خیال رکھیں۔

قربانی کی مشکلات:

(نمبر:۵) حج ۱۴۱۹ھ تک عام لوگوں کو قربانی میں کوئی زیادہ پریشانی پیش نہ آتی تھی؛ اس لیے کہ منیٰ کے اخیر میں

مزدلفہ کے بالکل ابتدائی حصہ میں ایک بہت بڑی قربان گاہ قائم تھی، جس میں لوگ جاتے اور وہیں جانور خرید کر اسی احاطے میں ذبح کر کے آجاتے تھے، اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے، یا کرانے میں کوئی مشکل نہ تھی۔

لیکن موسم حج ۱۴۲۰ھ سے حکومت نے مزدلفہ کی اس قربان گاہ کو بالکل ختم کر دیا اور اس جگہ پر حجاج کے خیمے لگا دیے گئے اور منیٰ سے بالکل الگ کئی کلومیٹر کے فاصلے پر پہاڑوں سے راستے نکال کر ''**المعیصیم**'' کے نام سے بڑے اور چھوٹے جانوروں کی الگ الگ جدید سہولیات سے آراستہ قربان گاہیں تعمیر کی ہیں، جن میں ذبح، صفائی ستھرائی اور پھر جانور کو کولڈ اسٹور میں رکھ کر فوری طور پر گوشت غریب ممالک میں بھیجنے کا انتظام ہے۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم منصوبہ ہے؛ لیکن حنفی حجاج کو اس میں یہ مشکل پیش آئی کہ اب ان جدید قربان گاہوں میں کوئی آدمی اپنی مرضی سے خرید و فروخت کر کے خود آسانی سے ذبح نہیں کر سکتا، زیادہ تر قربان گاہوں میں وکالت کا انتظام ہے اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ جانور کس وقت ذبح ہوگا اور جن چند قربان گاہوں میں اپنے ہاتھ سے ذبح کی اجازت ہے، ان میں بھی پہلے لائن لگا کر ٹوکن خریدنا پڑتا ہے پھر اجازت ملنے پر اندر جاتے ہیں، اس میں بھی کافی تاخیر اور دقت پیش آتی ہے، جو ایک ناواقف آدمی اور بالخصوص خواتین اور ضعفا کے لیے تو انتہائی مشکل ہے۔ اس نئی صورت حال میں حنفی حجاج کے لیے رمی، قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب قائم رکھنا بہت مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ حکومت سعودیہ کا پورا زور اس پر ہے کہ لوگ قربانی خود اپنے ہاتھ سے کرنے کے بجائے بینکوں سے قربانی کے ٹوکن خرید لیں اور مطمئن ہو جائیں، اسی طرح کی مشکلات کے مداوا کے لیے ''ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ العلماء ہند'' کے چھٹے فقہی اجتماع منعقدہ ۱۶/تا ۱۸/ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ میں حنفی حجاج کو سہولت دیتے ہوئے یہ تجویز منظور کی گئی:

''متمتع اور قارن کے لیے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان امام اعظم رحمۃ اللہ کے قول پر جو مفتی بہ ہے ترتیب لازم ہے، اس کے ترک سے دم واجب ہو جاتا ہے، جب کہ صاحبین کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے، اس کے ترک پر دم لازم نہیں ہے۔ آج کل حجاج ازدحام، یا دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر اگر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبینؒ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے''۔

اس تجویز کا مقصود یہ ہے کہ اولاً تو پوری کوشش یہ کی جائے کہ ترتیب قائم رہے، خواہ اس کے لیے کچھ دقت ہی اٹھانی پڑے؛ لیکن اگر کوشش کے باوجود ترتیب باقی رہنے کی کوئی شکل نہ رہے تو صاحبین رحمہا اللہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے دم واجب نہ ہوگا۔

حالت حیض میں طواف زیارت:

(۷) ایک اور مسئلہ خاص طور پر خواتین سے متعلق ہے، وہ یہ کہ اگر ایام نحر میں کسی عورت کو ناپاکی کی بنا پر طواف زیارت کا موقع نہ مل سکے اور بعد میں اس کے اتنے روز ٹھہرنے کا بھی نظم نہ ہو کہ وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت

کر کے وطن لوٹ سکے اور ایسی ناگزیر شکل سامنے آجائے کہ پاکی کے ساتھ اس سفر میں طواف کا موقع ہی نہ رہے تو اس میں جو شرعی گنجائش فقہا نے دی ہے اس بارے میں بھی مذکورہ فقہی اجتماع نے مندرجہ ذیل تجویز بکمال احتیاط منظور کی:

''اگر طواف زیارت سے قبل کسی عورت کو حیض آجائے تو اس پر ایسی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے، جس سے وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کر کے ہی مکہ مکرمہ سے واپس ہو سکے، جیسے ٹکٹ اور ویزے کی تاریخ بڑھانا، یا حج کمیٹی سے روانگی کو موخر کرانا وغیرہ، اور اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن سے واپسی بھی مشکل ہو اور وہ حالت حیض ہی میں طواف زیارت کر لے، تو اگرچہ وہ گنہگار ہوگی؛ لیکن اس کا یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہو جائے گا اور وہ پوری طرح حلال ہو جائے گی؛ مگر اس پر ایک بدنہ یعنی بڑے جانور کی قربانی جنایت میں لازم ہوگی اور اگر قربانی نہیں کی جاسکی اور وہ کسی بھی موقع پر طواف زیارت کا اعادہ کر لے تو بدنہ کا وجوب اس سے ساقط ہو جائے گا''۔

ایام منیٰ میں مزدلفہ میں قیام:

منیٰ کی حدود شرعاً متعین ہیں، جہاں حکومت سعودیہ نے بڑے بڑے نیلے بورڈ لگا رکھے ہیں؛ لیکن موسم حج ۱۴۲۰ھ سے حکومت نے خیموں کی پلاننگ زیادہ محفوظ طریقہ پر کرنے کے لیے خیموں کا سلسلہ منیٰ کے اندر تک محدود نہ رکھ کر مزدلفہ کے کافی حصہ تک وسیع کر دیا ہے۔ مزدلفہ میں بنے ہوئے ان خیموں میں ہزار ہا ہزار حاجیوں کے ٹھہرنے کا انتظام ہے۔ اب اس صورت حال میں منیٰ میں رات گزارنے کی جو خاص سنت ہے، وہ متروک ہو رہی ہے؛ اس لیے مزدلفہ میں ٹھہرنے والے حجاج اگر بسہولت منیٰ کے حدود میں انتظام کر سکیں تو فبہا، ورنہ اگر مزدلفہ میں ہی رہنا پڑے، جیسا کہ عام حجاج کا حال ہے تو اس کی وجہ سے ان پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہے اور حکومتی نظام کی مجبوری کی وجہ سے ان شاء اللہ وہ ترک سنت کے گنہگار بھی نہ ہوں گے اور یہاں ٹھہرنے والے حضرات اگر عرفات سے لوٹ کر مزدلفہ کے حدود میں اپنے بنے ہوئے خیموں میں آکر رات گزاریں تو ان کا وقوف مزدلفہ کا عمل متحقق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

از ڈیوزبری مرغوب احمد لاجپوری:

محترم المقام حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

بحمد اللہ خیریت سے ہوں اور حضرت کی خیر وعافیت کا طالب ہوں۔

غرض تحریر ایں کہ ماہنامہ ''ندائے شاہی'' نے حج نمبر میں حج کے متعلق بعض نئے فتاوی شائع کئے ہیں، جن کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے، حضرت کے نزدیک یہ جوابات صحیح ہوں تو تصدیق فرما دیں، بصورت دیگر آپ کے نزدیک جو جوابات صحیح ہوں، وہ تحریر فرما دیں۔

اگر مرسلہ فتاویٰ صحیح ہیں اور منی مکہ مکرمہ میں شامل ہے تو دو مسئلہ کی مزید تحقیق مطلوب ہے:

(۱) تیرہویں کی صبح صادق منی میں ہو جائے تو تیرہویں کی رمی واجب ہے، اب جب کہ منی مکہ مکرمہ میں شامل ہے تو تیرہویں کی رمی کا مسئلہ کیا ہوگا، اگر تیرہویں کی صبح صادق منی میں ہو جائے تو منی اور مکہ مکرمہ ایک شہر ہونے کی وجہ سے رمی کا وجوب رہے گا؟

(۲) منی میں قیام سنت ہے اب منی اور مکہ مکرمہ ایک ہونے کی وجہ سے کوئی شخص بجائے منی جانے کے مکہ مکرمہ ہی میں قیام کر کے وہیں سے عرفات ومزدلفہ ہوآئے تو تارک سنت کہلائے گا، یا نہیں؟ فقط

طالب دعا: مرغوب احمد لاجپوری

۲/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ، مطابق ۲۴/جون ۲۰۰۱ء۔

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً ومسلماً

آپ نے ماہنامہ (ندائے شاہی کے حج وزیارت نمبر جنوری، فروری ۲۰۰۱ء) کے صفحہ ۱۷۲/تا ۱۷۶ کی زیروکس ارسال فرمائی ہے، جس میں مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب زید مجدہم کا ایک مضمون حج کے ارکان ومناسک کے بارے میں بعض نئے فتاوی کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں مذکور تمام ہی مسائل سے اتفاق کرتے ہوئے ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

منیٰ کے باعتبار آبادی مکہ مکرمہ میں شامل ہونے کے فیصلہ اور فتویٰ کی وجہ سے جن مسائل پر اثر پڑتا ہے، ان کی تفصیلی وضاحت اسی مضمون میں کر دی گئی ہے۔ اس فیصلہ کی نسبت سے آپ نے جو سوال قائم فرمائے ہیں، اس کی ضرورت نہیں؛ اس لیے کہ حج ایک ایسی عبادت ہے، جو مخصوص اوقات میں مخصوص افعال کے ذریعہ مخصوص جگہوں میں ادا کی جاتی ہے؛ چنانچہ اس کی صحت ادا کے شرائط میں مکان اور زمان کو بھی شمار کیا گیا ہے۔

''عالمگیری'' میں ہے:

أما شرائط صحة أداءه فثلاثة: الإحرام، و المكان، والزمان. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الحج: ۲۱۹/۱)

''**غنية الناسک**'' میں ہے:

وأما شرائط صحة الأداء فتسعة: الإسلام، والإحرام، والزمان، والمكان، والتمييز، والعقل. (غنية الناسک، ص: ۱۳)

آگے مکان والی شرط کی وضاحت وتفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمكان المسجد للطواف ولو سطحه، و المسعى للسعي، وعرفات للوقوف، ومزدلفة للجمع، والمبيت والوقوف و منى للرمي، والحرم للذبح، فلا يصح شيء من أفعاله في غيرما اختص به من المكان. (غنية الناسک، ص: ۱۴)

چناں چہ حج کے تمام اعمال ومناسک (چاہے وہ رکن اور واجب ہوں یا سنت ہوں) میں سے جس کے لیے جو جگہ مخصوص کی گئی ہے، اس کے علاوہ میں انجام دینے سے ادا نہیں ہوں گے۔

''مناسک ملا علی قاری'' میں ہے:

فلا يصح شئ من أفعاله أی من أعمال الحج ركناً أو واجباً أو سنة فی غير ما اختص به أی من أماكنها. (إرشاد الساری إلى مناسک الملا علی القاری، ص: ۴۲)

''عمدۃ الفقہ'' کتاب الحج میں ہے:

چوتھی شرط حج کی جگہ کا ہونا ہے؛ یعنی وقوف، رمی، حلق اور ذبح وغیرہ میں سے ہر ایک کا اس کی متعین جگہ میں کرنا صحتِ ادا کے لیے شرط ہے اور مسجد الحرام طواف کے لیے متعین جگہ ہے، اگر چہ اس کی چھت پر ہو اور سعی کے لیے مسعیٰ (صفا اور مروہ کے درمیان کی جگہ) متعین ہے اور وقوف کے لیے عرفات متعین ہے اور سب حاجیوں کے عرفات سے روانہ ہو کر جمع ہونے اور رات گزارنے اور پھر وقوف کرنے کے لیے مزدلفہ متعین ہے اور رمی جمار کے لیے منیٰ اور ہدی وغیرہ کے ذبح کے لیے حدود حرم متعین ہے۔ پس اگر کوئی شخص حج کے اعمال میں سے کوئی عمل خواہ وہ رکن (فرض) ہو یا واجب یا سنت ہو اس کی خاص جگہ کے علاوہ دوسری جگہ کرے گا تو وہ عمل صحیح نہ ہوگا۔(۱)

حرم، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ وغیرہ مقامات جہاں اعمال ومناسک حج ادا کیے جاتے ہیں اور صحت ادا کے لیے شرط ہیں۔ ان کے حدود اربعہ بھی کتب مناسک اور کتب فقہ میں بیان کیے جاتے ہیں اور ان کو بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ان مقامات کے یہ حدود معلوم ومتعین ہیں ان میں تغیر وتبدل کی اجازت اور امکان نہیں۔ بیان حدود کے سلسلہ میں چند کتابوں کے حوالجات پیش ہیں۔ تفصیل کے لیے مراجعت فرمالیں۔

حدود عرفات: **إرشاد الساری إلى مناسک القاری: ۱۴۰، ۱۴۱، غنية الناسک فی بغية المناسک: ۷۸۴، زبدة المناسک: ۱۳۸/۱، هداية السالک إلى المذاهب الأربعة فی المناسک: ۱۰۰۶/۳، عمدة الفقه، كتاب الحج، ص: ۲۲۳.**

حدود مزدلفہ: **إرشاد الساری: ۱۴۷، غنية الناسک: ۸۹، هداية السالک: ۱۰۴۷/۳، زبدة المناسک: ۱۵۶/۱، عمدة الفقه كتاب الحج: ۲۳۰.**

حدود منیٰ: **إرشاد الساری: ۱۴۹، غنية الناسک: ۹۰، ۹۱، هداية السالک: ۹۷۶/۳، زبدة: ۱۷۸/۱، ۱۷۹.**

مصنف ''زبدۃ المناسک'' حضرت مولانا شیر محمد صاحب نے منیٰ کے حدود کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد ایک تنبیہ فرمائی ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں اور چوں کہ حاجیوں کو منیٰ میں رہنا سنت ہے۔ ان کو بھی چاہیے کہ جن

---

(۱)　عمدۃ الفقہ، کتاب الحج، ص ۶۱، انیس

جبلوں کا جو سامنے کی طرف منیٰ میں داخل ہے، اگر ان پر چڑھ کر قیام کریں تو بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور کام جو منیٰ کی حد میں کرنے ہیں واجب ہوں، یا سنت وغیرہ وہ بھی اس حد کے اندر کرنا چاہیے، جبلوں کے پیٹھ کی طرف جو منیٰ سے خارج شمار کیا گیا ہے، وہاں قیام نہ کریں۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ عقبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف پہاڑیوں پر خیمہ لگائے یا ایسے بھی پڑے رہتے ہیں ان کی یہ سنت وغیرہ ادا نہیں ہوتی۔ (زبدۃ: ۱/۱۷۹-۱۸۰)

اب آپ کے اٹھائے ہوئے سوالات کے جواب عرض ہیں:

(۱)　باعتبار آبادی منیٰ کے مکہ مکرمہ سے متصل ہونے کے نتیجہ میں منیٰ کو مکہ مکرمہ کا ایک حصہ قرار دینے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ مکرمہ پر منیٰ کا حکم جاری کر دیا جائے۔

تیرھویں کی صبح اگر منیٰ میں ہو جائے تو حاجی پر اس دن کی رمی واجب ہوگی؛ لیکن حدود منیٰ سے باہر مکہ مکرمہ کے کسی اور حصہ میں تیرھویں کی صبح ہونے سے رمی واجب نہیں ہوگی۔

(۲)　آٹھویں ذی الحجہ اور ایام رمی میں منی میں قیام سنت ہے، وہ سنت اسی وقت ادا ہوگی جب کہ وہ اوپر ذکر کردہ حدود منیٰ میں قیام کرے۔ منی کو باعتبار آبادی کے مکہ مکرمہ میں شامل کر لینے کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ منیٰ کے علاوہ مکہ مکرمہ کے کسی اور حصہ میں قیام کرنے سے وہ سنت ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، ۲۰/۷/۱۴۲۲ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/۲۶۹-۲۸۱)

طواف زیارت کیے بغیر وطن آنے پر نئی شادی والی بیوی بھی حلال نہیں:

سوال:　ایک آدمی نے حج کیا اور طواف زیارت نہیں کیا اور وطن واپس چلا گیا تو کیا اس کی بیوی اس کے لیے حلال ہے اور اگر نہیں ہے تو کیا پھر دوسری شادی کر سکتا ہے، یا اس کی صورت کیا ہوگی۔ ''معلم الحجاج'' میں لکھا ہے کہ جب تک طواف زیارت نہیں کرے گا بیوی حلال نہیں ہوگی چاہے سالہا سال گزر جائے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

''معلم الحجاج'' میں جیسا کہ لکھا ہے، اس آدمی کے لیے عورت کے ساتھ وطی اور دواعی وطی حلال نہیں، جب تک کہ طواف زیارت نہ کر لے۔ دوسری شادی کرنے سے بھی مسئلہ حل نہ ہوگا، نئی آنے والی بیوی کا بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۸/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/۲۸۲)

خوف زحام کی بنا پر ترک رمی:

محترم المقام حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب زید مجدہ　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وتجوز الإنابة فی الرمی لمن عجز عن الرمی بنفسه لمرض أوحبس أو كبر سن أو حمل

المرأة فيصح للمريض بعلة لا يرجى زوالها قبل انتهاء وقت الرمى و للمحبوس و كبير السن و الحامل أن يوكل عنه من يرمى عنه الجمرات كلها. ويجوز التوكل عن عدة أشخاص علىٰ أن يرمى الوكيل عن نفسه أولاً كل جمرة من الجمرات الثلاث. (الفقه الإسلامى وأدلته: ۱۹۳/۳)

سوال (۱) زید نے رمی جمرات ثلثہ ۱۲ر تاریخ کو عورتوں کی طرف سے وکالۃً کی؛ کیوں کہ قافلہ چل رہا تھا، عورتوں کو رمی کرنا بہت دشوار تھا، یہ رمی صحیح ہوئی، یا نہیں؟ بہ حالتِ عدم صحت دم واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً و مسلماً: رمی جمار واجب ہے اور ترک واجب اگر بہ سبب کسی عذر کے ہو تو اس میں کچھ نہیں آتا۔

كمافى ردالمحتار: وكذا كل واجب إذا تركه بعذر لا شيء عليه، كماروى البحر. (شامی)(۱) وهٰكذا فى المناسك وغيره.

پس اس صورت میں بہ سبب عذر ازدحام کے جو عورتوں کی رمی ترک ہوئی تو اس میں دم واجب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل: ۵۵۳/۶-۵۵۴)

لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة لا شيء عليه. (الدرالمختار، كتاب الحج: ۵۱۲/۲، انیس)

وقد صرحوا بأنه لو أفاض من عرفات لخوف الزحام وجاوزحدودها قبل الغروب لزمه دم ما لم يعد قبله، وكذا لوند بعيره فتبعه كما صرح به فى الفتح ... وقد يجاب بأن خوف الزحام لنحو عجز ومرض إنما جعلوه عذراً هنا لحديث أنه صلى الله عليه وسلم قدم ضعفة أهله بليل، ولم يجعل عذراً فى عرفات لما فيه من إظهار مخالفة المشركين، فإنهم كانوا يدفعون قبل الغروب فليتأمل.

(وقوله: لا شيء عليه) وكذا كل واجب إذا تركه بعذر لا شيء عليه كما فى البحر. (۱)

(۱) اب سوال یہ ہے کہ آج کل جمرات پر دن، یا رات کے کسی بھی وقت میں حتی کہ رات بارہ بجے ایک بجے بھی اتنا ہجوم اور ازدحام ہوتا ہے کہ کمزور ضعیف اور بوڑھی عورتوں کے لیے تو بسا اوقات جان کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور یہ بالکل مشاہدہ کی بات ہے، جس طرح بہ ذات خود رمی کرنا واجب ہے، اسی طرح یوم النحر کے افعال میں ترتیب بھی واجب ہے اور ترتیب قائم رکھنے میں جان کا خطرہ تو نہیں، لہٰذا ترتیب قائم رکھنے کی مشقت وتکلیف بہ ذات خود رمی کرنے کی بہ نسبت اخف اور کمتر ہے اور مذکورہ بالا لوگوں کو بہ ذات خود رمی کرنے کی مشقت وتکلیف اس سے بدرجہا سخت تر ہے۔

جمعیت علماءِ ہند کی زیر نگرانی محمود ہال، دیوبند میں منعقد ہونے والے چھٹے فقہی اجتماع، نیز اسلامک فقہ اکیڈمی کے

---

(۱) رد لمحتار، كتاب الحج: ۵۲۹/۳، انیس

(۲) رد المحتار، كتاب الحج، مطلب فى الوقوف بمزدلفة: ۵۲۹/۳، انیس

تحت ہونے والے فقہی سمینار میں آج کل کے حالات میں ازدحام، یا دیگر پریشان کن اعذار کی بنا پر یوم النحر کے افعال میں ترتیب قائم رکھ نہ سکنے کی صورت میں تیسیراً علی الناس دم واجب نہ ہونے کا فتویٰ دیا گیا تو کیا خوفِ زحام اور دیگر پریشان کن اعذار کی بنا پر ضعیف، مریض، کبیر السن عورتوں اور مردوں کے لیے نیابت فی الرمی؛ یعنی دوسرے کسی شخص کے ذریعہ رمی کرانا بغیر وجوبِ دم کے جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ترکِ وقوفِ مزدلفہ میں عجز ومرض وغیرہ کی بنا پر خوفِ زحام کو عذر قرار دیا جانا مذکورہ بالا حدیث ''أن النبی صلی الله علیه وسلم قدم ضعفة أهله بلیل'' (۱) کی بنا پر منصوص ہے، لہٰذا اس پر قیاس کر کے خوفِ زحام کو نیابت فی الرمی یا ترکِ رمی کے بارہ میں عذر قرار دے کر درج بالا لوگوں کے لیے نیابت فی الرمی یا ترکِ رمی جائز نہ ہوگا۔

امید کہ ان دونوں سوالوں کے مدلل تشفی بخش جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں گے۔ (والأجر عندالله)

(از عبداللہ ڈیوز بری، انگلینڈ، یوکے، ۸/جنوری ۲۰۰۴ء ۱۶/ ذی القعدہ ۱۴۲۴ھ بروزِ جمعرات)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

آپ کے سوال میں یہ عبارت ہے کہ ''آج کل جمرات پر دن، یا رات کے کسی بھی وقت میں حتی کہ رات کے بارہ بجے ایک بجے بھی اتنا ہجوم اور ازدحام ہوتا ہے کہ کمزور ضعیف بوڑھی عورتوں کے لیے تو بسا اوقات جان کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور یہ بالکل مشاہدہ کی بات ہے'' جمرات کے پاس ہجوم کا ہونا اور اس ہجوم کا اتنی مقدار میں ہونا کہ اس حالت میں کمزور ضعیف اور بوڑھی عورتوں کے لیے جان کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، یہ تو درست ہے؛ لیکن ہجوم کی یہ کیفیت اور نوعیت رمی کے پورے وقت میں باقی نہیں رہتی؛ بلکہ رمی کے لیے شریعت کی طرف سے جو وقت مقرر ہے، مثلاً پہلے دن کی رمی کے لیے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے لے کر گیارھویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک کا جو وقت مقرر ہے، اس میں بعض لمحات ایسے آتے ہیں کہ ان اوقات میں ہجوم کی وہی کیفیت ہوتی ہے، جو آپ نے تحریر فرمائی ہے؛ لیکن اس پورے وقت میں مسلسل از ابتدا تا انتہا یہ کیفیت نہیں ہوتی؛ بلکہ اسی مقررہ وقت میں بہت سے لمحات ایسے بھی آتے ہیں کہ ان میں مذکورہ افراد بسہولت رمی کر سکتے ہیں؛ اس لیے سوال میں مذکور آپ کا دعوی خلاف مشاہدہ ہے۔ رہی وہ عبارت جو سوال میں ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' کے حوالے سے نقل فرمائی ہے، اس میں اس بات کی تصریح نہیں کہ یہ حنفیہ کا مسلک ہے؛ بلکہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں کے مطالعہ سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

''غنیة الناسک فی بغیة المناسک'' جو ہمارے اکابر کے یہاں اس باب میں بہت مستند سمجھی جاتی ہے، اس کی عبارت پیش خدمت ہے:

---

(۱) الجامع للترمذی، تقدیم الضعف من جمع لیل: ۱/ ۲۴۰، رقم الحدیث: ۸۹۳، انیس

السادس: أن يرمي بنفسه فلاتجوز النيابة فيه عندالقدرة، وتجوز عند العذر لو رمى عن مريض بأمره أو مغمى عليه ولو بغير أمره أو صبي أو معتوه أو مجنون جاز، والأفضل أن توضع الحصاة في أكفهم فيرمونها أو يرمونه بأكفهم ولو رمى عنهم يجزيهم ذٰلک، ولا يعاد إن زال العذر في الوقت ولا فدية عليهم وإن لم يرموا إلا المريض.

وحد المريض أن يصير بحيث يصلي جالساً لأنه لايستطيع الرمي راكباً ولامحمولاً، أما لأنه تعذر عليه الرمي أو يلحقه بالرمي ضرر فإن كان مريض له قدرة علىٰ حضور المرمى محمولاو يستطيع الرمي كذالک من غير أن يلحقه ألم شديد ولا يخاف زيادة المرض ولا بطوء البرء لايجوز النيابة عنه إلا أن لايجد من يحمله. (غنية الناسک فی بغية المناسک ص: ۱۰۰)

آ گے تحریر فرماتے ہیں:

(تنبيه): قد تبين مما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذرا للمرأة و لمن به علة أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تأخيره إلى الليل، لا في جواز النيابة عنهم لعدم الضرورة، فلو لم يرموا بأنفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدية. والله سبحانه و تعالىٰ أعلم (ص: ۱۰۰)

یوم النحر کے افعال میں ترتیب کے سلسلہ میں فقہی اجتماع اور فقہی سمینار میں، جو فیصلہ کیا گیا ہے، اس میں جس قول کو اختیار کیا گیا ہے، وہ مذہب احناف سے بالکلیہ خارج نہیں؛ بلکہ صاحبینؒ کا قول ہونے کے ساتھ ائمۂ ثلاثہ بھی اسی کے قائل ہیں، اس کو اختیار کرنے کی وجہ سے مذہب حنفی سے بالکلیہ خروج لازم نہیں آتا اور یہ چیز آپ پر مخفی نہیں۔

بعض حضرات کی جو رائے آپ نے ترک وقوف مزدلفہ کے مسئلہ پر قیاس والی پیش کی، وہ بھی سمجھ میں آنے والی نہیں، خود آپ نے جو عبارت پیش فرمائی ہے، اس میں صراحت موجود ہے کہ اگر خوف زحام کی وجہ سے حدود عرفات کو قبل الغروب پار کر لیا تو دم واجب ہوگا، حالانکہ نفس وقوف عرفات کا تحقق ہو چکا، صرف غروب آفتاب تک اس کو ممتد نہ کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوا اور سب جانتے ہیں کہ امتداد الی الغروب واجب ہے اور یہاں واجب چھوڑنے پر اگر چہ خوف زحام کی وجہ سے ہے دم لازم کیا گیا اور خوف زحام کو سقوط دم کے لیے کافی نہیں سمجھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد خانپوری، ۳۰ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۲۹۲-۲۹۷)

ہجوم کی وجہ سے مرد کا عورت کی طرف سے وکیل بن کر رمی کرنا:

سوال: حج کے ایام میں شیطان کو کنکری مارنے کے لیے زیادہ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے شوہر اپنی بیوی کی طرف سے وکیل بن کر کنکری مار سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلياً ومسلماً

عورت کی طرف سے کسی دوسرے کو نائب بن کر ہجوم کی وجہ سے رمی کرنا (شیطان کو کنکری مارنا) جائز نہیں، اگر ہجوم

کے خوف سے عورت نے رمی نہیں کی تو فدیہ واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج، ص:۱۸۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۲/۲۹۸)

حجاج کرام کے لیے مرکنٹائل بینک کی اشیا کا استعمال:

سوال: بمبئی میں حجاج کرام کو حج میں جانے کی کاروائی کرنی ہوتی ہے، اس مکمل کاروائی کا ایک جزء یہ بھی ہے کہ مروج بینک (مرکنٹائل بینک) کی جو مقررہ رقم سعودی میں جا کر خرچ کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے، اتنی رقم کا ڈرافٹ اس بینک کا لینا ہوتا ہے، عام رواج میں اسی بینک کا ڈرافٹ لیتے ہیں، ویسے کسی دوسری بینک کا بھی ڈرافٹ اگر حاجی لے لیتا ہے تو بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، اب یہ مرکنٹائل بینک حج کمیٹی کے دفتر کو اپنے برانچ کی طرف سے ایک ڈرم پانی کا، ایک چھوٹا سا کیٹ پاسپورٹ وغیرہ رکھنے کے لیے، ایک مصلی نماز پڑھنے کا، یہ اشیا دیتی ہے کہ ہر حاجی کو بلا کسی استثنا کے بینک کی طرف سے یہ اشیا دی جائیں تو حاجی نے چاہے کسی دوسرے بینک کا بھی ڈرافٹ لیا ہو، پھر بھی اس کو اور دوسرے حاجیوں کو جنھوں نے اس بینک کا ہی ڈرافٹ لیا ہے، سب کو حج کمیٹی یہ اشیا دیتی ہے اور جس کو یہ اشیا نہ لینی ہو، اس کو اس کی قیمت ۵۶ (چھپن) روپیہ نقد دی جاتی ہے تو اب سوال یہ ہے کہ ان اشیا کا استعمال ہر حاجی صاحبان کریں، یا عدم ضرورت کی صورت میں نقد روپئے لے کر خود کے استعمال میں لانا چاہیے؟ یہ استعمال مباح ہے، یا نہیں؟ اگر مباح نہیں ہے تو اس کا کیا مصرف کیا جائے؟ یہ چیزیں سود میں شمار ہوں گی؟ اور اس کا لینا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

مرکنٹائل بینک بواسطۂ حج کمیٹی یہ اشیا، یا اس کی قیمت دیتی ہے، وہ رقم کہاں سے لاتی ہے؟ اگر کسی مخصوص آدمی کی طرف سے حجاج کرام کو بطور ہدیہ یہ اشیا دی جاتی ہیں، تب تو اس کا استعمال مباح ہے اور اگر بینک اپنی سودی آمدنی سے یہ دیتی ہے تو اس کا استعمال نہ کریں؛ بلکہ قبول ہی نہ کریں، اس سلسلہ میں بینک کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم فرما کر حقیقت حال معلوم کی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۲/۳۱۱-۳۱۲)

طواف زیارت کیے بغیر وطن لوٹنے والا جرم کا تدارک نیا احرام باندھ کر کرے، یا سابق احرام سے؟ صاحب فتاویٰ رحیمیہ کا تسامح:

سوال: فتاوی رحیمیہ (۵/۲۲۷) سوال نمبر (۱۵۱۸) میں ایک عورت کے متعلق سوال کیا گیا ہے، جو بیماری کی وجہ سے طواف زیارت نہ کرسکی اور طواف زیارت کیے بغیر ہی وطن واپس لوٹی کہ وہ طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ احرام باندھ کر جائے، یا بغیر احرام باندھے؟ اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''اب اسے چاہیے کہ طواف زیارت ادا کرنے کے لیے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے'' تو کیا اس کے لیے نیا احرام باندھ کر جانا ضروری ہے؟ یا اس کا پہلے والا احرام ابھی مکمل ختم نہیں ہوا؛ بلکہ باقی ہے؛ اس لیے نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

جو شخص (چاہے وہ مرد ہو، یا عورت) طواف زیارت کیے بغیر اپنے وطن واپس آ گیا، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ واپس مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت ادا کرے، جب تک کہ طواف زیارت ادا نہیں کرے گا، اگر وہ مرد ہے تو اس کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنا اور اگر وہ عورت ہے تو اس کے ساتھ اس کے شوہر کا صحبت کرنا جائز نہیں، طواف زیارت کی ادائیگی کے لیے جب وہ مکہ مکرمہ جائے گا، تب اس کے لیے نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں، طواف زیارت نہ کرنے کی وجہ اس کا پہلے والا احرام ختم نہیں ہوا؛ بلکہ باقی ہے اپنے اسی احرام کے ساتھ وہ مکہ مکرمہ جائے گا۔

چنانچہ 'بدائع الصنائع' میں ہے:

"وأما حكمه إذا فات عن أيام النحر فهو أنه لايسقط بل يجب أن يأتي به لأن سائر الأوقات وقته، بخلاف الوقوف بعرفة أنه مذا فات عن وقته يسقط؛ لأنه موقت بوقت مخصوص ثم إن كان بمكة يأتي به بإحرامه الأول؛ لأنه قائم إذ التحلل بالطواف ولم يوجد وعليه لتأخيره عن أيام النحر دم عند أبي حنيفة وإن كا ن رجع إلىٰ أهله فعليه أن يرجع إلىٰ مكة بإحرامه الأول ولا يحتاج إلىٰ إحرام جديد، وهو محرم عن النساء إلىٰ أن يعود فيطوف، وعليه للتأخير دم عند أبي حنيفة ولايجزئ عن هٰذا الطواف بدنة؛ لأنه ركنه وأركان الحج لايجزئ عنها البدل ولايقوم غيرها مقامها بل يجب الاتيان بعينها كالوقوف بعرفة. (۱)

(ترجمہ: اور طواف زیارت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ (اپنے مقررہ وقت یعنی) ایام نحر سے فوت ہو جائے تو وہ معاف نہیں ہوتا، بلکہ ضروری ہے کہ اس کو ادا کیا جائے؛ اس لیے کہ پوری زندگی اس کا وقت ہے، برخلاف وقوف عرفہ کے کہ اگر وہ اپنے وقت سے فوت ہو گیا تو وہ ساقط ہوئے گا؛ اس لیے کہ وہ مخصوص وقت کے ساتھ موقت ہے، پھر اگر وہ آدمی (جس کا طواف زیارت ایام نحر میں ادا نہیں ہو پایا ہے) مکہ مکرمہ ہی کے اندر موجود ہے تو وہ اپنے پہلے والے احرام ہی کے ذریعہ طواف کرے گا؛ اس لیے کہ جب تک طواف نہیں کیا ہے پہلے والا احرام موجود ہے اور طواف کو ایام نحر سے مؤخر کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر وہ اپنے گھر لوٹ چکا ہے تب بھی اس پر ضروری ہے کہ اپنے پہلے والے احرام کے ساتھ مکہ واپس جائے اور اس کو نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں، الخ۔)

'غنیۃ الناسک' میں ہے: **"ولو ترك طواف الزيارة كله أو أكثره فهو محرم أبدا في حق النساء حتىٰ يطوف، فكلما جامع لزمه دم إذا تعدد المجلس إلا أن يقصد الرفض فلا يلزمه بالثاني شي ء فعليه حتماً أن يعود بذلك الإحرام ويطوف ولايجزئ عنه البدل أصلاً".** (غنية الناسک، ص:۱٤٦)

'معلم الحجاج' میں ہے: (مسئلہ) اگر طواف زیارت کے چار چکر، یا پورا طواف چھوڑ دیا تو ساری عمر عورت حلال نہ

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی حکم الطواف إذا فات: ۸۰/۳، ۸۱، انیس

ہوگی اور عورت کے حق میں احرام باقی رہے گا اور اسی احرام سے آکر طواف کرنا واجب ہوگا، بدل دینا کافی نہ ہوگا، جب ادا کرے گا، اس وقت عورت حلال ہوگی اور اس حالت میں اگر جماع کر لے گا تو ہر جماع کے بدلہ میں مجلس مختلف ہونے کی صورت میں ایک دم واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج: ۲۴۵، ۲۴۶)

'زبدۃ المناسک' میں ہے: (مسئلہ (اور اگر طواف زیارت کے چار شوط چھوڑ دیے جب تک ادا نہ کرے ساری عمر حقِ عورت میں احرام سے نہ نکلے گا اسی احرام سے آکر ادا کرنا واجب ہوگا، دوسرے احرام کی ضرورت نہیں ہے، اگر چہ میقات سے نکل گیا ہو، کیوں کہ جب مکہ معظّمہ کو عود کرے گا تو میقات سے گزرتے وقت کے لیے وہ پہلا احرام جو حق نسا میں باقی ہے، وہی کافی ہے، طواف زیارت کا بدل دینا کافی نہیں ہوگا۔ (زبدۃ المناسک: ۷۹/۲)

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اس عورت کے لیے طواف زیارت کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ جاتے وقت نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں، اس کا پہلے والا احرام جو ابھی تک باقی ہے، وہی اس کے لیے کافی ہے اور اسی احرام کے ساتھ وہ مکہ مکرمہ لوٹے گی؛ اس لیے ''فتاوی رحیمیہ'' میں حضرت اقدس مفتی صاحبؒ نے نیا احرام باندھنے کا جو حکم لکھا ہے، وہ حضرتؒ کا تسامح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احمد خانپوری، ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ۔

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی۔ (محمود الفتاویٰ: ۳۱۴/۲-۳۱۷)

حج اکبر کس کو کہتے ہیں:

سوال: دریں دیار مشہور است کہ اگر روز جمعہ ہشتم ذوالحجہ آن موافق شود بقصد ثواب حج حج اکبر دادن اور ہشتم ودہم کردہ شود اگر ایں صادق ست حکم تکبیر ایام تشریق چیست؟ (۱)

الجواب

حج اکبر دراصل نام حج است کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم با جم غفیر از صحابہؓ در آخر خود ادا کردند چون آں حج حسب الاتفاق بروز جمعہ واقع شد پس ازینجا ہر حج کہ در روز جمعہ واقع شود بنام حج اکبر موسوم کنندہ ورنہ در احکام از دیگر ایام ممتاز نیست۔ وہم چناں حکم تکبیر تشریق نیز ہیچ وجہ ممتاز نیست۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۵/ محرم ۱۳۵۱ ہجری۔ (امداد المفتین: ۴۱۹/۲)

---

(۱) میرے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ اگر آٹھویں ذی الحجہ جمعہ کو پڑ جائے، تو حج اکبر کا ثواب ملتا ہے، اگر یہ بات آٹھ یا دس کو صادق آئے تو پھر ایام تشریق کی تکبیر کا کیا حکم ہے؟ انیس

(۲) حج اکبر اس حج کا نام ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی بڑی جماعت کے ساتھ اپنا حج ادا فرمایا اتفاقاً وہ دن جمعہ کا تھا پس اس وجہ سے جو حج جمعہ کو واقع ہو حج اکبر کہلاتا ہے، لیکن اس وجہ سے حکم میں دیگر ایام سے کوئی فرق نہیں ہے اور نہ ہی تکبیر تشریق میں، اس وجہ سے کوئی فرق پیدا ہوتا ہے، انیس

جمعہ کو جو حج ہوتا ہے، اسے اکبری کہتے ہیں، اس کی اصل کیا ہے:

سوال: جمعہ کے روز جو حج ہوتا ہے، اس کو حج اکبری کہتے ہیں، اس کی کچھ اصل ہے، یا نہیں؟ اور جمعہ کے حج میں زیادہ فضیلت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس قدر اصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اخیر حج کیا تھا، وہ جمعہ کے دن ہوا تھا اور اس کے بارے میں آیت ﴿وأذان من اللّٰه ورسوله إلى الناس يوم الحج الأكبر﴾ الآية (۱) نازل ہوئی، باقی ویسے حج اکبر مقابلہ حج اصغر کے ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے اور ہر ایک حج حج اکبر ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶/۵۸۱)

عالم کا ہجرت کرنا:

سوال: ایک شخص ایسا ہے کہ اس سے دین کے بہت فائدے ہیں، مثلا کلام اللہ وحدیث وتفسیر وغیرہ پڑھاتا ہے، جس مسجد میں رہتا ہے، وہ مسجد اس سے آباد ہے۔ آیا اس شخص کو ہجرت کرنا حرمین شریفین کی اولیٰ ہے، یا یہ شغل اولیٰ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر یہاں رہنے سے اس عالم کے دین میں کوئی نقصان نہیں اور خلق کو اس سے نفع دین کا ہے تو اس کا یہاں رہنا ہجرت عرب کرنے سے بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۷۹)

جائداد کی فروخت کی صورت میں کب حج فرض ہے:

سوال: ایک شخص قرض دار ہے اور ایسی جائداد رکھتا ہے، اگر اس کو فروخت کرے تو قرض بھی ادا ہو جاوے اور مبلغ تین سو روپئے بچ بھی جاویں تو اس پر حج کرنا فرض ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر سوائے خانۂ سکونت کے جائداد ہے کہ اس کی قیمت سے قرض ادا کر کے اور آنے تک کا نفقہ عیال کا دے کر، اس قدر باقی رہے کہ حج کر لیوے تو حج فرض ہوگا اور اب دو سو روپیہ میں حج ہو سکتا ہے۔

(بدست خاص، ص: ۱۳۳) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۳۹)

دونوں طرف کے کرایہ جمع کرنے کا حکم درست ہے، یا نہیں:

سوال: چند سال سے یہ رواج ترقی کر گیا ہے کہ ہندی حجاج میں بکثرت ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جو

---

(۱) سورۃ التوبۃ: ۳، انیس

بلا موجودگی کافی سفرخرچ کے بغرض ادائے حج ہندوستان سے روانہ ہوجاتے ہیں اور واپسی کے وقت بوجہ مفلسی جدہ کی سڑکوں پر پڑکرطرح طرح کی بیماری اور موت کا شکار ہوتے ہیں اور جن کے بارہ میں حکومت حجاز حکومت ہندکوزور دیتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کوجدہ سے ہندوستان لے جاوے، جس پر حکومت ہند کو ہر سال ۴۰-۵۰ ہزار روپے کی کثیر رقم خرچ کرنی پڑتی ہے، اس پر ہند وممبر اعتراض کرتے ہیں، ایسی حالت میں اگر بذریعہ قانون عازمان حج پر یہ شرط عائد کیا جائے کہ وہ روانگی سے قبل یا تو واپسی کے لیے کرایہ جہاز جمع کردیں، یادونوں طرف کا ٹکٹ جہاز خریدلیں تو ایسی شرط خلاف شرع تونہیں ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس قسم کی قیود لگانا احکام شرعیہ میں شرعاً جائزنہیں ہے۔ آیت کریمہ ﴿**وأذن فی الناس بالحج یأتوک رجالاً وعلیٰ کل ضامر یأتین من کل فج عمیق لیشهدوا منافع لهم یذکروا اسم اللّٰه فی أیام معلومات**﴾ **الآیة**(۱) کے مفہوم میں غور کرنے سے اس قسم کے قیود حج کرنے والوں پر لگانا ممنوع معلوم ہوتی ہیں، بہت سے لوگ ہیں کہ واپسی کا ارادہ بھی نہیں رکھتے اور بہت ایسے ہیں کہ وہاں جاکر کوئی پیشہ حرفت وتجاورت ومحنت مزدوری کرکے اپنا گزراوروا پسی کے لیے کرایہ جمع کرکے واپس آتے ہیں، لہٰذا کسی طرح مناسب اور جائزنہیں ہے کہ ان کے ذمہ اس قسم کی قیود لگاکران کوروکا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶/۵۸۲)

حرم مکہ مدینہ کی عبادت کا ثواب کس قدر ہے:

سوال: حرم مکہ ومدینہ میں جوعبادت کی جائے، خواہ بدنی ہو، یا مالی، اس کا کس قدر ہوتا ہے؟

(۲) حدیث شریف میں ہے کہ آدمی حج مبرور کے بعد پاک ہوجاتا ہے، جیسا کہ اپنی ماں کے شکم سے پیدا ہوا۔ کیا اس سے ہرقسم کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) حدیث شریف میں نماز کے بارے میں یہ ثواب وارد ہوا ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: صلاة الرجل فی بیته بصلاة... وصلاته فی مسجد ی بخمسین ألف صلاة وصلاته فی المسجد الحرام بمأة ألف صلاة.(۲)

لیکن فقہاء محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ باقی عبادات مالیہ وبدنیہ کا بھی یہی حکم ہے اور مضاعفہ مذکوران میں بھی ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

---

(۱) سورة الحج: ۲۷-۲۸، ظفیر

(۲) سنن ابن ماجة، باب ما جاء فی الصلاة فی المسجد الجامع، ص: ۱۰۲، مکتبة قدیمی کتب خانة، کراتشی، انیس

وكذا بقية القرب. (۱)

اورشامی میں ہے:

أى كالصوم والاعتكاف والصدقة والذكر والقراء ة، إلخ. (۲)

(۲) درمختار میں ہے:

هل الحج يكفر الكبائر؟ قيل نعم ... وقيل غير المتعلقة بالآدمى ... وقال عياض أجمع أهل السنة والجماعة أن الكبائر لايكفرها إلا التوبة ولاقائل بسقوط الدين ولو حقاً لله كدين صلاة وزكاة، إلخ. (۳)

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ کیا حج سے کبائر بھی معاف ہوجاتے ہیں، بعض نے کہا ہوجاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ حقوق عباد سے کبائر بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ باتفاق اہل سنت کبائر کا کفارہ سوائے توبہ کے نہیں ہے اور حج سے دین ساقط نہیں ہوتا، اگرچہ حق اللہ ہو جیسے نماز قضا اور زکوٰۃ اور حدیث "**من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه، إلخ**" میں بعض نے صغائر سے پاک ہونا مراد لیا ہے اور بعض نے کبائر سے بھی؛ لیکن سوائے حقوق العباد کے اور دیون کے اگرچہ دین اللہ تعالیٰ کا ہو مثل نماز وزکوٰۃ کے، الغرض اس مسئلہ میں اختلاف علماء ہے اور کوئی جانب قطعی نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۸۲/۶)

جس حاجی کا جدہ میں انتقال ہوجائے، اسے حج کا ثواب ہوگا، یا نہیں:

سوال: میرے والد مرحوم نہایت شوق سے حج کو گئے تھے، بمقام جدہ جاں بحق ہوگئے اور نہایت کسمپرسی کی حالت میں وہاں پڑے ہوئے قافلہ والے بغیر نماز اور تجہیز وتکفین کے چھوڑ کر مکہ شریف کو چلے گئے تو ان کو حج کا ثواب ہوگا، یا نہیں؟ اور اجر ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

اجران کا اس غربت کی موت میں زیادہ ہوا اور حج کا ثواب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ پورا ملے گا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۸۴/۶)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، قبيل كتاب النكاح مطلب فى تفضيل مكة: ۳۵٤/۲

وجاء ت أحاديث تدل على أن تفضيل ثواب الصوم وغيره من القربات بمكة. (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب فى مضاعفة الصلاة بمكة: ٥٤٧/٣، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) ردالمحتار، كتاب الحج، قبيل كتاب النكاح، باب الهدى، مطلب فى المجاورة بالمدينة المشرفة: ٥٥/٤، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۳) ردالمحتار، قبيل كتاب النكاح، باب الهدى، مطلب فى تكفير الحج الكبائر: ٤٨/٤، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

کوئی شخص حرم شریف گیا اور پولیس نے پکڑ کر واپس بھیج دیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودیہ عربیہ گیا، پھر احرام باندھ کر اشہر حج میں حرم شریف گیا؛ لیکن حکومت نے اسے افعال حج کے لیے نہیں چھوڑا اور اس کی ترحیل کردی؛ یعنی واپس پاکستان بھیج دیا۔ اب اس کے پاس اتنا مال نہیں کہ حج کرے۔ کیا اس پر حج واجب ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فریداللہ حقانی، ۶/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ)

الجواب

یہ شخص محصر ہے، اگر اسے احرام باندھنے کے بعد افعال حج سے منع کیا گیا ہو، (۱) **وھو کفقیر آفاقی وصل إلیٰ میقات فی وجوب الحج إن لم یحرم وکان أشھر الحج.** (ماخوذ از ردالمحتار: ۳۳۶/۲)(۲) **وھو الموفق**

(فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۸/۴)

دارالحرب کے زیر اثر ممالک سے حج کے لیے جانا ممنوع نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہمند ایجنسی سے لوگ افغانستان کے راستے حج کے لیے جاتے ہیں؛ کیوں کہ سہولتیں بھی زیادہ میسر ہیں اور رقم بھی کم خرچ ہوتی ہے۔ اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان پر روسی قبضہ کے بعد کسی مسلمان کے لیے کابل کے راستے سے حج بیت اللہ کے لیے جانا جائز نہیں ہے۔ یہ مسئلہ کہاں تک درست ہے، جب کہ ہمارے لوگ اس طرح کابل آتے جاتے ہیں، جس طرح پہلے آتے جاتے تھے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی نورالرحمٰن یکہ غنڈ مہمند ایجنسی، ۲۰/رمضان ۱۴۰۵ھ)

الجواب

جب روس اور چین سے حج بیت اللہ کے لیے جانا ممنوع شرعی نہیں ہے تو ان کے زیر اثر ممالک سے سفر حج کس طرح ممنوع ہوگا۔ (۳) نیز جو اسلامی ممالک امریکہ کے ذہنی غلام؛ بلکہ محکوم ہیں، وہاں سے سفر حج کی حیثیت کیا ہوگی؟ **وھوالموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۱/۴)

---

(۱) وفی الهندية: المحصر من أحرم ثم منع عن مضی فی موجب الاحرام سواء كان المنع من العدو أو المرض أو الحبس أو الكسر أو القرح أو غيرها من الموانع من إتمام ما أحرم به حقيقة أو شرعاً، كذا فی البدائع. (الفتاویٰ الهندية: ۲۵۵/۱، الباب الثانی عشر فی الاحصار)

(۲) قال العلامة الشامی: وفی اللباب الفقير الآفاقی إذا وصل إلیٰ ميقات فهو كالمكی... وينبغی أن يكون الغنی الآفاقی كذلك إذا عدم الركوب بعد وصوله إلیٰ أحد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد أنه يتعين عليه أن لا ينوی نفلا علیٰ زعم أنه لايجب عليه لفقره؛ لأنه ماكان واجباً وهو آفاقی فلما صار كالمكی وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيًا. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۱۵۵/۲، كتاب الحج)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: كل مصر فيه وال من جهتهم (أی الكفرة) تجوز فيه إقامة الجمع والأعياد ==

حرم میں عورتوں کے محاذات کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) حرمین شریفین میں اگر عورتیں مردوں کی صف میں ایک ہی نماز و جماعت پڑھتی ہوں تو مردوں کی نماز درست ہوگی، یا نہیں؟ نیز عام نماز، یا نماز جمعہ کا ایک حکم ہے، یا علاحدہ علاحدہ؟

(۲) معلم الحجاج میں لکھا ہے کہ مرد حرم شریف میں نماز پڑھے؛ لیکن عورتیں گھر پر نماز پڑھا کریں، حرم شریف میں ان کی نماز میں ثواب کا اضافہ نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شیر ان تھائی لینڈ، ۱۸/۸/۱۹۹۰ء)

الجواب

(۱) یہ ہر نماز با جماعت کا حکم ہے کہ محاذات کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، البتہ اگر امام عورتوں کی اقتدا کی نیت نہ کرے اور یا یہ مرد اس عورت پر (جو کہ محاذات مرد میں کھڑی ہوتی ہے) انکار کرے؛ یعنی نماز شروع کرنے کے بعد جب اس عورت پر اشارہ سے انکار کرے تو صرف اس عورت کی نماز فاسد ہوگی۔ (شامی، باب الامامۃ)(۱)

(۲) یہ مسئلہ درست ہے اور خواتین کو حکیمانہ انداز سے سمجھانا چاہیے۔(۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴/۲۶۹)

ملوکیت ابن سعود کی وجہ سے اداء حج میں تاخیر:

سوال: سلطان ابن سعود کے تسلط کے بعد ارض مقدس حجاز میں کامل امن وامان ہے اور حجاج وزائرین کی جان

== وأخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامى لاستيلاء المسلم عليه ...وأما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والأعياد ويصير القاضى قاضياً بتراضى المسلمين فيجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً منهم.(ردالمحتار هامش الدرالمختار: ٢٤٣/٤،مطلب فى حكم تولية القضاء فى بلاد تغلب الكفار)

(۱) قال العلامة الحصكفي: وإن نوى ... إمامتها... وإلا ينوها فسدت صلاتها كما لو أشاره إليها بالتأخير فلم تتأخر لتركها فرض المقام فتح،قال ابن عابدين:أى فلوحاذت المقتدى بعد الشروع وأشارإليها بالتأخرولم تتأخر فسدت صلاتها دونه.(الدرالمختار مع ردالمحتار: ٦٢٤/١،قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط باب الامامة)

(۲) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں نماز کے ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے یا نوافل کو بھی شامل ہے، احناف و مالکیہ کے نزدیک ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے اور نوافل کا گھر میں پڑھنا قولی و فعلی نص کی وجہ سے افضل ہے، شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ افضلیت نوافل کو بھی شامل ہے اگر چہ نوافل کا گھر میں ادا کرنا ان کے نزدیک اتباع سنت کی وجہ سے افضل ہے اور اسی طرح افضلیت کا فرائض و نوافل دونوں کو شامل ہونا مردوں کے حق میں مخصوص ہے، عورتوں کے لیے یہ افضلیت نہیں ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اس لیے ہے کہ جب ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھا کرے، حالاں کہ عورتوں کے لیے مسجد میں جانا جائز تھا۔(غنیۃ وفتح ملتقطاً)(عمدۃ الفقہ:۴/۱۶۶، کتاب الحج)

ومال ہر طرح محفوظ ہیں، جس کی تصدیق امسال کے حجاج کرتے ہیں؛ لیکن بعض حضرات ابن سعود کے ہدم قباو مآثر واعلان ملوکیت حجاز کی بنا پر حج کے التوا کا مشورہ دے رہے ہیں، حسب شرع مقدس یہ مشورہ صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر مستطیع لوگ اس پر کاربند ہوں اور خدانخواستہ موت کے شکار ہوں تو عند اللہ ماخوذ ہوں گے؟ التواء فریضہ حج کا مشورہ دینے والے، یا اس کی اشاعت کرنے والے پر بھی شرعاً وبال آتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

فرضیت حج اور اس کے شرائط کے لیے آیت ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾ (۱) نص ہے؛ یعنی جب بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت جس عاقل وبالغ مسلمان کو حاصل ہو، اس پر حج فرض ہے، پس جب زاد راہ موجود ہو اور اہل وعیال کے نفقہ کے لیے بھی موجود ہو، راستہ ونیز مکہ مکرمہ، عرفات ومنی وغیرہ میں بھی امن کا غلبہ ظن ہو تو ایسی صورت میں باتفاق ائمہ حج فرض ہے اور یہی نصوص سے ثابت ہے۔ مکہ میں نوعیت حکومت کو فرضیت حج، یا سقوط حج میں کوئی دخل نہیں ہے۔ حکومت عادلہ مکہ مکرمہ میں ہو، یا ظالمہ، جب تک امن وامان ہو، حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوسکتی۔ پس ابن سعود کے تسلط، یا اس کے افعال پر نفرت وغیرہ کی وجہ سے اداء حج میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے، جب تک کہ امن وامان میں خلل عام واقع نہ ہو، یا خلل عام کا ظن غالب نہ ہو؛ کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فرضیت حج علی الفور ہے اور فرض ہونے کے بعد تاخیر معصیت ہے، امام محمدؒ کے نزدیک تاخیر اگر چہ جائز ہے؛ مگر مذہب حنفیہ میں فتویٰ شیخین کے قول پر ہے اور فرضیت کے بعد حج نہ کیا جائے اور موت آجائے تو باتفاق تمام ائمہ وہ معصیت کی موت ہوگی۔

عالمگیری میں ہے:

هو فرض على الفور وهو الأصح فلا يباح التأخير بعد الإمكان إلى العام الثاني كذا في خزانة المفتيين فإذا أخّر وأدّى بعد ذلك وقع أداء كذا في البحر الرائق وعند محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ يجب على التراخي والتعجيل أفضل، كذا في الخلاصة، والخلاف فيما إذا كان غالب ظنه السلامة، أما إذا كان غالب ظنه الموت، أما بسبب الهرم أو المرض، فإنه يتضيق عليه الوجوب إجماعاً، كذا في الجوهرة النيرة، وثمرة الخلاف تظهر في حق المأثم، حتىٰ يفسق وتردّ شهادته عند من يقول على الفور ولو حج في آخر عمره، فليس عليه الإثم بالاجماع ولو مات ولم يحج إثم بالاجماع، كذا في التبيين. (كتاب المناسك: ۱/۲۲۶) (۲)

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ ہمارے فقہاء احناف حج میں تاخیر کو معصیت قرار دیتے ہیں۔ امام محمدؒ اگر چہ نفس تاخیر

---

(۱)　آل عمران: ۹۷، انیس

(۲)　ردالمحتار، مطلب في من حج بمال حرام: ۲/۱۴۰، طبع دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

کو گناہ نہیں فرماتے، جب کہ اداءِ حج کی توقع ہو؛ لیکن بوڑھے اور مریض کے لیے وہ بھی تاخیر کو گناہ قرار دیتے ہیں۔

بہرحال اختلاف بھی اس صورت میں ہے کہ اگر کسی مسلمان سے بسبب غفلت وسستی تاخیر ہو جائے؛ لیکن یہ مسلک تو کسی کا نہیں ہے کہ امن وامان ہونے اور شرائطِ حج کے متحقق ہونے کی صورت میں تاخیر کا مشورہ ایسے لوگوں کو دیا جائے، جو اداءِ حج کا ارادہ رکھتے ہوں، اگر کسی عالم کو تفقہ فی الدین کی مہارت ہو، اس پر کسی ایسی دلیل کا انکشاف ہوا ہو کہ بحالت موجودہ تاخیر کا مشورہ دیا جاسکتا ہے اور وہ شخص دیانت کی بناپر مشورہ دیتا ہے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عالم قابل مؤاخذہ نہ ہو (اگرچہ آج تک کوئی دلیل شرعی قابل حجت بابت نفاذ حکم تاخیر حج کا مشورہ دینے والوں نے شائع نہیں کی) لیکن جو لوگ محض نفسیات کی بناپر التواءِ حج، یا تاخیر حج کا مشورہ دیتے ہیں، وہ یقیناً گنہگار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۱۳-۲۱۴)

حرم کی اشیا باہر لانا:

سوال: حرم شریف کی کنکریاں، یا خشت، یا شکستہ پتھر وغیرہ بطور تبرک لے کر اپنے پاس رکھنا کیسا ہے؟

الجواب

شوافع کے یہاں حرم کی کوئی چیز جنس ارض کی حتیٰ کہ صراحیاں بھی حرم سے نکالنا جائز نہیں ہے؛ مگر حنفیہ غیر ضروری اور زائد کی، یا ان چیزوں کی جو انسانی ضرورتوں کے لیے بنائی گئی ہوں، اجازت دیتے ہیں۔ (۱)

(مکتوبات: ۳/۱۰۰) (فتاویٰ شیخ الاسلام ص: ۶۱، ۶۲)

سفر حج میں موٹر کا استعمال:

سوال: سفر حج میں اونٹوں کے بجائے موٹر سے سفر کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب

اونٹوں کا سفر کوئی مقصود بالذات نہیں ہے، جب کہ موٹر کا سفر بہت سے مصالح کو مشتمل ہے تو جہاز اور ریل کی طرح اس کو بھی فضیلت ہوگی۔

(مکتوبات: ۱/۱۱۹) (فتاویٰ شیخ الاسلام، ص: ۶۴)

جہاز کی اکانومی کلاس میں ٹکٹ نہ ملنے کی بناپر کیا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لے کر حج پر جانا فرض ہے:

سوال: میں آپ کو زحمت اس لیے دے رہا ہوں کہ میری عمر ۶۳ سال ہو چکی ہے اور میرے اوپر حج فرض ہے،

(۱) ولابأس بإخراج حجارة الحرم وترابه إلى الحل عندنا (الفتاویٰ الهندية: ١/ ٢٦٤)

چنانچہ میں مشہد سے حج پر جانے کے لیے تین مرتبہ درخواستیں دے چکا ہوں؛ مگر قرعہ اندازی میں میرا نام نہیں نکلتا، معاملہ قسمت پر چھوڑ دوں، یا پانی کے جہاز سے فرسٹ کلاس سے جانے کے لیے دوخواست دوں؟ ایسا کرنے میں پہلے سال تو بہت امکان تھا؛ مگر اس میں دو باتیں ہیں:

(۱) یہ کہ حکومت پاکستان علاوہ عرشہ کے اور تمام درجوں کے مسافروں سے بڑی بھاری رقم بونس واؤچر کے نام سے لیتی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رقم لینا اور دینا مذہب کہاں تک جائز درست ہے؟ حج میں تو کوئی نقصان نہ ہوگا؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ میرے چار بچے بھی ہیں، جن میں ایک لڑکی جوان بھی ہے اور باقی تمام کے تمام شادی کی عمر میں ہیں، اگر میں عرشہ کے بجائے فرسٹ کلاس میں جاؤں تو اخراجات اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ اولاد کی شادی میں دیر اور دقت ہوگی۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر یہ فرمائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

(۱) اگر آپ کے پاس اپنی ضرورت اصلیہ سے زائد اتنا روپیہ ہے کہ اس کے ذریعے آپ بونس واؤچر پر حج کرسکیں تو آپ پر اس کے ذریعے حج کرنا واجب ہے اور اولاد کی شادی ضروریات اصلیہ میں داخل نہیں اور اگر اتنا روپیہ نہیں تو عرشہ کے ذریعے جانے کی درخواست دیتے رہیے، جب نام نکل آئے تو چلے جائیں، آخر عمر تک نہ ہوسکے تو حج بدل کی وصیت کرنا ضروری نہ ہوگا۔ فقہائے کرام کی مندرجہ ذیل تصریحات اس مسئلے سے متعلق ہیں:

(۱) أوهل ما يؤخذ من المكس والخفارة عذر قولان والمعتمد لا، كما في القنية والمجتبى وعليه فيحتسب في الفاضل عما لا بد منه القدرة على المكس ونحوه كما في مناسك الطرابلسي وكذا في الدرالمختار وقال الشامي: المكس ما يأخذ العشار والخفارة ما يأخذه الخفير وهوالمجرومثله ما يأخذ الأعراب في زماننا من الصرالمعين. (شامی: ۱۹۸/۲)(۱)

(۲) وعلٰى تقدير أخذهم الرشوة فالاثم في مثله على الأخذ لا المعطى علٰى ما عرف من تقسيم الرشوة في كتاب القضاء ولا يترك الفرض لمعصية عاص. (البحر الرائق: ۳۳۸/۲)(۲)

(۳) إذا وجد ما يحج به وقد قصد التزوج يحج ولا يتزوج لأن الحج فريضة أوجبها اللّٰه تعالٰى ولي عبده كذا في التبيين. (الفتاویٰ الهندية: ۲۳۱/۱)(۳) فقط واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۷/۸/۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد عاشق الٰہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۰۴/۲-۲۰۵)

---

(۱) ج:۲، ص:۴۶۳، ۴۶۴ (طبع سعید)

(۲) ج:۲، ص:۳۱۴ (طبع سعید)

(۳) ج:۱، ص:۲۱۷ (طبع مکتبۃ رشیدیۃ کوئٹہ)

جس کو حج کے لیے رقم کی ہو، اگر اس کا نام قرعہ میں نہ نکلے تو اس رقم کا کیا حکم ہے:

سوال: کسی شخص نے کسی کو رقم دی کہ حج کو، دینے والا شخص حاجی ہے، اس نے کئی سال تک متواتر کوشش کی؛ مگر اس کا نام حج کی فہرست میں نہ آسکا، پھر زرمبادلہ زیادہ ہوگیا، ایسی صورت میں اب یہ رقم کس کی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر یہ رقم دینے والے اپنی طرف سے، یا کسی اور کی طرف سے حج بدل کے لئے دی تھی تو یہ واپسی کرنا واجب ہے، اور اگر بطور امداد تھی اور ہبہ کر دیا تھا تو واپسی واجب نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳؍۱۰؍۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲؍۲۲۴)

حجِ نفل میں جانے کے لیے فوٹو کھنچوانا درست ہے، یا نہیں:

سوال (۱) زید ایک حج فرض ادا کر چکا ہے، دوبارہ حج نفل میں جانا چاہتا ہے۔ اب اس کو دوبارہ فوٹو کھنچوانا پڑے گا تو کیا ایک نفل کام کے لیے حرام کام کر لیا جائے؟ شریعت مطہرہ میں اس کی گنجائش ہے؟ بحوالہ کتب مطلع فرمائیں۔

(۲) ایک شخص انڈیا میں ہے، اس کا کوئی آدمی سعودی میں ہے، انڈیا والا آدمی سعودیہ والے آدمی سے اپنے مرحوم باپ کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

(۱) اس طرح کے سوال کے جواب میں دارالعلوم کراچی کے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

جواب سے قبل یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ایک ہے ضرورت، ایک ہے حاجت، ضرورت کا معنی یہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا، یا ہلاکت کے قریب پہونچ جائے گا، اسی کو اضطرار بھی کہتے ہیں اور حاجت کے معنی یہ ہیں کہ اگر ممنوع چیز استعمال نہ کرے تو ہلاک تو نہیں ہوگا؛ مگر مشقت دور ہو سکتی ہو۔ اس کی بھی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس سے کسی صریح حکم کی مخالفت نہ ہو اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جب کہ کسی حکم کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی صراحت نہ ہو اور اس کے جائز اور ناجائز ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہو، ایسی صورت میں اگر چہ جائز ہونے کا قول مرجوح ہو؛ لیکن حاجت کے وقت اس پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے، جاندار کی تصویر کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ تصویر مجسم ہے؛ یعنی مورتی کی شکل میں ہے، تب تو اس کی حرمت پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور جو تصویر مجسم؛ یعنی مورتی کی شکل میں نہ ہو، جیسے کپڑے، یا کاغذ پر بنی ہوئی تصویر تو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ حرمت کے قائل ہیں اور اکثر فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔

البتہ بعض فقہاء مالکیہ اس کے جواز کے قائل ہیں، اسی طرح کیمرے کے فوٹو کے شرعاً تصویر ہونے کے بارے میں علماء عصر کا اختلاف ہے، اکثر علماء کے نزدیک فوٹو شرعاً تصویر ہی کے حکم میں ہے اور یہی راجح ہے، البتہ بعض علماء عرب کے نزدیک فوٹو شرعاً تصویر کے حکم میں نہیں ہے، لہٰذا بلا ضرورت تصویر کھینچنا اور کھینچوانا سب ناجائز ہے؛ لیکن فوٹو کا حکم چونکہ صراحۃً قرآن وحدیث میں مذکور نہیں اور جواز کا قول بھی موجود ہے؛ اگر چہ مرجوح ہے، لہٰذا حاجت کے وقت مرجوح قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے، مثلاً پاسپورٹ، ویزہ، شناختی کارڈ حاصل کرنے کے لیے، یا جہاں شناخت کے لیے تصویر کی ضرورت ہو، اس موقع پر جواز کے قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے اور نفلی حج وعمرہ کے لیے بھی تصویر بنوانا جائز ہے؛ کیوں کہ آج کل اس کے بغیر حج، یا عمرہ کرنا ناممکن ہے اور اگر اس کے لیے تصویر بنوانے کی اجازت نہ ہو تو نفلی حج وعمرہ کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، جس سے امت حرج وتنگی میں مبتلا ہو جائے گی۔ (مکتوبہ ۱۸/۷/۱۴۲۴ھ)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے:

نفلی حج وبیرونی سفر کی خاطر فوٹو کھینچوانے کی گنجائش ہے۔ (مکتوبہ: ۱۳/۷/۱۴۲۴ھ)

وفي تكملة فتح الملهم: أما اتخاذ الصورة الشمسية للضرورة أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر وفي التاشيرة وفي البطاقات الشخصية أوفي مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء فينبغي أن يكون مرخصاً فيه. (جواز السفر)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے نزدیک پاسپورٹ کے لیے فوٹو کھینچانے کی اجازت ہے۔ (تکملۃ فتح الملہم: ۴/۱۶۴)

(۲) اگر مرحوم نے حج بدل کی وصیت کی اور تمام ترکہ کا ایک تہائی (۱/۳) اتنا ہو کہ مرحوم کے وطن سے حج کیا جا سکتا ہو تو سعودیہ سے حج بدل کرانا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۱۳/۱/۱۴۲۵ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/۳۲۰-۳۲۱)

غیر مسلم کا حدود حرم میں داخلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدود حرم (مکہ شریف) میں کسی غیر مسلم کا داخل ہونا کیسا ہے؟ اگر شاہ فیصل کا مہمان بن کر کوئی غیر مسلم آنا چاہیے، یا شاہ فیصل خود کسی غیر مسلم کو اپنا مہمان بنا کر حدود حرم میں داخل کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کے حوالہ سے مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب

قوله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا إنما المشركون نجس﴾ قذر لخبث باطنهم ﴿فلا يقربوا المسجد الحرام﴾ أي لا يدخلوا الحرم ﴿بعد عامهم هٰذا﴾ عام تسع من الهجرة. (تفسير الجلالين)

(یعنی: اے ایمان والو! مشرکین (اعتقاداً) بڑے ناپاک ہیں، اس سال کے بعد (یہ مشرکین اور کفار اہل کتاب) مسجد حرام کے پاس (یعنی حدودحرم میں) نہ آنے پاویں۔)

یہ اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹/ھ میں فرمایا، آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کافر نجس العین ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کفار سے ہاتھ ملائے تو دھوڈالے۔ جمہور علما نے کہا ہے کہ نجاست حکمی ہے؛ یعنی ان کا بدن پاخانہ پیشاب کی طرح ناپاک نہیں؛ بلکہ ان کی ناپاکی ایسی ہے، جیسے جنبی شخص کی ہوتی ہے کہ وہ قرآن شریف نہیں پڑھ سکتا ہے، مسجد میں نہیں جا سکتا، وہ اگر غسل بھی کرلیں، تب بھی وہ قرآن شریف نہیں پڑھ سکتے، نہ کسی مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔

شافعیہ نے کہا کہ مسجد حرام سے خاص مسجد کعبہ مراد ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اس حکم میں عام مسجدیں داخل ہیں؛ یعنی شافعیہ کے نزدیک کفار مسجد کعبہ سے روکے جائیں اور مالکیہ کے نزدیک کفار ہر ایک مسجد سے روکے جائیں۔ حنفیہ کے نزدیک نجاست باطنی اور اعتقادی مراد ہے، یعنی دل کی نجاست اور گندگی ہے؛ اس لیے کہ اگر کفار نجس العین ہوتے اور نجاست بدنی مراد ہوتی تو ثمامہ ابن اثال رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ستون سے باندھا نہ جاتا اور وفد نجران اور وفد ثقیف مسجد نبوی میں ٹھہرایا نہ جاتا۔ ان واقعات حدیثیہ سے آیت کریمہ کی تفسیر معلوم ہوگئی کہ نجاست باطنی اوا عتقادی مراد ہے، نجاست ظاہری اور بدنی مراد نہیں ہے، لہٰذا کفار کا حدود حرم اور حرم کعبہ اور مساجد میں داخل ہونا حرام اور ناجائز نہ ہوگا۔

ومنها جوازإنزال المشرک فی المسجد. (زاد المعاد: ۵۲/۲)

البتہ باطنی نجاست اور اعتقادی گندگی کی وجہ سے حج اور طواف کے لیے اور بطور غلبہ اور توطن وسکونت اختیار کرنے کی غرض سے حدود حرم میں آنے کی ممانعت رہے گی۔

ہدایہ میں ہے:

قال (أی فی الجامع الصغیر): ولا بأس بأن یدخل أهل الذمة المسجد الحرام وقال الشافعی یکره ذلک وقال مالک یکره فی کل مسجد للشافعی قوله تعالی إنما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هٰذا ولأن الکافر لا یخلوا عن جنابة لأنه لا یغتسل اغتسالاً یخرجه عنها والجنب ینجب المسجد وبهٰذا یحتج مالک والتعلیل بالنجاسة عام فینتظم المساجد کلها ولنا ماروی أن النبی علیه السلام أنزل وفد ثقیف فی مسجده وهم کفار؛ لأن الخبث فی اعتقادهم فلایؤدی إلٰی تلویث المسجد والآیة محمولة علی الحضور استیلاءً واستعلاءً أو طائفین عراة کما کانت عادتهم فی الجاهلیة. (۴۵۸/۴، آخر کتاب الکراهیة مسائل متفرقة)

الحاصل آیت کے ظاہری الفاظ کے خیال سے نیز اس لحاظ سے کہ مجتہدین کا اس میں اختلاف ہے مناسب اور احوط

یہ ہے کہ بلاضرورت دینی اور بدوں مصلحت شرعی کفار کو حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے، اگر شاہ فصل کسی دینی ضرورت اور شرعی اور سیاسی مصلحت کی بنا پر کسی غیر مسلم کو عارضی طور پر حرم میں آنے کی اجازت دیں تو اس کی گنجائش ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر وغیرہ)

عن عثمان بن ابی العاص إن وفد ثقیف لما قدموا علٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنزلهم المسجد لیکون أرق لقلو بهم. (أبوداؤد: ۲/۲۷، باب ماجآء فی خبر الطائف)

مزید اطمینان اور معلومات کی غرض سے تفسیر بیان القرآن کا مضمون نقل کیا جاتا ہے:

''سب کا اتفاق ہے کہ اس باب میں کفار اہل کتاب کا حکم مثل مشرکین کے ہے اور درمنثور کی ایک روایت اس کی موید بھی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے یہودی کے ہاتھ کو مثل مشرک کے ہاتھ کے فرمایا اور مراد اس نجاست سے نجاست عقائد ہے، نہ کہ نجاست اعیان واجسام، چنانچہ سنن ابوداؤد کتاب الخراج میں وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرانے کی روایت موجود ہے اور وہ مشرک تھے اور یہاں مقصود حکم ﴿لا یقربوا﴾ کا فرمانا ہے، ﴿انما المشرکون﴾ میں اس کی ایک حکمت فرمادی کہ ایسے مقدس مقام میں ایسے ناپاک دل والوں کا کیا کام اور مسجد حرام سے تمام حرم مراد ہونا درمنثور میں عطار رحمہ اللہ سے مروی ہے اور مستند وصحیح حدیثوں سے تمام جزیرہ عرب کا یہی حکم ثابت ہے۔ مشرکین کے لیے بھی اور یہود ونصاریٰ کے لیے بھی۔

یہ روایتیں درمنثور میں اور دیگر کتب حدیث میں وارد ہیں، چناں چہ سید المرسلین خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے بموجب حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام جزیرہ عرب میں اس قانون کا نفاذ ہوگیا اور فقہ حنفی کی رو سے مراد اس سے قرب ودخول بطور توطن، یا استیلاء کے ہے کہ یہ ناجائز ہے، ورنہ مسافرانہ امام کی اجازت سے آنا اگر امام کے نزدیک خلاف مصلحت نہ ہو، مضائقہ نہیں، جیسا دوسری آیت: ﴿**ما کان لهم أن یدخلوها إلا خائفین**﴾ کی بعض علما نے یہی تفسیر کی ہے اور قتادہ رحمہ اللہ کا قول ''**فلیس لأحد من المشرکین أن یقرب المسجد الحرام بعد عامهم ذلک إلا صاحب الجزیة أوعبد الرجل من المسلمین**'' (رواہ فی الفردوس) کا مؤید ہے اور جب حرم کے اندر آنے کی اجازت دینا جائز ہے، مسجد حرام بھی اسی حکم میں ہے، البتہ حج وعمرہ کی کفار کو اجازت نہیں بوجہ حدیث ''**ألا لایحجن بعد العام مشرک**'' کے اور جن روایتوں میں مشرک سے مصافحہ کرکے ہاتھ دھونا آیا ہے، وہ محمول تغلیظ پر ہیں۔ (بیان القرآن: ۴/۱۰۷) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۳۳-۱۳۴)

آب زمزم سے وضو، یا غسل کرنا:

سوال: آب زمزم سے وضو یا غسل جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آب زمزم سے استنجا کرنا مکروہ ہے، تبرکاً (باوضو آدمی کا) وضو، یا غسل کرنا مکروہ نہیں، (بلکہ مستحب ہے)۔ غسل جنابت بوقت اشد ضرورت جائز ہے۔

درمختار میں ہے:

"یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال". (الدرالمختار مع الشامی: ۲۵۳/۲، معلم الحجاج ص: ۳۳۰، مطلب فی کراھیۃ الاستنجآء بماء زم زم) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۷/۸)

ارکان حج ادا کرنے کی نیت سے حیض روکنے والی دوا استعمال کرنا:

سوال: یہاں برطانیہ میں ماہواری (حیض) کو روکنے کے لئے گولیاں ملتی ہیں، بعض عورتیں رمضان المبارک اور ایام حج میں ان کو استعمال کرتی ہیں؛ تاکہ روزہ قضا نہ ہو اور حج کے تمام ارکان ادا کرسکے تو اس نیت سے ان گولیوں کا استعمال جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ماہواری (حیض) فطری چیز ہے، اس کے روکنے سے صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے؛ اس لیے رمضان میں گولیاں استعمال نہ کرے۔ بعد میں روزوں کی قضا کرلے، حج میں بھی استعمال نہ کرنا چاہیے۔ طواف زیارت کے سوا تمام افعال ادا کرسکتی ہے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد طواف زیارت بھی کرسکتی ہے، البتہ اگر وقت کم ہو اور طواف زیارت کا وقت نہ مل سکتا ہو اور باوجود کوشش کے حکومت سے مہلت ملنے کا امکان نہ ہو تو استعمال کی گنجائش ہے؛ مگر صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہے؛ اس لیے حتی الامکان استعمال نہ کرے، الا یہ کہ بالکل ہی مجبور ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۷/۸)

اہل جدہ حج میں مسافر شرعی نہیں ہوتے ہیں:

سوال: یہاں جدہ سے مکہ مکرمہ ۷۳/کلومیٹر ہے اور وہاں سے عرفات ۱۳/کلومیٹر ہے اور مذکور ۷۳/کلومیٹر کا فاصلہ جدہ شہر کے وسط سے حرم تک کا ہے، جب کہ جدہ میونسپلٹی کی آخری حد سے مکہ مکرمہ کی پہلی حد تک کا فاصلہ صرف ۴۰/کلومیٹر ہے تو ایسی صورت میں اہل جدہ جب حج میں جائیں تو نماز میں قصر کریں، یا اتمام؟ واضح رہے کہ مذکور فاصلہ کلومیٹر ہی کے ذریعے بیان کیا گیا ہے، میل کے ذریعے نہیں، پس مسافر بننے کے لیے سفر شرعی کی تحدید میں گھر سے منزل مقصود تک کا فاصلہ شمار ہوگا، یا جدہ کی آبادی ختم ہونے سے مکہ کی آبادی شروع ہونے تک کا فاصلہ معتبر ہوگا، یا جدہ کی میونسپلٹی کی حد سے مکہ کی میونسی پلٹی کی حد شروع ہونے تک کا فاصلہ گننے میں آئے گا؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

سفر شرعی کے لیے شہر کی آبادی جہاں سے ختم ہوتی ہے، وہاں سے (آخری مقصود شہر کی حد شروع ہونے تک) ۴۸ر میل، یا ۷۷رکلومیٹر ہونا ضروری ہے۔ پس اہل جدہ (مکہ، یا عرفات جانے سے) مسافر شمار نہ ہوں گے؛ ان پر نماز میں اتمام لازم ہے؛ کیوں کہ جدہ سے حج کی نیت سے نکلنے والا شخص مکہ ہوتے ہوئے منی اور عرفات کا سفر کرے گا، تب بھی یہ سفر ۷۷رکلومیٹر کا نہیں ہوتا ہے، پس وہ مسافر شرعی نہ ہوگا، اس کے ذمہ پوری نماز لازم ہوگی۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۵۱۳/۴)

حج میں اور ہندوستان میں عیدالاضحیٰ کی تاریخ میں فرق کیوں ہے:

سوال: حج ۸ر یا ۹ر ذی الحجہ کو ہوتا ہے، اپنے یہاں عیدالاضحیٰ کے ایک یا دو دن پہلے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ مفصل بیان فرمائیں۔ سال رواں میں جمعہ کو حج ہوا اور اتوار کو عیدالاضحیٰ ہوئی دو دن کا فرق رہا، غیر مسلم کہتے ہیں کہ تمہارے یہاں تہواروں میں اتحاد نہیں ہے، اتنا فرق کیوں رہتا ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

---

(۱) إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصدا مسيرة ثلاثة أيام و لياليها... يلزمه قصر الصلاة.(قاضي خان مع الهندية: ١٦٤/١، باب صلاة المسافر، ط: زكريا ديوبند/الفتاوى الهندية: ١٩٣/١، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ط: زكريا ديوبند/ البحر الرائق: ٢٢٦/١، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ط: زكريا ديوبند)

واضح رہے کہ مسافت سفر کا آغاز کہاں سے ہوگا؟ اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا باضابطہ سیمینار منعقد ہو چکا ہے۔ اس سیمینار کا ایک سوال یہی تھا کہ ''ایسا شخص جو ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو، جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ر میل کے فاصلے پر نہ ہو؛ لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ر میل کا فاصلہ ہو، تو وہ قصر کرے گا، یا اتمام؟

عارض مسئلہ نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں مقالہ نگار کی دو طرح کی آراء ہیں، ۲۳ر مقالہ نگار حضرات تو اس حق میں ہیں کہ ایسا شخص اتمام کرے گا، جب کہ ۱۲ر حضرات اس صورت میں قصر کے قائل ہیں۔ (مسافت سفر کا آغاز۔ ایک اہم شرعی مسئلہ، ص:۴۱-۴۲، مسافت سفر کا شمار کہاں سے ہوگا؟ عارض: مفتی حبیب اللہ قاسمی، ط: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

فقہ اکیڈمی انڈیا کا سترہواں فقہی سیمینار، دارالعلوم علی متقی، برہان پور (ایم-پی) میں منعقد ہو چکا ہے، جس کا فیصلہ- جو مذکورہ مسئلہ سے متعلق ہے- درج ذیل ہے:

۳- چھوٹے شہروں میں مسافت شرعی کا حساب اس جگہ سے ہوگا، جہاں شہر ختم ہوا ہے؛ یعنی شہر ختم ہونے کے بعد ۴۸ر میل سفر کیا جائے، تبھی وہ مسافر ہوگا۔

۴- بڑے شہروں میں- جن کی آبادی میلوں تک پھیل گئی ہے- مسافت شرعی کا شمار کس مقام سے ہوگا؟ اس میں دو نقاط نظر ہیں: زیادہ حضرات کی رائے ہے کہ جہاں شہر ختم ہوتا ہے، وہیں سے ۴۸ر میل کی مسافت شمار کی جائے گی۔ (حضرت مفتی بیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بھی یہی رائے ہے۔ مجتبیٰ حسن قاسمی) دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس محلّہ سے سفر شروع ہوا ہے، وہیں سے مسافت سفر کا شمار ہوگا، البتہ اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ نماز میں قصر کا حکم شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی شروع ہوگا، اور اسی طرح واپس ہوتے وقت شہر میں داخل ہونے سے پہلے پہلے تک ہی قصر کرنا درست ہوگا۔ (مسافت سفر کا آغاز- ایک اہم شرعی مسئلہ، ص:۲۴، اکیڈمی کا فیصلہ، ط: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، نئی دہلی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مسائل حج اور بعض حقائق سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات انسان مختلف قسم کے سوالات سے پریشان ہوجاتا ہے۔مسلمانوں کے عیدو بقرعید کا مدار چاند کی رؤیت پر ہے۔(۱) اور مشرق ومغرب کے طویل فاصلے کی بناء پر چاند کی رؤیت مختلف ملک میں مختلف وقت میں ہوسکتی ہے، جس کی وجہ سے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کے باشندے اس سلسلہ میں ایک دودن آگے پیچھے رہتے ہیں، ہندوستان میں سورج طلوع ہوتا ہے تو باربڈوز اور کناڈا وغیرہ میں پچھلی تاریخ کا سورج غروب ہوتا ہے، ہندوستان والے جس وقت عید کی خوشیاں مناتے ہیں، کناڈا اور باربڈوز والے نیند میں مست ہوتے ہیں، پس تاریخ کا فرق یہاں بھی ہوگیا۔(۲)

حجاج کے لیے سب سے اہم وعظیم رکن وقوف عرفہ ہے، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حج تو وقوف عرفہ ہے''۔(۳)

اس حدیث کی بنا پر' یوم عرفہ' یعنی ۹/ذی الحجہ کو' حج کا دن'' کہا جاتا ہے، لہٰذا جہاں اخبارات اور رسائل میں ہم نے

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه،يقول: قال النبی صلی الله عليه وسلم: أوقال: قال أبوالقاسم صلی الله عليه وسلم: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غبی عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين.(صحيح البخاری: ۲۵۶/۱،رقم الحديث: ۱۹۰۹،كتاب الصوم،باب قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: إذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا،ط: ديوبند/الصحيح لمسلم: ۳۴۷/۱،رقم الحديث: ۷۱(۱۰۸۱)،كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال،والفطر لرؤية الهلال،الخ،ط: ديوبند)

(۲) اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنی أنه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال له ليلة كذا فی إحدی البلدتين دون الأخریٰ وكذا مطالع الشمس؛ لأن انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطارحتیٰ إذا زالت الشمس فی المشرق لا يلزم أن تزول فی المغرب،وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل كلما تحركت الشمس درجة فتلك طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرين وغروب لبعض ونصف ليل لغيرهم كما فی الزيلعی وقدر البعد الذی تختلف فيه المطالع مسيرة شهر فأكثرعلیٰ ما فی القهستانی عن الجواهر .(رد المحتار علی الدر المختار: ۳۹۳/۲،كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، مطلب فی اختلاف المطالع، ط: دار الفكربيروت/تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق: ۳۲۱/۱، كتاب الصوم، قبيل:باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ط: المطبعة الكبری الأميرية بولاق، القاهرة/درر الحكام شرح غرر الأحكام: ۲۰۱/۱،كتاب الصوم،قبيل:باب موجب الإفساد فی الصوم،ط:دارإحياء الكتب العربية/مجمع الأنهرفی شرح ملتقی الأبحر: ۲۳۹/۱، كتاب الصوم، ما يثبت به رمضان،قبيل:باب موجب الفساد،ط:دارإحياء التراث العربی

(۳) عن عبد الرحمن بن يعمر، قال: شهدت رسول الله صلی الله عليه وسلم فأتاه ناس، فسألوه عن الحج؟فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:الحج عرفة، فمن أدرک ليلة عرفة قبل طلوع الفجرمن ليلة جمع، فقد تم حجه .(السنن الصغری للنسائی: ۲۵۶/۵،رقم الحديث: ۳۰۱۶،كتاب مناسک الحج، فرض الوقوف بعرفة،ط: مكتب المطبوعات الإسلامية حلب)

پڑھا کہ۱۹۸۳ء میں جمعہ کو حج ہوا، اس کا مطلب ہے کہ حجاج نے حج کا سب سے اہم و عظیم رکن، یعنی وقوف عرفہ جمعہ کو کیا، اس لحاظ سے سعودی عرب ہم سے صرف ایک ہی دن آگے تھا،۱۹۸۳ء میں ہمارے یہاں ۸/ذی الحجہ تھی اور عربستان میں ۹/ذی الحجہ تھی، پس دو دن نہیں؛ بلکہ ایک ہی دن وہ ہم سے تاریخ میں آگے تھے اور ایک دن تو (جائے وقوع کے اعتبار سے) آگے رہنے ہی والے ہیں۔(۱)

امید ہے کہ جواب سے اطمینان ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۴/۵۱۴-۵۱۶)

حاجی مسافر ہوتا ہے، پھر اس پر قربانی کیوں ہے:

سوال: حاجی مسافر ہوتا ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہوتی ہے، جب کہ حجاج قربانی بھی کرتے ہیں۔ آخر کیوں؟ امید ہے کہ اس سلسلے میں پیدا ہونے والے شک کو دور فرما کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ہر حاجی مسافر نہیں ہوتا ہے، بعض وہ ہوتے ہیں، جو ۱۵/دن، یا اس سے زائد مکہ مکرمہ میں رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں،(۲) ایسے حاجی مسافر نہیں ہیں، وہ مقیم ہیں، ان پر قربانی واجب ہوگی، البتہ جو حاجی مکہ میں ۱۵/دن ٹھہرنے کی

---

(۱) (تنبیه) يفهم من كلامهم فى كتاب الحج أن اختلاف المطالع فيه معتبر فلا يلزمهم شيء لو ظهر أنه رئى فى بلدة أخرىٰ قبلهم بيوم وهل يقال كذلك فى حق الأضحية لغير الحجاج؟ لم أره والظاهر نعم؛ لأن اختلاف المطالع إنما لم يعتبر فى الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية، وهٰذا بخلاف الأضحية فالظاهر أنها كأوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزء الأضحية فى اليوم الثالث عشر وإن كان علىٰ رؤيا غيرهم هو الرابع عشر والله أعلم (رد المحتار على الدر المختار: ۲/۳۹۴-۳۹۳، قبيل باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده، مطلب فى اختلاف المطالع، دار الفكر)

(۲) (من خرج من عمارة موضع إقامته) من جانب خروجه وإن لم يجاوز من الجانب الآخر ... (قاصداً) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) ... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتىٰ لو أسرع فوصل فى يومين قصر ... (صلى الفرض الرباعى ركعتين)... (ولو) كان (عاصياً بسفره) ... (حتىٰ يدخل موضع مقامه) إن سار مدة السفر، وإلا فيتم بمجرد نية العود... (أو ينوى)...(إقامة نصف شهر) حقيقة أو حكماً... (فيقصر إن نوىٰ) الاقامة (فى أقل منه) أى فى نصف شهر (أو) نوى (فيه لٰكن فى غير صالح) أو كنحو جزيرة أو نوى فيه لكن (بموضعين مستقلين كمكة ومنى) فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته لأنه يخرج إلىٰ منى وعرفة فصار كنية الإقامة فى غير موضعها وبعد عوده من منى تصح، كما لو نوى مبيته بأحدهما أو كان أحدهما تبعا للآخر بحيث تجب الجمعة علىٰ ساكنه للاتحاد حكماً. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۲۱-۱۲۶)

قال ابن عابدين: (قوله فلو دخل، إلخ) هو ضد مسألة دخول الحاج الشام؛ فإنه يصير مقيماً حكما، وإن لم ينو الإقامة، وهٰذا مسافر حكما، وإن نوى الإقامة لعدم انقضاء سفره ما دام عازما على الخروج قبل خمسة عشر يوماً أفاده الرحمتى .(رد المحتار على الدر المختار: ۲/۱۲۶، كتاب الصلاة، باب المسافر، ط: دار الفكر/البحر الرائق: ۲/۲۲۵-۲۳۱، باب المسافر، ط: دار الكتاب ديوبند) وذكر فى كتاب المناسك أن الحاج إذا دخل مكة فى أيام العشر ونوى الإقامة خمسة عشر يوماً أو دخل قبل أيام العشر لكن بقى إلىٰ يوم التروية أقل من خمسة عشر يوماً ==

نیت نہ کریں، پہلی ذی الحجہ کو مکہ میں پہنچیں اور ۱۳ر یا ۱۴ر ذی الحجہ کو مدینہ شریف جانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ مسافر ہیں، جن پر قربانی واجب نہیں ہے۔(۱)

واضح رہے کہ مذکور قربانی (جو کہ عید الاضحیٰ کی قربانی ہے) اپنے وطن ممبئی، سورت وغیرہ بھی کرسکتا ہے، البتہ تمتع یا قران کی جو قربانی ہے (جس کو حج کی قربانی کہتے ہیں) اس کا حرم شریف میں ہی کرنا واجب ہے،(۲) اور یہ قربانی خواہ مسافر ہو یا مقیم ہر ایک پر لازم ہے۔(۳) حج تمتع اور حج قران والی قربانی سے آپ کو شبہ ہوا کہ تمام حاجی قربانی کرتے ہیں، حالاں کہ سب پر واجب نہیں، امید ہے کہ مذکورہ تفصیل سے اشکال رفع ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۵۱۶/۴-۵۱۷)

== ونوى الإقامة لا يصح؛لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا تتحقق نية إقامته خمسة عشر يوماً فلا يصح.(بدائع الصنائع: ۹۸/۱، كتاب الصلاة، فصل بيان ما يصير المسافر به مقيما،ط: دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (وإنما تجب) التضحية دون الأضحية...(علىٰ حر) فلا تجب على العبد (مسلم) فلا تجب على الكافر (مقيم) فلا تجب على المسافر لقول على رضى الله تعالى عنه ليس علىٰ مسافر جمعة ولا أضحية... ويستوى فيه المقيم بالمصر والقوى والبوادى (موسر)؛لأن العبادة لاتجب إلا على القادر وهو الغنى دون الفقير ومقداره ما تجب فيه صدقة الفطر.(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر: ۵۱۶/۲،كتاب الأضحية،ط:دارإحياء التراث العربى/ البحرالرائق: ۱۹۷/۸،كتاب الأضحية،ط:دارالكتاب الإسلامى/بدائع الصنائع: ۶۳/۵،كتاب الأضحية،فصل فى شرائط وجوب الأضحية،ط:دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) عن جابر، قال: ثم قال النبى صلى الله عليه وسلم:قد نحرت ها هنا ومنى كلها منحر، و وقف بعرفة فقال: قد وقفت ها هنا وعرفة كلها موقف، ووقف بالمزدلفة فقال: قد وقفت ها هنا ومزدلفة كلها موقف.(سنن أبى داؤد: ۲۴۶/۱،رقم الحديث: ۱۹۰۷،كتاب المناسك،باب صفة حجة النبى صلى الله عليه وسلم،ط:ديوبند)

قال:(ولا يجوز ذبح الهدايا إلا فى الحرم) لقوله تعالى فى جزاء الصيد:﴿هَدْياً بٰلِغَ الْكَعْبَةِ﴾(المائدة: ۹۵) فصار أصلاً فى كل دم هو كفارة ولأن الهدى اسم لما يهدى إلى مكان ومكانه الحرم قال عليه الصلاة والسلام:منى كلها منحر وفجاج مكة كلها منحر.(الهداية فى شرح بداية المبتدى: ۱۸۱/۱،كتاب الحج، باب الهدى،دارإحياء التراث العربى بيروت/البحر الرائق: ۱۲۸/۳، كتاب الحج، باب الهدى،زكريا ديوبند/ غنية الناسك فى بغية المناسك، ص: ۳۳۸،فصل فى شرائط كفاراتها الثلاث، مطلب فى شرائط جواز الدم،مكتبه يادگار شيخ، سهارن پور)

(۳) ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ﴾(سورة البقرة: ۱۹۶)اتفق العلماء علىٰ أن المتمتع والقارن يلزمهما إذا أحرما بالحج و العمرة فى أشهرالحج فى عام واحد الهدى ... و دم القران و التمتع دم شكر لقوله تعالى:فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ.(الفقه الإسلامى وأدلته: ۲۶۲/۳، الباب الخامس: باب الحج و العمرة، المبحث الثامن: ثالثا كيفية القران، ط: الهدى انٹرنيشنل،ديوبند)

(يجب)أى إجماعاً(على القارن والمتمتع هدى) شكرا لما وفقه الله تبارك وتعالىٰ للجمع بين النسكين فى أشهرالحج بسفر واحد .(المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط،ص: ۳۶۸، باب القران،فصل فى هدى القارن و المتمتع،ط:المكتبة الإمدادية مكة المكرمة)

قانونی مجبوری کی وجہ سے سفرِ حج کے لیے اصل نام بدل کر پاسپورٹ بنوانا:

سوال: ایک شخص حج کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے؛ لیکن اُس کے لیے پاسپورٹ بنوانے میں کچھ قانونی پریشانیاں حائل ہیں، جن کے پیش نظر وہ شخص اپنا اصل نام بدل کر پاسپورٹ بنوا کر حج میں جانے کا رادہ رکھتا ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ جائز ہے، یا نہیں؟ مثلاً اصل نام اسماعیل ہے اور وہ اُسے بدل کر محمد اسماعیل کر دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حج فرض ہو اور حکومت کی قانونی دشواری ایسی ہو کہ نام بدلنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ ہو تو نام اِس طرح بدلا جائے کہ وہ جھوٹ شمار نہ ہو، مثلاً: اسماعیل کی جگہ محمد اسماعیل کر دے، (جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے) تو گنجائش ہے، یا نام کی جگہ کنیت استعمال کرے، مثلاً مذکور شخص کے لڑکے کا نام ابراہیم ہے تو یہ شخص اپنا نام ابو ابراہیم لکھوا کر پاسپورٹ بنائے، اس (عمل) کا شمار جھوٹ میں نہیں ہوگا اور حج فرض بھی ادا ہو جائے گا۔(۱) **فقط واللہ اعلم بالصواب**

(فتاویٰ فلاحیہ:۴/۵۱۹-۵۲۰)

قارن اور مفرد کا، اپنے ساتھی کے کپڑے دھونا:

سوال: قارن، یا مفرد اپنے کسی بیمار اور معذور ساتھی کے کپڑے دھو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

محرم کے لیے سفر کے بیمار اور کمزور رفقا کے کپڑے دھونا جائز ہے۔(۲) **فقط واللہ اعلم بالصواب** (فتاویٰ فلاحیہ:۴/۵۲۰)

نفلی حج کرنے والے کو رقم دینا بہتر ہے، یا صدقہ وخیرات کرنا:

سوال: ایک شخص غریب ہے، زکوۃ کا مستحق ہے، اس کو ایک صاحبِ مال اپنے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے لے

(۱) قاعدة:الضرورات تبيح المحظورات (شن)(قواعد الفقه،ص: ۸۹،رقم: ۱۷۰،ط:الصدف ببلشرز كراتشی/ شرح القواعد الفقهية لأحمد بن الشيخ محمد الزرقا،ص:۱۸۵،القاعدة العشرون،،ط:دار القلم دمشق/سوريا)

قال ابن عابدين:(قوله:ويورى) التورية أن يظهر خلاف ما أضمر في قلبه إتقاني.قال في العناية فجاز أن يراد بها هنا اطمئنان القلب وأن يراد الإتيان بلفظ يحتمل معنيين اه وفيه أنه قد يكره على السجود للصنم أوالصليب ولا لفظ فالظاهر أنها إضمار خلاف ما أظهرمن قول أو فعل؛لأنها بمعنى الإخفاء فهي من عمل القلب تأمل (قوله: ثم إن ورى لا يكفر) كما إذا أكره على السجود للصليب أوسب محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ففعل وقال نويت به الصلاة لله تعالىٰ،ومحمدا آخرغيرالنبي .(رد المحتار على الدر المختار: ۶/۱۳۴،كتاب الإكراه، ط:دار الفكر بيروت/ العنايةشرح الهداية:۹/۲۴۱،كتاب الإكراه،فصل من أكره علىٰ أن يأكل الميتة، ط:دار الفكربيروت)

(۲) ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى.وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ.اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾(سورةالمائدة:۲)

جانا چاہتے ہیں، غریب (جس پر حج فرض نہیں ہے) کو حج کے لیے لے جانے میں ۳۵ سے ۴۰/ ہزار کا خرچ ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اتنے روپئے کسی غریب، یتیم کی شادی میں، یا کسی کے قرض کی ادائیگی میں، یا مساجد ومدارس میں دینا زیادہ بہتر ہے، یا غریب کو حج کروانا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حج نفل میں لے جانے کے مقابلے میں اتنی رقم کسی غریب، بیوہ، یتیم، سخت حاجت مند کی ضرورت میں خرچ کرنا افضل ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۴/۵۲۰-۵۲۱)

حج کرنے والے کو حاجی کہنا کیسا ہے:

سوال: بکر حج بیت اللہ کر کے آیا ہے، لہٰذا زید بکر کو حاجی صاحب کہہ کر پکارتا ہے تو بکر کہتا ہے کہ مجھے حاجی صاحب مت کہو، میرا نام لے کر پکارو تو مجھے خوشی ہوگی۔

---

(۱) اصل مسئلہ یہ ہے کہ ضرورت کا لحاظ کیا جائے گا، جس مد میں خرچ کی ضرورت زیادہ ہو، اس مد میں خرچ کرنا زیادہ افضل ہے، دوسرے کو حج نفل کرانے کے مقابلے میں بیوہ، یتیم اور مسکین وحاجب مند کی ضروت پوری کرنا یقیناً زیادہ اہم ہے؛ اس لیے حضرت مفتی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ان افراد کی ضرورت پوری کرنا زیادہ افضل ہے، پوری تفصیل درج ذیل عبارت میں ملاحظہ فرمائیں:

بناء الرباط أفضل من حج النفل،واختلف في الصدقة ورجح في البزازية أفضلية الحج لمشقته في المال والبدن جميعا،قال:وبه أفتٰى أبو حنيفة حين حج وعرف المشقة.(الدرالمختار)

قال ابن عابدين: (قوله ورجح في البزازية أفضلية الحج) حيث قال: الصدقة أفضل من الحج تطوعاً، كذا روى عن الإمام لكنه لما حج وعرف المشقة أفتٰى بأن الحج أفضل، ومراده أنه لو حج نفلا وأنفق ألفاً فلوتصدق بهٰذه الألف على المحاويج فهو أفضل لا أن يكون صدقة فليس أفضل من إنفاق ألف في سبيل الله تعالىٰ،والمشقة في الحج لما كانت عائدة إلى المال والبدن جميعا فضل في المختار على الصدقة،آه.

قال الرحمتي:والحق التفصيل، فما كانت الحاجة فيه أكثروالمنفعة فيه أشمل فهوالأفضل كما ورد "حجة أفضل من عشرغزوات" وورد عكسه فيحمل علىٰ ما كان أنفع،فإذا كان أشجع وأنفع في الحرب فجهاده أفضل من حجه،أوبالعكس فحجه أفضل،وكذا بناء الرباط إن كان محتاجا إليه كان أفضل من الصدقة وحج النفل وإذا كان الفقير مضطرا أومن أهل الصلاح أومن آل بيت النبي صلى الله عليه وسلم فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط. كما حكى في المسامرات عن رجل أراد الحج فحمل ألف دينار يتأهب بها فجائته امرأة في الطريق وقالت له إني من آل بيت النبي صلى الله عليه وسلم وبي ضرورة فأفرغ لها ما معه، فلما رجع حجاج بلده صاركلما لقى رجلا منهم يقول له تقبل الله منك،فتعجب من قولهم، فرأى النبي صلى الله عليه وسلم في نومه وقال له: تعجبت من قولهم تقبل الله منك؟قال نعم يا رسول الله؛قال: إن الله خلق ملكا علىٰ صورتك حج عنك؛وهو يحج عنك إلىٰ يوم القيامة بإكرامك لامرأة مضطرة من آل بيتي؛فانظرإلىٰ هٰذا الإكرام الذي ناله لم ينله بحجات ولا ببناء ربط .(رد المحتارعلى الدر المختار: ٦٢١/٢،كتاب الحج، فروع في الحج، مطلب في تفضيل الحج على الصدقة،دار الفكر بيروت/منحة الخالق على البحر الرائق: ٣٣٤/٢،واجبات الحج،دار الكتاب الإسلامي)

سوال یہ کہ حاجی صاحب کہنا کیسا ہے؟ کیوں کہ اتباع سنت کے مطابق دیکھا جائے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے نام سے پہلے یہ لفظ دیکھنے، یا سننے میں نہیں آیا۔اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حاجی صاحب کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر ''بکر'' تواضع کی وجہ سے حاجی صاحب کہنے سے منع کرتا ہے تو ٹھیک ہے، اگر یوں سمجھ کر منع کرتا ہے کہ جائز نہیں تو ایسا سمجھنا درست نہیں ہے۔

''حج'' اللہ رب العزت کی ایک بڑی نعمت ہے، ہر ایک کو نہیں ملتی، اگر کسی کو ملی ہے اور دوسرے لوگ عزت واکرام کی وجہ سے حاجی صاحب کہہ کر پکارتے ہیں تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ مولانا وغیرہ کہہ کر عزت دی جاتی ہے۔

صحابہؓ کی نیکیاں اور دوسرے کمالات ایسے تھے کہ ان کے لیے حج بڑے اہم کاموں میں شمار کیے جانے کے لائق نہیں تھا، لہٰذا انہیں حاجی کہہ کر بلانے کی ضرورت نہیں تھی، اسی طرح آج کل جن لوگوں کو حج کرنے میں کوئی قربانی دینی نہیں پڑتی، ان کو بھی ایسا لقب نہیں دیا جاتا، مثلاً: آج کل جو لوگ مکہ مکرمہ میں ہی رہتے ہیں تو حج وطواف وغیرہ ان کے لیے ایسا ہی ہے، جیسا کہ نماز وروزہ کی عبادت؛ لیکن جو لوگ دور دراز ملک سے حج کرنے کے لیے جاتے ہیں، ان کی قربانی ہمہ جہت ہے کہ مال اور وقت قربانی کے ساتھ سفر کی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑتی ہے؛ اس لیے انہیں حاجی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ہاں خود اپنے آپ کو حاجی نہ کہنا چاہیے؛ کیوں کہ اس میں ایک طرح سے نیکی کی تشہیر ہے، جس میں ریاکاری کا قوی اندیشہ ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۴/۵۲۱-۵۲۲)

حج کا فلسفہ، بھابھی کو حج پر لے جانا:

سوال: امسال میرا حج کا ارادہ ہے، (ان شاء اللہ) میرے ساتھ میری بیوی، والدہ اور میرے مرحوم بھائی کی

---

(۱) ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَoالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَoالَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۤئُوْنَoوَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾(الماعون: ٤-٧)

﴿الَّذِينَ هُمْ يُرَاؤُنَ﴾الناس فيعملون حيث يروا الناس،ويرونهم طلبا للثناء عليهم.(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظيم والسبع المثانی:١٥/٤٧٥،سورة الماعون،،ط: دارالكتب العلمية بيروت)

عن سلمة، قال: سمعت جندبا، يقول: قال النبی صلى الله عليه وسلم، ولم أسمع أحداً يقول قال النبی صلى الله عليه وسلم غيره،فدنوت منه،فسمعته يقول: قال النبی صلى الله عليه و سلم:من سمع سمع الله به،ومن يرائی يرائی الله به.(صحيح البخاری: ٢/٩٦٢،رقم الحديث:٦٤٩٩،كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، ط: ديوبند/ الصحيح لمسلم: ٢/٤٢١،رقم الحديث:٤٨ (٢٩٨٧)، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء، ط: ديوبند)

(قال: قال النبی صلى الله تعالى عليه وسلم: من سمع) بتشديد الميم،أی:من عمل عملا للسمعة بأن نواه بعمله وشهره ليسمع الناس به ويمتدحوه (سمع الله به) بتشديد الميم أيضاً،أی:شهره الله بين أهل العرصات وفضحه علٰى رئوس الأشهاد.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ٨/٣٣٣٢،رقم:٥٣١٦،كتاب الآداب، باب الرياء والسمعة، ط:دارالفكر بيروت)

بیوہ یعنی میری بھابھی جانے والی ہے۔ میری بھابھی کی تین لڑکیاں ہیں اور تینوں کی شادی ہوچکی ہے، کوئی لڑکا نہیں ہے، میری بھابھی کا ایک بھائی ہے، جس کا اس سال حج کرنے کا ارادہ نہیں ہے، ہمارا یہ نفلی حج ہوگا۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ میں اپنی بھابھی، بیوی اور ماں کو لے کر حج کے لیے جاسکتا ہوں، یا نہیں؟

میرا فیملی کے ساتھ بار بار نفلی حج کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حج فرض ہو یا نفل، عظیم عبادت ہے اور عبادت میں جان اسی وقت پیدا ہوگی، جب کہ اسے اس کی شرطوں کے مطابق ادا کیا جائے، آپ، اپنی بھابھی کے لیے غیر محرم ہیں؛ اس لیے ان کا، آپ کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے، واضح رہے کہ حج فرض میں جب اس کی اجازت نہیں ہے تو حج نفل میں بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی۔ الغرض، آپ کا اپنی بھابھی کو ساتھ لے جانا جائز نہیں ہے۔(۱)

اب میں آپ کا دھیان ایک اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں:

آپ چار، یا پانچ آدمی نفل حج کے لیے جائیں گے، جس میں سوا لاکھ روپئے خرچ ہوں گے اور امید ہے کہ ثواب انگنت ملے گا؛ لیکن ایک مسلمان جب کوئی نفلی عبادت کرے تو اسے سوچنا چاہیے کہ میں اپنی رقم کس مد و مصرف میں صرف کروں گا تو مجھے زیادہ سے زیادہ ثواب ملے گا؟

بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مجھے کوئی کام ایسا بتائیں، جس کا ثواب زیادہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔(۲)

اسی سوال کا کسی دوسرے کو جواب دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، چاہے آپ اسے پہچانتے ہوں، یا نہ پہچانتے ہوں۔(۳)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما: أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لا تسافر المرأۃ ثلاثۃ أیام إلا مع ذی محرم. (صحیح البخاری: ۱۴۷/۱، رقم الحدیث: ۱۰۸۶، کتاب الجمعۃ، أبواب تقصیر الصلاۃ، باب: فی کم یقصر الصلاۃ، ط: دیوبند/الصحیح لمسلم: ۴۳۳/۱، رقم الحدیث: ۴۱۳ (۱۳۳۸)، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم إلیٰ حج وغیرہ، ط: دیوبند)

(۲) عن أبی بردۃ وعن أبی موسی رضی اللّٰہ عنہما، قالا: قالوا یا رسول اللّٰہ، أی الإسلام أفضل؟ قال: من سلم المسلمون من لسانہ، ویدہ. (صحیح البخاری: ۶/۱، رقم الحدیث: ۱۱، کتاب الإیمان، باب: أی الإسلام أفضل؟، دیوبند/ الصحیح لمسلم: ۴۸/۱، رقم الحدیث: ۶۶ (۴۲)، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام، وأی أمورہ أفضل، دیوبند)

(۳) عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہما، أن رجلاً سأل النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم: أی الإسلام خیر؟ قال: تطعم الطعام، وتقرأ السلام علیٰ من عرفت ومن لم تعرف. (صحیح البخاری: ۶/۱، رقم الحدیث: ۱۲، کتاب الإیمان، باب: إطعام الطعام من الإسلام، ط: دیوبند/الصحیح لمسلم: ۴۸/۱، رقم الحدیث: ۶۳ (۳۹)، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام، وأی أمورہ أفضل، ط: دیوبند)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کو تو یہ جواب دیا کہ کسی کو تکلیف مت پہنچاؤ اور اسی طرح کا سوال کرنے والے دوسرے سائل کو جواب دیا کہ غریبوں کو کھانا کھلانا زیادہ ثواب کا کام ہے۔ یہ دونوں جواب الگ الگ کیوں ہیں؟ اس کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں، بہتر جواب یہ ہے کہ جب صحابہ کرام کی تنگ دستی کا زمانہ تھا، رہائش، کپڑے اور کھانے پینے کے سلسلے میں بڑی تنگی تھی اور اکثر صحابہ اس سلسلے میں تکلیف اور سامنا کرتے رہتے تھے تو ایسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ اور ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرو۔

جب تنگ دستی ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے وسعت وفراخی سے نوازا تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان یا ہاتھ سے کسی کو تکلیف اور ایذا مت پہنچاؤ۔

خلاصہ یہ ہے کہ حال کے تقاضے کے مطابق مال خرچ کرنا چاہیے؛ تا کہ زیادہ سے زیادہ اجر وثواب مل سکے۔ موجودہ زمانے میں بہ کثرت نفلی حج کرنے والے سوچیں کہ قوم کے لاکھوں بچے مساجد، مدارس اور دین سے کافی دور ہیں، لاکھوں نوجوان تعلیم کے فقدان کی وجہ سے دین اور شعار دین سے نکل رہے ہیں، جھونپڑ پٹی اور بنجر علاقوں میں رہنے والوں کی اولاد کو کوئی کلمہ پڑھانے والا نہیں ہے، اگر نفلی حج پر خرچ کی جانے والی رقم سے دو چھوٹے دینی مدرسے بن جائیں گے تو حالات کے تقاضے کے مطابق اور زیادہ ثواب ملے گا۔ (ان شاء اللہ) (۱)

---

(۱) (قوله ورجح في البزازية أفضلية الحج) حيث قال: الصدقة أفضل من الحج تطوعاً، كذا روى عن الإمام لكنه لما حج، وعرف المشقة، أفتىٰ بأن الحج أفضل، ومراده أنه لو حج نفلا وأنفق ألفاً، فلو تصدق بهٰذه الألف على المحاويج فهو أفضل، لا أن يكون صدقة فليس أفضل من إنفاق ألف في سبيل اللّٰه تعالىٰ، والمشقة في الحج لما كانت عائدة إلى المال والبدن جميعاً فضل في المختار على الصدقة، آه.

قال الرحمتي: والحق التفصيل، فما كانت الحاجة فيه أكثر والمنفعة فيه أشمل فهو الأفضل كما ورد "حجة أفضل من عشر غزوات" وورد عكسه، فيحمل على ما كان أنفع، فإذا كان أشجع وأنفع في الحرب، فجهاده أفضل من حجه، أو بالعكس فحجه أفضل، وكذا بناء الرباط إن كان محتاجا إليه كان أفضل من الصدقة وحج النفل، وإذا كان الفقير مضطراً أو من أهل الصلاح أو من آل بيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمرات وبناء ربط، كما حكى في المسامرات عن رجل أراد الحج فحمل ألف دينار يتأهب بها، فجائته امرأة في الطريق، وقالت له: إني من آل بيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وبي ضرورة فأفرغ لها ما معه، فلما رجع حجاج بلده صار كلما لقي رجلاً منهم يقول له تقبل اللّٰه منك، فتعجب من قولهم، فرأى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في نومه، وقال له: تعجبت من قولهم تقبل اللّٰه منك؟ قال: نعم يا رسول اللّٰه؛ قال: إن اللّٰه خلق ملكا علىٰ صورتك حج عنك؛ وهو يحج عنك إلىٰ يوم القيامة بإكرامك لامرأة مضطرة من آل بيتي؛ فانظر إلىٰ هٰذا الإكرام الذي ناله لم ينله بحجات ولا ببناء ربط. (رد المحتار على الدر المختار: ۶۲۱/۲، كتاب الحج، فروع في الحج، مطلب في تفضيل الحج على الصدقة، ط: دار الفكر بيروت)

وعند الشافعية أن الحج لا يوصف بالنفلية بل المرة الأولىٰ فرض عين وما زاد ففرض كفاية؛ لأن من فروض الكفاية أن يحج البيت كل عام ولم أره لأئمتنا بل صرحوا بالنفلية، فقالوا: حج النفل أفضل من الصدقة. (البحر الرائق)==

ہاں اگر اللہ کا کوئی نیک بندہ اس نیت سے نفلی حج کرے کہ میں عربستان کے ان لوگوں کو صحیح باتیں بتاؤں گا اور دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت کروں گا، جو یہود ونصاریٰ کے رنگ میں رنگ چکے ہیں اور اپنی تہذیب وکلچر کو چھوڑ کر ان کی تہذیب اور کلچر اپنا چکے ہیں اور دین اور شعار دین سے کوسوں دور ہیں تو اس میں زیادہ ثواب ملے گا۔

حج کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں سے سمجھ دار، ہوش منداور باشعور افراد آ کر یکجا ہوں اور اپنے خطے کے دینی احوال وکوائف سے امت کو واقف کرائیں؛ تا کہ وہ جان لیں کہ ہم ایک دوسروں کے لیے دینی اور دنیوی اعتبار سے کتنے اور کس طرح مددگار ہو سکتے ہیں، ملی مفاد کے لیے کیسی اسکیمیں کارگر ہوں گی، اور کس طرح کے نئے پروگرام بنانے میں امت کا مفاد ہے۔ کاش حج کرنے والا طبقہ اس جانب اپنی توجہ مبذول کرتا، اس کے بجائے یہ ہو رہا ہے کہ آج کل مسلمانوں نے نفلی حج کو سیر وتفریح کا ذریعہ بنا لیا ہے، اللہ تعالیٰ صحیح سوچ عطا فرمائے۔(۱) امید ہے کہ آپ اس بارے میں غور فرمائیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ:۵۲۵/۴-۵۲۹)

نفل حج ادا کرنا افضل ہے، یا دینی اُمور میں رقم خرچ کرنا:

سوال: کچھ لوگ ہر سال حج کے لیے جاتے ہیں، دریافت یہ کرنا ہے کہ حج نفل ادا کرنا زیادہ افضل ہے، یا حج نفل کے بجائے مکاتب، مدارس کی امداد اور دینی کتابیں چھپوا کر دینی امور میں رقم خرچ کرنا افضل ہے؟

== قال ابن عابدين:(قوله: فقالوا حج النفل أفضل من الصدقة) قال الرملي: قال المرحوم الشيخ عبد الرحمن العمادي مفتي الشام في مناسكه:وإذا حج حجة الإسلام فصدقة التطوع بعد ذلك أفضل من حج التطوع عند محمد،والحج أفضل عند أبي يوسف،وكان أبوحنيفة رحمه الله يقول بقول محمد،فلما حج ورأى ما فيه من أنواع المشقات الموجبة لتضاعف الحسنات رجع إلىٰ قول أبي يوسف اه.

قلت: قد يقال إن صدقة التطوع في زماننا أفضل؛لما يلزم الحاج غالبا من ارتكاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس بالصدقات وتركهم الفقراء و الأيتام في حسرات،ولا سيما في أيام الغلاء وضيق الأوقات وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات... ثم رأيت في متفرقات اللباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه،وقال شارحه القاري أي علىٰ ما هو المختار كما في التجنيس ومنية المفتي وغيرهما،ولعل تلك الصدقة محمولة علىٰ إعطاء الفقير الموصوف بغاية الفاقة أو فى حال المجاعة،وإلا فالحج مشتمل على النفقة؛ بل وزاد إن الدرهم الذي ينفق في الحج بسبعمائة إلخ، قلت: قد يقال ما ورد محمول على الحج الفرض علىٰ أنه لا مانع من كون الصدقة للمحتاج أعظم أجراً من سبعمائة. (منحة الخالق على البحر الرائق: ۳۳٤/۲، كتاب الحج، واجبات الحج،دار الكتاب الإسلامي/المحيط البرهاني: ٤٩٥/۲ ، كتاب المناسك،الفصل العشرون في المتفرقات،دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) المصالح المرعية في الحج أمور:منها تعظيم البيت،فإنه من شعائر الله،وتعظيمه هوتعظيم الله تعالىٰ،ومنها تحقيق معنى العرضة،فإن لكل دولة أوملة اجتماعاً يتوارده الاقاصي والأداني ليعرف فيه بعضهم بعضا، ويستفيدوا أحكام الملة، ويعظموا شعائرها،والحج عرضة المسلمين وظهور شوكتهم واجتماع جنودهم وتنويه ملتهم،وهو قول الله تعالىٰ:﴿وإذا جعلنا البيت مثابة للناس وأمنا﴾(حجة الله البالغة: ۸۷/۲،من أبواب الحج،دارالجيل بيروت لبنان)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مسلمانوں کا جان ومال اللہ کے راستہ میں خرچ ہونا چاہیے اور وہ راستے اور راہیں مختلف ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تفصیل سے رہنمائی فرمائی ہے کہ انسان کو اپنی انمول جان اور بیش قیمت مال کہاں کہاں خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے رہنما اصول کی روشنی میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ فرض حج ادا کر لینے کے بعد، نفلی حج میں جانے کے مقابلے میں موجودہ زمانہ میں، ان دینی امور میں مال خرچ کرنا زیادہ ثواب رکھتا ہے، جن سے لوگ بڑا فائدہ اٹھاتے ہیں۔(۱)

عمدۃ القاری، شرحِ بخاری شریف میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے فرض حج ادا نہ کیا ہو، اُس کے لیے چالیس جہاد میں شریک ہونے سے افضل، فرض حج ادا کرنا ہے اور جس نے فرض حج ادا کر لیا ہو تو اُس کے لیے جہاد میں جانا چالیس حج ادا کرنے سے افضل ہے۔ (جلد:۱/۱۸۹)(۲)

اِسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام میں کون سا کام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں۔ (بخاری شریف:۱/۶)(۳)

---

(۱) قلت: قد يقال إن صدقة التطوع في زماننا أفضل؛لما يلزم الحاج غالباً من ارتكاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس بالصدقات وتركهم الفقراء و الأيتام في حسرات،ولا سيما في أيام الغلاء وضيق الأوقات وبتعدي النفع تتضاعف الحسنات ... ثم رأيت في متفرقات اللباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه، وقال شارحه القاري أي علىٰ ما هو المختار كما في التجنيس ومنية المفتي وغيرهما،ولعل تلك الصدقة محمولة علىٰ إعطاء الفقير الموصوف بغاية الفاقة أو فىٰ حال المجاعة،وإلا فالحج مشتمل على النفقة؛بل وزاد إن الدرهم الذي ينفق في الحج بسبعمائة إلخ، قلت: قد يقال ما ورد محمول على الحج الفرض علىٰ أنه لا مانع من كون الصدقة للمحتاج أعظم أجراً من سبعمائة.(منحة الخالق على البحر الرائق: ٣٣٤/٢، كتاب الحج، واجبات الحج،دارالكتاب الإسلامي/المحيط البرهاني:٤٩٥/٢ ،كتاب المناسك،الفصل العشرون في المتفرقات،دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) روى أنه،عليه السلام، قال: حجة لمن يحج أفضل من أربعين غزوة،وغزوة لمن حج أفضل من أربعين حجة.(عمدة القاري شرح صحيح البخاري:١٨٩/١،باب من قال: إن الإيمان هو العمل،دارإحياء التراث العربي بيروت)

عن مكحول، أنه كان يحدثهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال:حجة لمن لم يحج خير له من عشر غزوات أو تسع غزوات، وغزوة بعد حجة خير من عشر حجات أو تسع.(مراسيل أبي داود،ص: ٣٣٢،رقم الحديث:٣٠٣،باب في فضل الجهاد،ط:مؤسسة الرسالة بيروت)

عن مكحول،قال: أكثر المستأذنون إلى الحج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم غزوة تبوك،فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:غزوة لمن قد حج أفضل من أربعين حجة.(المصدرالسابق،رقم الحديث: ٣٠٤)

(۳) عن أبي بردة وعن أبي موسى رضي الله عنهما قال: قالوا: يا رسول الله ! أي الإسلام أفضل ؟ قال:من سلم المسلمون من لسانه،ويده.(صحيح البخاري: ٦/١، رقم الحديث: ١١،باب:أي الإسلام أفضل؟ديوبند/ الصحيح لمسلم: ٤٨/١،رقم الحديث: ٦٦ (٤٢)،باب بيان تفاضل الإسلام،وأي أموره أفضل، ط: ديوبند)

اور دوسری روایت میں اِس طرح کے اور ایک صحابیؓ کے سوال کے جواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ، اور ہر مسلمان کو سلام کرو، خواہ اُسے پہچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں۔ (بخاری: ۶/۱) (۱)

علماءِ محدثین نے اِن دونوں حدیثوں کے ضمن میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صحابیؓ کے ایک ہی طرح کے سوال کے جواب الگ الگ کیوں دیے؟ محدثین کرام نے مختلف توجیہات کی ہیں، اِمام نوویؒ شارح مسلم شریف، جلد: ۱، صفحہ: ۶۳ میں اور علامہ عینیؒ شارح بخاری شریف جلد: ۱، صفحہ: ۱۸۹ میں لکھتے ہیں:

(۱)　سائل کے بدل جانے کی وجہ سے جواب بدل گیا، کہ سائل میں جو ضرورت نظر آئی، اُس کے مطابق جواب دیا گیا۔ (۲)

(۲)　مجلس میں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اُن کی دینی ضرورت کے مطابق جواب دیا گیا۔ (۳)

(۳)　جس کام میں نفع زیادہ ہو وہ کام افضل ہوگا، جیسے کہ جہاد کا نفع عام مخلوق کو ہوتا ہے اور حج کا فائدہ حاجی کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ (۴)

(۴)　زمانہ اور وقت کے اعتبار سے الگ الگ جواب دیا، جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو تنگی اور فقر کا وقت تھا، مہاجرین کی مالی حالت کمزور تھی؛ اِس لیے اُس وقت کھانا کھلانے کو افضل فرمایا اور جن کو کھانا کھلائے، اُس کے ساتھ محبت کا سلوک کرے، اُس کو ذلیل ورسوانہ کرنے کا حکم فرمایا اور جب وسعت وفراخی کے دروازے کھل گئے، ہر شخص کے پاس مالی فراوانی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مال چوں کہ تمام خرابیوں کی اصل ہے؛ اِس لیے فرمایا کہ اپنی زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو تکلیف دینے سے بچتے رہو۔ (۵)

---

(۱)　عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنهما، أن رجلاً سأل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: أی الإسلام خیر؟ قال: تطعم الطعام، وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف. (صحیح البخاری: ۶/۱، رقم الحدیث: ۱۲، کتاب الإیمان، باب: إطعام الطعام من الإسلام، ط: دیوبند/ الصحیح لمسلم: ۴۸/۱، رقم الحدیث: ۶۳ (۳۹)، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام، وأی أموره أفضل، ط: دیوبند)

(۲)　قلت: الحاصل أن اختلاف الأجوبة، فی هٰذه الأحادیث لاختلاف الأحوال. (عمدة القاری: ۱۸۹/۱، کتاب الإیمان، باب من قال: إن الإیمان هو العمل، ط: دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳)　أجاب القاضی عیاض، فقال: اعلم کل قوم بما لهم إلیه حاجة، وترک ما لم تدعهم إلیه حاجة، أو ترک ما تقدم علم السائل إلیه أو علمه بما لم یکمله من دعائم الإسلام ولا بلغه عمله. (المصدر السابق/ شرح النووی علی مسلم: ۷۷/۲، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللّٰه تعالٰی أفضل الأعمال، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۴)　فالجهاد أولٰی بالتحریض والتقدیم من الحج لما فی الجهاد من المصلحة العامة للمسلمین مع أنه متعین متضیق فی هٰذا الحال بخلاف الحج واللّٰه أعلم. (شرح النووی علٰی مسلم: ۷۷/۲، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللّٰه تعالٰی أفضل الأعمال، ط: دار إحیاء التراث العربی بیروت/ عمدة القاری: ۱۸۹/۱، کتاب الإیمان)

(۵)　قلت: الحاصل إن اختلاف الأجوبة، فی هٰذه الأحادیث لاختلاف الأحوال، ولهٰذا سقط ذکر الصلاة والزکاة والصیام فی هٰذا الحدیث المذکور فی هٰذا الباب، ولا شک أن الثلاث مقدمات علی الحج والجهاد،　==

اِسی طرح نفل حج ادا کرنا کارِثواب ہے، لیکن جاہل اوران پڑھ لوگ حرمین شریفین جا کرلوگوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا اُن کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے مال کو مکاتب، مدارس اور تبلیغی کاموں میں خرچ کر کے جوطلباء اُس سے تعلیم حاصل کریں گے وہ حرمین شریفین کی خدمت کرنے والے اور آباد کرنے والے بنیں گے، اِس زمانہ میں مکاتب، مدارس اورخانقاہیں ویران ہورہی ہیں اور اِن مصارف میں مال خرچ کرنے والے آئے دِن کم ہورہے ہیں، البتہ جو علماءِ کرام نفل حج میں جا کر دنیوی لوگوں سے مل کر اُن تک دینی علوم واحکام پہنچانے کے اِرادے سے نفل حج میں جائیں، تو اُن کا نفل حج ادا کرنا افضل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۵۲۹/۴-۵۳۳)

حجرِاسودکون بادشاہ اپنے ساتھ مکہ مکرمہ سے لے گیا تھا:

سوال: ایسا سنا ہے کہ حجرِاسود کبھی ٹوٹ گیا تھا، تین ٹکڑے ہوگئے تھے، ایک بادشاہ نے چاندی کے ذریعہ سے جوڑ دیا تھا، کس کے زمانہ میں ایسا ہوا تھا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

حجرِاسودکوقرامطہ (نامی بادشاہ) ۳۱۷ھ میں اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے اورٹھیک بائیس سال کے بعد ۳۳۹ھ

== ويقال: إنه قد يقال: خير الأشياء كذا، ولا يراد أنه خيرمن جميع الوجوه في جميع الأحوال والاشخاص، بل في حال دون حال، فإن قيل: كيف قدم الجهاد على الحج، مع أن الحج من أركان الإسلام، والجهاد فرض كفاية؟ يقال: إنما قدمه للاحتياج إليه أول الإسلام، ومحاربة الأعداء، ويقال: إن الجهاد قد يتعين كسائر فروض الكفاية، وإذا لم يتعين لم يقع الا فرض كفاية، وأما الحج فالواجب منه حجة واحدة، وما زاد نفل فإن قابلت واجب الحج بمتعين الجهاد، كان الجهاد أفضل لهٰذا الحديث، ولأنه شارك الحج في الفرضية، وزاد بكونه نفعاً متعديا إلٰى سائر الأمة، وبكونه ذبا عن بيضة الإسلام. (عمدة القاري: ۱۸۹/۱، كتاب الإيمان، باب من قال: إن الإيمان هو العمل.... ط: دار إحياء التراث العربي)

(قوله ورجح في البزازية أفضلية الحج) حيث قال: الصدقة أفضل من الحج تطوعاً، كذا روى عن الإمام لٰكنه لما حج، وعرف المشقة، أفتٰى بأن الحج أفضل، ومراده أنه لو حج نفلاً وأنفق ألفاً، فلو تصدق بهٰذه الألف على المحاويج فهو أفضل، لا أن يكون صدقة فليس أفضل من إنفاق ألف في سبيل اللّٰه تعالٰى، والمشقة في الحج لما كانت عائدة إلى المال والبدن جميعا فضل في المختار على الصدقة، آه.

قال الرحمتي: والحق التفصيل، فما كانت الحاجة فيه أكثر والمنفعة فيه أشمل فهو الأفضل كما ورد ”حجة أفضل من عشر غزوات“ وورد عكسه، فيحمل علٰى ما كان أنفع، فإذا كان أشجع وأنفع في الحرب، فجهاده أفضل من حجه، أو بالعكس فحجه أفضل، وكذا بناء الرباط إن كان محتاجا إليه كان أفضل من الصدقة وحج النفل، وإذا كان الفقير مضطراً أومن أهل الصلاح أومن آل بيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط. (رد المحتار على الدر المختار: ۶۲۱/۲، كتاب الحج، فروع في الحج، مطلب في تفضيل الحج على الصدقة، ط: دار الفكر بيروت)

میں واپس کیا۔ (۱) ممکن ہے اس وقت حجر اسود کو کوئی نقصان پہنچا ہو، تاریخ میں اس واقعہ پر نقصان کا ذکر نہیں ہے۔ بہر حال اگر ایسا ہوا تو بعید از قیاس نہیں ہے؛ لیکن ٹوٹنا محقق نہیں ہے۔ (۲) فقط، واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۵۳۳/۴)

زم زم کا پانی پینے کا طریقہ:

سوال: زم زم کا پانی پینے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زم زم کا پانی کھڑے ہو کر قبلہ رخ کر کے پیٹ بھر کر چند سانسوں میں پینا چاہیے، اگر ممکن ہو تو اپنے بدن چہرے اور سر پر بھی بہانا چاہیے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ فلاحیہ: ۵۳۴/۴)

---

(۱) سنة تسع وثلاثين وثلاثمائة فى هٰذه السنة،رد القرامطة الحجر الأسود الى مكة، وكان بجكم قد بذل لهم ان ردوه خمسين ألف دينار،فلم يجيبوه،وكان بين قلعه ورده اثنتان وعشرون سنه.(تاريخ الطبرى، تاريخ الرسل والملوك: ۳۷۱/۱۱،سنه تسع وثلاثين وثلاثمائة،ط: دار التراث بيروت)

(۲) قال الذهبى: فى العبر فى سنة ثلاث عشرة وأربعمائة: تقدم بعض الباطنية من البصريين فضرب الحجر الأسود بدبوس فقتلوه فى الحال، قال محمد بن على بن عبد الرحمن العلوى:قام فضرب الحجر ثلاث ضربات قال: إلٰى متٰى يعبد الحجر؟ولا محمد ولا على فيمنعنى محمد مما أفعله ،فإني اليوم أهدم هٰذا البيت،فالتفاه أكثر الحاضرين وكان أن يفلت،وكان أحمر أشقر جسيماً طويلا وكان على باب المسجد عشرة فوارس ينصرونه فاحتسب رجل ووجائه بخنجر، ثم تكاثروا عليه فهلك وأحرق، وقتل جماعة ممن اتهم بمعاونته واختبط الوفد، ومال الناس على ركب البصريين بالنهب، وتخشن وجه الحجر و تساقط منه شظايا يسيرة وتشقق، وظهر مكسره أسمريضرب إلى صفرة محببا مثل الخشخاش، فأقام الحجر على ذلك يومين ثم إن بنى شيبة جمعوا الفتات وعجنوه بالمسک واللک وحشوا الشقوق وطلوها بطلاء من ذلک فهو بين لمن تأمله.وذكر ابن الأثير: أن هٰذه الحادثة كانت فى سنة أربع عشرة وأربعمائة وذكر المسبحى:أن نافع بن محمد الخزاعى دخل الكعبة فيمن دخلها للنظر إلى الحجر الأسود لما كان فى الكعبة بعد رد القرامطة له، وأنه تأمل الحجر الأسود فإذا السواد فى رأسه، دون سائره وسائره أبيض، قال: وكان مقدار طوله فيما حررت مقدار عظم الذراع،أوكالذراع المقبوضة الأصابع، والسواد فى وجهه غير ماض فى سائره جميعه،انتهى،وما ذكره العلوى فى صفة نوى الحجر يخالف هذا،وقيل فى طوله أكثر مما ذكره الخزاعى ومن آياته:حفظ الله له من الضياع منذ أهبط إلى الأرض مع ما وقع من الأمور المقتضية لذهابه كالطوفان، ودفن بنى إياد، وكما وقع من جرهم وغيرهم كما قدمناه، ومنها:أنه لما حمل إلى هجر هلک تحته أربعون جملاً،فلما أعيد حمل على قعود أعجف فسمن كما قدمناه وقيل:هلک تحته ثلاثمائة بعير، وقيل:خمسمائة ومنها: أنه يطفو على الماء إذا وضع فيه ولا يرسخ، ومنها:أنه لا يسخن من النار، ذكر هاتين الآيتين ابن أبى الدم في الفرق الإسلامية فيما حكاه عنه ابن شاكر الكتبى المؤرخ،ونقل ذلک عن بعض المحدثين ورفعه إلى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وهٰذه صفة المسجد الحرام والكعبة المشرفة زادها اللّٰه تعالٰى شرفاً وتعظيماً. (تاريخ مكةالمشرفة والمسجد الحرام والمدينة الشريفة والقبرالشريف لمحمدبن أحمد بن الضياء محمد القرشى العمرى المكى الحنفى،ص:۱۷۸، فصل: ذكرآيات البيت الحرام زاده اللّٰه تشريفا وتعظيما،دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (قوله شرب من ماء زمزم)أى قائما، مستقبلا القبلة، متضلعا منه، متنفسا فيه، مرارا، ناظرا فى كل مرة==

حرم مکی ومدنی میں افضل کون:

سوال: کیا ایسا کہہ سکتے ہیں کہ مدنیہ منورہ کی سرزمین بیت اللہ کی سرزمین سے زیادہ محترم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کی زمین سے افضل ہے اور بیت اللہ شریف بھی افضل ہے؛ مگر مدینہ منورہ کی زمین کا وہ حصہ جو روضہ اقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ متصل ہے، وہ بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے؛ اس لیے علی الاطلاق یہ نہیں کہنا چاہیے کہ حرم مکی کو حرم مدنی پر فضیلت حاصل ہے۔(۱) فقط، واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ فلاحیہ: ۵۳۴/۴-۵۳۵)

حج مقبول کی پہچان:

سوال: اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ: ''ہم نے حج تو کرلیا ہے، مگر معلوم نہیں خدا نے قبول کیا کہ نہیں؟'' میں نے یہ سنا ہے کہ اگر کوئی مسلمان حج کر کے واپس آئے اور واپس آنے کے بعد پھر سے بُرائی کی طرف مائل ہوجائے؛

== إلى البيت، ماسحا به وجهه ورأسه وجسده، صابا منه على جسده، إن أمكن، كمافي البحر وغيره. (رد المحتار على الدر المختار: ٥٢٤/٢، كتاب الحج، فصل في صفة إحرام المفرد، مطلب فى طواف الزيارة، ط: دار الفكر / مراقى الفلاح، ص: ٢٧٦، كتاب الحج، مدخل، تعريفه، ط: المكتبة العصرية)

(۱) ومكة أفضل منها على الراجح إلا ما ضم أعضائه عليه الصلاة والسلام فإنه أفضل مطلقاً حتىٰ من الكعبة والعرش والكرسى. (الدر المختار)

قال ابن عابدين: وفى آخر اللباب وشرحه: أجمعوا علىٰ أن أفضل البلاد مكة والمدينة زادهما الله تعالىٰ شرفاً وتعظيماً. واختلفوا أيهما أفضل، فقيل: مكة، وهومذهب الأئمة الثلاثة والمروى عن بعض الصحابة، وقيل المدينة، و هوقول بعض المالكية والشافعية، قيل وهوالمروى عن بعض الصحابة. ولعل هٰذا مخصوص بحياته صلى الله عليه وسلم أوبالنسبة إلى المهاجرين من مكة، وقيل بالتسوية بينهما. وهو قول مجهول لا منقول ولا معقول، مطلب فى تفضيل قبره المكرم صلى الله عليه وسلم (قوله إلا إلخ) قال فى اللباب: والخلاف فيما عدا موضع القبر المقدس، فما ضم أعضائه الشريفة، فهوأفضل بقاع الأرض بالإجماع، آه، قال شارحه: وكذا أى الخلاف فى غير البيت: فإن الكعبة أفضل من المدينة ما عدا الضريح الأقدس وكذا الضريح أفضل من المسجدالحرام وقد نقل القاضى عياض وغيره الإجماع علىٰ تفضيله حتىٰ على الكعبة، وإن الخلاف فيما عداه. ونقل عن ابن عقيل الحنبلى أن تلك البقعة أفضل من العرش، وقد وافقه السادة البكريون على ذلك. وقد صرح التاج الفاكهى بتفضيل الأرض على السموات لحلوله صلى الله عليه وسلم بها، وحكاه بعضهم على الأكثرين لخلق الأنبياء منها ودفنهم فيها، وقال النووى: الجمهور علىٰ تفضيل السماء على الأرض، فينبغى أن يستثنى منها مواضع ضم أعضاء الأنبياء للجمع بين أقوال العلماء. (ردالمحتار على الدر المختار: ٦٢٦/٢، كتاب الحج، فروع فى الحج، حرم المدينة و مكة، مطلب فى تفضيل مكة على المدينة، ط: دار الفكر بيروت / المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، ص: ٧٤٦، ٧٤٧، باب زيارة سيد المرسلين، فضل فى تفضيل بين مكة و المدينة، ط: المكتبة الإمدادية مكة المكرمة)

یعنی جھوٹ، چوری، غیبت، دِل دُکھانا وغیرہ شروع کر دے تو یہ ان لوگوں کی نشانی ہوتی ہے جن کی عبادت خدا نے قبول نہیں کی ہوتی؛ کیوں کہ انسان جب حج کر کے آتا ہے تو خدا اس کا دِل موم کی طرح نرم کرتا ہے اور سوائے نیکی کے وہ اور کوئی کام نہیں کرتا۔ یہ کہاں تک دُرست ہے؟

الجواب

حجِ مقبول وہی ہے، جس سے زندگی کی لائن بدل جائے، آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہو اور طاعات کی پابندی کی جائے۔ حج کے بعد جس شخص کی زندگی میں خوشگوار انقلاب نہیں آتا، اس کا معاملہ مشکوک ہے۔ (۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۲۸/۵)

نفل حج زیادہ ضروری ہے، یا غریبوں کی استعانت:

سوال: حج اسلام کا ایک اہم رُکن ہے۔ دورانِ حج اسلامی یکجہتی اور اجتماعیت کا عظیم الشان مظاہرہ ہوتا ہے، جس کی افادیت کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا؛ مگر جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ آج کل نفل حج جائز ہے، یا نہیں؟ خاص طور پر ان ممالک کے باشندوں کے لئے جہاں سے حج کے لئے جانے پر ہزار ہا روپے خرچ کرنا پڑتے ہیں، جب کہ ایک مولانا صاحب نے روزنامہ ''جنگ'' کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''کمیونزم'' اور ''سوشلزم'' یعنی لادینیت کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کی روٹی کا مسئلہ حل کر دیا جائے۔ پاکستان اور بہت سے مسلم ممالک میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان محض پیٹ کی مجبوری کی خاطر عیسائیت اختیار کر رہے ہیں، پاکستان کے غریب مسلمانوں میں اگر سوشلزم سے کوئی ہمدردی ہے تو محض پیٹ کی خاطر، ورنہ یہ لوگ بھی ہماری طرح مسلمان ہیں اور ضرورت پڑنے پر اسلام کے لیے جان بھی دینے کو تیار ہیں۔ نفل حج پر خرچ کی جانے والی رقم اگر پاکستان کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے تو میرا خیال ہے کہ ملک سے غربت کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا اور اسلامی نظام کی راہ میں حائل بہت سی رُکاوٹیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ پچھلے سال اس سلسلے میں، میں نے دُوسرے مولانا صاحب کو لکھا تھا تو انہوں نے میری تائید میں جواب دیا تھا کہ ''موجودہ حالات میں نفل حج کے لئے جانا گناہ ہے، اس رقم کو ملکی یتیموں اور محتاجوں میں تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا۔'' آپ سے گزارش ہے کہ اس پر مزید وضاحت فرمائیں اور پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کو اس حقیقت سے باخبر فرمائیں؛ تا کہ اسلامی نظام کی راہ آسان تر ہو جائے۔

(۱) أن الحج المبرور على ما نقله العسقلاني عن ابن خالويه المقبول وهو كما ترى أمره مجهول وقال غيره: هو الذي لا يخالطه شيء من المعاصي ورجحه النووي وهذا هو الأقرب وإلى قواعد الفقه أنسب لكن مع هذا لا يخلو عن نوع من الإبهام لعدم جزم أحد بخلوى عن نوع من الآثام وقيل الذي لا رياء فيه ولاسمعة ولا رفث ولا فسوق وهذا داخل فيما قبله، وقيل الذي لا معصية بعده، وقال الحسن البصري: الحج المبرور أن يرجع زاهداً في الدنيا راغبا في العقبیٰ. (إرشاد الساري، ص: ۳۲۲، باب المتفرقات، طبع دار الفكر بيروت)

الجواب

ایک مولانا کے ''زوردار فتویٰ'' اور دُوسرے مولانا کی ''تائید وتصدیق'' کے بعد ہمارے لکھنے کو کیا باقی رہ جاتا ہے؛ مگر ناقص خیال یہ ہے کہ نفل حج کو تو حرام نہ کہا جائے،(۱) البتہ زکوٰۃ ہی اگر مال داروں سے پوری طرح وصول کی جائے اور مستحقین پر اس کی تقسیم کا صحیح انتظام کر دیا جائے تو غربت کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔مگر کرے کون۔۔۔؟

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵/۲۲۸-۲۲۹)

حج کے بعض ضروری مسائل:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) بحری جہاز جب کنارے کے ساتھ لگا ہوا ہو، اس میں نماز کا جواز مختلف فیہ ہے، عدم جواز راجح ہے، لہٰذا جہاز سے اتر کر نماز پڑھیں، اگر جہاز کا عملہ اترنے کی اجازت نہ دے تو جہاز ہی میں نماز پڑھ لیں؛ مگر جہاز چلنے کے بعد اس کا اعادہ کریں، چوں کہ کنارے لگے ہوئے جہاز میں نماز کے جواز کا بھی ایک قول ہے؛ اس لیے اس مسئلہ میں دوسروں پر شدت نہ کریں، خود احتیاط کریں۔

ہوائی جہاز میں پرواز سے قبل نماز صحیح ہے، حالتِ پرواز میں بلاضرورت صحیح نہیں، قضا کا خطرہ ہو تو بحالت پرواز ہی پڑھ لیں بعد میں اِدعادہ واجب نہیں۔

(۲) احرام کا لباس پہن کر سر ڈھانک کر نفل پڑھیں، پھر سر کھول کر تلبیہ پڑھیں۔

(۳) عورتیں احرام میں سر پر رومال باندھنا ضروری سمجھتی ہیں اور اس کو احرام سمجھتی ہیں، یہ جہالت اور بدعت ہے، غیر محرم سے سر اور چہرہ کا پردہ فرض ہے اور بالوں کی حفاظت کے لیے سر پر رومال باندھنا بھی فی نفسہ جائز ہے؛ مگر چوں کہ عوام اس کو احرام سمجھنے لگے ہیں اور رومال باندھنے سے ان کے غلط عقیدے کی تائید ہوتی ہے؛ اس لیے بہرصورت اس سے احتراز لازم ہے، پردے کے لیے برقع، یا چادر کافی ہے، نقاب یا چادر چہرے پر اس طرح لٹکائیں کہ کپڑا چہرے سے نہ چھوئے، بعض عورتیں وضو کے وقت بھی سر سے رومال نہیں کھولتیں اور رومال پر مسح کرتی ہیں، ان کا نہ وضو ہوتا ہے، نہ نماز۔

(۴) مسجد میں پانی کی خرید سے احتراز کریں۔

(۵) حالت احرام میں حجر اسود کا بوسہ نہ لیں اور نہ ہاتھ لگائیں؛ کیوں کہ اس میں خوشبو لگی ہوتی ہے۔

---

(۱) ذكر في القنية أن أبا حنيفة كان يقول: الصدقة أفضل من حج التطوع فلما حج وعرف مشاقه، فقال: الحج أفضل (وقيل: الحج أفضل) وهو رواية عن أبي حنيفة أن الحج تطوعا أفضل من الصدقة عند الإمام، وعند محمد: الصدقة أفضل منه، انتهى، وتبين بما ذكرنا أن ما عند المصنف عنه بقيل وهو الأولى كما لا يخفى. (إرشاد الساري، ص: ٣١٦، طبع دار الفكر بيروت)

(۶) طواف کے درمیان حجر اسود کا بوسہ لینے کے لیے انتظار نہ کریں؛ بلکہ موقع مل جائے تو بہتر، ورنہ دور سے ہاتھوں سے اشارہ کر کے ہاتھوں کو چوم لیں، ٹھہریں نہیں؛ کیوں کہ طواف کے درمیان ٹھہرنا خلاف سنت ہے، البتہ طواف کے شروع، یا بالکل آخر میں بوسہ کے انتظار میں ٹھہرنے میں مضائقہ نہیں۔

(۷) حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت چاندی کے حلقہ پر ہاتھ نہ ٹیکیں۔

(۸) حجر اسود کا بوسہ اس حالت میں جائز نہیں، جب کہ ازدحام کی وجہ سے اپنے نفس کو، یا کسی دوسرے کو تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہو اور عورتوں کے لیے اس حال میں حجر اسود چومنا بالکل حرام ہے، جب کہ اجنبی مردوں کے ساتھ جسم لگنے کا احتمال ہو۔

(۹) جب حجر اسود کی طرف منہ کریں تو اسی حالت میں دائیں جانب کو ہرگز نہ سرکیں؛ بلکہ وہیں دائیں طرف کو گھوم جائیں اور پھر آگے چلیں۔

(۱۰) طواف کرتے وقت بیت اللہ سے اتنا کٹ کر چلیں کہ جسم کا کوئی حصہ بیت اللہ کی بنیاد پر سے نہ گزرے۔

(۱۱) طواف میں رکن یمانی کو بوسہ نہ دیں؛ بلکہ اس کی طرف سینہ پھیر کر دونوں ہاتھ، یا صرف داہنا ہاتھ لگائیں، داہنا ہاتھ نہ لگا سکیں تو بایاں نہ لگائیں اور نہ ہی دور سے اشارہ کریں۔

(۱۲) عورتوں کو ایسے ہجوم کے وقت طواف کرنا جائز نہیں، جس میں مردوں کے ساتھ جسم لگنے کا اندیشہ ہو، دوسرے اوقات میں بھی مردوں سے باہر کی طرف مطاف کے کنارے کے قریب طواف کریں۔

(۱۳) مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے طواف کے برابر کوئی نفلی عبادت نہیں، خوب طواف کریں۔

(۱۴) عورتوں کے لیے مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے اپنے مکان میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔

(۱۵) حرمین شریفین میں کئی حضرات اس پریشانی میں رہتے ہیں کہ نماز کی جماعت میں کوئی عورت ان کے ساتھ، یا ان کے آگے نہ کھڑی ہو، ان کو پریشان نہیں ہونا چاہیے؛ اس لیے کہ اس صورت میں مرد کی نماز تب فاسد ہوتی ہے کہ امام نے عورتوں کی امامت کی بھی نیت کی ہو اور اس کا یقین نہیں؛ اس لیے کہ وہاں کے علما کے ہاں عورتوں کی نیت ضروری نہیں، لہٰذا مردوں کی نماز ہو جائے گی، البتہ مردوں کی صف میں کھڑی ہونے والی عورت کی نماز نہ ہوگی؛ بلکہ امام عورتوں کی نیت نہ کرے تو مردوں کے پیچھے کھڑی ہونے والی عورتوں کی نماز میں بھی اختلاف ہے، عدم صحت راجح ہے، مع ہٰذا اختلاف کے پیش نظر دوسروں پر شدت نہ کریں، خود احتیاط کریں، تفصیل میرے رسالہ "**المشکاۃ لمسألة المحاذاۃ**" میں ہے۔

(۱۶) منی، عرفات اور مزدلفہ میں نماز امام کے ساتھ نہ پڑھیں؛ کیوں کہ وہ مسافر شرعی نہ ہونے کے باوجود قصر کرتے ہیں، لہٰذا الگ خیمہ میں جماعت کریں۔

(۱۷) عرفات سے واپسی پر کئی گاڑی والے مزدلفہ کی حد شروع ہونے سے قبل ہی اتار دیتے ہیں، مسجد المشعر الحرام سے کچھ پہلے ہر سڑک پر مبدأ مزدلفہ کا بورڈ لگا ہوا ہے، اس سے آگے گزر کر اُتریں۔

(۱۸) مزدلفہ میں معلم اپنی سہولت کے لیے فجر کی اذانیں قبل از وقت دلاتے ہیں، اس وقت فجر کی نماز صحیح نہیں ہوتی اور صبح صادق سے قبل مزدلفہ سے نکلنے پر دم واجب ہوگا، صبح صادق کا یقین ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھیں اور اس کے بعد مزدلفہ سے نکلیں، ۸/ذی الحجہ کو مسجد حرام میں جماعت قائم ہونے کا وقت محفوظ کرلیں اور اس سے بھی پانچ منٹ بعد مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھیں۔

(۱۹) عورت پر خود رمی کرنا لازم ہے، اگر اس کی طرف سے مرد رمی کرے گا تو صحیح نہ ہوگی اور عورت پر دم واجب ہوگا۔

(۲۰) رمی اور قربانی میں اتنی جلدی کرنا کہ ازدحام کی وجہ سے اپنے نفس کو، یا کسی دوسرے کو تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہو، حرام ہے، غروب سے کچھ قبل اطمینان سے رمی کریں، اگر اس وقت بھی سخت ازدحام ہو تو غروب کے بعد رمی کریں، ایسی حالت میں غروب کے بعد رمی کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔

(۲۱) رمی کرتے وقت کنکریاں پتھروں کے گرد جو دیوار ہے، اس کے احاطہ میں پھینکیں، اگر پتھر کو کنکری ماری اور وہ پتھر سے ٹکرا کر احاطہ کے اندر گرگئی تو رمی درست ہوگی اور اگر باہر گری تو صحیح نہیں ہوئی، دوبارہ ماریں۔

(۲۲) بارہویں ذی الحجہ کو بہت سے لوگ زوال سے قبل ہی رمی کرکے مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں، ان کی رمی نہیں ہوتی؛ اس لیے ان پر دم واجب ہوگا۔

(۲۳) حج تمتع، یا قران میں جو جانور منی میں ذبح کیا جاتا ہے، اسے دمِ شکر کہتے ہیں اور یہ عید کی قربانی سے الگ واجب ہے، حاجی پر سفر کی وجہ سے عید کی قربانی واجب نہیں، البتہ اگر کوئی ۸/ذی الحجہ سے کم از کم ۵/روز قبل مکہ مکرمہ میں آکر رہا تو وہ مقیم ہوگیا؛ اس لیے قربانی کے دنوں میں اگر وہ صاحب نصاب ہو تو اس پر دم شکر کے علاوہ عید کی قربانی بھی واجب ہے، خواہ منی میں ذبح کرے، یا اپنے وطن میں کرائے، اگر کسی نے دم شکر کو عید کی قربانی سمجھ کر ادا کیا تو دم شکر ادا نہیں ہوا، اگر دم شکر ادا کرنے سے پہلے احرام کھول دیا تو اس پر دم شکر کے علاوہ ایک اور دم بھی واجب ہوجائے گا اور اگر ایام نحر کے اندر دم شکر نہیں دیا تو تاخیر کی وجہ سے تیسرا دم واجب ہوجائے گا، اس طرح اسے چار جانور ذبح کرنے پڑیں گے۔

(۲۴) احرام کھولنے کے لیے سر منڈائیں، یا کم از کم چوتھائی سر کے بال انگلی کے پورے کی لمبائی کے برابر کٹائیں، اگر بال اتنے چھوٹے ہوں کہ انگلی کے پورے کی لمبائی کے برابر نہ کاٹے جاسکتے ہوں تو ان کا منڈانا ضروری ہے، کاٹنے سے احرام نہ کھلے گا۔

(۲۵) صفا اور مروہ پر زیادہ اوپر چڑھنا جہالت ہے۔

(۲۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضری کے لیے دھکا بازی خصوصاً عورتوں کا غیر محرموں کے ہجوم میں اخل ہونا حرام ہے، ایسی حالت میں دور سے سلام پڑھیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۷۶/۴-۵۷۸)

حج کرنے والوں کے لیے ہدایات:

سوال: اسلام کے ارکان میں حج کی کیا اہمیت ہے؟ لاکھوں مسلمان ہر سال حج کرتے ہیں، پھر بھی ان کی زندگیوں میں دینی انقلاب نہیں آتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس موضوع پر روشنی ڈالئے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

حج اسلام کا عظیم الشان رُکن ہے۔ اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا اور حج ہی سے ارکانِ اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیثِ طیبہ میں حج وعمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

”قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من حَجّ لِلّٰہِ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیومٍ ولدتہ أُمُّہ“. (متفق علیہ)(مشکوٰۃ ص: ۲۲۱)(۱)

(ترجمہ: ”جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا، پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی، وہ ایسا پاک صاف ہوکر آتا ہے، جیسا ولادت کے دن تھا“۔)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أیُّ العمل أفضل؟ قال: ایمان باللّٰہ ورسولہ، قیل: ثم ماذا؟ قال: الجھاد فی سبیل اللّٰہ، قیل: ثم ماذا؟ قال: حَجّ مبرورٌ“. (متفق علیہ)(مشکوٰۃ ص: ۲۲۱)(۲)

(ترجمہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: حجِ مبرور۔“)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: العمرۃ الی العمرۃ کفّارۃ لما بینھما، والحجّ المبرور لیس لہ جزاءٌ الا الجنّۃ“. (متفق علیہ)(أیضاً)(۳)

---

(۱) صحیح البخاری، باب فضل الحج المبرور، رقم الحدیث: ۱۵۲۱/صحیح لمسلم، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، رقم الحدیث: ۱۳۵۰، انیس

(۲) صحیح البخاری، باب من قال إن الإیمان ھو العمل، رقم الحدیث: ۲۶/صحیح لمسلم، باب بیان کون الإیمان باللّٰہ، الخ، رقم الحدیث: ۸۳، انیس

(۳) صحیح البخاری، باب وجوب العمرۃ وفضلھا، رقم الحدیث: ۱۷۷۳/صحیح لمسلم، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، رقم الحدیث: ۱۳۴۹، انیس

(ترجمہ: ''ایک عمرہ کے بعد دُوسرا عمرہ درمیانی عرصے کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حجِ مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتی''۔)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''وعن ابن مسعود قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: تابعوا بين الحج والعمرة فانّهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكيرُ خبث الحديد والذهب والفضّة وليس للحجّة المبرور ثوابٌ الا الجنّة''. (مشكاة، ص: ۲۲۲)(۱)

(ترجمہ: ''پے در پے حج وعمرے کیا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے اور حجِ مبرور کا ثواب صرف جنت ہے''۔)

حج، عشقِ الٰہی کا مظہر ہے اور بیت اللہ شریف مرکزِ تجلیاتِ الٰہی ہے، اس لیے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضری ہر مومن کی جانِ تمنا ہے، اگر کسی کے دِل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتی تو سمجھنا چاہیے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''وعن عليّ قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من ملك زادًا وراحلةً تبلغه إلٰى بيت اللّٰه ولم يحجّ فلا عليه أن يموت يهوديًا أو نصرانيًا ''الخ. (مشكاة، ص: ۲۲۲)(۲)

(ترجمہ: ''جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کے لیے زاد وراحلہ رکھتا تھا، اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا تو اس کے حق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی، یا نصرانی ہو کر مرے''۔)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''وعن أبي أمامة قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من لم يمنعه من الحجّ حاجة ظاهرةٌ أو سلطانٌ جائرٌ أو مرضٌ حابسٌ فمات ولم يحجّ ، فليمت ان شاء يهوديًا وان شاء نصرانيًا''. (مشكاة، ص: ۲۲۲)(۳)

(ترجمہ: ''جس شخص کو حج کرنے سے نہ کوئی ظاہری حاجت مانع تھی، نہ سلطانِ جائر اور نہ بیماری کا عذر تھا تو اسے اختیار ہے کہ خواہ یہودی ہو کر مرے، یا نصرانی ہو کر''۔)

---

(۱) سنن ابن ماجة، باب فضل الحج والعمرة، رقم الحديث: ۲۸۸۷/ سنن الترمذی،، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة، رقم الحديث: ۸۱۰، انيس

(۲) سنن الترمذی،، باب ماجاء فی التغليظ فی ترک الحج، رقم الحديث: ۸۱۲، انيس

(۳) سنن الدارمی،، باب من مات ولم يحج، رقم الحديث: ۱۸۲۶/ أخبار مكة للفاكهی، ذكر التشديد فی التخلف عن الحج، رقم الحديث: ۸۰۱/ السنة لأبی بكر بن خلال، باب مناكحة المرجئة، رقم الحديث: ۱۵۷۹/ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۲۵۱/۹، شعب الإيمان للبيهقی، المناسک، رقم الحديث: ۳۶۹۳، انيس

ذرائعِ مواصلات کی سہولت اور مال کی فراوانی کی وجہ سے سال بہ سال حجاجِ کرام کی مردم شماری میں اضافہ ہورہا ہے؛ لیکن بہت ہی رنج وصدمہ کی بات ہے کہ حج کے انوار وبرکات مدہم ہوتے جارہے ہیں، اور جوفوائد وثمرات حج پر مرتب ہونے چاہئیں ان سے اُمت محروم ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت تھوڑے بندے ایسے رہ گئے ہیں جوفریضۂ حج کواس کے شرائط وآداب کی رعایت کرتے ہوئے ٹھیک ٹھیک بجالاتے ہوں، ورنہ اکثر حاجی صاحبان اپنا حج غارت کرکے ''نیکی برباد، گناہ لازم'' کا مصداق بن کرآتے ہیں۔ نہ حج کا صحیح مقصدان کا مطمحِ نظر ہوتا ہے، نہ حج کے مسائل واَحکام سے انہیں واقفیت ہوتی ہے، نہ یہ سیکھتے ہیں کہ حج کیسے کیا جاتا ہے؟ اور نہ ان پاک مقامات کی عظمت وحرمت کا پورالحاظ کرتے ہیں، بلکہ اب تو ایسے مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں کہ حج کے دوران محرّمات کا ارتکاب ایک فیشن بن گیا ہے، اور یہ اُمت گناہ کوگناہ ماننے کے لیے بھی تیارنہیں۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) ظاہر ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام سے بغاوت کرتے ہوئے جوحج کیا جائے، وہ انوار وبرکات کا کس طرح حامل ہوسکتا ہے؟ اور رحمتِ خداوندی کوکس طرح متوجہ کرسکتا ہے؟

سب سے پہلے تو حکومت کی طرف سے درخواستِ حج پر فوٹو چسپاں کرنے کی بیخ لگادی گئی ہے اور غضب پر غضب اور ستم بالائے ستم یہ کہ پہلے پردہ نشین مستورات اس قید سے آزاد تھیں؛ لیکن ''نفاذِ اسلام'' کے جذبے نے اب ان پر بھی فوٹوؤں کی پابندی عائد کردی ہے، پھر حجاجِ کرام کی تربیت کے لیے ''حج فلمیں'' دِکھائی جاتی ہیں، جس عبادت کا آغاز فوٹو اور فلم کی لعنت سے ہو، اس کا انجام کیا کچھ ہوگا، یا ہوسکتا ہے؟ اور چونکہ حاجی صاحبان بزعمِ خود حج فلمیں دیکھ کرحج کرنا سیکھ جاتے ہیں؛ اس لیے نہ انہیں مسائلِ حج کی کسی کتاب کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے اور نہ کسی عالم سے مسائل سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، نتیجہ یہ کہ جس کے جی میں جوآتا ہے کرتا ہے۔

حاجی صاحبان کے قافلے گھر سے رُخصت ہوتے ہیں تو پھولوں کے ہار پہننا پہنانا گویا حج کالازمہ ہے کہ اس کے بغیر حاجی کا جانا ہی معیوب ہے۔ چلتے وقت جوخشیت وتقویٰ، حقوق کی ادائیگی، معاملات کی صفائی اور سفر شروع کرنے کے آداب کا اہتمام ہونا چاہئے، اس کا دُور دُور کہیں نشان نظرنہیں آتا۔ گویا سفرِ مبارک کا آغاز ہی آداب کے بغیر محض نمود ونمائش اور ریاکاری کے ماحول میں ہوتا ہے۔ اب ایک عرصہ سے صدرِ مملکت، گورنر یا اعلیٰ حکام کی طرف سے جہاز پر حاجی صاحبان کوالوداع کہنے کی رسم شروع ہوئی ہے، اس موقع پر بینڈ باجے، فوٹوگرافی اور نعرہ بازی کا سرکاری طور پر ''اہتمام'' ہوتا ہے۔ غور فرمایا جائے کہ یہ کتنے محرّمات کا مجموعہ ہے۔۔۔!

سفرِ حج کے دوران نمازِ باجماعت توکیا، ہزاروں میں کوئی ایک آدھ حاجی ایسا ہوتا ہوگا، جس کواس کا پورا پورا احساس ہوتا ہوکہ اس مقدس سفر کے دوران کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے، ورنہ حجاجِ کرام توگھر سے نمازیں معاف کراکر چلتے ہیں اور بہت سے وقت بے وقت جیسے بن پڑے پڑھ لیتے ہیں؛ مگر نمازوں کا اہتمام ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت

نہیں رکھتا؛ بلکہ بعض تو حرمین شریفین پہنچ کر بھی نمازوں کے اوقات میں بازاروں کی رونق دوبالا کرتے ہیں۔قرآنِ کریم میں حج کے سلسلے میں جو اہم ہدایت دی گئی ہے، وہ یہ ہے:

''حج کے دوران نہ فحش کلامی ہو، نہ حکم عدولی اور نہ لڑائی جھگڑا۔''(۱)

اور احادیثِ طیبہ میں بھی حجِ مقبول کی علامت یہی بتائی گئی ہے کہ: ''وہ فحش کلامی اور نافرمانی سے پاک ہو''۔(۲) لیکن حاجی صاحبان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں، جو ان ہدایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوں اور اپنے حج کو غارت ہونے سے بچاتے ہوں۔گانا بجانا اور داڑھی منڈانا، بغیر کسی اختلاف کے حرام اور گناہِ کبیرہ ہیں؛ لیکن حاجی صاحبان نے ان کو گویا گناہوں کی فہرست ہی سے خارج کر دیا ہے، حج کا سفر ہو رہا ہے اور بڑے اہتمام سے داڑھیاں صاف کی جارہی ہیں اور ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر سے نغمے سنے جارہے ہیں۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)

اس نوعیت کے بیسیوں گناہِ کبیرہ اور ہیں جن کے حاجی صاحبان عادی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہوئے بھی ان کو نہیں چھوڑتے۔حاجی صاحبان کی یہ حالت دیکھ کر ایسی اذیت ہوتی ہے جس کے اظہار کے لیے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔اسی طرح سفرِ حج کے دوران عورتوں کی بے حجابی بھی عام ہے، بہت سے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دورانِ سفر برہنہ سر نظر آتی ہیں اور غضب یہ ہے کہ بہت سی عورتیں شرعی محرَم کے بغیر سفرِ حج پر چلی جاتی ہیں اور جھوٹ موٹ کسی کو محرَم لکھوا دیتی ہیں۔اس سے جو گندگی پھیلتی ہے وہ ''اگر گویم زبان سوزد'' کی مصداق ہے۔

جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ: ''حج کے دوران لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہیے''، اس کا منشا یہ ہے کہ اس سفر میں چوں کہ ہجوم بہت ہوتا ہے اور سفر بھی طویل ہوتا ہے؛ اس لیے دورانِ سفر ایک دُوسرے سے ناگواریوں کا پیش آنا اور آپس کے جذبات میں تصادم کا ہونا یقینی ہے اور سفر کی ناگواریوں کو برداشت کرنا اور لوگوں کی اذیتوں پر برافروختہ نہ ہونا؛ بلکہ تحمل سے کام لینا یہی اس سفر کی سب سے بڑی کرامت ہے۔اس کا حل یہی ہوسکتا ہے کہ ہر حاجی اپنے رفقا کے جذبات کا احترام کرے، دُوسروں کی طرف سے اپنے آئینۂ دِل کو صاف وشفاف رکھے اور اس راستے میں جو ناگواری بھی پیش آئے، اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔خود اس کا پورا اہتمام کرے کہ اس کی طرف سے کسی کو ذرا بھی اذیت نہ پہنچے اور دُوسروں سے جو اذیت اس کو پہنچے اس پر کسی رَدِّعمل کا اظہار نہ کرے۔دُوسروں کے لیے اپنے جذبات کی قربانی دینا اس سفرِ مبارک کی سب سے بڑی سوغات ہے، اور اس دولت کے حصول کے لیے بڑے مجاہدے وریاضت اور بلند حوصلے کی ضرورت ہے اور یہ چیز اہل اللہ کی صحبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

---

(۱) ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾(سورة البقرة:۱۹۷)

(۲) قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم:من حَجّ لِلّٰهِ فلم يرفث ولم يفسق رجع كيومٍ ولدته أُمُّه.(صحيح البخاری، باب فضل الحج المبرور،رقم:۱۵۲۱/صحيح لمسلم،باب فی فضل الحج والعمرة ويوم عرفة،رقم:۱۳۵۰،انيس)

عازمینِ حج کی خدمت میں بڑی خیر خواہی اور نہایت دِل سوزی سے گزارش ہے کہ اپنے اس مبارک سفر کو زیادہ سے زیادہ برکت وسعادت کا ذریعہ بنانے کے لیے مندرجہ ذیل معروضات کو پیش نظر رکھیں:

(۱) چوں کہ آپ محبوبِ حقیقی کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں؛ اس لیے آپ کے اس مقدس سفر کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اور شیطان آپ کے اوقات ضائع کرنے کی کوشش کرے گا۔

(۲) جس طرح سفرِ حج کے لیے ساز وسامان اور ضروریاتِ سفر مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر حج کے اَحکام ومسائل سیکھنے کا اہتمام ہونا چاہیے اور اگر سفر سے پہلے اس کا موقع نہیں ملا تو کم از کم سفر کے دوران اس کا اہتمام کرلیا جائے کہ کسی عالم سے ہر موقع کے مسائل پوچھ پوچھ کران پر عمل کیا جائے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں ساتھ رہنی چاہئیں اور ان کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیے، خصوصاً ہر موقع پر اس سے متعلقہ حصے کا مطالعہ خوب غور سے کرتے رہنا چاہیے۔کتابیں یہ ہیں:

۱۔ ''فضائلِ حج'' از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوّر اللہ مرقدہ۔

۲۔ ''آپ حج کیسے کریں؟'' از مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ۔

۳۔ ''معلّم الحجاج'' از مولانا مفتی سعید احمد مرحوم۔

اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کریں اور عمر بھر کے لیے گناہوں سے بچنے کا عزم کریں اور اس کے لیے حق تعالیٰ شانہ سے خصوصی دُعائیں بھی مانگیں۔یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہنی چاہیے کہ حجِ مقبول کی علامت ہی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی کی زندگی میں دِینی انقلاب آجائے، جو شخص حج کے بعد بھی بدستور فرائض کا تارک اور ناجائز کاموں کا مرتکب ہے، اس کا حج مقبول نہیں۔آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہیے اور سوائے اشد ضرورت کے بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہیے۔دُنیا کا ساز وسامان آپ کو مہنگا سستا، اچھا بُرا اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے؛ لیکن حرم شریف سے میسر آنے والی سعادتیں آپ کو کسی دُوسری جگہ میسر نہیں آئیں گی۔وہاں خریداری کا اہتمام نہ کریں، خصوصاً وہاں سے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ایسی چیزیں لانا بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ کسی زمانے میں حج وعمرہ اور کھجور اور آبِ زم زم، حرمین شریفین کی سوغات تھیں اور اب ریڈیو، ٹیلی ویژن ایسی ناپاک اور گندی چیزیں حرمین شریفین سے بطورِ تحفہ لائی جاتی ہیں۔

چوں کہ حج کے موقع پر اطراف واکناف سے مختلف مسلک کے لوگ جمع ہوتے ہیں؛ اس لیے کسی کو کوئی عمل کرتا ہوا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کردیں؛ بلکہ یہ تحقیق کرلیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے، یا نہیں؟ یہاں بطور مثال دو مسئلے ذکر کرتا ہوں۔

(۱) نمازِ فجر سے بعد اِشراق تک اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک دوگانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں، اسی طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں؛ لیکن بہت سے لوگ دُوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔

(۲) اِحرام کھولنے کے بعد سر کا منڈوانا افضل ہے اور ایسے لوگوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دُعا فرمائی ہے اور قینچی، یا مشین سے بال اُتروالینا بھی جائز ہے۔ اِحرام کھولنے کے لیے کم از کم چوتھائی سر کا صاف کرانا، یا کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اِحرام نہیں کھلتا؛ لیکن بے شمار لوگ جن کو صحیح مسئلے کا علم نہیں، وہ دُوسروں کی دیکھا دیکھی کانوں کے اُوپر سے چند بال کٹوا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اِحرام کھول لیا، حالاں کہ اس سے ان کا اِحرام نہیں کھلتا اور کپڑے پہننے اور اِحرام کے منافی کام کرنے سے ان کے ذمہ دَم واجب ہو جاتا ہے۔ الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں؛ بلکہ اہلِ علم سے مسائل کی خوب تحقیق کرلیا کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۷۶/۵-۲۷۷)

حرم میں چھوڑے ہوئے جوتوں اور چپلوں کا شرعی حکم:

سوال: حرم میں چپلوں اور جوتوں کے بارے میں کیا حکم ہے جو عام طور پر تبدیل ہو جاتے ہیں؟ کیا ایک بار اپنی ذاتی چپل پہن کر جانا اور تبدیل ہونے پر ہر بار ایک نئی چپل پہن کر آنا جانا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جن چپلوں کے بارے میں خیال ہو کہ مالک ان کو تلاش کرے گا، ان کا پہننا صحیح نہیں، اور جن کو اس خیال سے چھوڑ دیا گیا کہ خواہ کوئی پہن لے، ان کا پہننا صحیح ہے۔ یوں بھی ان کو اُٹھا کر ضائع کر دیا جاتا ہے۔(۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۰۲/۵)

حج کے دنوں میں غیر قانونی طور پر گاڑی کرایہ پر چلانا:

سوال: یہاں سعودیہ میں کام کرنے والے دین دار حضرات کو حج اور عمرہ کرنے کا بے حد شوق ہوتا ہے، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ زندگی کے اس آخری رکن اور صرف زندگی میں ایک مرتبہ ادائیگی کی فرضیت ہونے کے باوجود مندرجہ ذیل فریب دہی اور حیلہ سازی وجھوٹ سے کام لے کر ان مقدس فریضوں کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رمضان اور حج کے زمانے میں لوگ گاڑیاں اس نیت سے خرید لیتے ہیں کہ دُوسروں کو عمرہ اور حج پر کرائے پر لے جائیں گے، اس طرح گاڑی کی اچھی خاصی رقم کرائے سے قلیل مدّت میں وصول ہو جائے گی اور عمرہ وحج بھی ہو جائے گا۔
یاد رہے کہ یہاں غیر سعودی کو کرایہ پر گاڑی چلانے کی اجازت نہیں، اور بیشتر راستے کی چوکیوں پر معلوم کیا جاتا ہے تو حالتِ اِحرام میں بھی برملا کہتے ہیں کہ ہم دوست ہیں، کرائے پر نہ لے جا رہے ہیں اور نہ کرائے پر جا رہے ہیں، (لے جانے والا اور جانے والے جھوٹ بولتے ہیں)۔

---

(۱) ولو من الحرم... فينتفع الرافع بها. (الدر المختار) وفي ردالمحتار: اى الى ان غلب على ظنه ان صاحبها لا يطلبها. (ردالمحتار: ۲۷۹/٤، كتاب اللقطة، طبع ايچ ايم سعيد)

الجواب

حج کے لئے گاڑی لینے اور اس کو کرائے پر چلانے میں تو کوئی حرج نہیں؛ مگر چونکہ قانوناً منع ہے اور اس کی خاطر جھوٹ بولنا پڑتا ہے؛ اس لیے حج گناہ سے پاک نہ ہوا۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴۰۳/۵)

کیا یوم عرفہ کی تعیین مصری تاریخ سے ہوتی ہے:

سوال: عربی اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں کچھ مہینے تیس دن کے ہوتے ہیں اور کچھ ۲۹ کے اور کون سا مہینہ ۳۰ کا ہوگا، یا ۲۹ کا یہ متعین نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ اسلامی تاریخ کا دارومدار چاند کی رؤیت پر ہے، اگر چاند ۲۹ کو ہوتا ہے تو مہینہ ۲۹ کا کہلاتا ہے اور چاند تیس کو ہوتا ہے تو مہینہ تیس کا کہلاتا ہے اور اسی قمری تاریخ سے ہمارے روزے، تیوہار اور نسک کا تعلق ہے اور اسی پر ہم دیوبندی احناف کا عمل ہے۔

لیکن اس قمری تاریخ کے علاوہ ایک دوسری تاریخ ہے، جسے مصری تاریخ کہتے ہیں، اس میں ہر ماہ کے دن متعین ہیں، محرم کے ۳۰/ دن، صفر کے ۲۹/ دن، ربیع الاول کے ۳۰/ دن، ربیع الاولیٰ کے ۲۹/ دن، جمادی الاول کے ۳۰/ دن، جمادی الاخریٰ کے ۲۹/ دن، رجب کے ۳۰/ دن، شعبان کے ۲۹/ دن، رمضان کے ۳۰/ دن، شوال کے ۲۹/ دن، ذی القعدہ کے ۳۰/ دن اور ذی الحجہ کے ۲۹/ دن۔

ان تاریخوں پر شیعہ اور روافض کا عمل ہے، ان کے نسک ومعاملات میں اسی تاریخ کا اعتبار ہوتا ہے۔ نیز ذی الحجہ کا مہینہ ۲۹ کا ہے، اور ہر تین سال کے بعد چوتھے سال میں یہ مہینہ ۳۰ کا ہوتا ہے اور زیادہ تر دیکھا گیا ہے کہ اس مصری مہینہ کی پہلی تاریخ اور گجراتی مہینے (کارتک، ماگھ، پوس وغیرہ) کی پہلی تاریخ ایک ہی دن آتی ہے اور اسلامی تاریخ سے ایک دو دن قبل مصری مہینہ کی پہلی تاریخ آتی ہے؛ اس لیے کہ وہ متعین کی ہوئی ہوتی ہے، جب کہ اسلامی تاریخ کا مدار چاند کی رؤیت پر ہے۔

سوال یہ ہے کہ سالوں سے وقوف عرفہ جو نویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اور حج کا اہم رکن ہے اور یہ مذکورہ مصری نویں ذی الحجہ کے دن ہی ہوتا ہے، اسلامی نویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ نہیں کیا جاتا تو کیا یہ وقوف صحیح کہلائے گا؟ اور ہزاروں مسلمان جو اپنے فریضہ کو ادا کرنے کے لئے اپنا وطن، گھربار اور اولاد کو چھوڑ کر وہاں جاتے ہیں اور ہزاروں روپئے خرچ کرتے ہیں، کیا ان کے ذمہ سے فریضہ ادا ہوگا؟

بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ جب ایک ہزار یا ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ ہوتا ہے تو تاریخ میں ایک دو دن کا فرق آتا ہے، اگر اسے صحیح تسلیم کریں تو سوال یہ ہوتا ہے کہ مصری تاریخ ہمیشہ اسی دن بنتی ہے، ایک دن بھی آگے پیچھے کیوں نہیں ہوتی؟ آج سالوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وقوف عرفہ اسی مصری تاریخ کی نویں ذی الحجہ ہی کو ادا کیا جاتا ہے تو کیا یہ وقوف

(۱) وبعده اى الاحرام يقتى الرفث...والفسوق اى الخروج عن طاعة الله.(الدرالمختار: ۴۸۶/۲)

صحیح کہلائے گا؟ اور حج ادا ہوگا؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ مصری تاریخ کی نویں ذی الحجہ ہی کو وقوف کرتے تھے؟ اور ان کے مبارک دور میں مصری تاریخ مروّج تھی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

سوال میں لکھنے کے مطابق اسلامی تاریخ کا مدار چاند کی رؤیت پر ہے اور ہماری وہ عبادتیں جو خاص کسی متعین دن میں ادا کی جاتی ہیں، اس میں اسی تاریخ کا اعتبار ہے۔ حساب پر، یا کوئی دوسری نئی چیز پر اس کا مدار بالکل نہیں ہے، یہ چیزیں صرف معین ہوتی ہیں۔ مثلاً: نماز، روزوں کے لیے بنائے جانے والے ٹائم ٹیبل یہ سہولت کے لیے ہیں اور وقت بتانے میں معین ہیں، اصل مدار تو ان علامتوں پر ہی ہے، جو احادیث نبویہ میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائیں ہیں۔

و أما وقته فاشهر معلومات والأشهر المعلومات؛ شوال و ذوالقعدة و عشر ذی الحجه وإذا عمل شيئا من اعمال الحج من طواف و سعی قبل أشهر الحج لا يجوز وإذا عمل فيها يجوز. (الفتاویٰ الهندية، شامی: ۲۱۶، مکتبه زکریا دیوبند)

ترمذی شریف کی ایک حدیث نمونہ کے طور پر یہاں ذکر کی جاتی ہے، جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کا دارومدار رؤیت ہلال پر فرمایا ہے، نہ کہ متعین کسی تاریخ پر اسی طرح پنج وقتہ نمازوں کے اوقات بھی طے شدہ گھڑیوں پر نہیں ہیں؛ بلکہ سورج کے طلوع وزوال اور غروب وغیرہ پر ہیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فإن حالت دونه فاكملوا ثلثين يوماً. (سنن الترمذی: ۱۴۸/۱، کتاب الصوم)

سوال کی بنیاد جس مصری تاریخ پر رکھی گئی ہے، وہی غلط ہے، جس طرح ہمارے یہاں کی تاریخ جو زیادہ تر صحیح ہی ہوتی ہے اور کبھی غلط بھی ہو جاتی ہے، اسی طرح یہ تاریخ بھی مصری حساب سے ہونے کی وجہ سے زیادہ تر صحیح ہو جاتی ہے اور کبھی غلط بھی ہوتی ہے اور جب غلط ہوتی ہے تو ہمارے یہاں کی طرح وہاں بھی مصری تاریخ پر مدار نہیں رکھا جاتا؛ بلکہ ہماری اسلامی تاریخ پر مدار رکھا جاتا ہے، جس میں رؤیت کا اعتبار ہے۔ خود سعودی عربیہ میں چاند دیکھنے اور شہادت موصول ہونے کے بعد باقاعدہ حکومت کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے۔ اس مرتبہ جب رمضان کے پہلے چاند کے لیے عشا کی نماز کے آدھے گھنٹہ بعد حکومت نے ثبوت ہلال کا اعلان کیا اور ہر وہ شخص جو وہاں رہتا ہے، اس بات کو جانتا ہے؛ اس لیے یوں کہنا کہ ”وقوف عرفہ کا مدار مصری تاریخ پر ہے اور سعودی میں مصری تاریخ کا اعتبار ہوتا ہے“ بالکل صحیح نہیں ہے، یہ اتفاق ہے اور ممکن ہے کہ یہ حساب ماہرین کے بنائے ہوئے ہونے کی وجہ سے زیادہ تر صحیح اور سچے ہی ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس پر مدار بالکل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ: ۱۸۹/۳-۱۹۲)

نماز کے لیے مقام ابراہیم کے قرب کی حد:

سوال: طواف کے بعد دو رکعت نفل کی نماز مقام ابراہیم کے پاس جو فضیلت ہے، وہ مقام ابراہیم سے کتنی دور پڑھنے سے ادا ہوجائے گی، اس کی کوئی تحدید بھی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس کی کوئی تحدید نہیں، عرف میں جس کو قرب سمجھا جاتا ہے، وہ مراد ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مقام ابراہیم سے ایک یا دو صف کا فاصلہ چھوڑ کر نفل پڑھتے تھے، عرفاً بھی دو صف سے زیادہ فاصلہ بعید شمار ہوتا ہے۔

قال في الشامية: (قوله:عندالمقام) عبارة اللباب: خلف المقام،قال: والمراد به ما يصدق عليه ذلک عادةً وعرفاً مع القرب، وابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما:أنه إذا أراد أن يركع خلف المقام جعل بينه وبين المقام صفا أو صفين أو رجلا أو رجلين،رواه عبدالرزاق، آه. (رد المحتار: ۱۸۴/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۵۵۰/۴)

مقام ابراہیم پر دعا کا ثبوت:

سوال: مقام ابراہیم پر واجب الطّواف ادا کرنے کے بعد دعا کرنا کیسا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

سرسری تلاش سے کوئی صریح حدیث نہیں ملی، کلیات ذیل سے ثبوت ملتا ہے۔

(۱) پورا حرم مدعیٰ ہے، **كما قال مجاهد رحمه الله تعالىٰ في تفسير قوله تعالىٰ:** ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ اور مقام ابراہیم کے پاس حکم نماز سے ثابت ہوا کہ پورے حرم؛ بلکہ مسجد حرام کے بھی دوسرے بقاع پر مقام کو فضیلت ہے، لہذا یہ فضیلت دعا میں بھی ہوگی، بالخصوص جب کہ نماز بھی دعا ہی ہے۔

(۲) نماز کے بعد دعا برفع الیدین مختلف احادیث سے ثابت ہے، جن کی تفصیل میرے رسالہ ''زبدة الکلمات فی الدعاء بعد الصلوات'' میں درج ہے، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ جلد سوم میں شائع ہو چکا ہے، پس مقام کے پاس نماز بھی اس کلیہ میں داخل ہے، استثنا محتاج دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰/ جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۵۵۰/۴-۵۵۱)

---

(۱) **عن مجاهد عن ابن عباس ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ قال: مقام إبراهيم الحرم كله.** (تفسير بن كثير، تفسير سورة البقرة: ۲۹۰/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

طوافِ وداع کا مسئلہ:

سوال: اس سال خانۂ کعبہ کے حادثے کی وجہ سے بہت سے حاجی صاحبان کو یہ صورت پیش آئی کہ اس حادثے سے پہلے وہ جب تک مکہ شریف میں رہے نفلی طواف تو کرتے رہے؛ مگر آتے وقت طوافِ وداع کی نیت سے طواف نہیں کر سکے۔ میں نے ایک مسجد کے خطیب صاحب سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کو دَم بھیجنا ہوگا؛ مگر ''معلّم الحجاج'' میں مسئلہ اس طرح لکھا ہے کہ: ''طوافِ زیارت کے بعد اگر نفلی طواف کر چکا ہے تو وہ بھی طوافِ وداع کے قائم مقام ہو جائے گا۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حاجی صاحبان کا طوافِ وداع ادا ہو گیا اور ان کو دَم بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ ''معلّم الحجاج'' کا یہ مسئلہ غلط ہے، ان لوگوں کا طوافِ وداع ادا نہیں ہوا؛ اس لیے ان کو دَم بھیجنا چاہیے، چوں کہ یہ صورت بہت سے حاجی صاحبان کو پیش آئی ہے؛ اس لیے برائے مہربانی آپ بتائیں کہ ان کو دَم بھیجنا ہوگا، یا یہ مسئلہ صحیح ہے کہ اگر طوافِ زیارت کے بعد نفلی طواف کر چکا ہے تو وہ بھی طوافِ وداع کا قائم مقام ہوگا۔ جواب اخبار جنگ کے ذریعہ دیں؛ تاکہ تمام حاجی صاحبان پڑھ لیں۔

الجواب

''فتح القدیر'' میں ہے:

''والحاصل أن المستحب فيه أن يوقع عند ارادة السفر أما وقته على التعين فأوله بعد طواف الزيارة اذا كان علىٰ عزم السفر''. (۸۸/۲)(۱)

(ترجمہ: حاصل یہ کہ مستحب تو یہ ہے کہ ارادۂ سفر کے وقت طوافِ وداع کرے؛ لیکن اس کا وقت طوافِ زیارت کے بعد شروع ہو جاتا ہے، جب کہ سفر کا عزم ہو (مکہ مکرّمہ میں رہنے کا ارادہ نہ ہو)۔)

اور دُرِمختار میں ہے:

''فلو طاف بعد ارادة السفر ونوى التطوع اجزاه عن الصدر''. (ردّ المحتار: ۵۲۳/۲)

(ترجمہ: پس اگر سفر کا ارادہ ہونے کے بعد نفل کی نیت سے طواف کر لیا تو طوافِ وداع کے قائم مقام ہو جائے گا۔)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک یہ کہ طوافِ وداع کا وقت طوافِ زیارت کے بعد شروع ہو جاتا ہے، بشرطیکہ حاجی مکہ مکرّمہ میں رہائش پذیر ہونے کی نیت نہ رکھتا ہو؛ بلکہ وطن واپسی کا عزم رکھتا ہو۔

دُوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ طوافِ وداع کے وقت میں اگر نفل کی نیت سے طواف کر لیا جائے، تب بھی طوافِ

(۱) فتح القدير، باب الإحرام: ۵۰۳/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار على صدر ردالمحتار، مطلب في طواف الزيارة: ۵۲۳/۲، دار الفكر بيروت، انيس

وداع ادا ہوجاتا ہے، البتہ مستحب یہ ہے کہ واپسی کے ارادے کے وقت طوافِ وداع کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''معلّم الحجاج'' کا مسئلہ صحیح ہے، جن حضرات نے طوافِ زیارت کے بعد نفلی طواف کئے ہیں، ان کا طوافِ وداع ادا ہوگیا، ان کے ذمہ دَم واجب نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۸/۵-۳۸۹)

حرمین شریفین کے ائمہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنا بڑی محرومی ہے:

سوال: میں چند دوستوں کے ساتھ مکہ مکرّمہ میں کام کرتا ہوں، ابھی کچھ دنوں کے لیے پاکستان آیا ہوں، جب ہم مکہ مکرّمہ میں ہوتے تھے تو میرے دوستوں میں سے کوئی بھی حرمین شریفین کے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ میں نے یہ کئی مرتبہ ان کو سمجھایا، وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ وہابی ہیں، پھر میں خاموش ہوجاتا تھا؛ لیکن یہاں آنے کے بعد بھی ان کے عمل میں تبدیلی نہیں آئی؛ بلکہ اِدھر تو کسی بھی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

چند خاص مسجدیں ہیں، ان کے سوا سب کو غیر مسلم قرار دیتے ہیں، ظاہری حالت ان کی یہ ہے کہ پگڑیاں پہنتے ہیں اور کندھوں پر دونوں جانب لمبا سا کپڑا بھی لٹکاتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی بات کہاں تک دُرست ہے؟ اور ان کی پیروی اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کہاں تک ٹھیک ہے؟ اب تو ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام کو بھی نہیں مانتے، براہ مہربانی تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب

حرمین شریفین پہنچ کر وہاں کی نمازِ باجماعت سے محروم رہنا بڑی محرومی ہے، حرمین شریفین کے ائمہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، اہلِ سنت ہیں، (۱) اگرچہ ہمارا ان کے ساتھ بعض مسائل میں اختلاف ہے؛ لیکن یہ نہیں کہ ان کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھی جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۹/۵-۴۰۰)

حج کا نفقہ دینے والے کو بھی حج کا ثواب ملے گا:

سوال: کسی عورت نے میرے ساتھ اس بات پر بھی بحث کی کہ اگر کوئی کسی کو حج میں جانے کے لیے حج کا خرچہ دیدے تو اتنا ہی ثواب پیسہ دینے والوں کو ملے گا، جتنا ثواب حاجی کو حج کرنے کی وجہ سے ملتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً و مسلماً

چوں کہ اس آدمی نے حج کرنے کا خرچہ دیا ہے؛ اس لیے حج کروانے کا اور حج کے اعمال کی ادائیگی کا یہ سبب بنا ہے؛ اس لیے اس کو بھی حج کا ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ دینیہ: ۱۸۱/۳)

---

(۱) فالإمام أحمد بن حنبل إمام أهل السنة بلا منازع. (منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة مالك والشافعي وأحمد: ۲٦/۱، مكتبة الفهد، انيس)

مکہ کے سفر میں ''سر کے بل چلنے'' کا کیا مطلب ہے:

سوال: مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے سفر کے حالات و واقعات کے بیان میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اگر ہو سکے تو سر کے بل چلنا چاہیے تو سر کے بل چلنے سے کیا مراد ہے؟ اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

کچھ جملے کہاوت اور مقولہ کے طور پر کہے جاتے ہیں اور مذکورہ جملہ جذبات کو ابھارنے کے لیے بولا جاتا ہے کہ ان جگہوں کی بہت عزت اور احترام کرنی چاہیے، ان جگہوں کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان جگہوں کے ادب میں اگر سر کے بل چلا جائے تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ: ۱۸۶/۳-۱۸۷)

کیا متروکہ نماز، روزوں کا گناہ حج سے معاف ہوگا:

سوال: ایک شخص نماز اور روزہ کی بالکل پرواہ نہیں کرتا، اور نماز اور روزوں کی پابندی نہیں کرتا، البتہ عیدین کی نمازیں پڑھ لیتا ہے، یہ شخص اگر حج کو جائے تو کیا اس کے تمام گناہوں کے ساتھ نماز اور روزے کا گناہ بھی معاف ہو جائے گا؟ اس کے لئے حج کرنے کے لئے جانا کیسا ہے؟ اسے جانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

متروکہ نماز، روزے، زکوۃ وغیرہ توبہ کرنے سے، یا حج کرنے سے معاف نہیں ہوجاتے، البتہ قضا کی ادائیگی میں کی گئی سستی اور ادا کی ادائیگی میں کی گئی لا پرواہی معاف ہوسکتی ہے، جو نماز اور روزے چھوٹ گئے ہیں، ان کی قضا ضروری ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ: ۱۹۲/۳)

---

(۱) ولنا قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: "من نام عن صلاة أونسيها فليصلها إذا ذكرها". (بدائع الصنائع: ۱۳۱/۱)

فی الصحيحين من قوله صلی اللّٰه عليه وسلم: "من نام عن صلاة أو نسيها فليصلها إذا ذكرها لا كفارة لها إلا ذلک" الخ. (فتح القدير مع الهداية، باب قضاء الفوائت: ۳۴۷/۱)

عن أنس بن مالک عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من نسی صلاة فليصل إذا ذكر لا كفارة لها إلا ذلک. (صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب من نسی صلاة فليصل إذا ذكر: ۸۴/۱، قدیمی، انیس)

عن أبی قتادة قال: سرنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ليلة، فقال بعض القوم: لوعرست بنا يارسول اللّٰه، أخاف أن تناموا عن الصلاة، قال بلال: أنا أوقظكم فاضطجعوا وأسند بلال ظهره إلٰى راحلته فغلبته عيناه فنام فاستيقظ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: يا بلال! أين ماقلت؟ قال: ما ألقيت علٰى نومة مثلها قط. قال اللّٰه قبض أرواحكم حين شاؤ ردها عليكم حين شاء، يابلال ثم فأذن بالناس بالصلاة فتوضأ فلما فلما ارتفعت الشمس وابياضت قام فصلی. (صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت: ۸۳/۱، رقم الحديث: ۵۹۵ / نیز دیکھئے: الصحيح لمسلم، رقم الحديث: ۶۸۲، باب قضاء الفائتة واستحباب تعجيل قضاء ها، انیس)

کتاب میں دیکھ کر دعا مانگنا:

سوال: میں حج میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور حج میں بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کچھ خاص موقعوں کی الگ الگ مسنون دعائیں ہیں، جو مجھے یاد نہیں رہتیں، میرے پاس ایک دعا کی کتاب ہے، جس میں حج کے لیے جانے والوں کے لیے ہر موقعہ کی دعا لکھی ہوئی ہے تو کیا میں اس کتاب میں دیکھ کر ہر موقعہ پر اس کی مناسب دعا پڑھ سکتا ہوں؟ طواف کے وقت وقوف کے وقت اس کتاب میں دیکھ کر دعا پڑھ سکتا ہوں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

طواف کرتے وقت کتاب میں دیکھ کر دعا پڑھنا، یا زبانی پڑھنا، یا دوسرا کوئی پڑھائے اور خود پڑھنا، سب جائز اور درست ہے، البتہ دعا میں توجہ اور خشوع وخضوع اور دل کا متوجہ ہونا یہ سب سے اہم ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ دینیہ: ۱۹۲-۱۹۳)

☆ ☆ ☆

---

(۱) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيّاً﴾ فَمَدَحَهُ بِإِخْفَاءِ الدُّعَاءِ، وَفِيهِ الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ إِخْفَائَهُ أَفْضَلُ مِنْ الْجَهْرِ بِهِ، وَنَظِيرُهُ قَوْله تَعَالَى: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً﴾ (الأعراف: ۵۵) وَرَوَى سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَا يَكْفِي، وَعَنْ الْحَسَنِ أَنَّهُ كَانَ يَرَى أَنْ يَدْعُوَ الْإِمَامُ فِي الْقُنُوتِ وَيُؤَمِّنَ مَنْ خَلْفَهُ، وَكَانَ لَا يُعْجِبُهُ رَفْعُ الْأَصْوَاتِ، وَرَوَى أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى قَوْمًا قَدْ رَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالدُّعَاءِ فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمًّا وَلَا غَائِبًا إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَهُ أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ. (أحكام القرآن للجصاص، ۲۸۲/۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، و مالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد/ مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر و اشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبۂ نشر و اشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری ممبئی ۱۰۲

(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلرانیڈ پبلیشرز، نزدواٹرٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبدالحی نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحی نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشر واشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات

مصادرومراجع

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
	﴿قرآن (مع تفاسیروعلوم قرآن)﴾		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفرالطبری،محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ،محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی،فخرالدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوارالتنزیل واسرارالتأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی رجلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۹)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی،عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	شیخ زادہ علی تفسری البیضاوی	شیخ زادہ،محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی	۹۵۱ھ
(۱۱)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۲)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۳)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
	﴿عقائد (مع شروحات)﴾		
(۱۴)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۵)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶)	الشریعہ	ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری البغدادی المکی	۳۶۰ھ
(۱۷)	أبوالمعین علی ہامش شرح العقائد	ابوالمعین میمنون بن محمد بن محمد بن معتمد بن محمد ابن مکحل ۔الفضل النسفی المکحولی	۵۰۸ھ
(۱۸)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۹)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۰)	مبدأ ومعاد	حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی	۱۰۳۴ھ

﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۱)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۲۲)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۴)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۵)	الزہد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۶)	کتاب الآثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۷)	موطأ امام مالک/موطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۸)	الجامع لابن وہب	ابومحمد عبداللہ بن وہب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۹)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۳۰)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبد مناف الشافعی القرشی المکی	
(۳۱)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۳۲)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۳۳)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۴)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۵)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۶، ۳۷)	مصنف ابن ابی شیبہ/مسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خوستی	۲۳۵ھ
(۳۸)	مسند اسحاق بن راہویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ
(۳۹)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی	۲۴۱ھ
(۴۰)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی	۲۴۱ھ
(۴۱)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۴۲)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۳)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۴)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۴۵)	أخبار مکۃ فی قدیم الدہر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکہی	۲۷۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۴۶)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۷)	سنن ابوداؤد رمراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۸)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۹)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۰)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۵۱)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۲)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۳)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۴)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۵)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۶)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۷)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۸)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۹)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۰)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۶۱)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۶۲)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۳)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۴)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۵)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۶)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۷)	مسند السراج رحدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۸)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۹)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۰)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۱)	مکارم الأخلاق رمساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۲)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۷۳)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۴)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۵)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۶)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۷)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۸)	عمل الیوم واللیلة	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۹)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۸۰)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۱)	شرح مذاهب أهل السنة	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۲)	الإبانة الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطة	۳۸۷ھ
(۸۳)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۴)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۵)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۶)	شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة	ابوالقاسم هبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۷)	حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۸)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشھاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامة بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفة السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	المدخل إلی السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۶)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۷)	تفسیر غریب ما فی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۸)	الفردوس بمأ ثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھر دار بن شیرویہ بن فنا خسر والدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۹)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۱۰۰)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمر قندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۱)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۲)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی	۵۷۹ھ
(۱۰۳)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۴)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۵)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۶)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ المار دینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۷)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۸)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۹)	البدر المنیر / مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۱۰)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۱)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۲)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۳)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۴)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۵)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۶)	الجامع الصغیر / الفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۷)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۸)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۹)	آثار السنن	محمد بن علی الشھیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۲۰)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۲۱)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۲۲)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۳)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۲۴)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہرالدین الزیدانی الکوفی الضریرالشیر ازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۲۵)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۲۶)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۷)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۸)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۹)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۰)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۱)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۲)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۳)	شرح سنن أبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۴)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۵)	الآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۶)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۷)	ارشادالساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۸)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۹)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۰)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۱)	کنوزالحقائق فی حدیث خیرالخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۲)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۴۳)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۴)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۴۵)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۶)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۷)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۸)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۹)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۵۰)	التعلیق المجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۱)	حاشیۃ السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۲)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۳)	عون الباری لحل أدلۃ البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۵۴)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۵۵)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۶)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۷)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۸)	المنھل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۹)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۰)	فیض الباری شرح البخاری	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۱)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۲)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۳)	التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۴)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۶۵)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۶)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۷)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۸)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۹)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات

سیرت وشمائل

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۷۰)	زادالمعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۷۱)	سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۷۲)	لمواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۷۳)	شرح المواھب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ

کتب فقہ احناف

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۷۴)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۵)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۶)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۷)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۸)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۹)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۸۰)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۱)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۲)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۳)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۴)	تحفۃ الفقہاء	علاءالدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۵)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۶)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۷)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاءالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۸)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۹)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۹۰)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۱)	المجتبیٰ شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۲)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۳)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۹۴)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۵)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجدالدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۶)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۲ھ کے بعد
(۱۹۷)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۸)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدیدالدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۹)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۲۰۰)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخرالدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۲۰۱)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۲)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۳)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۴)	النھایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۵)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۶)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۷)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۸)	السراج الوھاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۹)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۰)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۱)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شھاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۲)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۳)	البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحجاج الی بیت العتیق	ابوالبقا محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء الحنفی	۸۵۴ھ
(۲۱۴)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۵)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۶)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۱۷)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۸)	دررالحکام شرح غررالأحکام	ملاخسرو،محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۹)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۲۰)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۲۱)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۲)	الصغیری/الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۳)	جامع الرموز شرح مختصرالوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۴)	البحرالرائق فی شرح کنزالدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۵)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۲۶)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۷)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۸)	تنویرالأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۹)	النہر الفائق شرح کنزالدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۳۰)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۱)	رمزالحقائق شرح کنزالدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۲)	المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط علی لباب المناسک	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۳)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۴)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاءالدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصرالدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۵)	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عماربن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۶)	امدادالفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عماربن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۷)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عماربن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۸)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ،المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۹)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۴۰)	الدرالمختار شرح تنویرالأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۴۱)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سیداسعد بن ابوبکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۴۲)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (و جماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۴۳)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۴)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۵)	اسعاف المولی القدیرشرح زادالفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۴۶)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناءاللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۷)	ردالمختار حاشیۃ الدرالمختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۸)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۹)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۰)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحرالرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۱)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۲)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۳)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدرالمختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری / مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۵۴)	التحریرالمختار حاشیۃ ردالمحتار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۵)	جواہرالإخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۵۶)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جاراللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۷)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۸)	النافع الکبیرشرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۴)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۶۵)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۶)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۷)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۸)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۹)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۷۰)	رسالہ تراویح	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۷۱)	زبدۃ المناسک (المعروف بہ قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین)	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۲۷۲)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۷۳)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۷۴)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۷۵)	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۶)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۷)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۸)	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی	۱۳۶۶ھ
(۲۷۹)	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۸۰)	احکام حج	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۸۱)	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	محمد حسن شاہ المہاجر المکی	--
(۲۸۲)	معلم الحجاج	مولانا قاری سعید احمد سہارنپوری مظاہری	--
(۲۸۳)	انوار مناسک	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی	مدظلہ
(۲۸۴)	ایضاح المناسک	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی	مدظلہ
(۲۸۵)	اثمار الہدایہ	مولانا محمد ثمیر الدین قاسمی، لندن	مدظلہ
(۲۸۶)	مسائل حج	شاہ ولی صوفی مولانا محمد روح الامین، مفتی اعظم جمعیۃ العلماء بنگال،	--
(۲۸۷)	مسائل ومعلومات حج وعمرہ	جناب محمد معین الدین احمد صاحب کراچی	--
(۲۸۸)	حج میں قصر واتمام کی تحقیق	،مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی	مدظلہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۹)	المدونہ	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۹۰)	کتاب الام	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبدمناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۹۱)	المحلی بالآثار	ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری	۴۵۶ھ
(۲۹۲)	نهاية المطلب فی دراية المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ
(۲۹۳)	بحر المذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۹۴)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۹۵)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۶)	المقنع ر الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۹۷)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۹۸)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۹)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۳۰۰)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ

﴿فقہ مقارن﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۱)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۳۰۲)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۳۰۳)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

﴿اصول فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۴)	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۳۰۵)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۳۰۶)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۰۷)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۳۰۸)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۰۹)	کشف الاسرارشرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۱۰)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۱۱)	غمزعیون البصائرفی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۱۲)	نورالانوارفی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۱۳)	شرح عقودرسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۱۴)	عمدۃ الفقہ	سیدزوارحسین شاہ	۱۴۰۰ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۱۵)	ادب الدنیاوالدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۱۶)	احیاءعلوم الدین	ابوحامدمحمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۷)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۸)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۹)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۲۰)	شرح الصدوربشرح حال الموتی	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
(۳۲۱)	الزواجرعن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجرالہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۲۲)	تکمیل القبورترجمہ شرح الصدور	--	--

﴿لغات،معاجم،ادب وتاریخ،طبقات وتراجم﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۲۳)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۲۴)	المتفق والمفترق	ابوبکراحمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۲۵)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۲۶)	مجمع البحارفی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۲۷)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابرالفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۲۸)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۲۹)	تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجدالحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبرالشریف	محمد بن احمد بن الضیاءمحمد القرشی العمری المکی الحنفی	۱۳۸۷ھ
(۳۳۰)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۳۱)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۳۳۲)	فیروزاللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۳۳)	منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد	ابوزکریا یحی بن ابراہیم بن احمد بن محمد ابوبکر بن ابی طاہر الازدی السلماسی	۵۵۰ھ
(۳۳۴)	هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك	عزالدین ابوعمر عبدالعزیز بن قاضی القضاۃ بدرالدین محمد ابراہیم بن سعداللہ بن جماعۃ الکنانی	۷۶۷ھ
(۳۳۵)	ماثبت من السنة	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۳۶)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۳۷)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۳۸)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
(۳۳۹)	الرفیق فی سواء الطریق	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ

☆ ☆ ☆

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند،جلد-۱۳'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔(انیس الرحمٰن قاسمی)